المغنی

عن حمل الاسفار

فی اثبات حیاۃ القبر لسید الابرار ﷺ

پسند فرمودہ

مفتی
عبدالواحد قریشی حفظہ اللہ
مدیر: ادارۃ النعمان و خانقاہ حنفیہ ڈیرہ اسماعیل خان

تالیف و ترتیب
مفتی فضل الرحمٰن مدظلہ

تقدیم
مفتی محمد عمر فاروق مدظلہ

باہتمام: دار الشیبانی للافتاء والتحقیق پہاڑپور ڈیرہ اسماعیل خان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست حوالہ جات

الباب الاول / قرآن کریم مع تفاسیر

الباب الثانی / احادیث مبارکہ مع الشروح

الباب الثالث / اجماع امت

صلی اللہ علی النبی الامی وعلی آلہ وسلم تسلیما

مقدمۃ الکتاب

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اولاً اپنی حکمتِ بالغہ سے انسانوں کی پیدائش کا فیصلہ فرمایا، اور نوعِ انسانی کے سب سے پہلے فرد سیدنا حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی عزت وتکریم فرماتے ہوئے ان کو مسجودِ ملائکہ بنایا، جس کی تفصیلات قرآنِ کریم میں کئی جگہ موجود ہیں۔

اس کے بعد جب دنیا کو آباد کرنے کی غرض سے سیدنا حضرت آدم علیہ السلام کو دنیا میں اُترنے کا حکم ہوا، تو اُسی وقت یہ واضح کر دیا گیا کہ انسانوں کو دنیا میں من مانی اور من چاہی زندگی گذارنے کے لئے نہیں بھیجا جارہا ہے؛ بلکہ وہ دنیا میں جاکر آسمانی ہدایتوں کے پابند رہیں گے، جبھی اُنہیں کامیابی اور نجات ملے گی۔ اور اگر انہوں نے خداوندی احکام اور ہدایات کی پابندی نہ کی تو ان کا انجام اچھا نہ ہوگا، اِسی کو قرآنِ پاک کی اس آیت میں واضح کیا گیا ہے:

قُلْنَا اهْبِطُوْا مِنْهَا جَمِيْعًا فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُمْ مِنِّيْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ۔ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِآيَاتِنَا أُولٰٓئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خَالِدُوْنَ۔ (البقرۃ: ۳۸، ۳۹)

ہم نے حکم دیا کہ یہاں سے تم سب نیچے جاؤ، پھر اگر تم کو پہنچے میری طرف سے کوئی ہدایت تو جو چلا میری ہدایت پر نہ خوف ہوگا ان پر اور نہ وہ غمگین ہوں گے، اور جو لوگ منکر ہوئے اور ہماری نشانیوں کو جھٹلایا، وہ ہیں دوزخ میں جانے والے وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

اس آیت سے صاف طور پر معلوم ہوا کہ انسان کی حقیقی کامیابی کا مدار اپنے خالق ومالک کی اطاعت پر ہی موقوف ہے؛ بلکہ بالفاظِ دیگر یہ کہنا چاہئے کہ جو انسان اپنے رب کی معرفت واطاعت سے بہرہ ور ہو، وہی حقیقت میں انسانیت کی تقاضوں کو پورا کرنے والا ہے، اور جو اس معیار پر پورا نہ اترے، وہ اگرچہ دیکھنے میں انسان نظر آتا ہو؛ لیکن دراصل وہ جانوروں اور چوپایوں سے بھی بدتر ہے، ایسے ہی لوگوں کے بارے میں قرآنِ پاک میں ارشاد ہے:

وَلَقَدْ ذَرَأْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيْرًا مِنَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ لَهُمْ قُلُوْبٌ لَا يَفْقَهُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَا يُبْصِرُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَا يَسْمَعُوْنَ بِهَا أُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ أُولٰٓئِكَ هُمُ الْغَافِلُوْنَ۔ (الأعراف: ۱۷۹)

اور ہم نے جہنم کے واسطے بہت سے جن اور انسان پیدا کئے، ان کے دل ہیں کہ ان سے سمجھتے نہیں، اور آنکھیں ہیں کہ ان سے دیکھتے نہیں، اور کان ہیں کہ ان سے سنتے نہیں، وہ چوپاؤں کی طرح؛ بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ ہیں، وہی لوگ غفلت میں پڑے ہیں۔

لہٰذا یہ بات طے شدہ ہے کہ انسان کے لئے آسمانی ہدایت کے بغیر کامیابی کا کوئی تصور نہیں۔

اس آسمانی ہدایت کو مخلوق تک پہنچانے کے لیے اللہ رب العزت نے انبیاء علیہم السلام کا سلسلہ سیدنا حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سے شروع فرمایا اور ہمارے آقا اور سردار، سرورِ عالم، خاتم النبیین، حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم کیا، اس درمیان ہزاروں انبیاء علیہم السلام وقفہ وقفہ سے دنیا کے مختلف خطوں میں مبعوث کئے گئے، جن کی بنیادی تعلیمات -یعنی عقیدۂ توحید، رسالت اور آخرت- مشترک تھیں؛ البتہ جزئی احکامات میں قدرے فرق رہا، یہ سب انبیاء علیہم السلام اپنی خداداد صلاحیتوں اور حیرت انگیز کمالات کی وجہ سے بقیہ تمام انسانوں سے ممتاز رہے، اور ان کے ہاتھوں پر ایسے معجزات اور ناقابل تردید نشانیاں ظاہر ہوئیں جنہیں دیکھ کر لوگ یہ یقین کرنے پر مجبور ہوگئے کہ یہ واقعی اللہ کے منتخب بندے اور رسول ہیں۔

رسولوں کے بعض امتیازات

خاص طور پر تمام انبیاء علیہم السلام میں دو باتیں سب سے نمایاں تھیں:

(۱) کسی بھی نبی نے دنیا میں کسی استاذ کے سامنے شاگردی اختیار نہیں کی؛ بلکہ ان کو جو بھی معلومات اور کمالات حاصل ہوئے، وہ براہِ راست اللہ تعالیٰ کی طرف سے تھے، ان کی تحصیل کی میں کسی انسان کا واسطہ نہ تھا۔

(۲) ہر نبی ہر طرح کی برائی اور گناہ سے محفوظ رکھا گیا، تمام تر جسمانی قوت وطاقت اور استعداد پائے جانے کے باوجود حرام باتوں سے محفوظ رہنا، جسے شریعت کی اصطلاح میں ''عصمت'' کہتے ہیں، یہ انبیاء علیہم السلام کا خاص امتیاز رہا، اور یہ اس وجہ سے تھا؛ تاکہ جب وہ اپنی قوم کو بھلائی کی طرف دعوت دینے کے لئے جائیں تو کوئی شخص ان کے کردار پر انگلی رکھنے کی ہمت نہ کرسکے۔ (شرح فقہ اکبر ۵۶)

ان انبیاء علیہم السلام پر اللہ کی طرف سے ''وحی'' کا نزول ہوتا تھا، جو دو طرح کی ہوتی تھی، بعض وحی ایسی ہوتی تھیں جن کا تعلق کتابِ خداوندی سے تھا، اور دیگر وحی عام ہدایات سے متعلق ہوتی تھیں، ان کو بعینہٖ کتاب کی طرح پڑھنا ضروری نہ تھا، اول کو ''وحی متلو'' اور دوسری کو ''وحی غیر متلو'' کی اصطلاح سے تعبیر کرتے ہیں۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم آخری اور عالمی پیغمبر ہیں

سرورِ عالم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر سلسلۂ نبوت ختم ہو چکا ہے اب آپ کے بعد کسی کو نبوت سے نہیں نوازا جائے گا جیسا کہ قرآن پاک اس آیت میں اعلان کیا گیا ہے:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ۔ [الأحزاب :۴۰]

محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں لیکن اللہ کے رسول اور خاتم النبیین (سب نبیوں پر مہر) ہیں۔

اور "خاتم النبیین" کی تشریح خود نبی اکرم علیہ الصلاۃ والسلام نے "لا نبی بعدی" (میرے بعد کوئی نبی نہیں) کہہ کر ارشاد فرمادی ہے۔ (ابوداؤد شریف ۲/۲۲۴ عن ثوبانؓ) اس لئے اس میں کسی اور تاویل کی گنجائش نہیں۔

اب تا قیامت ذریعۂ نجات وہدایت صرف اور صرف شریعت محمدی ہے اس کے بغیر اخروی نجات کا کوئی تصور نہیں؛ اسی لئے نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشادِ عالی ہے:

لَوْ كَانَ مُوْسیٰ حَيًّا لَمَا وَسِعَهٗ إِلاَّ اتِّبَاعِيْ۔ (مسند أحمد ۳۳۸/۳ رقم: ۱۴۵۶۵، إسناده حسن)

اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام حیات ہوتے تو انہیں بھی میری اتباع کے بغیر چارۂ کار نہ تھا۔

پس اب کسی انسان کو اس میں شبہ نہ رہنا چاہئے کہ کوئی سابقہ آسمانی دین؛ اسلام کے علاوہ اب تقربِ خداوندی اور نجات کا ذریعہ نہیں بن سکتا، اور جب آسمانی مذاہب کا یہ حال ہے تو غیر آسمانی مذاہب کے معتبر ہونے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

تا قیامت شریعت پر عمل کیسے؟

اب جب یہ بات طے ہو گئی کہ دین محمدی کے علاوہ کوئی راہِ عمل نہیں ہے، تو اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ زندگی کے مختلف شعبوں (عبادات، معاملات، معاشرت، اخلاقیات) کے بارے میں شریعت سے رہنمائی کیسے حاصل ہو؟ جو رہتی دنیا تک آنے والے انسانوں کے لئے مشعل راہ بن سکے، تو اس بارے میں اگر یہ صورت اپنائی جاتی کہ قیامت تک پیش آنے والے تمام جزئیات وکلیات کو بذریعہ وحی تفصیلاً بیان کیا جاتا، تو اتنی طوالت ہو جاتی کہ اس کا سنبھال کر رکھنا سخت مشکل ہوتا اور بعد کے غیر متصور حالات کا پیشگی ادراک کرنا بھی انسان کے بس سے باہر ہوتا، اس لئے اللہ تعالیٰ نے انسانی رہنمائی کے لئے یہ صورت اختیار فرمائی کہ بنیادی طور پر کتاب وسنت میں اصول ذکر فرمادئے، اور پھر امت کے مجتہدین کو ہدایت کی گئی کہ وہ تخریج واستنباط کر کے پیش آمدہ مسائل کے احکامات متعین کریں، اور جو لوگ اجتہاد کی مطلوبہ شرائط کے حامل نہ ہوں ان کو پابند کیا گیا کہ وہ واقف کاروں سے مسائل معلوم کر کے عمل کر لیا کریں۔ پھر جب امت کے معتبر اور

باصلاحت علماء نے اس راہ میں خدمت شروع کی تو تمام شرعی احکامات کے لئے تین مصادر: (۱) کتاب اللہ (۲) سنتِ رسول اللہ (۳) اور اجماع کو بنیاد بنایا

ہمارے ادارے کے ناظم الامور برادر مکرم حضرت مولانا مفتی فضل الرحمن صاحب حفظہ اللہ نے اپنی اس زیر نظر تالیف "**المغنی عن حمل الاسفار فی اثبات حیاۃ القبر لسید الابرار**" میں میں انہی 3 دلائل سے مسئلہ کو مبرھن کیاہے اور مزید اس پر علماء امت سے البرکۃ مع اکابرکم سے دلیل لیتے ہوئے تائیدات بھی جمع کی ہیں جس سے مسئلہ بلکل واضح ھو گیا ہے مگر پھر کچھ ناعاقبت اندیش اس عقیدے کا انکار کرتے ہیں امید ہے کہ یہ کتاب ہر قسم کے قاری کے لئے مفید ثابت ہو گی۔

میں ذیل کی سطور میں اس مسئلہ کی مزید وضاحت کے طور پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا عمل اس عقیدے کے متعلق پیش کرتاہوں تاکہ قارئین کرام کو اس سے کی حقانیت پر مزید شرح صدر حاصل ہو۔

یہ حقیقت ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنھم اوّل تا آخر محبوبِ رب العالمین ﷺ سے والہانہ محبت کرتے تھے اسی محبت کا کرشمہ تھا کہ نہ انہیں اپنی جان کی پرواتھی، نہ مال واولاد کی۔ وہ دنیا کی ہر چیز سے بڑھ کر اپنے آقا و مولیٰ ﷺ کو عزیز جانتے تھے۔ ان کی اسی طاقت نے انہیں ہر طوفان سے ٹکرانے اور ہر مشکل سے سرخرو ہونے کا ہنر سکھایا۔ انہوں نے جس والہانہ عشق و محبت کا مظاہرہ کیا انسانی تاریخ آج تک اس کی نظیر پیش کرسکی اور نہ قیامت تک اس بے مثال محبت کے مظاہر دیکھنے ممکن ہوں گے۔ اُن کی محبتِ مصطفیٰ ﷺ اور عشقِ رسول ﷺ کا یہ عالم تھا کہ وہ صرف آپ ﷺ کی زیارت سے ہی اپنی بھوک پیاس کو بجھا لیتے تھے اور حالتِ نماز میں بھی آپ ﷺ کو تکتے رہتے تھے۔

کتبِ احادیث و سیر میں متعدد واقعات کا ذکر ہے جو انفرادی واجتماعی طور پر صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کو پیش آئے۔ یہ واقعات اِس اَمر کی غمازی کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ کے عشاق صحابہ آپ ﷺ کے دیدار سے زندگی کی حرارت پاتے تھے۔ انہیں محبوب ﷺ سے ایک لمحہ کی جدائی بھی گوارا نہ تھی۔ ان مشتاقانِ دید کے دل میں ہر لمحہ یہ تمنا دھڑکتی رہتی تھی کہ ان کا محبوب رسول ﷺ کبھی بھی ان سے جدا نہ ہو اور وہ صبح و شام آپ ﷺ کی زیارت سے اپنے قلوب واذہان کو راحت و سکون بہم پہنچاتے رہیں۔

ذیل میں اسی لازوال محبت کے چند مستند واقعات کا ذکر کیا جائے گا۔

صحابہ کی نماز اور زیارتِ رسول ﷺ کا حسین منظر

حضور نبی اکرم ﷺ اپنے مرضِ وصال میں جب تین دن تک حجرہ مبارک سے باہر تشریف نہ لائے تو وہ نگاہیں جو روزانہ زیارتِ رسول ﷺ سے مشرف ہوا کرتی تھیں آپ ﷺ کی ایک جھلک دیکھنے کو ترس گئیں۔ جان نثارانِ مصطفیٰ سراپا

انتظار تھے کہ کب ہمیں حضور ﷺ کا دیدار نصیب ہوتا ہے۔ بالآخر وہ مبارک و مسعود لمحہ ایک دن حالتِ نماز میں انہیں نصیب ہو گیا۔

حضرت انس سے مروی ہے کہ ایامِ وصال میں جب نماز کی امامت کے فرائض سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے سپرد تھے۔ پیر کے روز تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنھم صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کی اقتدا میں حسبِ معمول باجماعت نماز ادا کر رہے تھے کہ آپ ﷺ نے قدرے افاقہ محسوس کیا۔ آپ ﷺ حجرہ مبارک سے مسجدِ نبوی ﷺ میں جھانک کر گویا اپنے غلاموں کو صدیق کی اقتداء میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھ کر اظہارِ اطمینان فرمارہے تھے۔ روایت کے الفاظ یہ ہیں:

"فكشف النبي ﷺ ستر الحجرة، ينظر إلينا وهو قائمٌ، كأن وجهه ورقة مصحف، ثم تبسّم". کہ نبی اکرم ﷺ نے اپنے حجرۂ مبارک کا پردہ اٹھا کر کھڑے کھڑے ہمیں دیکھنا شروع فرمایا۔ (ہم نے جب آپ ﷺ کی زیارت کی تو یوں لگا) جیسے آپ ﷺ کا چہرۂ انور کھلا ہوا قرآن ہو، پھر مسکرائے۔ ([1])

حضرت انس رضی اللہ عنہ اپنی کیفیت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: فهممنا أن نفتتن من الفرح برؤية النبي ﷺ، فنكص أبو بكر علي عقبيه ليصل الصف، وظنّ أن النّبيّ ﷺ خارج إلي الصلوٰة. کہ حضور نبی اکرم ﷺ کے دیدار کی خوشی میں قریب تھا کہ ہم لوگ نماز چھوڑ بیٹھتے۔ چنانچہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اپنی ایڑیوں پر پیچھے پلٹے تاکہ صف میں شامل ہو جائیں اور انہوں نے یہ سمجھا کہ حضور ﷺ نماز کے لیے باہر تشریف لانے والے ہیں۔ ([2])

ان پر کیف لمحات کی منظر کشی روایت میں یوں کی گئی ہے:

"فلما وضح وجه النبي ﷺ ما نظرنا منظرًا كان أعجب إلينا من وجه النبي ﷺ حين وضح لنا". ([3])

---

[1] - صحیح بخاري، كتاب الأذان، باب أهل العلم والفضل أحق بالإمامة، 1 : 240، رقم : 648۔صحیح مسلم، كتاب الصلاة، باب استخلاف الإمام إذا عرض له عذر من مرض وسفر، 1 : 315، رقم : 419۔سنن ابن ماجه،كتاب الجنائز، باب في ذكر مرض رسول الله ﷺ 1 : 519، رقم : 1624۔مسندأحمد بن حنبل، 3 : 163

[2] - صحیح بخاري،كتاب الأذان، باب أهل العلم والفضل أحق بالإمامة، 1 : 240، رقم : 648۔سنن الكبرىٰ للبيهقي 3 : 75، رقم : 4825۔مصنف عبدالرزاق، 5 : 433

[3] صحيح البخاري كتاب الأذان، باب أهل العلم والفضل أحق بالإمامة، 1 : 241، رقم : 649 و صحيح المسلم كتاب الصلاة، باب استخلاف الإمام إذا عرض له عذر من مرض وسفر 1 : 315، رقم : 419 وابن خزيمه، الصحيح، 2 : 372، رقم : 1488۔

جب (پردہ ہٹا اور) آپ ﷺ کا چہرۂ انور سامنے آیا تو یہ اتنا حسین اور دلکش منظر تھا کہ ہم نے پہلے کبھی ایسا منظر نہیں دیکھا تھا۔ مسلم شریف میں فھممنا ان نفتتن کی جگہ یہ الفاظ منقول ہیں: "فبھتنا ونحن في الصلوة، من فرح بخروج النبي ﷺ". ([4])

''ہم دورانِ نماز آپ ﷺ کے باہر تشریف لانے کی خوشی میں حیرت زدہ ہوگئے (یعنی نماز کی طرف توجہ نہ رہی)۔

علامہ اقبال نے حالتِ نماز میں حضور ﷺ کے عاشقِ زار حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے حوالے سے دیدارِ محبوب ﷺ کے منظر کی کیا خوبصورت لفظی تصویر کشی کی ہے:

ادائے دید سراپا نیاز تھی تیری
کسی کو دیکھتے رہنا نماز تھی تیری

زیارتِ رسول ﷺ سے بھوک کا مداوا

حضور نبی اکرم ﷺ کی زیارت صحابہ کرام کے لئے اتنی بڑی قوت اور سعادت تھی کہ یہ بھوکوں کی بھوک رفع کرنے کا ذریعہ بھی بنتی تھی۔ چہرۂ اقدس کے دیدار کے بعد قلب و نظر میں اترنے والے کیف کے سامنے بھوک و پیاس کے احساس کی کیا حیثیت تھی؟

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک دن حضور رحمتِ عالم ﷺ ایسے وقت کاشانۂ نبوت سے باہر تشریف لائے کہ "لا يخرج فيها و لا يلقاه فيها أحد".

آپ ﷺ پہلے کبھی اس وقت باہر تشریف نہ لاتے تھے اور نہ ہی کوئی آپ ﷺ سے ملاقات کرتا۔

دراصل ہوا یوں تھا کہ سیدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی بھوک سے مغلوب باہر تشریف لے آئے تھے۔ حضور ﷺ نے اپنے رفیقِ سفر اور یارِ غار سے پوچھا: "ما جاء بك يا أبا بكر؟ اے ابو بکر! تم اس وقت کیسے آئے ہو؟

اس وفا شعار پیکرِ عجز و نیاز نے از راہِ مروّت عرض کیا:

"خرجت ألقي رسول الله ﷺ وأنظر في وجهه و التسليم عليه". یارسول اللہ ﷺ صرف آپ کی ملاقات، چہرہ انور کی زیارت اور سلام عرض کرنے کی غرض سے حاضر ہوا ہوں۔''

تھوڑی دیر بعد ہی سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ بھی اسی راستے پر چلتے ہوئے اپنے آقا ﷺ کے پاس حاضر ہوگئے۔ نبیء رحمت ﷺ نے دریافت فرمایا: ما جاء بك يا عمر؟ اے عمر! تمہیں کون سی ضرورت اس وقت یہاں لائی؟

---

[4] صحيح المسلم كتاب الصلاة، باب استخلاف الإمام إذا عرض له عذر من مرض وسفر 1 : 315 رقم : 419۔

شمعِ رسالت ﷺ کے پروانے نے حسبِ معمول لگی لپٹی کے بغیر عرض کی: "الجوع، یا رسول الله" یارسول اللہ! بھوک کی وجہ سے حاضر ہوا ہوں۔" (5)

شمائلِ ترمذی کے حاشیہ پر مذکورہ حدیث کے حوالے سے یہ عبارت درج ہے:

لعل عمر رضي الله عنه جاء ليتسلي بالنظر في وجه رسول الله ﷺ كما كان يصنع أهل مصر في زمن يوسف عليه السلام، ولعل هذا المعني كان مقصود أبي بكر رضي الله عنه و قد أدي بالطف وجه كأنه خرج رسول الله ﷺ لما ظهر عليه بنور النبوة أن أبابكر طالب ملاقاته، وخرج أبوبكر لما ظهر عليه بنور الولاية أنه ﷺ خرج في هذا الوقت لانجاح مطلوبه.

"حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس لئے تشریف لائے تھے کہ وہ حضور ﷺ کے چہرۂ انور کی زیارت سے اپنی بھوک مٹانا چاہتے تھے، جس طرح مصر والے حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن سے اپنی بھوک کو مٹا لیا کرتے تھے اور سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عمل میں بھی یہی راز مضمر تھا۔ مگر مزاج شناسِ نبوت نے اپنا مدعا نہایت ہی لطیف انداز میں بیان کیا اور یہ امر بھی ذہن نشین رہے کہ حضور ﷺ پر نورِ نبوت کی وجہ سے ان کا مدعا بھی آشکار ہو چکا تھا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کیوں طالبِ ملاقات ہیں اور سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر نورِ ولایت کی وجہ سے واضح ہو چکا تھا کہ اس گھڑی آقائے مکرم ﷺ کا دیدار انہیں ضرور نصیب ہو گا۔"

چنانچہ ایسا ہی ہوا اور حضور سرورِ کائنات ﷺ نے اپنے دونوں جاں نثاروں کی حالت سے باخبر ہونے پر اپنی زیارت کے طفیل ان کی بھوک ختم فرما دی۔ یہ واقعہ باہمی محبت میں اخلاص اور معراج کا منفرد انداز لیے ہوئے ہے۔

ٹکٹکی باندھ کر حضور ﷺ کی زیارت

کائنات کا سارا حسن و جمال نبیء آخر الزماں حضور رحمتِ عالم ﷺ کے چہرۂ انور میں سمٹ آیا تھا۔ آپ ﷺ کے چہرۂ انور کی زیارت سے مشرف ہونے والا ہر شخص جمالِ مصطفےٰ ﷺ میں اس طرح کھو جاتا کہ کسی کو آنکھ جھپکنے کا یارا بھی نہ ہوتا اور نگاہیں اٹھی کی اٹھی رہ جاتیں۔ اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں: "كان رجل عند النبي ﷺ ينظر إليه لا يطرف" حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمتِ اقدس میں ایک شخص آپ ﷺ

---

5 ترمذي كتاب الزهد، باب في معيشة أصحاب النبي ﷺ، 4 : 583، رقم : 2369 الشمائل المحمدية، 1 : 312، رقم : 373، المستدرک، 4 : 145، رقم : 7178۔

(کے چہرۂ انور) کو (اِس طرح ٹکٹکی باندھ کر) دیکھتا رہتا کہ وہ اپنی آنکھ تک نہ جھپکتا، حضور رحمتِ عالم ﷺ نے اپنے اس جاں نثار صحابی کی یہ حالت دیکھ کر فرمایا: ما بالك؟ ''اِس (طرح دیکھنے) کا سبب کیا ہے؟'' اس عاشقِ رسول صحابی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: "بأبي و أمي! أتمتع من النظر إليك." ''میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان! آپ ﷺ کے چہرۂ انور کی زیارت سے لطف اندوز ہوتا ہوں۔'' ([6])

اس روایت سے پتہ چلتا ہے کہ جاں نثارانِ مصطفیٰ ﷺ پر خود سپردگی کی ایک عجیب کیفیت طاری ہو جاتی اور وہ آپ ﷺ کے حسن و جمال میں اس طرح کھو جاتے کہ دنیا کی ہر شے سے بے نیاز ہو جاتے۔

سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کی خواہشِ زیارت

صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کس طرح چہرۂ نبوت کے دیدارِ فرحت آثار سے اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک کا سامان کیا کرتے تھے اور ان کے نزدیک پسند و دلبستگی کا کیا معیار تھا؟ اس کا اندازہ آپ ﷺ کے یارِ غار سے متعلق درج ذیل روایت سے بخوبی ہو جائے گا:

> ایک مرتبہ حضور رسالت مآب ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ مجھے تمہاری دنیا میں تین چیزیں پسند ہیں: خوشبو، نیک خاتون اور نماز جو میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔
> سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے سنتے ہی عرض کیا: یا رسول اللہ! مجھے بھی تین ہی چیزیں پسند ہیں "النظر إلي وجه رسول الله ﷺ، وإنفاق مالي على رسول الله ﷺ وأن يكون ابنتي تحت رسول الله ﷺ" ''آپ ﷺ کے چہرۂ اقدس کو تکتے رہنا، اللہ کا عطا کردہ مال آپ ﷺ کے قدموں پر نچھاور کرنا اور میری بیٹی کا آپ ﷺ کے عقد میں آنا۔ ([7])

شیخین رضی اللہ عنھما کا منفرد اعزاز

صدیقِ باوفا رضی اللہ عنہ کو سفرِ ہجرت میں رفاقتِ سرورِ کونین ﷺ کا اعزاز حاصل ہوا، جبکہ سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ مرادِ رسول ہونے کے شرفِ لازوال سے مشرف ہوئے۔ ان جلیل القدر شخصیات کو صحابہ رضی اللہ عنھم کی عظیم جماعت میں کئی دیگر حوالوں سے بھی خصوصی اہمیت حاصل تھی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

---

[6] الشفاء لقاضي عياض 2 : 566 ، المواهب اللدنية لقسطلاني : 2 : 94۔

[7] المنبهات: 21–22۔

أن رسول الله ﷺ كان يخرج علي أصحابه من المهاجرين والأنصار، وهم جلوس وفيهم أبوبكر وعمر، فلا يرفع إليه أحد منهم بصره إلا أبوبكر وعمر، فإنهما كانا ينظران إليه وينظر إليهما ويتبسّمان إليه ويتبسّم إليهما"([8])

حضور ﷺ اپنے مہاجر اور انصار صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کے جھرمٹ میں تشریف فرما ہوتے اور حضرت ابو بکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما بھی ان میں ہوتے تو کوئی صحابی بھی حضور ﷺ کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھنے کی ہمت نہ کرتا، البتہ ابو بکر صدیق اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہما حضور ﷺ کے چہرۂ انور کو مسلسل دیکھتے رہتے اور حضور ﷺ بھی ان کو دیکھتے، یہ دونوں حضرات رسول اللہ ﷺ کو دیکھ کر مسکراتے اور خود حضور ﷺ ان دونوں کو دیکھ کر تبسم فرماتے۔

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی کیفیتِ اِضطراب

یوں تو حضور نبی اکرم ﷺ کے دیدار کی آرزو اور تمنا ہر صحابی رسول کے دل میں اس طرح بسی ہوئی تھی کہ اُن کی زندگی کا کوئی لمحہ اس سے خالی نہیں تھا۔ آپ ﷺ کی زیارت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کو سکون کی دولت نصیب ہوتی اور معرفتِ الٰہی کے دریچے ان پر روشن ہو جاتے۔ اُن کے دل کی دھڑکن میں زیارتِ مصطفیٰ ﷺ کی خواہش اس درجہ سما گئی تھی کہ اگر کچھ عرصہ کے لئے آپ ﷺ کا دیدار میسر نہ آتا تو وہ بے قرار ہو جاتے تھے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ پر جو کیفیت گزرتی تھی اس کے بارے میں وہ خود روایت کرتے ہیں کہ :

> میں نے بارگاہِ نبوی ﷺ میں عرض گزاری "إني إذا رأيتك طابت نفسي و قرّت عيني ، فأنبئني عن كل شئ، قال : كل خلق الله من الماء". ([9]) "جب میں آپ ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوتا ہوں (تو تمام غم بھول جاتا ہوں اور) دل خوشی سے جھوم اٹھتا ہے اور آنکھیں ٹھنڈی ہو جاتی ہیں، پس مجھے تمام اشیاء (کائنات کی تخلیق) کے بارے میں آگاہ فرمائیے۔ حضور ﷺ نے فرمایا : اللہ تعالیٰ نے ہر شے کی تخلیق پانی سے کی ہے۔"

صحابہ کرام رضی اللہ عنھم میں سے ہر کوئی فنا فی الرسول کے مقام پر فائز تھا اُن کا جینا مرنا، عبادت ریاضت، جہاد تبلیغ سب کچھ ذاتِ مصطفیٰ ﷺ کے ساتھ منسوب تھا۔ اس لئے وہ اپنے آقا و مولا سے ایک لمحہ کی جدائی گوارا نہ کرتے تھے

---

[8] سنن ترمذي كتاب المناقب باب في مناقب أبي بكر وعمر كليهما، 5 : 612، رقم: 3668، مسند أحمد بن حنبل 3: 150، مسند طيالسي 1 : 275، رقم : 2064۔

[9] مسند احمد بن حبنل 2 : 323 و المستدرک علي الصحيحين 4 : 176، رقم : 7278

اور ہر لمحہ حضور ﷺ کی زیارت میں مست و بے خود رہتے۔

بعد از وصال صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کا معمول

گزشتہ فصل میں مذکور واقعات سے ثابت ہوا صحابہ کرام رضی اللہ عنھم صبح و شام حضور نبی اکرم ﷺ کی زیارت اور دیدار سے اپنے مضطرب قلوب و اذہان کو راحت و سکون بہم پہنچاتے رہے اُن کے دل میں ہر لمحہ یہ تمنا رہتی تھی کہ اُن کا محبوب رسول ﷺ کبھی بھی اُن سے جدا نہ ہو پس جس طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کی کیفیاتِ محبت کا والہانہ اظہار آپ ﷺ کی حیاتِ مقدسہ میں ہوا، اسی طرح بعد از وصال بھی وہ دیوانہ وار حضور ﷺ کے روضۂ اطہر پر حاضری دیتے اور اس حاضری میں بھی ان کی کیفیات دیدنی ہوتیں۔ یعنی ادبِ بارگاہِ رسالت کے ساتھ ساتھ محبت اور عشق کی تمام تر بے قراریاں، جذب و شوق اور کیفیتِ فراق اور غمِ ہجر کی لذتیں ان کے ایمان کو جلا بخشتی تھیں، حضور نبی اکرم ﷺ کی قبرِ انور کی زیارت کے حوالہ سے صحابہ کرام کے ان ہی کیفیاتِ شوق پر مبنی معمولات درج ذیل ہیں:

1۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا معمول:

حضرت کعب الاحبار کے قبولِ اسلام کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے انہیں کہا:

هل لك أن تسير معي إلي المدينة فنزور قبر النبي ﷺ وتتمتع بزيارته، فقلت نعم يا أمير المؤمنين.[10]

کیا آپ حضور نبی اکرم ﷺ کے روضۂ اقدس کی زیارت اور فیوض و برکات حاصل کرنے کے لیے میرے ساتھ مدینہ منورہ چلیں گے؟" توانہوں نے کہا: جی! امیر المؤمنین۔

پھر جب حضرت کعب الاحبار اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ آئے تو سب سے پہلے بارگاہِ سرورِ کونین ﷺ میں حاضری دی اور سلام عرض کیا، پھر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مدفن مبارک پر کھڑے ہو کر اُن کی خدمت میں سلام عرض کیا اور دو رکعت نماز ادا فرمائی۔

2۔ اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا معمول:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا معمول تھا کہ آپ اکثر روضہ مبارک پر حاضر ہوا کرتی تھیں۔ وہ فرماتی ہیں:

كُنْتُ أَدْخُلُ بَيْتِي الَّذِي دُفِنَ فِيْهِ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ وَ أَبِي، فَأَضَعُ ثَوْبِي فَأَقُوْلُ إِنَّمَا هُوَ زَوْجِي وَأَبِي، فَلَمَّا دُفِنَ عُمَرُ مَعَهُمْ فَوَ اللهِ مَا دَخَلْتُ اِلَّا وَ أَنَا مَشْدُوْدَة عَلَي ثِيَابِي حَيَاءً مِنْ

[10] فتوح الشام للواقدي ، 1 : 244،الجوهر المنظم للهيتمي: 27. 28 ،وفاء الوفاء للسمهودى 1\183.

عُمَرَ.([11]) "میں اس مکان میں جہاں رسول اللہ ﷺ اور میرے والد گرامی مدفون ہیں جب داخل ہوتی تو یہ خیال کر کے اپنی چادر (جسے بطور برقع اوڑھتی وہ) اتار دیتی کہ یہ میرے شوہرِ نامدار اور والدِ گرامی ہی تو ہیں لیکن جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ان کے ساتھ دفن کر دیا گیا تو اللہ کی قسم میں عمر رضی اللہ عنہ سے حیاء کی وجہ سے بغیر کپڑا لپیٹے کبھی داخل نہ ہوئی۔

اس حدیثِ مبارکہ سے معلوم ہوا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا روضۂ اقدس پر حاضری کا ہمیشہ معمول تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اہلِ مدینہ کو قحط سالی کے خاتمے کے لئے قبرِ انور پر حاضر ہو کر توسل کرنے کی تلقین فرمائی۔ امام دارمی صحیح اِسناد کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

"قُحِطَ أهل الْمَدِيْنَةِ قَحْطًا شَدِيْدًا فَشَكَوْا إِلَي عائشة ، فَقَالَتْ : انْظُرُوْا قَبْرَ النَّبِيِّ ﷺ فَاجْعَلُوْا مِنْهُ كِوًي إِلَي السَّمَاءِ، حَتَّي لَا يَكُوْنَ بَيْنَهُ وَ بَيْنَ السَّمَاءِ سَقْفٌ، قَالَ : فَفَعَلُوْا فَمُطِرْنَا مَطَرًا حَتَّي نَبَتَ الْعُشْبُ، وَسَمِنَتِ الْإِبِلُ حَتَّي تَفَتَّقَتْ مِنَ الشَّحْمِ، فَسُمِّيَ ''عَامَ الْفَتْقِ".([12])

''ایک مرتبہ مدینہ کے لوگ سخت قحط میں مبتلا ہوگئے تو انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے (اپنی دِگرگوں حالت کی) شکایت کی۔ آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: حضور ﷺ کی قبرِ مبارک کے پاس جاؤ اور اس سے ایک روشندان آسمان کی طرف کھولو تاکہ قبرِ انور اور آسمان کے درمیان کوئی پردہ حائل نہ رہے۔ راوی کہتے ہیں کہ ایسا کرنے کی دیر تھی کہ اتنی زور دار بارش ہوئی جس کی وجہ سے خوب سبزہ اُگ آیا اور اُونٹ اتنے موٹے ہوگئے کہ (محسوس ہوتا تھا) جیسے وہ چربی سے پھٹ پڑیں گے۔ پس اُس سال کا نام ہی "عامُ الفتق (سبزہ و کشادگی کا سال)" رکھ دیا گیا۔

ثابت ہوا کہ اُم المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اہلِ مدینہ کو رحمتیں اور برکتیں حاصل کرنے کے لیے حضور نبی اکرم ﷺ کی قبرِ مبارک کو وسیلہ بنانے کی ہدایت فرمائی، جس سے اُن پر طاری شدید قحط ختم ہو گیا، اور موسلا دھار بارش نے ہر طرف بہار کا سماں پیدا کر دیا۔ جہاں انسانوں کو غذا ملی وہاں جانوروں کو چارا ملا، اِس بارش نے اہلِ مدینہ کو اتنا پُر بہار اور خوشحال بنا دیا کہ انہوں نے اس پورے سال کو 'عام الفتق (سبزہ اور کشادگی کا سال)' کے نام سے یاد کیا۔

بعض لوگوں نے اس رِوایت پر اعتراضات کئے ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ اس کی

---

11 مسند أحمد بن حنبل 6 : 202،المستدرک للحاکم 3: 61، رقم: 4402، اِمتاعُ الاسماع للمقريزي 14: 607۔

12 سنن دارمي، 1 : 56، رقم : 92 الوفا بأحوال المصطفيٰ لابن جوزي: 817. 818، رقم : 1534 شفاء السقام في زيارة خير الأنام للسبكي: 128۔

سند کمزور ہے لہٰذا یہ روایت بطورِ دلیل پیش نہیں کی جاسکتی لیکن مستند علماء نے اِسے قبول کیا ہے اور بہت سی ایسی اسناد سے استشہاد کیا ہے جو اس جیسی ہیں یا اس سے کم مضبوط ہیں۔ لہٰذا اس روایت کو بطورِ دلیل لیا جائے گا کیونکہ امام نسائی کا مسلک یہ ہے کہ جب تک تمام محدّثین ایک راوی کی حدیث کے ترک پر متفق نہ ہوں، اس کی حدیث ترک نہ کی جائے۔ ([13])

ایک اور اعتراض اس روایت پر یہ کیا جاتا ہے کہ یہ موقوف ہے یعنی صرف صحابیہ تک پہنچتی ہے اور یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول ہے، حضور ﷺ کا فرمان نہیں ہے۔ اس لئے اگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ تک اس کی اسناد صحیح بھی ہوں تو یہ دلیل نہیں بن سکتی کیونکہ یہ ذاتی رائے پر مبنی ہے اور بعض اوقات صحابہ کی ذاتی رائے صحیح ہوتی ہے اور بعض اوقات اس میں صحت کا معیار کمزور بھی ہوتا ہے، لہٰذا ہم اس پر عمل کرنے کے پابند نہیں۔

اس بے بنیاد اعتراض کا سادہ لفظوں میں جواب یہ ہے کہ نہ صرف اس روایت کی اسناد صحیح اور مستند ہیں بلکہ کسی بھی صحابی نے نہ تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے تجویز کردہ عمل پر اعتراض کیا اور نہ ہی ایسا کوئی اعتراض مروی ہے جس طرح حضرت مالک رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ روایت میں اس آدمی پر کوئی اعتراض نہیں کیا گیا جو قبرِ مصطفیٰ ﷺ پر آکر بارش کے لیے دعا کرتا ہے۔ یہ روایتیں صحابہ کا اجماع ظاہر کرتی ہیں اور ایسا اجماع بہر طور مقبول ہوتا ہے۔ کوئی شخص اس عمل کو ناجائز یا بدعت نہیں کہہ سکتا کہ جسے صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کے سکوت نے جائز یا مستحب قرار دیا ہو۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کی پیروی کے لزوم کے بارے میں امام شافعی فرماتے ہیں:

"رأيهم لنا خير من رأينا لأنفسنا" ([14]) ہمارے لیے ان کی رائے ہمارے بارے میں ہماری اپنی رائے سے بہتر ہے۔

علامہ ابنِ تیمیہ نے اس روایت پر اعتراض کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ جھوٹ ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی پوری زندگی میں روضۂ اقدس کی چھت میں اس طرح کا کوئی سوراخ موجود نہیں تھا۔ یہ اعتراض کمزور ہے کیونکہ امام دارمی اور ان کے بعد آنے والے ائمہ و علماء اس طرح کی تفصیل متاخرین سے زیادہ بہتر جانتے تھے۔ مثال کے طور پر مدنی محدّث و مؤرخ امام علی بن احمد سمہودی نے علامہ ابنِ تیمیہ کے اعتراض کا ردّ اور امام دارمی کی تصدیق کرتے ہوئے ''وفاء الوفاء ([15])'' میں لکھا ہے ''زین المراغی نے کہا: 'جان لیجئے کہ مدینہ کے لوگوں کی آج کے دن تک یہ سنت ہے کہ وہ قحط کے زمانہ میں روضۂ رسول کے گنبد کی تہہ میں قبلہ رُخ ایک کھڑکی کھولتے اگرچہ قبر مبارک اور آسمان کے درمیان چھت

---

[13] شرح نخبة الفكر: 233۔

[14] أعلام الموقعين عن ربّ العالمين، 2 / 186۔

[15] وفاء الوفاء: 560/2۔

حائل رہتی۔ میں کہتا ہوں کہ ہمارے دور میں بھی مقصورہ شریف، جس نے روضہ مبارک کو گھیر رکھا ہے، کا باب المواجہ یعنی چہرۂ اقدس کی جانب کھلنے والا دروازہ کھول دیا جاتا ہے اور لوگ وہاں (دعا کے لیے) جمع ہوتے ہیں۔

حضور نبی اکرم ﷺ کی قبرِ انور کے پاس جا کر آپ ﷺ کے توسُّل سے دعا کرنے کا معمول عثمانی ترکوں کے زمانے یعنی بیسویں صدی کے اوائل دور تک رائج رہا، وہ یوں کہ کہ جب قحط ہوتا اور بارش نہ ہوتی تو اہلِ مدینہ کسی کم عمر سید زادہ کو وضو کروا کر اوپر چڑھاتے اور وہ بچہ اس رسی کو کھینچتا جو قبرِ انور کے اوپر سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے فرمان کے مطابق سوراخ کے ڈھکنے کو بند کرنے کے لئے لٹکائی ہوئی تھی۔ اس طرح جب قبرِ انور اور آسمان کے درمیان کوئی پردہ نہ رہتا تو بارانِ رحمت کا نزول ہوتا۔

3. حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا معمول:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ غلام نافع رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کا معمول تھا کہ جب بھی سفر سے واپس لوٹتے تو حضور ﷺ کے روضۂ اقدس پر حاضری دیتے اور عرض کرتے:

> "السّلام عليك يا رسول الله! السّلام عليك يا أبا بكر! السّلام عليك يا أبتاه!" "اے اللہ کے (پیارے) رسول! آپ پر سلامتی ہو، اے ابو بکر! آپ پر سلامتی ہو، اے ابا جان! آپ پر سلامتی ہو۔"

قاضی عیاض نے الشفاء میں جو روایت نقل کی ہے اس میں ہے کہ حضرت نافع رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو سو (100) سے زائد مرتبہ قبرِ انور پر حاضری دیتے ہوئے دیکھا، اور مقریزی نے بھی اِمتاع الاسماع" میں یہی نقل کیا ہے۔ ابن الحاج مالکی نے المدخل میں اِس کی تائید کی ہے۔ ([16]) علاوہ ازیں ابنِ حجر مکی نے الجوہر المنظم اور زرقانی نے شرح المواہب اللدنیۃ میں اس روایت کو نقل کیا ہے۔ ([17])

> حضرت عبداللہ بن دینار بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ جب سفر سے واپس لوٹتے تو مسجدِ (نبوی) میں داخل ہوتے اور یوں سلام عرض کرتے: "السّلام عليك يا رسول الله! السّلام علي أبي بكر! السّلام علي أبي. اے اللہ کے (پیارے) رسول! آپ پر سلام ہو، ابو بکر پر سلام ہو (اور) میرے والد پر بھی سلام ہو، اس کے بعد حضرت عبداللہ بن عمر دو رکعات نماز ادا فرماتے۔

---

[16] الشفاء: 2/ 671 و اِمتاع الاسماع 14 /618 والمدخل 261/1و **الجوهر** المنظم ص : 28 ۔

[17] **شرح المواهب اللدنية (12: 198)**

4. حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا معمول:

حضرت ابو اُمامہ بیان کرتے ہیں:

"رَأيتُ أَنَس بن مَالِك أَتي قَبْر النَّبي ﷺ فوقف فرفع يديه حتي ظننتُ أنه افتتح الصّلاة فسلّم علي النّبيّ ﷺ ثم انصرف"([18]).

میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو حضور نبی اکرم ﷺ کی قبر مبارک پر آتے دیکھا، انہوں نے (وہاں آکر) توقف کیا، اپنے ہاتھ اٹھائے یہاں تک کہ شاید میں نے گمان کیا کہ وہ نماز ادا کرنے لگے ہیں۔ پھر انہوں نے حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں سلام عرض کیا، اور واپس چلے آئے۔

اِس سے ظاہر ہوتا ہے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنھم فقط بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں سلام عرض کرنے کا شرف حاصل کرنے کے لئے بھی مسجدِ نبوی میں آتے تھے۔

5. حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کا معمول: امام محمد بن منکدر روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کو روضۂ رسول ﷺ کے قریب روتے ہوئے دیکھا۔ وہ کہہ رہے تھے ھاھنا تسکب العبرات، سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ يَقُوْلُ مَا بَيْنَ قَبْرِيْ وَمِنْبَرِي رَوْضَة مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ.([19]) یہی وہ جگہ ہے جہاں (فراقِ مصطفٰی ﷺ) میں آنسو بہائے جاتے ہیں۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: میری قبر اور منبر کے درمیان والی جگہ بہشت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔

6. حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو خواب میں زیارت کا حکم:

عاشقِ مصطفٰی حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ حضور نبی اکرم ﷺ کے وِصال مبارک کے بعد یہ خیال کرکے شہرِ مدینہ منورہ سے شام چلے گئے کہ جب یہاں حضور ﷺ ہی نہ رہے تو پھر اس شہر میں کیا رہنا! حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیت المقدس فتح کیا تو سرورِ دو عالم ﷺ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے خواب میں آئے اور فرمایا:

---

[18] شعب الإيمان3 : 491 رقم : 4164 ، الشفاء، 2 : 671 ،امتاع الأسماع، 14 : 618۔

[19] شعب الإيمان، 3 : 491، رقم : 4163مسند أحمد بن حنبل، 3 : 389، مسند أبي يعلي 2 : 190، رقم : 1778۔

"ما هذه الجفوة، يا بلال؟ أما آن لك أن تزورني؟ يا بلال!.[20] ''اے بلال! یہ فرقت کیوں ہے؟ اے بلال! کیا وہ وقت ابھی نہیں آیا کہ تم ہم سے ملاقات کرو؟''

اس کے بعد حضرت بلال رضی اللہ عنہ اَشک بار ہوگئے۔ خواب میں حضور ﷺ کے اس فرمان کو حکم سمجھا اور مدینے کی طرف رختِ سفر باندھا، اُفتاں و خیزاں روضۂ مصطفٰی ﷺ پر حاضری دی اور بے چین ہو کر غمِ فراق میں رونے اور اپنے چہرے کو روضۂ رسول ﷺ پر ملنے لگے۔

7. حضرت ابو ایوب اَنصاری رضی اللہ عنہ کا واقعہ:

حضرت داوٗد بن صالح سے مروی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک روز خلیفہ مروان بن الحکم روضۂ رسول ﷺ کے پاس آیا اور اس نے دیکھا کہ ایک آدمی حضورپُر نور ﷺ کی قبرِ انور پر اپنا منہ رکھے ہوئے ہے۔ مروان نے اسے کہا: کیا تو جانتا ہے کہ تو یہ کیا کر رہا ہے؟ جب مروان اس کی طرف بڑھا تو دیکھا کہ وہ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ ہیں، انہوں نے جواب دیا:

"نَعَمْ، جِئْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ وَ لَمْ آتِ الْحَجَرَ".[21] ہاں (میں جانتا ہوں کہ میں کیا کر رہا ہوں)، میں اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا ہوں کسی پتھر کے پاس نہیں آیا۔"

امام احمد بن حنبل کی بیان کردہ روایت کی اِسناد صحیح ہیں۔ امام حاکم نے اسے شیخین (بخاری و مسلم) کی شرائط پر صحیح قرار دیا ہے جبکہ امام ذہبی نے بھی اسے صحیح قرار دیا ہے۔

8. حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کا بارگاہِ نبوت میں سلام:

یزید بن ابی سعید المقبری بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوا۔ جب میں نے انہیں الوداع کہا تو انہوں نے فرمایا:

مجھے آپ سے ایک ضروری کام ہے، پھر فرمایا "إذا أتيت المدينة ستري قبر النّبيّ ﷺ، فأقرئه منّي السّلام"[22]. جب آپ مدینہ منورہ حاضر ہوں تو حضور نبی اکرم ﷺ کی قبرِ مبارک پر حاضری دے کر میری طرف سے (آپ ﷺ کی خدمت میں) سلام (کا تحفہ و نذرانہ) پیش کر دیجئے گا۔

---

[20] شفاء السقام في زيارة خير الأنام: 39، الجوهر المنظم: 27، سير أعلام النبلاء، 1: 358، تاريخ مدينة دمشق، 7: 137، نيل الأوطار، 5: 180۔

[21] مسند أحمد بن حنبل، 5 / 422، مستدرک الحاكم 4 / 560، رقم: 8571، المعجم الكبير، 4 /158، رقم: 3999۔

[22] شعب الإيمان، 3: 492، رقم: 4166 – 4167، الشفاء، 2: 670، إمتاع الأسماع، 14: 618، المدخل، 1: 261، المواهب اللدنية، 4: 573۔

ایک دوسری روایت میں ہے:

كان عمر بن عبد العزيز يوجه بالبريد قاصدًا إلي المدينة ليقري عنه النبي ﷺ([23])

حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کا معمول تھا کہ آپ ایک قاصد کو شام سے بارگاہِ نبوی ﷺ میں اپنی طرف سے درود و سلام کا ہدیہ پیش کرنے کے لیے بھیجا کرتے تھے۔

9: ایک صحابیہ کا دیدار قبر النبی ﷺ:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک صحابیہ آئی جو حضور ﷺ کے فراق میں گھائل تھی۔ اُس نے آپ ﷺ کی قبر مبارک کی زیارت کرنے کی درخواست کی۔ بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں حاضری کے وقت وہ عورت اِتنا روئی کہ اُس نے اپنی جان جانِ آفریں کے سپرد کر دی۔([24])

درج بالا تفصیل سے ثابت ہوا کہ حضور نبی اکرم ﷺ کی حیاتِ مبارکہ میں اور بعد از وصال صحابہ کرام رضی اللہ عنھم آپ ﷺ کی زیارت کے لئے حاضری دیا کرتے تھے۔ اُن کا حاضری دینے کا مقصد یہ ہوتا تھا کہ وہ آقا علیہ السلام کی حیات اور بعد از وصال آپ ﷺ کے فیوضات و برکات سے مستفید ہوں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کے بعد جمیع امتِ مسلمہ کا بھی یہ معمول رہا ہے کہ وہ تاجدارِ کائنات ﷺ کے روضۂ اطہر پر حاضری دینے کو اپنے لئے باعثِ سعادت و خوش بختی سمجھتی ہے۔

زیارتِ روضۂ رسول ﷺ کی مشروعیت

قبرِ انور کی زیارت کی شرعی حیثیت پر اُمتِ مسلمہ کا اِجماع ہے۔ کئی ائمہِ احناف کے نزدیک واجب ہے جبکہ ائمہِ مالکیہ کے نزدیک قطعی طور پر واجب ہے۔ اُن کے علاوہ دیگر اہلِ سنت کے مکاتب و مذاہب بھی اُسے واجب قرار دیتے ہیں۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے واضح الفاظ میں اپنے حبیب ﷺ کی بارگاہ میں حاضری کا حکم یوں فرمایا ہے:

"وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذ ظَّلَمُواْ أَنفُسَهُمْ جَآؤُوكَ فَاسْتَغْفَرُواْ اللّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُواْ اللّهَ تَوَّابًا رَّحِيمًا" "اور (اے حبیب!) اگر وہ لوگ جب اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھے تھے آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاتے اور اللہ سے معافی مانگتے اور رسول ﷺ بھی ان کے لیے مغفرت طلب کرتے تو وہ (اِس وسیلہ اور شفاعت کی بناء پر) ضرور اللہ کو توبہ قبول فرمانے والا نہایت مہربان پاتے"

---

[23] شعب الإيمان، 3 / 491، 492، رقم: 4165، المدخل، 1 / 261۔

[24] المواهب اللدنية، 4 / 581، شرح المواهب اللدنية، 12 / 196۔

اس آیتِ کریمہ کو فقط سرورِ کونین ﷺ کی ظاہری حیات پر محمول کرنا، جیسا کہ بعض لوگوں کا گمان ہے، نصِ قرآنی کا غلط اطلاق اور قرآن فہمی سے ناآشنائی کی دلیل ہے۔ مذکورہ بالا آیت کی تفسیر کرتے ہوئے محدّثین و مفسرین نے بارگاہِ مصطفیٰ ﷺ میں حاضری کو مطلق قرار دیا ہے۔

حافظ ابنِ کثیر رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر کے تحت لکھتے ہیں (25)

"يُرشد تعالي العصاة والمُذنبين إذا وقع منهم الخطأ والعصيان أن يأتوا إلي الرسول ﷺ، فيستغفروا الله عنده، ويسألوه أن يغفر لهم، فإنهم إذا فعلوا ذلك تاب الله عليهم ورحمهم وغفر لهم، ولهذا قال: ﴿لَوَجَدُوا اللّٰه تَوَّابًا رَّحِيْمًا﴾ وقد ذكر جماعة منهم الشيخ أبومنصور الصبّاغ في كتابه الشامل 'الحكاية المشهورة، عن العتبي، قال: كنتُ جالساً عند قبر النبي ﷺ، فجاء أعرابي فقال: السلام عليك يارسول الله! سمعتُ الله يقول: ﴿وَ لَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَّلَمُوْا أَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰه وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰه تَوَّابًا رَّحِيْمًا﴾ وقد جئتُك مستغفراً لذنبي مستشفعاً بك إلي ربي. ثم أنشأ يقول:

يا خير من دفنت بالقاع أعظمه

فطاب من طيبهن القاع و الأكم

نفسي الفداء لقبر أنت ساكنه

فيه العفاف وفيه الجود والكرم

ثُم انصرف الأعرابيّ، فغلبتني عيني، فرأيت النبي ﷺ في النوم، فقال: يا عتبي! الحق الأعرابيّ، فبشره أن الله قد غفر له.

اللہ تعالیٰ نے عاصیوں اور خطاکاروں کو ہدایت فرمائی ہے کہ جب ان سے خطائیں اور گناہ سرزد ہو جائیں تو انہیں رسول اللہ ﷺ کے پاس آکر اللہ تعالیٰ سے اِستغفار کرنا چاہئے اور خود حضور نبی اکرم ﷺ سے بھی عرض کرنا چاہئے کہ آپ ﷺ ہمارے لئے دعا فرمائیں جب وہ ایسا کریں گے تو یقیناً اللہ تعالیٰ ان کی طرف رجوع فرمائے گا، انہیں بخش دے گا اور ان پر رحم فرمائے گا۔ اِسی لئے فرمایا گیا: لَوَجَدُوا

---

[25] تفسير القرآن العظيم: 1 / 519 – 520۔

اللہ تَوَّابًا رَّحِيمًا (تو وہ (اِس وسیلہ اور شفاعت کی بناء پر) ضرور اللہ کو توبہ قبول فرمانے والا نہایت مہربان پاتے)۔ یہ روایت بہت سوں نے بیان کی ہے جن میں سے ابو منصور صباغ نے اپنی کتاب 'الحکایات المشھورۃ' میں لکھا ہے: عُتبی کا بیان ہے کہ میں حضور نبی اکرم ﷺ کی قبرِ انور کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ ایک دیہاتی آیا اور اس نے کہا: ''السّلام علیکَ یا رسول اللہ! میں نے سنا ہے کہ اللہ پاک کا ارشاد ہے: ''اور (اے حبیب!) اگر وہ لوگ جب اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھے تھے آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاتے اور اللہ سے معافی مانگتے اور رسول (ﷺ) بھی اُن کے لئے مغفرت طلب کرتے تو وہ (اِس وسیلہ اور شفاعت کی بناء پر) ضرور اللہ کو توبہ قبول فرمانے والا نہایت مہربان پاتے" میں آپ ﷺ کی خدمت میں اپنے گناہوں پر استغفار کرتے ہوئے اور آپ کو اپنے رب کے سامنے اپنا سفارشی بناتے ہوئے حاضر ہوا ہوں۔'' پھر اس نے یہ اشعار پڑھے (اے مدفون لوگوں میں سب سے بہتر ہستی! جن کی وجہ سے میدان اور ٹیلے اچھے ہوگئے، میری جان قربان اس قبر پر جس میں آپ صلی اللہ علیک وسلم رونق افروز ہیں، جس میں بخشش اور جود و کرم جلوہ افروز ہے۔)

پھر اعرابی تو لوٹ گیا اور مجھے نیند آگئی، میں نے خواب میں حضور نبی اکرم ﷺ کی زیارت کی۔ آپ ﷺ مجھ سے فرما رہے تھے: عُتبی! اعرابی حق کہہ رہا ہے، پس تو جا اور اُسے خوش خبری سنا دے کہ اللہ تعالیٰ نے اُس کے گناہ معاف فرما دیئے ہیں۔

اعرابی کا مذکورہ بالا مشہور واقعہ درج ذیل کتب میں بھی بیان کیا گیا ہے:

1. بیہقی، شعب الإیمان، 3/495،496، رقم: 4178، 2۔ ابن قدامۃ، المغنی، 3/298،

3. نووی، کتاب الأذکار: 92،93، 4. سبکی، شفاء السقام فی زیارۃ خیر الأنام: 46.47،

5. مقریزی، إمتاع الأسماع، 14: 615،

اِمام قرطبیؒ نے اپنی معروف تفسیر الجامع لاحکام القرآن ([26]) میں عتبی کی روایت سے ملتا جلتا ایک اور واقعہ یوں بیان کیا ہے:

"روي أبو صادق عن علي، قال: قدِم علينا أعرابيّ بعد ما دفّنا رسول الله صلي الله عليه وآله وسلم بثلاثة أيام، فرمي بنفسه علي قبر رسول الله صلي الله عليه وآله وسلم، وحَثَا علي رأسه من ترابه، فقال: قلتَ يا رسول الله! فسمعنا قولك، و وَعَيْتَ عن الله فوعينا

[26] الجامع لاحکام القرآن 5 / 265 ۔ 266۔

عنك، وكان فيما أنزل الله عليك: ﴿وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَّلَمُوْا أَنْفُسَهُمْ﴾ الآية، وقد ظلمتُ نفسي، وجئتُكَ تستغفر لي. فنودي من القبر أنه قد غفر لك." ابو صادق نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ہمارے سامنے ایک دیہاتی حضور نبی اکرم ﷺ کی تدفین کے تین دن بعد مدینہ منورہ آیا۔ اس نے فرطِ غم سے اپنے آپ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر مبارک پر گرالیا۔ قبر انور کی مٹی اپنے اوپر ڈالی اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ﷺ آپ نے فرمایا اور ہم نے آپ ﷺ کا قول مبارک سنا ہے، آپ ﷺ نے اللہ سے احکامات لئے اور ہم نے آپ ﷺ سے احکام لئے اور اُنہی میں سے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان بھی ہے: ''وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذ ظَّلَمُواْ أَنفُسَهُمْ۔۔۔ (اور (اے حبیب!) اگر وہ لوگ جب اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھے تھے۔۔۔)۔'' میں نے بھی اپنے اوپر ظلم کیا ہے، آپ ﷺ میرے لیے اِستغفار فرمادیں۔ اعرابی کی اِس (عاجزانہ اور محبت بھری) التجاء پر اُسے قبر سے ندا دی گئی: ''بیشک تمہاری مغفرت ہو گئی ہے۔

عتبیٰ کی اس روایت پر اکابر محدّثینِ کرام نے اعتماد کیا ہے۔ امام نووی نے اسے اپنی معروف کتاب "الایضاح" کے چھٹے باب میں، شیخ ابوالفرج بن قدامہ نے اپنی تصنیف "الشرح الکبیر" میں اور شیخ منصور بن یونس بہوتی نے اپنی کتاب "کشاف القناع" جو مذہب حنبلی کی مشہور کتاب ہے، میں اسے نقل کیا ہے۔ ([27]) علاوہ ازیں تمام مذاہب کے اجل ائمہ و علماء کا عُتبی کی روایت کے مطابق دیہاتی کا روضۂ رسول ﷺ پر آکر مغفرت طلب کرنا ان کی کتابوں میں زیارۃِ روضۂ رسول ﷺ یا مناسکِ حج کے ذیل میں بیان ہوا ہے۔ جن میں امام ابنِ کثیر، امام نووی، امام قرطبّی، امام ابنِ قدامہ، امام سبکی، امام سیوطی، امام زرقانی سمیت کئی ائمہ شامل ہیں۔ سوال یہ ہے کہ کیا ان اکابر محدّثین و مفسرینِ کرام نے کفر اور گمراہی کو نقل کیا ہے؟ یا (معاذ اللہ) وہ بات نقل کی ہے جو بت پرستی یا قبر پرستی کی غماز ہے؟ اگر ایسا تسلیم کر لیا جائے تو پھر کس امام کو معتبر اور کس کتاب کو ثقہ و مستند مانا جائے گا؟

لہٰذا اب آپ ﷺ کا بعد از وصال اُمت کے لئے اِستغفار فرمانا ممکن ہے اور آپ ﷺ کا اُمت کے حق میں انتہائی شفیق و رحیم ہونا نصوصِ قرآن و سنت سے ثابت اور متحقق ہے تو یہ امر قطعًا و حتمًا معلوم ہوا کہ آپ ﷺ بعد از وصال بھی روضۂ مبارک پر حاضرِ خدمت ہونے والوں کو محروم نہیں فرماتے۔ اِرشادِ باری تعالیٰ ہے:

"وَ مَنْ يَخْرُجْ مِنْ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا إِلَي اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ أَجْرُهٗ عَلَي اللّٰهِ."

اور جو شخص بھی اپنے گھر سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف ہجرت کرتے ہوئے نکلے، پھر اسے

---

[27] الایضاح باب6 ص: 454، 455 والشرح الکبیر 3 / 495 و کشاف القناع (5 : 30)۔

(راستے میں ہی) موت آپکڑے تو اس کا اجر اللہ کے ذمہ ثابت ہو گیا۔

آیتِ مقدسہ کی روشنی میں یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ حضور ﷺ کے وِصال کے بعد جو شخص اپنے نہاں خانہ دل میں گنبد خضراء کے جلوؤں کو سمیٹنے کی نیت سے سفر اختیار کرتا ہے اس پر بھی اسی ہجرت الی الرسول ﷺ کا اِطلاق ہوتا ہے۔

زیارتِ قبرِ انور کے آداب

ابن الحاج مالکی اپنی کتاب ''المدخل'' میں لکھتے ہیں:

> جب زائرِ مدینہ مکہ معظّمہ سے زیارتِ نبوی کی نیت سے نکلے تو اُس کی ساری توجہ زیارتِ نبوی اور مسجدِ نبوی میں ادائیگیء نماز کی طرف ہو، لیکن ان مقاصدِ جلیلہ کے ساتھ دیگر مقاصد کو شامل نہ کرے کیونکہ آقائے نامدار ﷺ متبوع ہیں تابع نہیں۔ اُنہی کی ذاتِ اقدس سفر کا مرکز و محور ہے، جب شہرِ مدینہ میں داخلہ کی سعادت حاصل ہو تو بہتر یہی ہے کہ مدینہ منورہ سے باہر مسافروں کے اُترنے کا جو مقام مقرر ہے اُسی مقام پر اُترے اور جب شہرِ حضور ﷺ میں داخلہ کا وقت آئے تو غسل اور وضو کرے، اچھی سے اچھی پوشاک پہنے، نوافل ادا کرے، توبہ کی تجدید کرے اور پیدل چلتا ہوا اندر داخل ہو کر تصویرِ عجز بن جائے کہ وہ شہنشاہِ کونین ﷺ کے دربارِ اقدس میں حاضری کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔

تاریخ بتاتی ہے کہ جب وفدِ عبدالقیس بارگاہِ نبوی ﷺ میں حاضر ہوا تو وفد کے اراکین بے تابی سے سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدموں پر جا گرے اور شمعِ رسالت کے گرد پروانہ وار رقص کرنے لگے، جبکہ اُن کے سردار نے وقار کا مظاہرہ کیا، پہلے غُسل کیا، عمدہ لباس زیب تن کیا اور پھر بارگاہِ مصطفٰی ﷺ میں حاضر ہو کر ہدیۂ سلام پیش کیا۔ اِس پر آقا ﷺ نے فرمایا: تمہارے اندر دو عادتیں ایسی ہیں جو اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کے نزدیک پسندیدہ ہیں، وہ حلم اور حوصلہ ہیں۔

سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی شہرہ آفاق کتاب "الغنية لطالبين" میں زیارت النبی ﷺ کے آداب بھی تفصیل سے بیان کئے ہیں۔ اِختصار کے ساتھ ذیل میں ان آداب کا ذکر کیا جا رہا ہے: ''زائرِ مدینہ بارگاہِ نبوی میں اِستغاثہ پیش کرے، اللہ کی بارگاہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلۂ جلیلہ سے دعا کرے۔ الوداعی زیارت کے وقت (یوں) سلامِ شوق پیش کرے: 'الوداع، یا رسولَ اللہ! الوداع' اللہ کی بارگاہ میں اپنی حاجات پیش کرنے کے بعد اپنی حاضری کی قبولیت کی بھی دعا مانگے اور التجا کرے کہ مولا! یہ زیارت آخری نہ ہو۔

اِمام ابنِ قیم نے اپنے شہرۂ آفاق "القصيدة النونية" میں زیارتِ نبوی ﷺ کے آداب بیان کئے ہیں وہ کہتے ہیں۔

فإذا أتينا المسجد النبوي　　　صلينا التحية أولا ثنتان

جب ہم مسجدِ نبوی میں حاضر ہوں تو سب سے پہلے دو رکعت نمازِ تحیۃ المسجد ادا کریں۔

ثم انثنینا للزیارۃ نقصد القبر الشریف ولو علی الأجفان

پھر روضۂ انور کی زیارت کا قصد کریں، چاہے پلکوں پر چل کر ہی حاضری کا شرف کیوں نہ حاصل کرنا پڑے۔

فنقوم دون القبر وقفۃ خاضع متذلل فی السر والإعلان

پھر باطناً وظاہراً اِنتہائی عاجزی و اِنکساری کے ساتھ (حضوری کی تمام تر کیفیتوں میں ڈوب کر) قبرِ انور کے پاس کھڑے ہوں۔

فکأنہ فی القبر حیّ ناطق فالواقفون نواکس الأذقان

یہ اِحساس دل میں جاگزیں رہے کہ حضورا اپنی قبرِ انور میں زندہ ہیں اور کلام فرماتے ہیں، پس (وہاں) کھڑے ہونے والوں کا سر (اَدباً و تعظیماً) جھکا رہے۔

ملکتھم تلك المھابۃ فاعترت تلك القوآئم کثرۃ الرجفان

بارگاہِ نبوی میں یوں کھڑے ہوں کہ رُعبِ مصطفی ﷺ سے پاؤں تھر تھر کانپ رہے ہوں۔

وتفجرت تلك العیون بمائھا ولطالما غاضت علی الأزمان

اور آنکھیں بارگاہِ حضور ﷺ میں اَشکِ مسلسل کا نذرانہ پیش کرتی رہیں، اور وہ طویل زمانوں کی مسافت طے کر کے حضور ﷺ کے زمانے میں کھو جائیں۔

وأتي المسلم بالسلام بھیبۃ ووقار ذي علم وذي إیمان

پھر مسلمان حضور ﷺ کی بارگاہ میں وقار واَدب کے ساتھ ہدیۂ سلام پیش کرتے ہوئے آئے جیسا کہ صاحبانِ ایمان اور صاحبانِ علم کا شیوہ ہے۔

لم یرفع الأصوات حول ضریحہ کلا! ولم یسجد علي الأذقان

حضور ﷺ کی قبرِ انور کے قریب آواز بھی بلند نہ کرے، خبردار! اور نہ ہی سجدہ ریز ہو۔

من أفضل الأعمال ھاتیکالزیا رۃ وھي یوم الحشر في المیزان

زائر کو چاہئے کہ گھر سے روانہ ہوتے وقت مدینہ منورہ کی جانب متوجہ ہو اور راستہ میں حضور نبی اکرم ﷺ پر کثرت سے درود شریف پڑھے، کیونکہ اس راہ کے مسافر کے لئے فرض عبادات کے بعد درود شریف پڑھنا ہی افضل ترین عبادت ہے۔ جب زائر مدینہ منورہ کا کوئی درخت دیکھے یا اُسے حرم پاک نظر آئے تو بے اِنتہا درود شریف پڑھے، دِل میں

اللہ تعالیٰ سے دُعا مانگے کہ روضۂ انور کی زیارت بابرکت سے اُسے فائدہ ہو اور دُنیا و آخرت میں سعادت مندی حاصل ہو۔ اُسے چاہیئے کہ زبان سے یہ کہے

"اَللّٰھُمَّ ! إِنَّ هذا حَرَمَ رَسُوْلِكَ، فَاجْعَلْهُ لِي وِقَايَةً مِّنَ النَّارِ وَ اَمَاناً مِّنَ الْعَذَابِ وَ سُوءِ الْحِسَابِ"اے اللہ ! یہ تیرے محبوب رسول ﷺ کا حرم محترم ہے، اِسے میرے لئے آتشِ دوزخ سے پناہ گاہ بنادے، عذابِ آخرت اور برے حساب سے محفوظ رکھنے والا اور جائے اَمن بنادے۔

مدینہ منورہ میں داخل ہونے سے پہلے غسل کرنا، عمدہ کپڑے پہننا، خوشبو لگانا اور سہولت کے ساتھ جتنا ہو سکے صدقہ کرنا مستحب ہے۔ زائر مدینہ منورہ میں داخل ہوتے وقت یہ دعا پڑھے :

"بِسْمِ اللهِ وَ عَلٰي مِلَّةِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ رَبِّ اَدْخِلْنِي مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِي مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّ اجْعَلْ لِّي مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطَاناً نَّصِيْرًا." "اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں اور میں اللہ کے رسول ﷺ کی ملت پر ہوں۔ اے اللہ ! مجھے مقامِ صداقت میں داخل فرما اور صداقت کے مقام پر مجھے نکال، اور مجھے اپنی جانب سے مددگار غلبہ و قوت عطا فرما۔"

شمع رسالت کے پروانوں کا رقصِ مستانہ آج بھی جاری ہے، جاں نثاروں کے والہانہ عشق و محبت کا جذبہ آج بھی زندہ و تابندہ ہے بلکہ عشاقِ مصطفیٰ نے اس جذبۂ جاں نثاری کو ایک تحریک بنادیا ہے۔ بعد از وِصال بھی صحابۂ کرام رضی اللہ عنھم سے لے کر لمحۂ موجود تک حضور ﷺ کا روضۂ اَطہر مرجعِ خلائق بنا ہوا ہے، درِ آقا ﷺ پر ہر لمحہ صلِ علیٰ کے سرمدی پھولوں کی بہارِ دِلوں کے غنچے کھلاتی رہتی ہے۔ حضور ﷺ کی رحمت کا در آج بھی کھلا ہے اور قیامت تک کُھلا رہے گا۔ اگر آج کا انسان امن، سکون اور عافیت کی تلاش میں ہے تو اس کے لئے گنبدِ خضرا کو اپنی سوچوں کا مرکز و محور بنائے بغیر باغِ طیبہ کے شاداب موسموں اور مخمور ساعتوں کو اپنے ویران آنگن کا مقدر نہیں بنایا جاسکتا، امن کی خیرات اسی در سے ملے گی، اس لئے کہ ذہنوں کی تہذیب و تطہیر کا شعور اُسی دَرِ پاک کی عطائے دلنواز ہے۔

خاکپائے اسلاف
مفتی محمد عمر فاروق عفی عنہ
مدیر دار الشیبانی للافتاء والتحقیق
پہاڑپور ڈیرہ اسماعیل خان

عرض مؤلف

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید الانبیاء والمرسلین، اما بعد!

عقیدہ حیات الانبیاء کا وہی مقام ہے جو حیات عیسی علیہ السلام کا ہے یہ دونوں مسئلے ایک درجے اور حیثیت کے ہیں کیونکہ کتاب وسنت اور اجماع امت کے جن دلائل سے حضرت عیسی علیہ السلام کا زندہ روح مع الجسد العنصری آسمان پر اٹھایا جانا اور پھر قیامت سے پہلے اسی طرح آسمان سے زمین پر نازل ہونا ثابت ہوتا ہے بالکل اسی قسم کے دلائل سے انبیاء کرام کی حیات بعد الوفات بہ تعلق روح مع الجسد العنصری ثابت کی جاتی ہے اور تردید کرنے والے جن دلائل سے جس انداز سے حیات عیسی علیہ السلام کی نفی کرتے ہیں بعینہ انہی دلائل اور اسی انداز سے منکرین حیات الانبیاء، انبیاء کرام کی حیات طیبہ کی نفی کرتے ہیں مثلاً (کل من علیها فان ، کل نفس ذائقة الموت ، ما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل....)وغیرہ۔

ان آیات سے جس طرح منکرین حیات عیسی علیہ السلام استدلال کرتے ہیں اسی طرح منکرین حیات الانبیاء بھی انہی آیات سے حجت پکڑتے ہیں اور جس طرح منکرین حیات عیسی علیہ السلام علماء اہل السنۃ والجماعۃ کے پیش کردہ دلائل کی روحانی مثالی وغیرہ سے تاویل کرکے جان چھڑانے کی کوشش کرتے ہیں اسی طرح منکرین حیات الانبیاء بھی روحانی مثالی وغیرہ تاویلات کے ذریعہ گزارہ کرتے ہیں جس طرح منکرین حیات عیسی علیہ السلام عقلی شبہات لوگوں کے دلوں میں ڈال کر عامۃ المسلمین کو عقیدہ حیات ابن مریم سے منحرف کرنے کی کوشش کرتے ہیں بعینہ اسی طرح منکرین حیات الانبیاء بھی قسم وقسم کے عقلی شبہات لوگوں کے دلوں میں ڈال کر عقیدہ حیات سے ہٹانے کی کوشش کرتے ہیں۔

عقیدہ حیات عیسی علیہ السلام اور عقیدہ حیات الانبیاء کے ہم پلہ ہونے کی یہ ایک عجیب دلیل ہے کہ بعض لوگ عقیدہ حیات الانبیاء کی ہر طرح سے تردید کرتے کرتے خود عقیدہ حیات عیسی علیہ السلام کے انکار کے مرتکب ہو چکے ہیں اور یہ حقیقت ہے جس کا اہل علم مشاہدہ کر چکے ہیں کہ انبیاء کرام کی حیات بتعلق روح مع الجسد العنصری کے انکار کرنے سے انکار حیات ابن مریم کی راہ ہموار ہوتی ہے. منکرین حیات الانبیاء حیات عیسی علیہ السلام کے منکر ہوتے جارہے ہیں اور ہوتے رہیں گے. گویا جو کام مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے ماننے والے پوری زندگی نہ کر سکے وہ کام اشاعۃ التوحید کے نام سے بآسانی تکمیل کے مراحل طے کرتے جارہا ہے۔

فتنے کی ابتداء

دراصل 1957ء سے قبل حیات اور ممات کا اختلاف ہی نہ تھا علماء اہل السنۃ والجماعۃ علماءِ دیوبند حیات النبی کے قائل تھے حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ نے علماءِ دیوبند کے عقائد پر جو شہرہ آفاق کتاب (جس پر عرب و عجم کے علماء کی تصدیقات ثبت ہیں) تحریر فرمائی ہے اس میں حیاۃ النبی ﷺ اور توسل سے متعلق عبارت ہے:

عندنا وعند مشائخنا یجوز التوسل فی الدعوات بالانبیاء والصالحین من الاولیاء والشهداء والصدیقین فی حیاتهم وبعد وفاتهم بان یقول فی دعائه اللهم انی اتوسل الیك بفلان ان تجیب دعوتی وتقضی حاجتی .... عندنا وعند مشائخنا حضرة الرسالة ﷺ حیی فی قبره الشریف وحیوته ﷺ دنیویة من غیر تكلیف وهی مختصة به ﷺ وبجمیع الانبیاء صلوات الله علیهم والشهداء لا برزخیة كماهی حاصلة لسائر المؤمنین بل لجمیع الناس كما نص علیه العلامة السیوطی فی رسالته انباء الاذكیاء بحیوة الانبیاء الخ'' (المهند علی المفند ص۳۹)

ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ کے نزدیک دعاؤں میں انبیاء وصلحاء و اولیاء و شہداء و صدیقین کا توسل جائز ہے ان کی حیات میں یا بعد وفات بایں طور کہ کہے یا اللہ میں بوسیلہ فلاں بزرگ کے تجھ سے دعاء کی قبولیت اور حاجت براری چاہتا ہوں...... ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ کے نزدیک حضرت ﷺ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور آپ کی حیات دنیا کی سی ہے بلا مکلف ہونے کے اور یہ حیات مخصوص ہے، آنحضرت ﷺ اور تمام انبیاء اور شہداء کے ساتھ برزخی نہیں ہے جو حاصل ہے تمام مسلمانوں کو بلکہ سب آدمیوں کو چنانچہ علامہ سیوطی نے اپنے رسالے ''انباء الاذكیاء بحیوة الانبیاء'' میں بتصریح لکھا ہے۔۔۔ الخ۔

حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ نے باتفاق علماءِ دیوبند یہ کتاب ''المہند علی المفند'' تحریر فرمائی اور اس پر عرب و عجم کے علماء و مفتیان نے تصویبی دستخط ثبت فرمائے ہیں۔

مسئلہ حیات النبی ﷺ کے متعلق اکابر دیوبند کا مسلک اور ان کا متفقہ اعلان

حضرت اقدس نبی کریم ﷺ اور سب انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام کے بارے میں اکابر دیوبند کا مسلک یہ ہے کہ وفات

کے بعد اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور ان کے ابدان مقدسہ بعینہٖ محفوظ ہیں اور جسد عنصری کے ساتھ عالم برزخ میں ان کو حیات حاصل ہے اور حیات دنیوی کے مماثل ہے۔فرق صرف یہ ہے کہ احکام شرعیہ کے وہ مکلف نہیں ہیں، لیکن وہ نماز بھی پڑھتے ہیں اور روضہ اقدس میں جو درود پڑھا جاوے بلا واسطہ سنتے ہیں اور یہی جمہور محدثین اور متکلمین اہل سنت والجماعت کا مسلک ہے اکابر دیوبند کے مختلف رسائل میں یہ تصریحات موجود ہیں، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی کی تو مستقل تصنیف حیات انبیاء پر "آبِ حیات" کے نام سے موجود ہے حضرت مولانا خلیل احمد صاحب جو حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کے ارشد خلفاء میں سے ہیں ان کا رسالہ "المہند علی المفند" بھی اہل انصاف اور اہل بصیرت کے لئے کافی ہے، اب جو اس مسلک کیلئے دعویٰ کرے اتنی بات یقینی ہے کہ ان کا اکابرِ دیوبند کے مسلک سے کوئی واسطہ نہیں۔"

1۔حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ، مدرسہ عربیہ اسلامیہ کراچی

2۔مولانا عبدالحقؒ، مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

3۔مولانا محمد صادقؒ, سابق ناظم محکمہ امور مذہبیہ بہاولپور

4۔مولانا ظفر احمد عثمانیؒ، شیخ الحدیث دارالعلوم اسلامیہ ٹنڈوالہ یار سندھ

5۔مولانا شمس الحق افغانیؒ، صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان

6۔مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ، شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور

7۔مولانا مفتی محمد حسنؒ، مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور

8۔مولانا رسول خانؒ، جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد، لاہور

9۔مولانا مفتی محمد شفیعؒ، مہتمم دارالعلوم کراچی

10۔مولانا احمد علی لاہوریؒ، امیر نظام العلماء وامیر خدام الدین لاہور

(ماہنامہ پیام مشرق لاہور جلد 3 شمارہ 4 ربیع الاول 1380ھ / ستمبر 1960ء بحوالہ فتاویٰ بینات 1/734)

لہٰذا اکابرینِ دیوبند کا جم غفیر جب یہ اعلان کر رہا ہے اور تمام اہل سنت والجماعت اکابرینِ دیوبن عقیدہ حیات النبی ﷺ اور سماع عند القبر کے قائل ہیں تو کسی شخص کا یہ کہنا کہ علماء دیوبند حیات کے قائل نہیں اور اپنے کو دیوبندی سمجھنا محض فریب اور دھوکہ دہی ہے۔ایسا شخص قابل ملامت اور اہل السنۃ والجماعۃ سے خارج ہے اسے دیوبندیت اور علماءِ دیوبند سے انتساب کا کوئی حق نہیں۔وہ نصوص کثیرہ سے ثابت ایک متفقہ بین اہل السنۃ والجماعۃ عقیدے کا منکر اور راہِ حق سے منحرف ہے۔اس کے خیالات امت میں انتشار اور تفریق کا سبب ہیں اور ایک ایسے مسئلے میں جو متفق علیہ ہے اور اس پر

اخروی نجات کا مدار بھی نہیں وہ شخص اختلاف پیدا کر رہا ہے۔ اسے اپنی عاقبت اور آپ علیہ السلام کی نصائح اور شفاعت کا لحاظ رکھتے ہوئے توبہ کرنی چاہیئے اور اگر وہ توبہ نہیں کرتا اور اپنے اسی عقیدے پر قائم رہتا ہے اور اکابرینِ دیوبند کو بھی اپنے اس عقیدے میں بہتان باندھتے ہوئے شامل قرار دیتا ہے (جبکہ ان کی تصریحات بھی موجود ہیں) تو ایسے شخص سے متعلق احقر فقط شہید اسلام مولانا یوسف لدھیانویؒ کی یہ عبارت نقل کر دیتا ہے:

> الغرض میرا اور میرے اکابر کا عقیدہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ اپنے روضہ مطہرہ میں حیاتِ جسمانی کے ساتھ حیات ہیں یہ حیات برزخی ہے مگر حیات دنیوی سے قوی تر ہے جو لوگ اس مسئلے کا انکار کرتے ہیں ان کا اکابر علماءِ دیوبند اور اساطینِ امت کی تصریحات کے مطابق علماءِ دیوبند سے تعلق نہیں ہے اور میں ان کو اہل حق میں سے نہیں سمجھتا اور وہ میرے اکابر کے نزدیک گمراہ ہیں ان کی اقتداء میں نماز پڑھنا جائز نہیں اور اس کے ساتھ کسی قسم کا تعلق روا نہیں واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل"۔
>
> (محمد یوسف لدھیانوی، فتاوی بینات 1 / 735)

اس مجموعہ کی ضرورت کیوں پیش آئی؟

بعض سادہ لوح سنی دیوبندی حضرات مماتیوں کے دعویٰ اور قرآن قرآن کی رٹ سن کر سمجھنے لگتے ہیں کہ شاید ان کے پاس بھی دلائل موجود ہیں اور علماء کے باقی فروعی اور سطحی اختلافات کی طرح یہ بھی ایک سطحی سا اختلاف ہے، ہم نے اس مجموعہ میں اصل کتب کے صفحات لا کر اس بات کو واضح کرنے کی کوشش کی ہے کہ عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مسئلہ فروعی اور سطحی قسم کا نہیں بلکہ امت کے اجماعی عقائد میں سے اور اس پر یہ تمام دلائل شاہد ہیں۔

1۔ ہم نے اس مجموعہ میں اصل کتب کے سکین شامل کئے ہیں تا کہ علماء کرام جو اس سے مستفید ہوں انہیں کہیں دلائل تلاش کرنے میں دقت نہ ہو اور ایک بہت بڑا کتب خانہ ان کے پاس محفوظ رہے۔

2۔ اسی وجہ سے اس کا نام " المغنی عن حمل الاسفار فی اثبات حیات القبر لسید الابرار ﷺ " تجویز کیا ہے یعنی "نبی کریم ﷺ کی حیات فی القبر کے ثبوت میں بہت بڑے کتب کے ذخیرے کو اٹھانے سے مستغنی کر دینے والی کتاب"۔

3۔ اس میں حوالہ جات کو اکھٹا کیا گیا ہے اور عبارات کو واضح رنگ کے ساتھ ممتاز بھی کر دیا گیا تا کہ کوئی الجھن باقی نہ رہے۔

4۔ ان حوالہ جات کو علماء کرام کے لیے جمع کیا گیا ہے لیکن اگر عوام الناس اور عربی نہ سمجھنے والے حضرات بھی اس سے مستفید ہونا چاہیں تو الباب الخامس میں سیرت مصطفیٰ اور خیر الفتاوی کی مکمل ابحاث ہم نے شامل کی ہیں بطور اس مجموعہ کے خلاصہ کے ان کا مطالعہ بہت فائدہ مند ہو گا۔

5۔ شروع میں مقدمہ کے طور پر کچھ مفید بحث بھی شامل کی ہے جس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھنے والے غیور مسلمان کے عقائد اور ایمان میں مزید پختگی ہو گی۔

اللہ تعالیٰ اس مجموعہ کو امت کے لئے نافع اور منہج اہل السنۃ والجماعۃ دیوبند سے بھٹکے ہوئے لوگوں کی ہدایت کا ذریعہ بنائے۔

(آمین)

طالب دعا
مفتی فضل الرحمن عفی عنہ
ناظم دارالشیبانی للافتاء والتحقیق
پہاڑپور ڈیرہ اسماعیل خان

الباب الاول

قرآن کریم

مع

تفاسیر اہل السنۃ

سے

عقیدہ حیات النبی ﷺ

کا ثبوت

قرآن کریم
دلیل نمبر ۱

توضیح القرآن

آسان ترجمۂ قرآن

تشریحات کے ساتھ

جلد اوّل

سُورۃُ الفاتحۃ تا سُورۃُ التوبۃ

از

مفتی محمد تقی عثمانی

مکتبۂ معارف القرآن کراچی ۱۴
(Quranic Studies Publishers)
Karachi, Pakistan.

قرآن کریم سے پہلی دلیل ۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۵۳﴾ وَلَا
تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ﴿۱۵۴﴾
وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ
وَالثَّمَرٰتِ ؕ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۵۵﴾

اے ایمان والو! صبر اور نماز سے مدد حاصل کرو۔(۱۰۱) بیشک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے ﴿۱۵۳﴾ اور جو لوگ اللہ کے راستے میں قتل ہوں ان کو مردہ نہ کہو۔ دراصل وہ زندہ ہیں، مگر تم کو (ان کی زندگی کا) احساس نہیں ہوتا ﴿۱۵۴﴾ اور دیکھو ہم تمہیں آزمائیں گے ضرور، (کبھی) خوف سے، اور (کبھی) بھوک سے، اور (کبھی) مال و جان اور پھلوں میں کمی کر کے۔ اور جو لوگ (ایسے حالات میں) صبر سے کام لیں اُن کو خوشخبری سنا دو ﴿۱۵۵﴾

کرنے کی عملی تربیت نہ لی ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو اپنی صحبت سے سرفراز فرما کر ان کی تربیت فرمائی، پھر صحابہ نے تابعین کی، اور تابعین نے تبع تابعین کی اسی طرح تربیت کی اور یہ سلسلہ صدیوں سے اسی طرح چلا آتا ہے۔ باطنی اخلاق کی اسی تربیت کا علم "علم احسان" یا تزکیہ کہلاتا ہے اور تصوّف بھی درحقیقت اسی علم کا نام تھا، اگرچہ بعض نااہلوں نے اس میں غلط خیالات کی ملاوٹ کر کے بعض مرتبہ اسے خراب بھی کر دیا، لیکن اس کی اصل یہی تزکیہ ہے جس کا ذکر قرآنِ کریم نے یہاں فرمایا ہے، اور ہر دور میں تصوّف کی اصل حقیقت کو سمجھ کر اس پر عمل کرنے والے ہمیشہ موجود رہے ہیں۔

(۱۰۱) اس سورت کی آیت نمبر ۴۰ سے بنی اسرائیل سے متعلق جو سلسلۂ کلام شروع ہوا تھا، وہ پورا ہو گیا، اور آخر میں مسلمانوں کو ہدایت کر دی گئی کہ وہ فضول بحثوں میں اُلجھنے کے بجائے اپنے دِین پر زیادہ سے زیادہ عمل کرنے کی طرف متوجہ ہوں۔ چنانچہ اب مختلف اسلامی عقائد اور اَحکام کا بیان شروع ہو رہا ہے۔ اس بیان کا آغاز صبر کی تاکید سے ہوا ہے، کیونکہ یہ دور وہ ہے جس میں مسلمانوں کو اپنے دِین پر عمل اور اس کی تبلیغ میں دُشمنوں کی طرف



المجلد (۲)

الحمد لله

الذی وفقنی لطبع صحیح البخاری وسعیت فی اداء حقوقه من صحة الکتابة والطباعة ما لا مزید علیه

صحیح البخاری

قد اتفق الامة علی انه اصح الکتب بعد کتاب الله وعلی ان لیس له نظیر فی علم الحدیث وعلی ان جامعه محمد بن اسمٰعیل البخاری امیر المؤمنین فی الحدیث ورأس المحدثین فی القدیم والحدیث واستاذ الحفاظ الذی اجمعت الامة شرقا وغربا علی توثیقه وامانته وضبطه وصیانته رضی الله تعالی عنه وعنا وعن جمیع المؤمنین والمؤمنات

المحشی

بحواشی الحافظ الشیخ المحدث احمد علی السهارنفوری المشهورة المقبولة بین اهل العلم بلا اختلاف وقد استکمل تصحیح المتن والحواشی مطابقا للنسخة الصحیحة المصطفائیة المشهورة المطبوعة فی سنة بعد جهد سعی بلیغ وصرف کثیر والامر الملحوظ ان خط مطبوعنا هذا اوقع وطرزه فائق علی جمیع المطبوعات السابقة من اول عهده الی یومنا هذا

والامر المخصوص الزائد

اثنان احدهما انا اضفنا فی آخر کل صفحة حل لغات بقدر الضرورة والثانی انا الحقنا مع مقدمة الجلد الاول کتاب لتراجم ابواب البخاری للشیخ المحدث الشاه ولی الله الدهلوی فصار فائدته عاما من بعد انه کان قبل ذلک مع الاسانید فقط فهذان الامران مخصوصان بمطبوعنا هذا ولا تجدها فی المطبوعات الاخر والحمد لله رب العالمین والصلوٰة والسلام والبرکات علی سیدنا محمد وآله واصحابه اجمعین والسلام علینا وعلی عباد الله الصالحین

خادم العلماء والمشائخ نور محمد نقشبندی چشتی، قادری

ملنے کا پتہ

قدیمی کتب خانہ

مقابل آرام باغ، کراچی

الطبعة الاولی دہلی ۱۳۵۸ھ ۱۹۳۸ء

الطبعة الثانیة کراچی ۱۳۸۱ھ ۱۹۶۱ء

ومعه حاشیة علیه للامام ابی الحسن السندی

طبعہ قدیمی کتب خانہ بالاتفاق مع نور محمد اصح المطابع کارخانہ تجارت کتب

○ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہیں۔

بابُ نزول النبی صلی اللہ علیہ وسلم الحِجرَ حدثنا عبد اللہ بن محمد الجعفی قال حدثنا عبد الرزاق قال اخبرنا معمر عن الزہری عن سالم عن ابن عمر قال لما مرّ النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالحِجر قال لا تدخلوا مساکن الذین ظلموا انفسہم ان یصیبکم ما اصابہم الا ان تکونوا باکین ثم قنّع راسہ واسرع السیر حتی اجاز الوادی حدثنا یحیی بن بکیر قال حدثنا مالک عن عبد اللہ بن دینار عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لاصحاب الحجر لا تدخلوا علی ہؤلاء المعذبین الا ان تکونوا باکین ان یصیبکم مثل ما اصابہم باب حدثنا یحیی بن بکیر عن اللیث عن عبد العزیز بن ابی سلمۃ عن سعد بن ابراہیم عن نافع ابن جبیر عن عروۃ بن المغیرۃ عن ابیہ مغیرۃ بن شعبۃ قال ذہب النبی صلی اللہ علیہ وسلم لبعض حاجتہ فقمت اسکب علیہ الماء لا اعلمہ قال الا فی غزوۃ تبوک فغسل وجہہ وذہب یغسل ذراعیہ فضاق علیہ کم الجبۃ فاخرجہما من تحت جبتہ فغسلہما ثم مسح علی خفیہ حدثنا خالد بن مخلد قال حدثنا سلیمن قال حدثنی عمرو بن یحیی عن عباس بن سہل بن سعد عن ابی حمید قال اقبلنا مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم من غزوۃ تبوک حتی اذا اشرفنا علی المدینۃ قال ہذہ طابۃ وہذا احد جبل یحبنا ونحبہ حدثنا احمد بن محمد قال اخبرنا عبد اللہ قال اخبرنا حمید الطویل عن انس بن مالک ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رجع من غزوۃ تبوک فدنا من المدینۃ فقال ان بالمدینۃ اقواما ما سرتم مسیرا ولا قطعتم وادیا الا کانوا معکم قالوا یا رسول اللہ وہم بالمدینۃ قال وہم بالمدینۃ حبسہم العذر باب کتاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی کسری وقیصر حدثنا اسحق قال حدثنا یعقوب بن ابراہیم قال حدثنا ابی عن صالح عن ابن شہاب قال اخبرنی عبید اللہ بن عبد اللہ ان ابن عباس اخبرہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعث بکتابہ الی کسری مع عبد اللہ بن حذافۃ السہمی فامرہ ان یدفعہ الی عظیم البحرین فدفعہ عظیم البحرین الی کسری فلما قراہ مزقہ فحسبت ان ابن المسیب قال فدعا علیہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یمزقوا کل ممزق حدثنا عثمان بن الہیثم قال حدثنا عوف عن الحسن عن ابی بکرۃ قال لقد نفعنی اللہ بکلمۃ سمعتہا من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایام الجمل بعد ما کدت ان الحق باصحاب الجمل فاقاتل معہم قال لما بلغ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اہل فارس قد ملکوا علیہم بنت کسری قال لن یفلح قوم ولوا امرہم امراۃ حدثنا علی بن عبد اللہ قال حدثنا سفین قال سمعت الزہری عن السائب بن یزید یقول اذکر انی خرجت مع الغلمان الی ثنیۃ الوداع نتلقی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وقال سفین مرۃ مع الصبیان حدثنا عبد اللہ بن محمد قال حدثنا سفین عن الزہری عن السائب اذکر انی خرجت مع الصبیان نتلقی النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی ثنیۃ الوداع مقدمہ من غزوۃ تبوک باب مرض النبی صلی اللہ علیہ وسلم ووفاتہ وقول اللہ تعالی انک میت وانہم میتون ثم انکم یوم القیمۃ عند ربکم تختصمون وقال یونس عن الزہری قال عروۃ قالت عائشۃ کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول فی مرضہ الذی مات فیہ یا عائشۃ ما ازال اجد الم الطعام الذی اکلت بخیبر فہذا اوان وجدت انقطاع ابہری من ذلک السم حدثنا یحیی بن بکیر قال حدثنا اللیث عن عقیل عن ابن شہاب عن عبید اللہ بن عبد اللہ عن عبد اللہ بن عباس عن ام الفضل بنت الحارث قالت سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقرأ فی المغرب بالمرسلات عرفا ثم ما صلی لنا بعدہا حتی قبضہ اللہ حدثنا محمد بن عرعرۃ قال حدثنا شعبۃ عن ابی بشر عن سعید بن جبیر عن ابن عباس قال کان عمر

المستدرك على الصحيحين

للإمام الحافظ أبي عبد الله محمد بن عبد الله الحاكم النيسابوري

نسخة محققة على ثلاثة أصول مخطوطة وبها زيادات

تحقيق وتقديم ودراسة

الدكتور محمود مطرجي

وبهامشه

١- كتاب تلخيص المستدرك

للامام شمس الدين الذهبي

٢- المستدرك على التلخيص

للامام سراج الدين ابن الملقن

الجزء الثالث

الأحاديث: ٣٥٢٧ - ٥٣٣٠

قديمي كتب خانة
آرام باغ كراچی

كامل بن طلحة، ثنا عباد بن عبد الصَّمد، عن أنس بن مالك ﷺ قال: «لما قبِضَ رسولُ الله ﷺ أحدَقَ به أصحابُه فبَكَوا حولَهُ واجْتَمَعُوا، فدخَل رجلٌ أصهَبُ اللِّحْيَةِ جسيمٌ صَبِيحٌ، [فتخطَّى](١) رقابَهم فبكَى ثم التفتَ إلى أصحابِ رسول الله ﷺ فقال: إنَّ في الله عزاءً من كلِّ مُصِيبَةٍ وعوضاً من كلِّ فائتٍ وخَلفاً من كلِّ هالِك، فإلى الله فأَنِيبُوا، وإليه فارغَبُوا، ونظرهُ إليكم في البَلاءِ فانظُروا، فإنَّما المُصَابُ مَنْ لم يجْبرْ وانصرفَ، فقالَ بعضهُم لبعضٍ: تعرِفُون الرَّجلَ؟ فقال أبو بكر وعلي: نعم، هذا أخو رسولِ الله ﷺ الخضرُ عليه السَّلام».

هذا شاهد لما تقدم وإن كان عباد بن عبد الصَّمد ليس من شرط هذا الكتاب.

٤٤٤٨ ـ أخبرني أبو بكر أحمد بن محمَّد بن يحيى الأشقر، ثنا يوسف بن موسى المروزي، ثنا أحمد بن صالح، ثنا عنبسة، ثنا يونس، عن ابن شهاب قال: قال عروة: كانَتْ عائشةُ رضي الله عنها تقول: «كانَ رسولُ الله ﷺ يقولُ في مرضِهِ الذي تُوفِّي فيه: «يا عائِشَةُ إنِّي أجِدُ ألَمَ الطَّعَامِ الَّذي أكلْتُه بخَيبَرَ، فَهَذَا أوَانُ انقطَاعِ أبْهَري مِنْ ذَلك السُّمِّ».

هذا حديث صحيح على شرط الشيخين، وقد أخرجه البخاري فقال: وقال يونس.

٤٤٤٩ ـ حدَّثنا أبو العبَّاس محمَّد بن يعقوب، ثنا أحمد بن عبد الجبَّار، ثنا أبو معاوية، عن الأعمش، عن عبد اللَّه بن مرة، عن أبي الأحوص، عن عبد اللَّه ﷺ قال: «لإنْ أحلِفَ تسعاً أنَّ رَسُولَ الله ﷺ قُتِلَ قتلاً أحبُّ إليَّ مِنْ أنْ أحْلِفَ واحدةً أنَّه لم يقتلْ، وذلك أنَّ الله عزَّ وجل اتَّخذَهُ نبياً واتَّخذَهُ شهيداً». هذا حديث صحيح على شرط الشيخين ولم يخرجاه.

٤٤٥٠ ـ فحدَّثنا أبو بكر بن محمَّد المروزي غير مرة، ثنا عبد الصَّمد بن الفضل البلخي، ثنا مكي بن إبراهيم، ثنا داود بن يزيد الأودي قال: سمعت الشعبي يقول: «والله لقد سمَّ رسولُ الله ﷺ وسُمَّ أبو بكر الصدِّيق وقُتِلَ عمرُ بن الخطاب صبراً، وقُتِلَ عثمانُ بن عفان صبراً، وقُتِلَ عليُّ بن أبي طالب صبراً، وسُمَّ الحسنُ بن عليٍّ، وقُتِلَ الحُسينُ بن علي صبراً ﷺ، فما نرجُو بعدهم؟».

٤٤٥١ ـ حدَّثني أبو بكر محمَّد بن أحمد بن بالويه، ثنا عبد اللَّه بن أحمد بن حنبل، حدَّثني أبي، ثنا عبد الرزَّاق، أنبأ معمر، عن ثابت، عن أنس: «أنَّ فاطمة بنتَ رسولِ الله ﷺ

(١) ما بين معقوفتين مثبت من المخطوطة، وفي المطبوعة: «فتخطا».

[٤٤٤٨] وافقه الذهبي في التلخيص: على شرط البخاري ومسلم، وقد أخرجه البخاري فقال: وقال يونس.

[٤٤٤٩] وافقه الذهبي في التلخيص: على شرط البخاري ومسلم.

[٤٤٥٠] أورده الذهبي في التلخيص سنداً ومتناً، وسكت عنه.

[٤٤٥١] وافقه الذهبي في التلخيص: على شرط البخاري ومسلم.

الحاوي للفتاوي

في الفقه وعلوم التفسير والحديث والأصول والنحو والإعراب وسائر الفنون

تأليف

الإمام العلّامة جلال الدّين عبد الرّحمن بن أبي بكر السّيوطي
المتوفّى سنة ۹۱۱ھ

ضبطه وصحّحه

عبد اللطيف حسن عبد الرحمن

الجزء الثاني

مكتبه رشيديه
سركى روڈ، كوئٹه، (بلوچستان)
فون: ٦٦٢٢٦٣

وأخرج البيهقي في شعب الإيمان، والأصبهاني في الترغيب عن أبي هريرة قال: قال رسول الله ﷺ: «**من صلى عليّ عند قبري سمعته ومن صلى عليّ نائياً بلغته**».

وأخرج البخاري في تاريخه عن عمار سمعت النبي ﷺ يقول: «**إن لله تعالى ملكاً أعطاه اسماع الخلائق قائم على قبري فما من أحد يصلي علي صلاة إلا بلغتها**». وأخرج البيهقي في حياة الأنبياء، والأصبهاني في الترغيب عن أنس قال: قال رسول الله ﷺ: «**من صلى علي مائة في يوم الجمعة وليلة الجمعة قضى الله له مائة حاجة سبعين من حوائج الآخرة وثلاثين من حوائج الدنيا ثم وكل الله بذلك ملكاً يدخله علي في قبري كما يدخل عليكم الهدايا إن علمي بعد موتي كعلمي في الحياة**» ولفظ البيهقي: «**يخبرني من صلى علي باسمه ونسبه فأثبته عندي في صحيفة بيضاء**» وأخرج البيهقي عن أنس عن النبي ﷺ قال: «**إن الأنبياء لا يتركون في قبورهم بعد أربعين ليلة ولكنهم يصلون بين يدي الله حتى ينفخ في الصور**». وروى سفيان الثوري في الجامع قال: قال شيخ لنا عن سعيد بن المسيب قال: ما مكث نبي في قبره أكثر من أربعين حتى يرفع. قال: البيهقي: فعلى هذا يصيرون كسائر الأحياء يكونون حيث ينزلهم الله، ثم قال البيهقي: ولحياة الأنبياء بعد موتهم شواهد فذكر قصة الإسراء في لقيه جماعة من الأنبياء وكلمهم وكلموه. وأخرج حديث أبي هريرة في الإسراء وفيه وقد رأيتني في جماعة من الأنبياء فإذا موسى قائم يصلي فإذا رجل ضرب جعد كأنه من رجال شنوءة وإذا عيسى ابن مريم قائم يصلي وإذا إبراهيم قائم يصلي أشبه الناس به صاحبكم - يعني نفسه - فحانت الصلاة فأممتهم.

وأخرج حديث أن الناس يصعقون فأكون أول من يفيق، وقال: هذا إنما يصح على أن الله رد على الأنبياء أرواحهم وهم أحياء عند ربهم كالشهداء، فإذا نفخ في الصور النفخة الأولى صعقوا فيمن صعق ثم لا يكون ذلك موتاً في جميع معانيه إلا في ذهاب الاستشعار انتهى. وأخرج أبو يعلى عن أبي هريرة سمعت رسول الله ﷺ يقول: «**والذي نفسي بيده لينزلن عيسى ابن مريم ثم لئن قام على قبري فقال يا محمد لأجيبنه**». وأخرج أبو نعيم في دلائل النبوة عن سعيد بن المسيب قال: لقد رأيتني ليالي الحرة وما في مسجد رسول الله ﷺ غيري وما يأتي وقت صلاة إلا سمعت الأذان من القبر.

وأخرج الزبير بن بكار في أخبار المدينة عن سعد بن المسيب قال: لم أزل أسمع الأذان والإقامة في قبر رسول الله ﷺ أيام الحرة حتى عاد الناس، وأخرج ابن سعد في الطبقات عن سعيد بن المسيب أنه كان يلازم المسجد أيام الحرة والناس يقتتلون قال: فكنت إذا حانت الصلاة أسمع أذاناً يخرج من قبل القبر الشريف، وأخرج الدارمي في مسنده قال: أنبأنا مروان بن محمد عن سعيد بن عبد العزيز قال: لما كان أيام الحرة لم يؤذن في مسجد النبي ﷺ ثلاثاً ولم يقم ولم يبرح سعيد بن المسيب المسجد وكان لا يعرف وقت الصلاة إلا بهمهمة يسمعها من قبر النبي ﷺ معناه. فهذه الأخبار دالة على حياة النبي ﷺ وسائر الأنبياء وقد قال تعالى في الشهداء: ﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ ٱلَّذِينَ قُتِلُوا۟ فِى سَبِيلِ ٱللَّهِ أَمْوَٰتًۢا ۚ بَلْ أَحْيَآءٌ عِندَ

رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ ﴿١٦٩﴾ [آل عمران: ١٦٩] والأنبياء أولى بذلك فهم أجل وأعظم وما نبي إلا وقد جمع مع النبوة وصف الشهادة فيدخلون في عموم لفظ الآية.

وأخرج أحمد، وأبو يعلى، والطبراني، والحاكم في المستدرك، والبيهقي في دلائل النبوة عن ابن مسعود قال: لأن أحلف تسعاً أن رسول الله ﷺ قتل قتلاً أحب إليّ من أن أحلف واحدة أنه لم يقتل وذلك أن الله اتخذه نبياً واتخذه شهيداً. وأخرج البخاري، والبيهقي عن عائشة قالت: كان النبي ﷺ يقول في مرضه الذي توفي فيه: **لم أزل أجد ألم الطعام الذي أكلت بخيبر فهذا أوان انقطع أبهري من ذلك السم، فثبت كونه ﷺ حياً في قبره** بنص القرآن إما من عموم اللفظ وإما من مفهوم الموافقة، قال البيهقي في كتاب الاعتقاد: الأنبياء بعد ما قبضوا ردت إليهم أرواحهم فهم أحياء عند ربهم كالشهداء، وقال القرطبي في التذكرة في حديث الصعقة نقلاً عن شيخه: الموت ليس بعدم محض وإنما هو انتقال من حال إلى حال، ويدل على ذلك أن الشهداء بعد قتلهم وموتهم أحياء يرزقون فرحين مستبشرين وهذه صفة الأحياء في الدنيا، وإذا كان هذا في الشهداء فالأنبياء أحق بذلك وأولى، وقد صح أن الأرض لا تأكل أجساد الأنبياء وأنه ﷺ اجتمع بالأنبياء ليلة الإسراء في بيت المقدس وفي السماء ورأى موسى قائماً يصلي في قبره وأخبر ﷺ بأنه يرد السلام على كل من يسلم عليه، إلى غير ذلك مما يحصل من جملته القطع بأن موت الأنبياء إنما هو راجع إلى أن غيبوا عنا بحيث لا ندركهم وإن كانوا موجودين أحياء وذلك كالحال في الملائكة فإنهم موجودون أحياء ولا يراهم أحد من نوعنا إلا من خصه الله بكرامته من أوليائه انتهى، وسئل البارزي عن النبي ﷺ هل هو حي بعد وفاته؟ فأجاب إنه ﷺ حي.

قال الأستاذ أبو منصور عبد القاهر بن طاهر البغدادي الفقيه الأصولي شيخ الشافعية في أجوبة مسائل الجاجرميين قال: المتكلمون المحققون من أصحابنا أن نبينا ﷺ حي بعد وفاته وأنه يسر بطاعات أمته ويحزن بمعاصي العصاة منهم، وأنه تبلغه صلاة من يصلي عليه من أمته وقال: إن الأنبياء لا يبلون ولا تأكل الأرض منهم شيئاً، وقد مات موسى في زمانه وأخبر نبينا ﷺ أنه رآه في قبره مصلياً، وذكر في حديث المعراج أنه رآه في السماء الرابعة وأنه رأى آدم في السماء الدنيا ورأى إبراهيم وقال له مرحباً بالابن الصالح، والنبي الصالح وإذا صح لنا هذا الأصل قلنا نبينا ﷺ قد صار حياً بعد وفاته وهو على نبوته، هذا آخر كلام الأستاذ.

وقال الحافظ شيخ السنة أبو بكر البيهقي في كتاب الاعتقاد: الأنبياء عليهم السلام بعد ما قبضوا ردت إليهم أرواحهم فهم أحياء عند ربهم كالشهداء، وقد رأى نبينا ﷺ جماعة منهم وأمهم في الصلاة وأخبر وخبره صدق أن صلاتنا معروضة عليه وأن سلامنا يبلغه وأن الله حرم على الأرض أن تأكل أجساد الأنبياء قال: وقد أفردنا لإثبات حياتهم كتاباً قال: وهو بعد ما قبض نبي الله ورسوله وصفيه وخيرته من خلقه ﷺ اللهم أحينا على سنته وأمتنا على ملته واجمع بيننا وبينه في الدنيا والآخرة إنك على كل شيء قدير، انتهى جواب البارزي.

روح المعانی

فی

تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی

لخاتمة المحققين وعمدة المدققين مرجع أهل العراق
ومفتى بغداد العلامة أبى الفضل
شهاب الدين السيد محمود الالوسى البغدادى
المتوفى سنة ١٢٧٠ ه سقى الله ثراه
صبيب الرحمة وأفاض عليه سجال
الاحسان والنعمة آمين

الجزء الثانی

مکتبہ امدادیہ ملتان
پاکستان

إنه لاغائلة للمأمور به وإن الشهادة التى ربما يؤدى اليها الصبر حياة أبدية ﴿ لِمَنْ يُقْتَلُ فِى سَبِيلِ ٱللَّهِ ﴾ أى فى طاعته وإعلاء كلمته وهم الشهداء واللام للتعليل لاللتبليغ لانهم لم يبلغوا الشهداء قولهم : ﴿ أَمْوَٰتٌ ﴾ أى هم أموات * (بَلْ أَحْيَآءٌ) * أى بل هم أحياء ، والجملة معطوفة على (لاتقولوا) إضراب عنه ، وليس من عطف المفرد على المفرد ليكون فى حيز القول ويصير المعنى بل - قولوا أحياء - لأن المقصود إثبات الحياة لهم لا أمرهم بأن يقولوا فى شأنهم أنهم أحياء وإن كان ذلك أيضا صحيحا * (وَلَٰكِن لَّا تَشْعُرُونَ ١٥٤) * أى لا تحسون ولا تدركون ما حالهم بالمشاعر لأنها من أحوال البرزخ التى لا يطلع عليها ولا طريق للعلم بها إلا بالوحى - واختلف فى هذه الحياة . فذهب كثير من السلف إلى أنها حقيقية بالروح والجسد ولكننا لاندركها فى هذه النشأة ، واستدلوا بسياق قوله تعالى: (عند ربهم يرزقون) وبأن الحياة الروحانية التى ليست بالجسد ليست من خواصهم فلا يكون لهم امتياز بذلك على من عداهم ، وذهب البعض إلى أنها روحانية وكونهم يرزقون لا ينافى ذلك - فقد روى عن الحسن - أن الشهداء أحياء عند الله تعالى تعرض أرزاقهم على أرواحهم فيصل إليهم الروح (١) والفرح كما تعرض النار على أرواح آل فرعون غدواً وعشياً فيصل إليهم الوجع ، فوصول هذا الروح إلى الروح هو الرزق والامتياز ليس بمجرد الحياة بل مع ماينضم إليها من اختصاصهم بمزيد القرب من الله عز شأنه ومزيد البهجة والكرامة ، وذهب البلخى إلى نفى الحياة بالفعل عنهم مطلقا - وأخرج الجملة الاسمية الدالة على الاستمرار المستوعب للازمنة من وقت القتل إلى ما لا آخر له عن ظاهرها - وقال : معنى (بل أحياء) إنهم يحيون يوم القيامة فيجزون أحسن الجزاء ، فالآية على حد (إن الابرار لفى نعيم وإن الفجار لفى جحيم) وفائدة الاخبار بذلك الرد على المشركين حيث قالوا : إن أصحاب محمد يقتلون أنفسهم ويخرجون من الدنيا بلا فائدة ويضيعون أعمارهم فكأنه قيل : ليس الأمر كما زعمتم بل يحيون ويخرجون ، وذهب بعضهم إلى إثبات الحياة الحكمية لهم بما نالوا من الذكر الجميل والثناء الجليل كما روى عن على كرم الله تعالى وجهه هلك خزان الأموال والعلماء باقون مابقى الدهر أعيانهم مفقودة وآثارهم فى القلوب موجودة ، وحكى عن الاصم أن المراد بالموت والحياة الضلال والهدى أى لاتقولوا اهم أموات فى الدين ضالون عن الصراط المستقيم بل هم أحياء بالطاعة قائمون بأعبائها ، ولا يخفى أن هذه الاقوال - ماعدا الاولين - فى غاية الضعف بل نهاية البطلان ، والمشهور ترجيح القول الأول ، ونسب إلى ابن عباس . وقتادة . ومجاهد . والحسن . وعمرو بن عبيد . وواصل بن عطاء . والجبائى . والرمانى . وجماعة من المفسرين لكنهم اختلفوا فى المراد بالجسد ، فقيل : هو هذا الجسد الذى هدمت بنيته بالقتل ولا يعجز الله تعالى أن يحل به حياة تكون سبب الحس والادراك وإن كنا نراه رمة مطروحة على الأرض لا يتصرف ولا يرى فيه شىء من علامات الاحياء ، فقد جاء فى الحديث « إن المؤمن يفسح له مد بصره ويقال له نم نومة العروس » مع أنا لانشاهد ذلك إذ البرزخ برزخ آخر بمعزل عن أذهاننا وإدراك قوانا ، وقيل : جسد آخر على صورة الطير تتعلق الروح فيه ، واستدل بما أخرجه عبد الرزاق عن عبد الله بن كعب بن مالك قال . قال رسول الله ﷺ : « إن أرواح الشهداء فى صور طير خضر معلقة فى قناديل الجنة حتى يرجعها الله تعالى يوم القيامة » ولا يعارض هذا ما أخرجه مالك . وأحمد . والترمذى وصححه . والنسائى . وابن ماجه . عن كعب بن مالك : « إن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال : إن

(١) - الروح - بفتح الراء الراحة والسرور اه * ادارة

أرواح الشهداء فى أجواف طير خضر تعلق من ثمر الجنة - أو - شجر الجنة » ولا ما أخرجه مسلم فى صحيحه عن ابن مسعود مرفوعاً « إن أرواح الشهداء عند الله فى حواصل طيور خضر تسرح فى أنهار الجنة حيث شاءت ، ثم تأوى إلى قناديل تحت العرش » لأن كونها فى الأجواف أو فى الحواصل يجامع كونها فى تلك الصور إذ الرائى لايرى سواها ، وقيل : جسد آخر على صور أبدانهم فى الدنيا بحيث لو رأى الرائى أحدهم لقال : رأيت فلاناً - وإلى ذلك ذهب بعض الامامية - واستدلوا بما أخرجه أبو جعفر مسنداً إلى يونس ابن ظبيان قال : كنت عند أبى عبد الله جالساً فقال : ماتقول الناس فى أرواح المؤمنين ؟ قلت : يقولون : فى حواصل طير خضر فى قناديل تحت العرش ، فقال أبو عبد الله : سبحان الله ! المؤمن أكرم على الله تعالى من أن يجعل روحه فى حوصلة طائر أخضر يؤنس المؤمن إذا قبضه الله تعالى صير روحه فى قالب كقالبه فى الدنيا فيأكلون ويشربون ، فاذا قدم عليهم القادم عرفوه بتلك الصورة التى كانت فى الدنيا . ووجه الاستدلال إذا كان المراد - بالمؤمنين - الشهداء ظاهر ، وأما إذا كان المراد بهم سائر من آمن فيعلم منه حال الشهداء وأن أرواحهم ليست فى الحواصل بطريق الأولى ، وعندى أن الحياة فى البرزخ ثابتة لكل من يموت من شهيد وغيره ، وأن الأرواح - وإن كانت جواهر قائمة بأنفسها - مغايرة لما يحس به من البدن لكن لامانع من تعلقها ببدن برزخى مغاير لهذا البدن الكثيف ، وليس ذلك من التناسخ الذى ذهب إليه أهل الضلال ، وإنما يكون منه لو لم تعد إلى جسم نفسها الذى كانت فيه - والعود حاصل فى النشأة الجنانية - بل لو قلنا بعدم عودها إليه والتزمنا العود إلى جسم مشابه لما كان فى الدنيا مشتمل على الأجزاء النطقية الأصلية أو غير مشتمل لا يلزم ذلك التناسخ أيضاً لأنهم قالوه على وجه نفوا به الحشر والمعاد ، وأثبتوا فيه سرمدية عالم الكون والفساد ، وأن أرواح الشهداء يثبت لها هذا التعلق على وجه يمتازون به عمن عداهم إما فى أصل التعلق أو فى نفس الحياة بناءاً على أنها من المشكك لا المتواطىء ، أو فى نفس المتعلق به مع ماينضم إلى ذلك من البهجة والسرور والنعيم اللائق بهم ، والذى يميل القلب إليه أن لهاتيك الأبدان شبهاً تاماً صورياً بهذه الأبدان ، وأن المواد مختلفة والأجزاء متفاوتة - إذ فرق بين العالمين ، وشتان مابين البرزخين - ويمكن حمل أحاديث الطير على تشبيه هذه الأبدان الغضة الطرية بسرعة حركتها وذهابها حيث شاءت بالطير الخضر ، وتحمل الصورة على الصفة كما حملت على ذلك فى حديث «خلق آدم على صورة الرحمن» واستبعاد أبى عبد الله رضى الله تعالى عنه ماتقدم محمول على مايفهمه العامة من ظاهر اللفظ ، ولمزيد الايضاح اللائق بعوام وقته عدل عنه إلى عبارة لا يتراءى منها شائبة استبعاد كما يتراءى من ظاهر الحديث حتى أن بعض العلماء لذلك حملوا (فى) فيه على - على - وهو إما تجاهل أو جهل بأن صغر المتعلق أو ضيقه لو كان موجوداً فيما نحن فيه لايضر الروح شيئاً ولا ينافى نعيمها ، أو ظن بأن لتلك الصورة روحاً غير روح - الشهيد - فلا يمكن أن تتعلق بها روحان ، والأمر على خلاف مايظنون ، وإن شئت قلت بتمثل الروح نفسها صورة لأن الأرواح فى غاية اللطافة وفيها قوة التجسد كما يشعر به ظهور الروح الأمين عليه السلام بصورة دحية الكلبى رضى الله تعالى عنه . وأما القول بحياة هذا الجسد الرميم مع هدم بنيته وتفرق أجزائه وذهاب هيئته - وإن لم يكن ذلك بعيداً عن قدرة من يبدأ الخلق ثم يعيده - لكن ليس إليه كثير حاجة ، ولا فيه مزيد فضل ، ولا عظيم منة ، بل ليس فيه سوى إيقاع ضعفة المؤمنين بالشكوك والأوهام وتكليفهم من غير حاجة بالايمان بما يعدون قائله من سفهة الأحلام ، وما يحكى من

التفسير المظهري

تأليف

الشيخ القاضي محمد ثناء الله

العثماني الحنفي المظهري الپاني پتي

المتوفى ١٢٢٥هـ

وضع حواشيه وخرج آياته وأحاديثه

إبراهيم شمس الدين

الجزء الأول

المحتوى:

من أول سورة الفاتحة - إلى آخر سورة آل عمران

ناشر

مكتبة فاروقية

خیبر مارکیٹ کوئٹہ

المسلمين وكانوا أربعة عشر رجلاً ستة من المهاجرين وثمانية من الأنصار، كان الناس يقولون لم يقتل في سبيل الله مات فلان وذهب عنه نعيم الدنيا فأنزل الله هذه الآية ﴿بَلْ أَحْيَآءٌ﴾ يعني أن الله تعالى يعطي لأرواحهم قوة الأجساد فيذهبون من الأرض والسماء والجنة حيث يشاؤون وينصرون أولياءهم ويدمرون أعداءهم إن شاء الله تعالى، ومن أجل ذلك الحياة لا تأكل الأرض أجسادهم ولا أكفانهم، قال البغوي: قيل إن أرواحهم تركع وتسجد كل ليلة تحت العرش إلى يوم القيامة قال ﷺ: «إن الشهداء إذا استشهدوا أنزل الله جسداً كأحسن جسد ثم يقال لروحه ادخلي فيه فينظر إلى جسده الأول ما يفعل به ويتكلم فيظن أنهم يسمعون كلامه وينظر إليهم فيظن أنهم يرونه حتى تأتيه أزواجه من الحور العين فيذهبن به»[1] رواه ابن منذر مرسلاً، وفي صحيح مسلم عن ابن مسعود مرفوعاً «أرواح الشهداء عند الله في طير خضر تسرح في الجنة حيث شاءت ثم تأوي إلى قناديل تحت العرش»[2] فذهب جماعة من العلماء إلى أن هذه الحياة مختص بالشهداء والحق عندي عدم اختصاصها بهم بل حياة الأنبياء أقوى منهم وأشد ظهوراً آثارها في الخارج حتى لا يجوز النكاح بأزواج النبي ﷺ بعد وفاته بخلاف الشهيد، والصديقون أيضاً على درجة من الشهداء والصالحون يعني الأولياء ملحقون بهم كما يدل عليه الترتيب في قوله تعالى: ﴿مِّنَ ٱلنَّبِيِّـۧنَ وَٱلصِّدِّيقِينَ وَٱلشُّهَدَآءِ وَٱلصَّـٰلِحِينَ﴾ [النساء: ٦٩] ولذلك قالت الصوفية العلية: أرواحنا أجسادنا وأجسادنا أرواحنا، وقد تواتر عن كثير من الأولياء أنهم ينصرون أولياءهم ويدمرون أعداءهم ويهدون إلى الله تعالى من يشاء الله تعالى، وقد ذكر المجدد رضي الله عنه أن أرباب كمالات النبوة بالوراثة (قلت وهم الصديقون والمقربون في لسان الشرع) يعطى لهم من الله تعالى وجوداً موهوباً ويدل على أن أجساد الأنبياء والشهداء وبعض الصلحاء لا تأكلها الأرض ما أخرجه الحاكم وأبو داود عن أوس بن أوس قال قال رسول الله ﷺ: «إن الله حرم على الأرض أن تأكل أجساد الأنبياء»[3] وأخرج ابن ماجه عن أبي الدرداء نحوه.

وأخرج مالك عن عبد الرحمن بن صعصعة أنه بلغه أن عمرو بن الجموح وعبد الله بن جبير الأنصاري كان قد حفر السيل قبرهما وكان قبرهما مما يلي السيل وكانا في قبر واحد وهما ممن استشهد يوم أحد، فحفرا ليغيرا من مكانهما فوجدا لم يتغيرا كأنهما ماتا بالأمس وكان بين أحد وبين حفر عنهما ستة وأربعون[4] سنة، وأخرج البيهقي أن معاوية لما أراد أن يجري كظامة نادى: من كان له قتيل بأحد فليشهد فخرج الناس إلى قتلاهم فوجدوهم رطابا

---

(١) الحديث لم أجده بهذا اللفظ في كتب الحديث التي بين يدي.

(٢) أخرجه مسلم في الإمارة حديث ١٢١.

(٣) أخرجه أبو داود في الصلاة باب ٢٠١، والوتر باب ٢٦، والنسائي في الجمعة باب ٥، وابن ماجه في المقدمة باب ٧٩، والجنائز باب ٦٥، والدارمي في الصلاة باب ٢٠٦، وأحمد في المسند ٤/٨.

(٤) في الأصل: أربعين.

أحكام القرآن

تأليف

المحدث الناقد العلام مولانا ظفر احمد العثمانی التهانوی رحمه الله

على ضوء ما أفاده

حكيم الأمة الإمام الفقيه الداعية الكبير مولانا الشيخ اشرف على التهانوی رحمه الله

الجزء الاول

إدارة القرآن والعلوم الإسلامية
للطباعة والنشر والتوزيع والتصدير
كراتشي ـ باكستان
الهاتف: ٣٤٩٦٥٨٧٧ -٠٠٩٢٢١

قوله تعالى : « ولا تقولوا لمن يقتل فى سبيل الله أموات بل أحياء » الآية

استدلال المالكية والشافعية بالآية على ترك الصلوة على الشهيد ، والجواب عنه: قال أبو بكر بن العربي : تعلق بعضهم فى أن الشهيد لا يغسل ولا يصلى عليه بهذه الآية ، لأن الميت هو الذى يفعل ذلك به ، والشهيد حي ، وبه قال مالك والشافعى، وقال أبو حنيفة : يصلى عليه . وكما أن الشهيد فى حكم الحى فلا يغسل فكذلك لايصلى عليه ، لأن الغسل تطهير وقد طهر بالقتل ، فكذلك الصلاة شفاعة وقد أغنته عنها الشهادة . يؤكده أن الطهارة إذا سقطت مع القدرة عليها سقطت الصلاة ، لأنها شرطها ، وسقوط الشرط دليل على سقوط المشروط . وماروى أن النبي ﷺ صلى عليهم ، لايصح فيه طريق بن عباس ولا سواه، وقد استوفيناها فى مسائل الخلاف انتهى (١ : ٢٠) .

ولا يخفى ما فى هذا الاستدلال من الخزارة ، أما أولا فلأن الشهيد يد فن والحى لايدفن ، فليس هو بحى من كل الوجوه ، فلا دلالة فى الآية على إسقاط الغسل ولا الصلوة ؛ وإنما المرجع فى ذلك إلى السنة فقط . وأيضاً فليس الشهيد بأولى من النبي - وإن نبى الله حى يرزق في قبره كما ورد فى الحديث - والنبى يغسل ويصلى عليه، فكذلك الشهيد أيضاً . وهذا هو الجواب عن قوله: « الصلوة شفاعة إلخ » فالشهيد ليس بأغنى من النبى عنها ؛ وقد صح أن عمر بن الخطاب رضى الله عنه استأذن رسول الله ﷺ فى العمرة فأذن له وقال : « لا تنسنا يا أخى من دعائك » قال عمر : فقال كلمة ما يسرنى أن لى بها الدنيا . وفى رواية ؛ قال : « أشركنا يا أخى فى دعائك » رواه أبو داوٗد ، والترمذى وقال : حديث حسن صحيح ، كذا فى نزل الأبرار (ص : ٣٣٢) . وهل الصلوة على الشهيد إلا دعاء له ؟ ومن هو الذى يستغنى عن بركة الله ومزيد فضله ورحمته ؟ ولو لا أن رسول الله ﷺ أمر بدفن الشهداء بدمائهم ولم يغسلهم لكان القياس أن يغسلوا ، كما يغسل الأنبياء صلوات الله وسلامه عليهم .

القرآن الحکیم

تفسیر بیان القرآن (مکمل)

مع اردو ترجمہ مسائل السلوک

ومع عربی وجوہ المثانی مع توجیہ الکلمات والمعانی

لکل از تصانیف حضرت حکیم الامت ماہر العلوم قرآنیہ رأس المفسرین صاحب الشریعۃ والطریقۃ

مولانا محمد اشرف علی تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

جلد اول

سورۃ الفاتحۃ تا سورۃ الانعام

تسہیل ترجمہ

مولانا سید انظر شاہ کشمیری

خلف الرشید علامہ سید انور شاہ کشمیریؒ

تخریج

مولانا حافظ محبوب احمد خان صاحب

مدرس مدرسہ رحمۃ للعالمین ڈیفنس روڈ لاہور

تفسیر بیان القرآن اور اس کے متعلقہ تمام رسائل کی کمپوزنگ اس قدیم نسخے کو سامنے رکھ کر کی گئی ہے جو حکیم الامتؒ کا نظر فرمودہ ہے اس پر حکیم الامتؒ کی تصدیق (دستخط) بھی موجود ہیں اس کے علاوہ مولانا شبیر علی صاحب کے اضافہ جات بھی شامل ہیں۔ یہ نسخہ ۱۹۵۲ء میں اشرف المطابع تھانہ بھون سے شائع ہوا تھا اس نسخے کا عکس بھی جلد اول کی ابتداء میں لگا دیا گیا ہے۔

مکتبہ رحمانیہ

اقرأ سنٹر غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور

فون: 042-7224228-7221395

MAKTABA-E-REHMANIA

للبخاری ۱۲۔ ۹ قولہ تا کہ دنیا میں ماخذہ تفسیر البیضاوی بارادتی اھتدائکم باستعارۃ لعل للارادۃ کما صرح بہ عبد الحکیم ۱۲۔

الروایات: فی لباب النقول اخرج ابن جریر من طریق السدی باسانیدہ قال لما صرف النبی صلی اللہ علیہ وسلم نحو الکعبۃ بعد صلوتہ الی بیت المقدس قال المشرکون من اھل مکۃ تحیر علی محمد دینہ فتوجہ بقبلتہ الیکم وعلم انکم اھدی منہ سبیلا ویوشک ان یدخل فی دینکم فانزل اللہ لئلا یکون الناس علیکم حجۃ الا الذین ظلموا الآیۃ قلت ای فالمراد بالظالمین ھؤلاء وکان ھذا طعنا من المشرکین واما طعن الیھود من ھؤلاء الظالمین فمذکور فی التفسیر ۱۲۔

النحو: یعرفونہ الضمیر لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وان لم یسبق ذکرہ لدلالۃ الکلام علیہ والتشبیہ یشھد لہ ویؤیدہ قول عبداللہ بن سلام انا اعلم بہ منی والحق من ربک کلام مستانف والحق مبتدأ خبرہ من ربک واللام للعھد والمراد بالنھی عن الامتراء تحقیق الامر وانہ بحیث لایشک فیہ ناظر ۱۲ من البیضاوی۔ قلت واشرت الی ھذا کلہ فی تقریر التفسیر فافھم۔ ھو مولیھا قال البیضاوی احد المفعولین محذوف ای مولیھا وجھہ ۱۲ ومن حیث خرجت فی روح المعانی من ابتدائیۃ لان الخروج اصل لفعل ممتد وھو المشی ۱۲۔

البلاغۃ: کما یعرفون ابناء ھم فی روح المعانی ھو تشبیہ للمعرفۃ العقلیۃ الحاصلۃ من مطالعۃ الکتب السماویۃ بالمعرفۃ الحسیۃ فی ان کلا منھما یتعذر الاشتباہ فیہ ۱۲۔

كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَيُزَكِّيْكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ
مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ﴿١٥١﴾ فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ ﴿١٥٢﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ١٨ ع ٢
اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿١٥٣﴾ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ۭ
بَلْ اَحْيَاۗءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ﴿١٥٤﴾ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ
وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ۭ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ﴿١٥٥﴾ الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ
رٰجِعُوْنَ ﴿١٥٦﴾ اُولٰۗىِٕكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ۣ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ ﴿١٥٧﴾

جس طرح تم لوگوں میں ہم نے ایک عظیم الشان رسول کو بھیجا تم ہی میں سے ہماری آیات واحکام پڑھ پڑھ کر تم کو سناتے ہیں اور (جہالت سے) تمہاری صفائی کرتے رہتے ہیں اور تم کو کتاب (الٰہی) اور فہم کی باتیں بتلاتے رہتے ہیں اور تم کو ایسی (مفید) باتیں تعلیم کرتے رہتے ہیں جن کی تم کو خبر بھی نہ تھی۔ ان (نعمتوں) پر مجھ کو یاد کرو میں تم کو (عنایت سے) یاد رکھوں گا اور میری (نعمت کی) شکرگزاری کرو اور میری ناسپاسی مت کرو۔ اے ایمان والو! صبر اور نماز سے سہارا حاصل کرو بلاشبہ اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ رہتے ہیں اور نماز پڑھنے والوں کے ساتھ تو بدرجہ اولیٰ اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کئے جاتے ہیں ان کی نسبت یوں بھی مت کہو کہ وہ (معمولی مردوں کی طرح) مردے ہیں بلکہ وہ تو (ایک ممتاز) حیات کے ساتھ زندہ ہیں لیکن تم (ان حواس سے اس حیات کا) ادراک نہیں کر سکتے اور (دیکھو) ہم تمہارا امتحان کریں گے کسی قدر خوف سے اور فاقہ سے اور مال اور جان اور پھلوں کی کمی سے اور آپ ایسے صابرین کو بشارت سنا دیجئے جن کی یہ عادت ہے کہ جب ان پر کوئی مصیبت پڑتی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم تو مع مال و اولاد حقیقتاً اللہ تعالیٰ ہی کی ملک ہیں اور ہم سب دنیا سے اللہ کے پاس جانے والے ہیں۔ ان لوگوں پر (جدا جدا) خاص خاص رحمتیں بھی ان کے پروردگار کی طرف سے ہوں گی اور (سب پر بالاشتراک) عام رحمت ہوگی اور یہی لوگ ہیں جن کی (حقیقت حال تک) رسائی ہوگئی۔ ۞

تفسیر: ربط: اخبار بعثت محمدیہ ﷺ: كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ (الی قولہ تعالیٰ) وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ﴿١٥١﴾ (یعنی ہم نے کعبہ کو قبلہ مقرر کر کے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ایک دعا جو درباب مقبولیت بناء کعبہ تھی اس طرح قبول کی) جس طرح (ان کی دوسری دعا جو درباب بعثت محمدیہ کے تھی قبول کی کہ) تم لوگوں میں ہم نے ایک (عظیم الشان) رسول کو بھیجا (جو کہ) تم ہی میں سے (ہیں اور وہ) ہماری آیات (واحکام) پڑھ پڑھ کر تم کو سناتے ہیں اور (خیالات ورسوم جہالت سے) تمہاری صفائی کرتے رہتے ہیں اور تم کو کتاب الٰہی اور فہم کی باتیں بتلاتے رہتے ہیں اور تم کو ایسی مفید باتیں تعلیم کرتے رہتے ہیں جن کی تم کو خبر بھی نہ تھی (اور نہ کتب سابقہ یا عقل ان کے لئے کافی تھی اور اسی شان کے رسول کے مبعوث ہونے کی ابراہیم علیہ السلام کی دعاء تھی سو اس کا ظہور ہوگیا) **ف:** اس آیت کے اکثر الفاظ پہلی آیت میں ہیں وہاں تفسیر دیکھ لینا چاہئے۔ **ربط:** چونکہ اوپر کی آیات میں حق تعالیٰ کی بڑی بڑی

نعمتوں کا مذکور تھا کعبہ کا قبلہ بنانا۔ اس وجہ سے ابراہیم علیہ السلام کیساتھ خاص تعلق ہونا۔ ملت میں ابراہیم علیہ السلام و جمیع انبیاء علیہم السلام کیساتھ موافقت ہونا۔ تحویل قبلہ کے وقت طریق اطاعت پر ثابت رہنا۔ ایسے رسول کی امت اور تابع ہونا اسلئے آیت آئندہ میں منعم کے ذکر اور انکی نعمت کے شکر کا حکم فرما کر آیات مذکورہ کے مضمون کی بوجہ احسن تکمیل اور تتمیم فرماتے ہیں۔

حکم ذکر و شکر: فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ ﴿﴾ ان (مذکورہ نعمتوں پر مجھ کو (منعم ہونے کی حیثیت سے) یاد کرو میں تم کو (عنایت سے) یاد رکھوں گا اور میری (نعمت کی) شکر گذاری کرو اور (انکار نعمت یا ترک اطاعت سے) میری ناسپاسی مت کرو۔

رَبط: تحویل قبلہ پر جو مخالفین کی طرف سے اعتراض تھا اس کے دو اثر تھے ایک مذہب اسلام پر کہ اعتراض سے مذہب کی حقانیت میں شبہ پیدا کیا جایا کرتا ہے اوپر کی آیتوں میں اس اعتراض کا جواب دے کر اس اثر کا دفع کرنا مقصود تھا دوسرا اثر طبائع اہل اسلام پر کہ اعتراض سے بالخصوص جواب دینے کے بعد بھی اس پر بے جا اصرار کرنے سے قلب میں رنج اور صدمہ پیدا ہوتا ہے آیت آئندہ میں تخفیفِ حزن کا طریقہ کہ صبر و صلوٰۃ ہے بتلا کر اس دوسرے اثر کو زائل فرماتے ہیں۔

تعلیم صبر و صلوٰۃ: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿﴾ اے ایمان والو (طبیعتوں میں سے غم ہلکا کرنے کے بارہ میں) صبر اور نماز سے سہارا (اور مدد) حاصل کرو بلا شبہ حق تعالیٰ (ہر طرح سے) صبر کرنے والوں کے ساتھ رہتے ہیں (اور نماز پڑھنے والوں کے ساتھ تو بدرجۂ اولیٰ)۔

ف: وجہ یہ کہ نماز سب سے بڑی عبادت ہے جب صبر میں یہ وعدہ ہے تو نماز جو اس سے بڑھ کر ہے اس میں تو بدرجۂ اولیٰ یہ بشارت ہوگی۔

اثر صبر و صلوٰۃ در تخفیف غم: اور صبر کو تخفیف حزن میں دخل اور اثر ہونا تو ظاہر اور مشاہد ہے رہا یہ کہ نماز کو اس میں کیا دخل ہے۔ سو اول تو جیسے بعض ادویہ فاعل بالخاصہ ہوتی ہیں اور تجربہ سے اس خاصیت کا حکم کیا جاتا ہے اسی طرح سے اگر بعض اعمال بھی فاعل بالخاصہ ہوں تو اس میں تعجب کیا ہے چنانچہ نماز جو حضور قلب کے ساتھ ہو جس کے بدون نماز مثل دوائے کہنہ کے ہے اس میں جس کا جی چاہے اس خاصیت کا تجربہ کر کے دیکھ لے کہ مشاہدہ کے بعد سوال ہی کی گنجائش نہ رہے گی اور اگر مثل ادویہ فاعلہ بالکیفیۃ کے نماز میں اس اثر کی لم اور علت ہی تحقیق کرنے کا شوق ہو تو اس کی توجیہ بھی سمجھ میں آسکتی ہے کہ مدار تخفیف حزن کا قلب کو دوسری شئے کی طرف متوجہ کر دینے پر ہے اس سے بہت جی بہل جاتا ہے پس جب نماز میں حضور قلب کے ساتھ مشغولی ہوگی اس سے عبادت و معبود کی طرف یکسوئی اور توجہ ہوگی اور اس عمل کی تکرار سے وہ واقعۂ غم انگیز متخیلہ سے غائب اور اس کا اثر ضعیف ہونا شروع ہوگا۔

رَبط: اوپر ایک خاص ناگوار واقعہ میں صبر کی تعلیم اور صابرین کی فضیلت بیان فرمائی تھی آیات آئندہ میں اور بھی بعض واقعات خلاف طبع کی تفصیل اور اس میں صبر کی ترغیب اور فضیلت بیان فرماتے ہیں جن میں قتل و قتال مع الکفار کا مضمون مقدم فرماتے ہیں دو (۲) وجہ سے اول بوجہ اعظم ہونے کے کہ اعظم پر صبر کرنے والا اصغر پر بدرجۂ اولیٰ صبر کرے گا دوسرے خاص طور پر مناسب مقام ہونے کی وجہ سے کیونکہ معترضین مذکورین کے ساتھ یہ معاملہ پیش آتا تھا۔

فضیلت قتل فی سبیل اللہ: وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ۭ بَلْ اَحْيَاۗءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ﴿﴾ اور جو لوگ اللہ کی راہ میں (یعنی دین کے واسطے) قتل کئے جاتے ہیں ان (کی ایسی فضیلت ہے کہ ان) کی نسبت یوں بھی مت کہو کہ وہ (معمولی مردوں کی طرح) مردے ہیں بلکہ وہ لوگ (ایک ممتاز حیات کے ساتھ) زندہ ہیں لیکن تم (ان) حواس سے) اس حیات کا) ادراک نہیں کر سکتے۔ ف: ایسے مقتول کو شہید کہتے ہیں اور اس کی نسبت گو یہ کہنا کہ وہ مر گیا صحیح اور جائز ہے لیکن اس کی موت کو دوسرے مردوں کی سی موت سمجھنے کی ممانعت کی گئی ہے وجہ اس کی یہ ہے کہ بعد مرنے کے گو برزخی حیات ہر شخص کی روح کو حاصل ہے اور اسی سے جزا و سزا کا ادراک ہوتا ہے لیکن شہید کو اس حیات میں اور مردوں سے ایک گونہ امتیاز ہے اور وہ امتیاز یہ ہے کہ اس کی یہ حیات آثار میں اوروں سے قوی ہے جس طرح انملہ یعنی سرانگشت میں ذکاء حس کہ آثار حیات سے ہے بہ نسبت عقب یعنی پاشنہ کے طباً و حساً قوی ہے حتیٰ کہ شہید کی اس حیات کی قوت کا ایک اثر برخلاف معمولی مردوں کے اس کے جسدِ ظاہری تک بھی پہنچا ہے کہ اس کا جسد باوجود مجموعہ گوشت و پوست ہونے کے خاک سے متاثر نہیں ہوتا اور مثل جسد زندہ کے صحیح سالم رہتا ہے جیسا کہ احادیث اور مشاہدات شاہد ہیں۔ پس اس امتیاز کی وجہ سے شہداء کو احیاء کہا گیا اور ان کو دوسرے اموات کے برابر اموات کہنے کی ممانعت کی گئی اور یہی حیات ہے جس میں حضرات انبیاء علیہم السلام شہداء سے بھی زیادہ امتیاز اور قوت رکھتے ہیں حتیٰ کہ بعد موت ظاہری کے سلامت جسد کے ساتھ ایک اثر اس حیات کا اس عالم کے احکام میں یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ مثل ازواج احیاء کے ان کی ازواج سے کسی کو نکاح جائز نہیں ہوتا اور ان کا مال میراث میں تقسیم نہیں ہوتا پس اس حیات میں سب سے قوی تر انبیاء علیہم السلام ہیں پھر شہداء پھر اور معمولی مردے البتہ بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض اولیاء و صالحین بھی اس فضیلت میں شہداء کے شریک ہیں سو مجاہدۂ نفس میں مرنے کو بھی معنیٰ شہادت میں داخل سمجھیں گے اس طور پر وہ بھی شہداء ہوئے یا یوں کہا جاوے کہ تخصیص شہداء کی عام مردوں کے اعتبار سے اضافی ہے ان خواص کے اعتبار سے حقیقی نہیں اور اگر کسی شخص نے کسی شہید کی

جلد اول

تبٰرک الذی نزل الفرقان علی عبدہ لیکون للعٰلمین نذیرا

مصنّف فخر المفسّرین بدر المحدثین عمدۃ المتکلمین فاضل اجل حضرت

مولانا ابو محمد عبد الحق الحقانی الدہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ

تفسیر فتح المنّان

المشہور بہ

تفسیر حقّانی

حقیقت میں مصنف رحمہ اللہ نے زمانہ حال کے فلسفہ اور یورپ کی نئی روشنی کے مقابلہ میں نئے علم کلام کی بنیاد ڈالی ہے جو آئندہ نسلوں کے لیے بکار آمد ہوگا۔ اس بے نظیر تفسیر میں جس طرح بے شمار دریائے علوم کو کوزے میں بند کیا ہے اسی طرح اس کی زبان عام فہم سلیس اور صاف ہے تاکہ ہر خاص و عام استفادہ کرے اور لطائف و حقائق و نکات قرآنیہ سے فیض یاب ہو۔

ناشر میر محمد کتب خانہ مرکز علم و ادب آرام باغ کراچی

اور جب کہ خدا تعالےٰ نے صبر کی فضیلت میں یہ فرمایا کہ خدا تعالےٰ کے ساتھ صابرین کو معیّت اور تقرّب نصیب ہوتا ہے اور صبر کا اعلیٰ موقع قتل فی سبیل اللہ تھا کس لئے کہ جان کے آگے مال یا کسی اور منفعت کی کچھ بھی وقعت نہیں۔ نقل مشہور ہے گر جان ہے تو جہان ہے۔ پس جس قدر صبر اللہ تعالےٰ کی راہ میں جان قربان کرنے میں ہے اُس قدر اور چیز کے صَرف کرنے میں نہیں اور نیز اگلی آیات میں جہاد اور قتل فی سبیل اللہ کا حکم ہونے والا تھا اسی لئے اِس صبر کا اور بھی ذکر کرنا مناسب ہوا اور سب اجروں میں بڑا اجر یہ ہے کہ اس کے عوض میں بندے کو حیاتِ ابدی عطا ہو۔ پس فرماتا ہے کہ جو لوگ اللہ تعالےٰ کی راہ میں مارے جاتے ہیں تم اُن کو مُردے نہ کہو کیونکہ ؎ ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شُد بعشق ٭ ثبت است بر جریدۂ عالم دوامِ ما ٭ بلکہ وہ زندہ ہیں کس لئے کہ ؎ کُشتگانِ خنجر تسلیم را ٭ ہر زمان از غیب جانے دیگر است ٭ صرف یہ بات ہے کہ وہ تم کو نظر نہیں آتے۔ واضح ہو کہ انسان روح یا نفسِ ناطقہ ہے اور یہ جسمِ خاکی کہ جو ہم کو دکھائی دیتا ہے اُس نفسِ ناطقہ یعنی روحِ ہوائی کا (کہ جس کو نسمہ کہتے ہیں) مرکب ہے اعنی نفسِ ناطقہ کا تعلّق روحِ ہوائی سے ہے کہ جو لطیف خون کے ابخرات سے پیدا ہوتی ہے اور رُوحِ ہوائی کا مرکب یہ جسم ہے۔ جب کسی سبب سے اس جسمِ خاکی سے تعلق منقطع ہو جاتا ہے (اور اس ترکِ تعلّق کا نام موتِ عرفی ہے) تو نفسِ ناطقہ کو جو جوہر نورانی ہے باقی رہتا ہے اور نہایت عمدہ طرح سے جس و ادراک اور شعور و تمیز بھی باقی رہتے ہیں اس میں کافر و مؤمن شہید غیر شہید سب برابر ہیں پس اس معنے سے موت ہے تو جسم کو اور حیات ہے تو نفسِ ناطقہ کو لیکن کبھی پاک روحوں کا اثر جسمِ خاکی تک بھی پہنچتا ہے اور یہ جسم سڑتا گلتا نہیں جیسا کہ انبیاء علیہم السّلام اور اولیائے کرام اور شہدائے عظام کے اجساد سے ظاہر ہوا ہے اسی طرح اس موتِ عرفی میں بھی سب انسان شریک ہیں اس معنی سے شہید اور غیر شہید انبیاءؑ و غیر انبیاءؑ سب کو موت ہے اِنَّكَ مَيِّتٌ[1] وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ۔ كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ[2] اور اس لئے اُن کے بعد اُن پر احکامِ موت جاری ہوتے ہیں مال میں حصّے لگ جاتے ہیں۔ اب حیاتِ شہداء و انبیاءؑ کے یہ معنے ہیں اور آیت میں وہی مراد بھی ہیں کہ جسم سے روح جُدا ہو جانے کے بعد روح کو اُس عالمِ قدس میں ہر قسم کا آرام اور عزّت نصیب ہو اور چونکہ روح بھی ایک جسمِ لطیف ہے اس جسمانی خول کے آثار بھی اس میں منطبع ہوتے ہیں اور اس کی نورانی صورت کو اس جسمانی صورت سے بھی ایک ایسی مناسبت ہوتی ہے کہ روح کو وہی شخص روحانی عالم میں کہہ سکتے ہیں اس لئے اُس عالم میں کہ جس کو اِس عالم سے وہی نسبت ہے جو عالمِ خواب کو عالمِ بیداری سے ہے ہر قسم کی لذّات میوے اور عمدہ مکان انہار و حور و قصور میسّر آتے اور ان سے لذّت پاتے ہیں بالخصوص شہداء کو ان کو نفسِ سابق سے ایک عجیب تعلّق باقی رہتا ہے جس لئے عالمِ برزخی میں اُن کے لئے ایک نہایت عمدہ پیکر عطا ہوتا ہے اور وہ اس پیکرِ نورانی سے بارگاہِ قدس میں جہاں تک چاہتے ہیں طیران کر کے ترقی کرتے ہیں اور اقسام و انواع کے لذات سے مستفید ہوتے ہیں جس کی طرف آیت میں اشارہ ہے اور اس حدیث میں بھی کہ جس کو شیخین[3] نے روایت کیا ہے کہ شہداء سبز طیور کے قوالب میں آکر آشیانۂ عرش میں رہتے ہیں اور جہاں سے جی چاہتا کھاتے ہیں اسی طرف ایماء ہے۔ اسی طرح وہ جب چاہتے ہیں اس عالم کی طرف بھی نزول کرتے ہیں کبھی لوگوں کو عیاناً بھی دکھائی دے جاتے ہیں مگر اُن کے اس حیاتِ جاودانی کو یہ آنکھیں اور یہ حواس نہیں محسوس کر سکتے کہ جو اجسامِ کثیفہ کے

[1] آپ بھی ایک روز مرنے والے اور وہ بھی مرنے والے ہیں ۱۲ [2] ہر شخص کو موت کا مزہ چکھنا ہے ۱۲ [3] اس حدیث کے یہ معنے سمجھ کر کہ شہید لوگ یعنی حیوان بن کر درختوں پر آشیان بناتے پھریں گے انسانیت سے حیوانیت میں آجائیں گے، اعتراض کرنا اور قہقہہ اڑانا ایک سخت کور مغزی ہے ۱۲ منہ

احساس کے لئے مخصوص ہیں اور اسی سے ایک اینج آگے بھی اِن کا ادراک نہیں یہ کامرانی دراصل وہ حیاتِ ابدی ہے کہ جس کا آیت میں ذکر ہے۔ اس کے برخلاف کفار و فجار کا اس عالم میں معذّب ہونا موت ہے۔ ایک شخص طرح طرح کے عذاب میں مبتلا ہے دوسرا قسم قسم کی نعمتوں میں ہے گو دونوں زندہ ہیں مگر اوّل الذکر کی زندگی کیا زندگی ہے وہ تو موت سے بھی بدتر ہے زندگی تو دوسرے شخص کی ہی ہے اس لئے شہیدوں کو زندہ کہا جاتا ہے اور اسی تعلّق خاص کے سبب انکے اعمالِ حسنہ کا سلسلہ بھی جاری رہتا ہے اور لوگوں کی طرح منقطع نہیں ہو جاتا جیسا کہ اس حدیث میں آیا ہے کل ابن آدم یختم علیٰ عمله اذا مات الا المجاھد فی سبیل اللہ فانّه ینمّی له عمله الیٰ یوم القیمۃ۔[۱]

لیکن اس حیات میں انبیاء علیہم السّلام اور اولیاء کرام بھی شریک ہیں اور اس کے درجات بھی متفاوت ہیں مگر شہیدوں کو تلذّذات حاصل کرنے میں ایک خصوصیتِ خاصّہ ہے اور اس لئے جناب نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے شہادت کی آرزو کی ہے۔ اور کیوں نہ ہو جو خدا تعالےٰ کو اپنی حیات مستعار سپرد کرتا ہے وہ اس کے بالعوض اس کو حیاتِ ابدی عطا کرتا ہے گو وہ لوگ ہم کو نظر نہیں آتے اور اسی لئے خدا تعالےٰ نے لاتشعرون فرمایا لاتعلمون نہ فرمایا۔

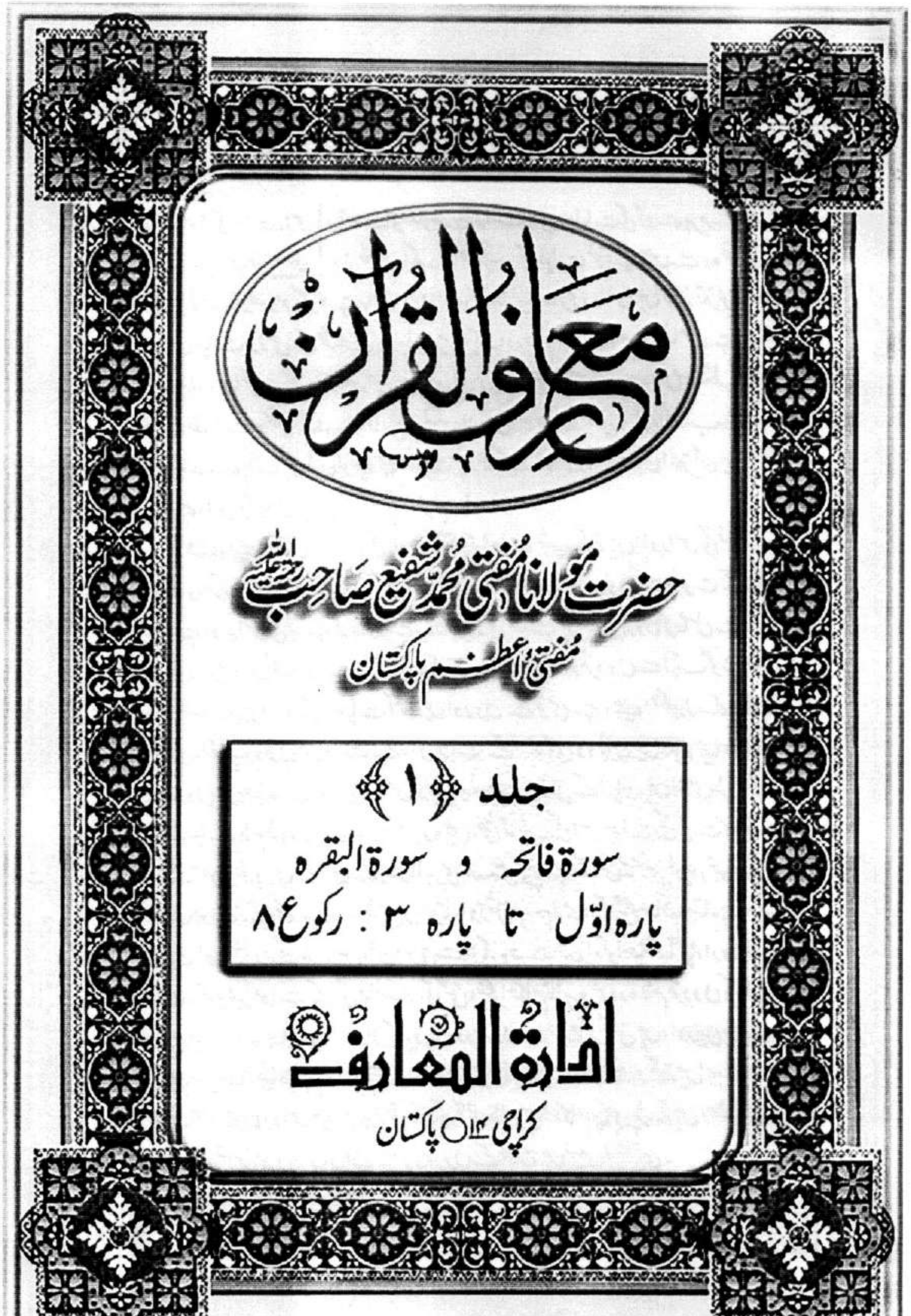
جب خدا تعالےٰ نتائجِ صبر اور اُس کے فوائد بیان فرما چکا تو اس کے بعد مطلع کرتا ہے کہ ضرور تم کو دولتِ صبر سے بہرہ ور کریں گے جس لئے تم پر گوناگوں مصائب پیش آویں گے مخالفوں کا خوف اور بھوک اور نقصانِ مالی و جانی اور نقصان ثمرات یعنی مرگِ اولاد اور باغ اور کھیت سے بے بہرہ رہنا اور اپنی کوششوں میں ناکامیاب ہونا ان بُرائیوں میں سے تم کو آزمائیں گے پھر جو اس تپاؤ کے بعد کھرا نکلا اس کو حیاتِ جاودانی اور دنیا میں بھی ہر طرح کی کامیابی فتح و ظفر نیکونامی نصیب ہے۔ ان آیات میں ایمانداروں کو ثابت قدمی اور استقامت فی الدّین اور ہر قسم کی تکالیف برداشت کر کے دین پر قائم رہنے کی تعلیم ہے اور دراصل انسان کی ترقی دنیا و دین کی یہی برداشت و استقبال اور جان کاہی عمدہ سیڑھی ہے جس نے اس پر چڑھنے سے انکار کیا وہ ہر طرح سے محروم رہا اور جو اس پر چڑھ گیا وہ مراد کو پہنچا۔ اس آیت کے بعد صحابہؓ بلکہ خود حضرت رسالت مآب علیہ السلام پر طرح طرح کے مصائب پیش آئے جن کے ذکر کرنے سے کلیجہ کانپ اٹھتا ہے مگر صد آفرین ہے ان صادقوں پر کہ انہوں نے اس تلخ جام کو کس استقلال سے پیا اور دم نہ مارا۔ یہ کوچۂ عشق ہے اس کی جانباز ہی سیر کرتے ہیں ؎ سرمۂ غم عشق بوالہوس را نہ دہند: سوزِ دلِ پروانہ مگس را نہ دہند: ابتداء اسلام میں یہ صبر و استقلال اور اس کے ذریعہ سے بے حد کامیابی نبوت کا صریح معجزہ ہے آخر وہ کیا لذّتِ روحانی تھی کہ جس کے لئے لوگوں نے یہ مصائب اُٹھائے۔

اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ
البتہ صفا اور مروہ خدا تعالیٰ کی نشانیوں میں سے
اللّٰهِ ۚ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا
ہیں، پس جو کعبہ کا حج یا عمرہ کرے تو اُس پر
جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا ۗ وَمَنْ
کچھ گناہ نہیں کہ اُن کے درمیان طواف کرے، اور جو کوئی
تَطَوَّعَ خَيْرًا ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۵۸﴾
اپنی خوشی سے نیکی کرے تو خدا بھی قدردان ہے جاننے والا۔

ترکیب

صفا اور مروۃ دونوں اسمِ انَّ۔ من شعائر اللہ انکی خبر۔ فمن حج البیت الخ شرط فلا جناح الخ جوابِ شرط انکی

[۱] ہر انسان جب مرجاتا ہے تو اُس کے اعمال منقطع ہو جاتے ہیں مگر مجاہد فی سبیل اللہ کے اعمال ہمیشہ جاری رہتے ہیں ۱۲ منہ۔ حقانی [۲] مفسر نیچر نے جو اپنی تفسیر میں اس مقام پر معتزلہ کی تقلید کر کے حیات کے معنی حیات فی الدین لئے ہیں اور کبھی آئندہ زندہ ہو جانا مراد رکھا ہے سو یہ محض انکی کم فہمی ہے ۱۲ منہ



معارف القرآن

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ

مفتی اعظم پاکستان

جلد (۱)

سورۃ فاتحہ و سورۃ البقرہ

پارہ اوّل تا پارہ ۳ : رکوع ۸

ادارۃ المعارف

کراچی ۱۴ پاکستان

معارف و مسائل

شہداء اور انبیاء کی حیات برزخی اور اس کے درجات میں تفاضل

یہ تو سب کو معلوم ہے کہ اسلامی روایات کی رُو سے ہر مرنے والے کو برزخ میں ایک خاص قسم کی حیات ملتی ہے جس سے وہ قبر کے عذاب یا ثواب کو محسوس کرتا ہے، اس میں مومن و کافر یا صالح و فاسق میں کوئی تفریق نہیں، لیکن اس حیات برزخی کے مختلف درجات ہیں، ایک درجہ تو سب کو عام اور شامل ہے، کچھ مخصوص درجے انبیاء و صالحین کے لئے مخصوص ہیں، اور ان میں بھی باہمی تفاضل ہے، اس مسئلہ کی تحقیق پر علماء کے مقالات و تحقیقات بے شمار ہیں، لیکن ان میں سے جو بات اقرب الی الکتاب والسنت ہو اور شبہات سے پاک ہو، اس کو سیدی حضرت حکیم الامت تھانوی نے بیان القرآن میں واضح فرمایا ہے، اس جگہ اسی کو نقل کرنا کافی معلوم ہوا۔

ف: ایسے مقتول کو جو اللہ کی راہ میں قتل کیا جائے شہید کہتے ہیں، اور اس کی نسبت گو یہ کہنا کہ وہ مرگیا صحیح اور جائز ہے، لیکن اس کی موت کو دوسرے مُردوں کی سی موت سمجھنے کی ممانعت کی گئی ہے، وجہ اس کی یہ ہے کہ بعد مرنے کے گو برزخی حیات ہر شخص کی روح کو حاصل ہے، اور اسی سے جزاء و سزا کا ادراک ہوتا ہے، لیکن شہید کو اس حیات میں اور مُردوں سے ایک گونہ امتیاز ہے اور وہ امتیاز یہ ہے کہ اس کی یہ حیات آثار میں اوروں سے قوی ہے، جیسے انگلیوں کے اگلے پورو اور ایڑی، اگرچہ دونوں میں حیات ہے، اور حیات کے آثار بھی دونوں میں موجود ہیں، لیکن انگلیوں کے پوروں میں حیات کے آثار احساس وغیرہ بہ نسبت ایڑی کے زیادہ ہیں، اسی طرح شہداء میں آثارِ حیات عام مُردوں سے بہت زیادہ ہیں، حتیٰ کہ شہید کی اس حیات کی قوت کا ایک اثر برخلاف معمولی مُردوں کے اس کے جسد ظاہری تک بھی پہنچتا ہے، کہ اس کا جسم باوجود مجموعۂ گوشت و پوست ہونے کے خاک سے متاثر نہیں ہوتا، اور مثل جسم زندہ کے صحیح سالم رہتا ہے، جیسا کہ احادیث اور مشاہدات شاہد ہیں، پس اس امتیاز کی وجہ سے شہداء کو احیاء کہا گیا، اور ان کو دوسرے اموات کے برابر اموات کہنے کی ممانعت کی گئی، مگر احکام ظاہرہ میں وہ عام مُردوں کی طرح ہیں، ان کی میراث تقسیم ہوتی ہے، اور ان کی بیویاں دوسروں سے نکاح کر سکتی ہیں، اور یہی حیات ہے جس میں حضرات انبیاء علیہم السلام شہداء سے بھی زیادہ امتیاز اور قوت رکھتے ہیں، یہاں تک کہ سلامت جسم کے علاوہ اس حیات برزخی کے کچھ آثار ظاہری احکام پر بھی پڑتے ہیں، مثلاً ان کی میراث تقسیم نہیں ہوتی، ان کی ازواج دوسروں کے نکاح میں نہیں آسکتیں۔

پس اس حیات میں سب سے قوی تر انبیاء علیہم السلام ہیں، پھر شہداء، پھر اور معمولی مُردے،

قرآن کریم
جلد نمبر 1

توضیح القرآن

آسان ترجمۂ قرآن

تشریحات کے ساتھ

جلد اوّل

سُورَۃُ الفاتحۃ تا سُورَۃُ التوبۃ

از

مفتی محمد تقی عثمانی

مکتبۂ معارف القرآن کراچی ۱۴
(Quranic Studies Publishers)
Karachi, Pakistan.

قرآن کریم سے دلیل نمبر 2

الَّذِينَ قَالُوا لِإِخْوَانِهِمْ وَقَعَدُوا لَوْ أَطَاعُونَا مَا قُتِلُوا ۗ قُلْ فَادْرَءُوا عَنْ
أَنفُسِكُمُ الْمَوْتَ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ﴿١٦٨﴾ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ
اللَّهِ أَمْوَاتًا ۚ بَلْ أَحْيَاءٌ عِندَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ ﴿١٦٩﴾ فَرِحِينَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِن
فَضْلِهِ وَيَسْتَبْشِرُونَ بِالَّذِينَ لَمْ يَلْحَقُوا بِهِم مِّنْ خَلْفِهِمْ أَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ
وقف لازم لَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿١٧٠﴾ يَسْتَبْشِرُونَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللَّهِ وَفَضْلٍ وَأَنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ
ع ۱۷/۸ أَجْرَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿١٧١﴾ الَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِلَّهِ وَالرَّسُولِ مِن بَعْدِ مَا أَصَابَهُمُ
مع الْقَرْحُ ۚ لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا مِنْهُمْ وَاتَّقَوْا أَجْرٌ عَظِيمٌ ﴿١٧٢﴾

یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے (شہید) بھائیوں کے بارے میں بیٹھے بیٹھے یہ باتیں بناتے ہیں کہ اگر وہ ہماری بات مانتے تو قتل نہ ہوتے۔ کہہ دو کہ: ''اگر تم سچے ہو تو خود اپنے آپ ہی سے موت کو ٹال دینا'' ﴿۱۶۸﴾ اور (اے پیغمبر!) جو لوگ اللہ کے راستے میں قتل ہوئے ہیں، انہیں ہرگز مردہ نہ سمجھنا، بلکہ وہ زندہ ہیں، انہیں اپنے ربّ کے پاس رزق ملتا ہے ﴿۱۶۹﴾ اللہ نے ان کو اپنے فضل سے جو کچھ دیا ہے، وہ اس پر مگن ہیں، اور ان کے پیچھے جو لوگ ابھی ان کے ساتھ (شہادت میں) شامل نہیں ہوئے، اُن کے بارے میں اِس بات پر بھی خوشی مناتے ہیں کہ (جب وہ ان سے آکر ملیں گے تو) نہ اُن پر کوئی خوف ہوگا، اور نہ وہ غمگین ہوں گے ﴿۱۷۰﴾ وہ اللہ کی نعمت اور فضل پر بھی خوشی مناتے ہیں اور اس بات پر بھی کہ اللہ مؤمنوں کا اَجر ضائع نہیں کرتا ﴿۱۷۱﴾ وہ لوگ جنہوں نے زخم کھانے کے بعد بھی اللہ اور رسول کی پکار کا فرماں برداری سے جواب دیا، ایسے نیک اور متقی لوگوں کے لئے زبردست اَجر ہے ﴿۱۷۲﴾

حَيَاةُ الأَنْبِيَاءِ صَلَوَاتُ اللهِ عَلَيْهِم بَعْدَ وَفَاتِهِم

تأليف

الحَافِظ أبي بَكْر أحمَد بْن الحُسَيْن البَيْهَقِي
٣٨٤ - ٤٥٨ هـ

حققه وعلق عليه

الدكتور أحمد بن عطية الغامدي
الأستاذ المشارك بالجامعة الإسلامية
بالمدينة المنورة

مكتبة العلوم والحكم
المدينة المنورة

التى أوردها الإمام البيهقي رحمه الله بل لهم حجج أخرى منها:

١- ما ثبت في القرآن الكريم من نص على حياة الشهداء في قوله تعالى: ﴿ولا تحسبن الذين قتلوا في سبيل الله أمواتاً بل أحياء عند ربهم يرزقون﴾[1] والرسل أكمل من الشهداء بدون شك، ولذلك كانوا أحق بالحياة منهم.

٢- أن عقدنكاحه ﷺ على زوجاته بقي على ما كان عليه ولم ينفسخ وأنهن بقين في عصمته ولذلك لم يحل نكاحهن لغيره، بالإضافة إلى ما ورد في هذا الكتيب من نصوص احتج بها القوم. وقد ذكر الإمام ابن القيم -رحمه الله- هاتين الحجتين بقوله في نونيته المشهوره:

فإن احتججتم بالشهيد بأنه
حي كما قد جاء في القرآن
والرسل أكمل حالة منه بلا
شك وهذا ظاهر التبيان
فلذاك كانوا بالحياة أحق من
شهدائنا بالعقل والبرهان

(١) آل عمران / ١٦٩ .

رَوَائِعُ التَّفْسِيرِ

الجَامِعُ لِتَفْسِيرِ الإِمَامِ ابنِ رَجَبٍ الحَنبَلِي

تَفْسِيرُ ابْنِ رَجَبٍ الحَنْبَلِي

للإمام العلّامة

الحافظ أبي الفرج عبد الرحمن بن رجب الحنبلي

جَمْعُ وَتَأْلِيفُ وَتَعْلِيقُ

أَبِي مُعَاذ

طارق بن عوض الله بن محمد

المُجَلَّدُ الأَوَّلُ

دَارُ العَاصِمَة

لِلنَّشْرِ وَالتَّوْزِيع

الأحياءِ وقد قيلَ في الأنبياءِ مثلُ ذلكَ أيضًا.

وعلى هذا حمَلَ طائفةٌ من العلماءِ منهمُ البيهقيُّ وأبو العباسِ القرطبيُّ قولَ النبيِّ ﷺ في قوله تعالى: ﴿وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَصَعِقَ مَن فِي السَّمَوَاتِ وَمَن فِي الأَرْضِ إِلاَّ مَن شَاءَ اللَّهُ ثُمَّ نُفِخَ فِيهِ أُخْرَى﴾ [الزمر:٦٨]، **فأكونُ أنا أولُ من يبعثُ، فإذا موسى آخذٌ بالعرشِ، فلا أدْري أحوسبَ بصعقةِ الطورِ أم بُعثَ قبلي»**[1]، وفي رواية: «أوْ كانَ ممن استَثْنى اللَّهُ». فإن حياةَ الأنبياءِ أكملُ من حياةِ الشهداءِ، بلا ريبٍ، فيشملُهم حكمُ الأحياءِ أيضًا، ويصعقونَ مع الأحياءِ حينئذٍ، لكنْ صعقةُ غشيٍ لا صعقةَ موتٍ، إلا موسى فإنه تردَّدَ فيه هل صُعِقَ أم كان ممن استثنى اللَّهُ، فلم يُصعقْ لمجازاةِ اللَّه له، بصعقةِ الطورِ؟ ولكنْ على هذا التقدير فموسى مبعوثٌ قبلَ محمدٍ ﷺ، لا محالةَ، فكيفَ تردَّد النبيُّ ﷺ في ذلك في كونِ الشهداءِ لا يُصعقونَ والأنبياءُ يُصعقُونَ، إشكالٌ أيضًا، واللَّه أعلمُ بمرادِهِ ومرادِ رسولِه ﷺ في ذلك كلِّه.

والفرقُ بينَ حياةِ الشهداءِ وغيرِهم منَ المؤمنينَ الذين أرواحُهُم في الجنةِ، وجهينِ:

أحدُهُما: أنَّ أرواحَ الشهداءِ تُخلقُ لها أجسادٌ، وهي الطيرُ التي تكونُ في حواصِلِها، ليكملَ بذلك نعيمُها، ويكونُ أكملُ من نعيمِ الأرواحِ المجردةِ عنِ الأجسادِ، فإن الشهداءَ بذلُوا أجسادَهُم للقتلِ في سبيلِ اللَّهِ فعوّضوا عنها بها الأجسادَ في البرزخِ.

والثاني: أنهم يُرزقونَ في الجنةِ، وغيرُهُم لم يثبتْ له في حقِّه مثلُ ذلكَ فإنه

(١) أخرجه: البخاري (٣/١٥٨)، (٤/١٩٢ - ١٩٣)، (٨/١٣٤)، (٩/١٧٠)، ومسلم (٧/١٠٠ - ١٠١) من حديث أبي هريرة رضي الله عنه.

تفسیر

کشف الرحمٰن

جلد اول

تصدیق و تائید شدہ

شیخ الاسلام سید حسین احمد مدنیؒ
شیخ الحدیث مولانا زکریا کاندھلویؒ
حکیم الاسلام قاری محمد طیب قاسمیؒ
مفتی مہدی حسن شاہ جہاں پوریؒ
شیخ الادب مولانا اعزاز علی صاحبؒ
مفتی کفایت اللہ دہلویؒ

ترجمہ و تفسیر

سحبان الہند حضرت مولانا احمد سعید دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

جمعیۃ پبلیکیشنز

رحمان پلازہ مچھلی منڈی اُردو بازار، لاہور فون : 042-37361339
E-Mail: jamiatbooks@gmail.com

قرآن کو حاصل ہے۔ اسی طرح درجہ بدرجہ ہے۔

انبیاء علیہم السلام کی زندگی اتنی قوی ہے کہ اس کا اثر اس عالم میں بھی پایا جاتا ہے۔ مثلاً ان کی بیویوں سے نکاح نہ کرنا، ان کے ورثہ کا تقسیم نہ ہونا، ان کے جسم کا قبر میں محفوظ رہنا (ان کی ارواح کا جسم کے ساتھ قائم رہنا) قبر پر جا کر سلام کرنے والے کے سلام کو سننا اور اس کا جواب دینا شہداء کی زندگی ان سے کم درجہ کی ہے۔ مثلاً ان کے عمل کا بڑھتے رہنا، عالم برزخ میں ان کی ارواح کا عرشِ الٰہی کے نیچے رہنا، ان کو جنت کا رزق پہنچنا۔ حق تعالیٰ کا ان سے دریافت کرنا کہ تم کیا چاہتے ہو اور ان کا یہ کہنا کہ ہم کو دُنیا میں پھر بھیج دے تاکہ تیرے دین کی خدمت کرتے ہوئے پھر شہید ہوں اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ مرنے کے بعد کسی کو واپس بھیجنا ہمارے فیصل شدہ امر کے خلاف ہے۔ پھر ان کے جسم کو زمین کا نہ کھانا اور قبر میں سلامت رہنا۔

احادیث میں اس زندگی کو جن الفاظ سے تعبیر کیا ہے اس کی حقیقت کو سمجھنا بھی عوام کے ادراک سے خارج ہے۔ البتہ نفوس قدسیہ اور اہل سلوک حضرات اس زندگی کو سمجھتے ہوں تو سمجھتے ہوں۔

لم یلحقوا بھم من خلفھم سے اکثر مفسرین نے مجاہدین کو مراد لیا ہے اس لیے ہم نے ترجمے میں وہ مشہور قول اختیار کیا ہے لیکن بعض حضرات نے مجاہدین اور عام مخلصین دونوں مراد لیے ہیں ہم نے تیسیر اور تسہیل میں دونوں تفسیروں کی رعایت رکھی ہے۔ (واللہ اعلم)

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں شہیدوں کو مرنے کے بعد ایک طرح کی زندگی ہے کہ اور مردوں کو نہیں۔ کھانا پینا اور عیش اور خوشی پوری ہے اوروں کو قیامت کے بعد ہوگی۔ (موضح القرآن)

اب آگے غزوۂ بدر صغریٰ اور غزوۂ حمراء الاسد کا ذکر ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

شفاء السقام

في زيارة خير الأنام صلى الله عليه وسلم

تأليف

الإمام المحقق ناصر السنة شيخ الإسلام المجتهد النظار

تقي الدين علي بن عبد الكافي بن علي السبكي الشافعي

ولد سنة ٦٨٣هـ ـ وتوفي سنة ٧٥٦هـ

رحمه الله تعالى عليه ورضوانه

طبعة مخرجة على نسخة ابن المصنف ومقروءة عليهما

تشرف بخدمته والعناية به

حسين محمد علي شكري

دار الكتب للنشر والتوزيع

دكان ١٣-١٤، صدف بلازا، محله جنگي، بشاور، باكستان

رقم الجوال: 0092-333-9084990

وعلى كِلاَ الجوابين: لا يَمتنعُ حُصول هذه الأعمال في مدة البرزخ، وقد صَحَّ عن ثابت البُناني التابعي أنه قال: اللهم إن كُنت أعطيت أحداً أن يُصَلّي في قبره، فأعطني ذلك.

فَرُئي بعد موته يُصَلّي في قبره[1].

وتكفي رُؤية النبي ﷺ لموسى عليه السلام قائماً يُصلّي في قبره، ولأنَّ النبي ﷺ وسائر الأنبياء عليهم السلام، لم يُقْبضُوا حتى يُخَيروا بين البقاء في الدنيا وبين الآخرة؛ فاختاروا الآخرة، ولا شك أنهم لو بَقُوا في الدنيا؛ لازدادوا من الأعمال الصالحة، ثم انتقلوا إلى الجنة.

فلو لم يَعلمُوا أنَّ انتقالهم إلى الله أكملُ؛ لما اختاروا، ولو كان انتقالهم من هذه الدار يُفَوِّتُ عليهم زيادةً فيما يُقرِّب إلى الله؛ لما اختاروه.

فهذه نُبذَةٌ من الأحاديث الصحيحة الدَّالةِ على حياة الأنبياء عليهم الصلاة والسلام.

والكتاب العزيز يَدلّ على ذلك أيضاً، قال تعالى: ﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ ٱلَّذِينَ قُتِلُوا۟ فِى سَبِيلِ ٱللَّهِ أَمْوَٰتًۢا ۚ بَلْ أَحْيَآءٌ عِندَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ﴾ [آل عمران: ١٦٩]، وإذا ثَبَت ذلك في الشهيد؛ ثبت في حَقّ النبي ﷺ بِوُجُوه:

أحدها: أنَّ هذه رُتبةٌ شَريفةٌ أُعطيت للشهيد كَرَامةً له، ولا رُتبةَ أعلى من رُتبةِ الأنبياء، ولا شك أنَّ حال الأنبياء أعلى وأكملُ من حَالِ جميع

---

(١) رواه بسنده الإمام ابن أبي الدنيا في «التهجد وقيام الليل» ص٢٣٣ (١٥٤) ص٤٤٤ (٤١٤)، والإمام يعقوب الفسوي في «المعرفة والتاريخ» ٢: ٩٩، والإمام البيهقي في «شعب الإيمان» ٣: ١٥٥/١٥٦ (٣١٨٩ ـ ٣١٩١)، والإمام أبو نعيم في «حلية الأولياء» ٢: ٣١٩ وذكره الإمام الذهبي في «سير أعلام النبلاء» ٥: ٢٢٢.

الشهداء، فَيستحِيلُ أن يَحصل كمالٌ للشهداء؛ ولا يحصل للأنبياء، لا سيما هذا الكمال الذي يُوجِبُ زيادة القُربِ والزلفىٰ والنعيم، والأُنس بالعلي الأعلىٰ.

الثاني: أنَّ هذه الرُّتبةَ حصلت للشهداء أجراً على جهادهم، وبذلهم أنفسهم لله تعالى، والنبي ﷺ هو الذي سَنَّ لنا ذلك ودعانا إليه، وهدانا له بإذن الله تعالى وتوفيقه، وقد قال ﷺ: «من سَنَّ سُنَّةً حسنةً، فله أجرها وأجرُ من عَمِل بها إلى يوم القيامة، ومن سَنَّ سُنَّةً سيئةً، فعليه وِزْرُهَا وَوِزْرُ من عَمِل بها إلى يوم القيامة»[1].

وقال ﷺ: «من دعا إلى هُدىً، كان له من الأجر مثل أُجُورِ من يَتبعه لا ينقص ذلك من أُجُورهم شيئاً، ومن دعا إلى ضلالةٍ، كان عليه من الإثم مثل آثام من يَتبعه؛ لا ينقص ذلك من آثامهم شيئاً»[2].

والأحاديث الصحيحة في ذلك كَثيرةٌ مَشهورةٌ.

فكل أجرٍ حصل للشهيد؛ حصل للنبي ﷺ لِسننه مثله، والحياة أجرٌ فيحصل للنبي ﷺ مثلها؛ زيادةً على مَالَهُ صلى الله عليه وسلم من الأجر الخاص من نفسه على هدايته للمهتدي، وعلى مَالَهُ من الأُجور على حسناته الخاصة من الأعمال والمعارف والأحوال، التي لا تَصِلُ جميع

---

(١) رواه الإمام مسلم في «صحيحه» (كتاب الزكاة) «باب الحث على الصدقة» ٢ : ٧٠٤ حديث (١٠١٧)، وفي (كتاب العلم) «باب من سَنَّ في الإسلام سنّة حسنة» ٤ : ٢٠٥٩ حديث (١٠١٧). ورواه غيره أيضاً.

(٢) المصدر السابق (كتاب العلم) «باب من سنّ في الإسلام سنّة حسنة» ٤ : ٢٠٦٠ حديث (٢٦٧٤).

بسم الله الرحمن الرحيم

القول البديع

في الصلاة على الحبيب الشفيع

(صلى الله عليه وسلم)

للإمام الحافظ المؤرخ محمد بن عبد الرحمن السخاوي
وُلد سنة ٨٣٩هـ - وتوفي سنة ٩٠٢هـ
رحمه الله تعالى

النص الكامل

قابله بأصل مصنفه وبأربعة أصول أخرى

محمد عوامة

المكتبة المعروفية
كاسی روڈ شالدرہ کوئٹہ پاکستان

وهو قائم يصلِّي في قبره». وأخرجه أيضًا من وجه آخر عن أنس.

فإن قيل: هذا خاص بموسى؟ قلنا: قد وجدنا له شاهدًا من حديث أبي هريرة، أخرجه مسلم أيضًا من طريق عبد الله بن الفضل، عن أبي سلمة، عن أبي هريرة رفعه: «لقد رأيتُني في الحِجْر وقريشٌ تسألني عن مَسْراي..» الحديث. وفيه: «وقد رأيتُني في جماعة من الأنبياء، فإذا موسى قائم يصلِّي، فإذا رجلٌ ضَرْبٌ جَعْدٌ كأنه من رجال شَنُوءة»[1] وفيه: «إذا عيسى ابنُ مريم قائم يصلي، أقربُ الناس به شبهًا عروة بن مسعودٍ، وإذا إبراهيمُ قائم يصلي أشبهُ الناس به صاحبُكم، فحانت الصلاة فأَمَمْتُهم».

قال البيهقي: وفي حديث سعيد بن المسيب، عن أبي هريرة: أنه لقيهم ببيت المقدس. وفي حديث أبي ذرّ ومالك بن صَعْصَعَة في قصة المعراج أنه لقيهم في جماعة من الأنبياء بالسموات، فكلَّمهم وكلَّموه، وكلٌّ ذلك صحيح لا يخالف بعضه بعضًا، فقد يُرَى موسى عليه السلام قائمًا يصلي في قبره، ثم يُسْرَى بموسى وغيره إلى بيت المقدس، كما أُسري بنبينا، فيراهم فيه، ثم يُعْرَج بهم إلى السموات كما عُرِج بنبينا، فيراهم فيها كما أخبر.

قال: وحلولُهم في أوقات مختلفة بمواضع مختلفات جائزٌ في العقل، كما ورد به خبر الصادق، وفي كل ذلك دلالة على حياتهم. انتهى.

ومن أدلة ذلك أيضًا: قوله تعالى: ﴿ولا تحسبنَّ الذين قُتلوا في سبيل الله أمواتًا بل أحياءٌ عند ربِّهم يرزقون﴾ [آل عمران: ١٩٦] فإن الشهادة حاصلة له صلى الله عليه وسلم على أتم الوجوه، لأنه شهيدُ الشهداءِ، وقد صرَّح ابن عباس وابن مسعود وغيرهما رضي الله عنهم بأنه صلى الله عليه وسلم مات شهيدًا، والله الموفق.

(١) «من رجال شنوءة» زيادة من «صحيح» مسلم ١: ١٥٧ (٢٧٨) على ما في الأصول، وبدونها ينقطع الكلام.

عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث متواتر

الحَاوِي لِلفَتَاوِي

فِي الفِقهِ وَعُلُومِ التَّفسِيرِ وَالحَدِيثِ وَالأُصُولِ وَالنَّحوِ وَالإِعرَابِ وَسَائِرِ الفُنُونِ

تأليف

الإمام العلّامة جلال الدّين عبد الرّحمن بن أبي بكر السّيوطي

المتوفّى سنة ٩١١ هـ

ضبطه وصحّحه

عبد اللطيف حسن عبد الرحمن

الجزء الثّاني

مكتبه رشيديه

سركي روڈ، كوئٹه، (بلوچستان)

فون: ٦٦٢٢٦٣

وأخرج البيهقي في شعب الإيمان، والأصبهاني في الترغيب عن أبي هريرة قال: قال رسول الله ﷺ: «من صلى عليَّ عند قبري سمعته ومن صلى عليَّ نائياً بلغته».

وأخرج البخاري في تاريخه عن عمار سمعت النبي ﷺ يقول: «إن لله تعالى ملكاً أعطاه اسماع الخلائق قائم على قبري فما من أحد يصلي علي صلاة إلا بلغتها». وأخرج البيهقي في حياة الأنبياء، والأصبهاني في الترغيب عن أنس قال: قال رسول الله ﷺ: «من صلى علي مائة في يوم الجمعة وليلة الجمعة قضى الله له مائة حاجة سبعين من حوائج الآخرة وثلاثين من حوائج الدنيا ثم وكل الله بذلك ملكاً يدخله علي في قبري كما يدخل عليكم الهدايا إن علمي بعد موتي كعلمي في الحياة» ولفظ البيهقي: «يخبرني من صلى علي باسمه ونسبه فأثبته عندي في صحيفة بيضاء» وأخرج البيهقي عن أنس عن النبي ﷺ قال: «إن الأنبياء لا يتركون في قبورهم بعد أربعين ليلة ولكنهم يصلون بين يدي الله حتى ينفخ في الصور». وروى سفيان الثوري في الجامع قال: قال شيخ لنا عن سعيد بن المسيب قال: ما مكث نبي في قبره أكثر من أربعين حتى يرفع. قال: البيهقي: فعلى هذا يصيرون كسائر الأحياء يكونون حيث ينزلهم الله، ثم قال البيهقي: ولحياة الأنبياء بعد موتهم شواهد فذكر قصة الإسراء في لقيه جماعة من الأنبياء وكلمهم وكلموه. وأخرج حديث أبي هريرة في الإسراء وفيه وقد رأيتني في جماعة من الأنبياء فإذا موسى قائم يصلي فإذا رجل ضرب جعد كأنه من رجال شنوءة وإذا عيسى ابن مريم قائم يصلي وإذا إبراهيم قائم يصلي أشبه الناس به صاحبكم ـ يعني نفسه ـ فحانت الصلاة فأممتهم.

وأخرج حديث أن الناس يصعقون فأكون أول من يفيق، وقال: هذا إنما يصح على أن الله رد على الأنبياء أرواحهم وهم أحياء عند ربهم كالشهداء، فإذا نفخ في الصور النفخة الأولى صعقوا فيمن صعق ثم لا يكون ذلك موتاً في جميع معانيه إلا في ذهاب الاستشعار انتهى. وأخرج أبو يعلى عن أبي هريرة سمعت رسول الله ﷺ يقول: «والذي نفسي بيده لينزلن عيسى ابن مريم ثم لئن قام على قبري فقال يا محمد لأجيبنه». وأخرج أبو نعيم في دلائل النبوة عن سعيد بن المسيب قال: لقد رأيتني ليالي الحرة وما في مسجد رسول الله ﷺ غيري وما يأتي وقت صلاة إلا سمعت الأذان من القبر.

وأخرج الزبير بن بكار في أخبار المدينة عن سعد بن المسيب قال: لم أزل أسمع الأذان والإقامة في قبر رسول الله ﷺ أيام الحرة حتى عاد الناس، وأخرج ابن سعد في الطبقات عن سعيد بن المسيب أنه كان يلازم المسجد أيام الحرة والناس يقتتلون قال: فكنت إذا حانت الصلاة أسمع أذاناً يخرج من قبل القبر الشريف، وأخرج الدارمي في مسنده قال: أنبأنا مروان بن محمد عن سعيد بن عبد العزيز قال: لما كان أيام الحرة لم يؤذن في مسجد النبي ﷺ ثلاثاً ولم يقم ولم يبرح سعيد بن المسيب المسجد وكان لا يعرف وقت الصلاة إلا بهمهمة يسمعها من قبر النبي ﷺ معناه. فهذه الأخبار دالة على حياة النبي ﷺ وسائر الأنبياء وقد قال تعالى في الشهداء: ﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ ٱلَّذِينَ قُتِلُوا۟ فِى سَبِيلِ ٱللَّهِ أَمْوَٰتًۢا ۚ بَلْ أَحْيَآءٌ عِندَ

رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ ﴿١٦٩﴾ [آل عمران: ١٦٩] والأنبياء أولى بذلك فهم أجل وأعظم وما نبي إلا وقد جمع مع النبوة وصف الشهادة فيدخلون في عموم لفظ الآية.

وأخرج أحمد، وأبو يعلى، والطبراني، والحاكم في المستدرك، والبيهقي في دلائل النبوة عن ابن مسعود قال: لأن أحلف تسعاً أن رسول الله ﷺ قتل قتلاً أحب إليّ من أن أحلف واحدة أنه لم يقتل وذلك أن الله اتخذه نبياً واتخذه شهيداً. وأخرج البخاري، والبيهقي عن عائشة قالت: كان النبي ﷺ يقول في مرضه الذي توفي فيه: لم أزل أجد ألم الطعام الذي أكلت بخيبر فهذا أوان انقطع أبهري من ذلك السم، فثبت كونه ﷺ حياً في قبره بنص القرآن إما من عموم اللفظ وإما من مفهوم الموافقة، قال البيهقي في كتاب الاعتقاد: الأنبياء بعد ما قبضوا ردت إليهم أرواحهم فهم أحياء عند ربهم كالشهداء، وقال القرطبي في التذكرة في حديث الصعقة نقلاً عن شيخه: الموت ليس بعدم محض وإنما هو انتقال من حال إلى حال، ويدل على ذلك أن الشهداء بعد قتلهم وموتهم أحياء يرزقون فرحين مستبشرين وهذه صفة الأحياء في الدنيا، وإذا كان هذا في الشهداء فالأنبياء أحق بذلك وأولى، وقد صح أن الأرض لا تأكل أجساد الأنبياء وأنه ﷺ اجتمع بالأنبياء ليلة الإسراء في بيت المقدس وفي السماء ورأى موسى قائماً يصلي في قبره وأخبر ﷺ بأنه يرد السلام على كل من يسلم عليه، إلى غير ذلك مما يحصل من جملته القطع بأن موت الأنبياء إنما هو راجع إلى أن غيبوا عنا بحيث لا ندركهم وإن كانوا موجودين أحياء وذلك كالحال في الملائكة فإنهم موجودون أحياء ولا يراهم أحد من نوعنا إلا من خصه الله بكرامته من أوليائه انتهى، وسئل البارزي عن النبي ﷺ هل هو حي بعد وفاته؟ فأجاب إنه ﷺ حي.

قال الأستاذ أبو منصور عبد القاهر بن طاهر البغدادي الفقيه الأصولي شيخ الشافعية في أجوبة مسائل الجاجرميين قال: المتكلمون المحققون من أصحابنا أن نبينا ﷺ حي بعد وفاته وأنه يسر بطاعات أمته ويحزن بمعاصي العصاة منهم، وأنه تبلغه صلاة من يصلي عليه من أمته وقال: إن الأنبياء لا يبلون ولا تأكل الأرض منهم شيئاً، وقد مات موسى في زمانه وأخبر نبينا ﷺ أنه رآه في قبره مصلياً، وذكر في حديث المعراج أنه رآه في السماء الرابعة وأنه رأى آدم في السماء الدنيا ورأى إبراهيم وقال له مرحباً بالابن الصالح، والنبي الصالح وإذا صح لنا هذا الأصل قلنا نبينا ﷺ قد صار حياً بعد وفاته وهو على نبوته، هذا آخر كلام الأستاذ.

وقال الحافظ شيخ السنة أبو بكر البيهقي في كتاب الاعتقاد: الأنبياء عليهم السلام بعد ما قبضوا ردت إليهم أرواحهم فهم أحياء عند ربهم كالشهداء، وقد رأى نبينا ﷺ جماعة منهم وأمهم في الصلاة وأخبر وخبره صدق أن صلاتنا معروضة عليه وأن سلامنا يبلغه وأن الله حرم على الأرض أن تأكل أجساد الأنبياء قال: وقد أفردنا لإثبات حياتهم كتاباً قال: وهو بعد ما قبض نبي الله ورسوله وصفيه وخيرته من خلقه ﷺ اللهم أحينا على سننه وأمتنا على ملته واجمع بيننا وبينه في الدنيا والآخرة إنك على كل شيء قدير، انتهى جواب البارزي.

نيل الأوطار

شرح

منتقى الأخبار من أحاديث سيد الأخيار

المجتهد قاضي قضاة القطر اليماني

محمد بن علي بن محمد الشوكاني

(ت ١٢٥٠ هـ)

تقديم

الدكتور محمد عبد الرحمن المرعشلي

تحقيق

الشيخ عز الدين خطاب

الجزء الثالث

دار إحياء التراث العربي

بيروت - لبنان

الثالثُ والرابعُ مُرْسَلانِ كما قال المصنِّفُ لأنَّ خالدَ بنَ مَعْدَانَ وصَفْوَانَ بنَ سليم لم يُدْرِكَا النَّبيَّ ﷺ. (وفي البابِ) عنْ شدَّادِ بنِ أَوْسٍ عندَ ابنِ ماجَهْ قالَ: قالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «إنَّ مِنْ أَفْضَلِ أيامِكُم يومُ الجمعةِ» بنحوِ حديثِ أوْسِ بنِ أوْسٍ هكَذا وقَعَ عندَ ابنِ ماجَهْ في الصلاةِ. وَوَقَعَ عندَه في الجنائزِ أوسُ بنُ أوسٍ وهو الصَّوابُ. وعنْ أبي مسعودٍ الأنصاريِّ عندَ البيهقيِّ في كتابِ «حياةُ الأنبياءِ في قبورِهم» عنِ النَّبيِّ ﷺ قالَ: «أَكْثِرُوْا عليَّ مِنَ الصلاةِ يومَ الجُمُعَةِ فإنه ليسَ يُصَلِّي عليَّ أحدٌ يومَ الجمعةِ إلاَّ عُرِضَتْ عليَّ صلاتُهُ». قال البيهقيُّ: قالَ أبو عبدِ اللَّهِ يعني الحاكِمَ: أبو رافعٍ هذا يَعْني المذكورَ في السَّنَدِ هو إسماعيلُ بنُ نافعٍ. قالَ العراقيُّ: وثَّقَهُ البخاريُّ وضعَّفهُ النَّسائيُّ ورواهُ البيهقيُّ أيضاً في «شُعَبِ الإيمان» وابنُ أبي عاصمٍ مِنْ هذا الوجْهِ. وأخرجَ البيهقيُّ في «السُّنَنِ» أيضاً حديثاً آخرَ بلفظِ؛ «أكْثِرُوا عليَّ الصلاةَ يومَ الجُمُعَةِ وليلةَ الجُمُعَةِ فَمَنْ صلَّىٰ عليَّ صلاةً صلَّى اللَّهُ عليهِ عَشْرَاً». **قولُهُ: (وقدْ أَرِمْتَ)** بهمزةٍ مفتوحةٍ وراءٍ مكسورةٍ وميمٍ ساكنةٍ بعدَها تاءُ المخاطَبِ المفتوحةُ. **(والأحاديثُ)** فيها مَشْرُوْعِيَّةُ الإكْثَارِ منَ الصلاةِ على النَّبيِّ ﷺ يومَ الجُمُعَةِ وأنَّها تُعْرَضُ عليهِ ﷺ وأنَّهُ حَيٌّ في قَبْرِهِ. وقد أخرجَ ابنُ ماجَهْ بإسنادٍ جيِّدٍ أنَّهُ ﷺ قالَ لأبي الدَّرْدَاءِ: «إنَّ اللَّهَ عزَّ وجلَّ حرَّمَ على الأرضِ أنْ تأْكُلَ أجْسَادَ الأنبياءِ» وفي روايةٍ للطبرانيِّ «ليسَ مِنْ عبدٍ يُصَلِّي عليَّ إلاَّ بَلَغَني صلاتُهُ قلْنا وبعدَ وفاتِكَ قالَ وبعدَ وَفَاتي إنَّ اللَّهَ عزَّ وجلَّ حرَّم على الأرضِ أنْ تأْكُلَ أجْسَادَ الأنبياءِ». وقد ذَهَبَ جماعةٌ مِنَ المحقِّقين إلى أنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ حيٌّ بعدَ وَفاتِهِ، وأنَّهُ يُسَرُّ بطاعاتِ أُمَّتِهِ، وأنَّ الأنبياءَ لا يَبْلُوْنَ مَع أنَّ مطلقَ الإدراكِ كالعِلْمِ والسَّماعِ ثابتٌ لِسَائِرِ الموتَى. وقد صحَّ عنِ ابنِ عباسٍ مرفوعاً «ما مِنْ أحَدٍ يمرُّ على قَبْرِ أخِيْهِ المؤمِنِ» وفي روايةٍ بِقَبْرِ الرَّجُلِ كانَ يعرفُه في الدُّنيا فيسلِّمُ عليهِ إلاَّ عَرَفَهُ وردَّ عليهِ. ولابنِ أبي الدُّنيا إذا مرَّ الرجلُ بقبرٍ يَعْرِفُهُ فَيُسَلِّمُ عليهِ ردَّ عليهِ السَّلامَ وعَرَفَهُ وإذا مرَّ بِقَبْرٍ لا يَعْرِفُهُ ردَّ عليهِ السلامَ وصحَّ أنَّهُ ﷺ كانَ يَخْرُجُ إلى البَقِيْعِ لزيارةِ الموْتَى ويُسَلِّمُ عليهِمْ. وَوَرَدَ النَّصُّ في كتابِ اللَّهِ في حقِّ الشهداءِ أنَّهم أحياءٌ يُرْزَقُونَ وأنَّ الحياةَ فِيْهِم مُتَعَلِّقَةٌ بالجسدِ فكيفَ بالأنبياءِ والمرْسَلِيْنَ. **(وقد ثَبَتَ)** في الحديثِ أنَّ الأنبياءَ أحياءٌ في قُبُورِهم رواهُ المنذريُّ وصححهُ البيهقيُّ. وفي «**صحيحِ مسلم**» عنِ النَّبيِّ ﷺ قالَ: «مَرَرْتُ بموسَىٰ ليلةَ أُسْرِيَ بي عندَ الكَثِيْبِ الأحْمَرِ وهو قائِمٌ يُصَلِّي في قَبْرِهِ».

٦ ـ بابُ الرجلِ أحقُّ بِمَجْلِسِهِ وآدابِ الجلوسِ والنهي عن التخطي إلا لحاجة

١٢٠٩/١ ـ عَنْ جابِرٍ رضي الله عنه قالَ: قالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لاَ يَقِيمُ أحَدُكُمْ أَخَاهُ يَوْمَ الجُمعَةِ ثمَّ يخَالِفُهُ إلى مَقْعَدِهِ وَلكِنْ لِيَقُلِ افْسَحُوا. رَوَاهُ أحمَدُ ومُسلمٌ.

١٢٠٩ ـ أخرجه مسلم في «**صحيحه**» (٢١٧٨)، وأحمد في «**مسنده**» (٣/ ٢٩٥)، والبيهقي في «**سننه**» (٣/ ٢٣٣).

قرآن کریم
دلیل نمبر 3

توضیح القرآن

آسان ترجمۂ قرآن

تشریحات کے ساتھ

جلد اوّل

سُورَۃُ الفاتحۃ تا سُورَۃُ التوبۃ

از

مُفتی محمد تقی عُثمانی

مکتبۂ معارف القرآن کراچی ۱۴
(Quranic Studies Publishers)
Karachi, Pakistan.

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ رَاَيْتَ الْمُنٰفِقِيْنَ يَصُدُّوْنَ
عَنْكَ صُدُوْدًا ﴿۶۱﴾ فَكَيْفَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ثُمَّ
جَآءُوْكَ يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ اِنْ اَرَدْنَآ اِلَّآ اِحْسَانًا وَّتَوْفِيْقًا ﴿۶۲﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَعْلَمُ
اللّٰهُ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَعِظْهُمْ وَقُلْ لَّهُمْ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ قَوْلًا بَلِيْغًا ﴿۶۳﴾
وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ
جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ﴿۶۴﴾

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ آؤ اس حکم کی طرف جو اللہ نے اُتارا ہے اور آؤ رسول کی طرف، تو تم ان منافقوں کو دیکھو گے کہ وہ تم سے پوری طرح منہ موڑ بیٹھتے ہیں ﴿۶۱﴾ پھر اُس وقت ان کا کیا حال بنتا ہے جب خود اپنے ہاتھوں کے کرتوت کی وجہ سے ان پر کوئی مصیبت آپڑتی ہے؟ اُس وقت یہ آپ کے پاس اللہ کی قسمیں کھاتے ہوئے آتے ہیں کہ ہمارا مقصد بھلائی کرنے اور ملاپ کرادینے کے سوا کچھ نہ تھا۔(۴۳) ﴿۶۲﴾ یہ وہ ہیں کہ اللہ ان کے دِلوں کی ساری باتیں خوب جانتا ہے۔ لہٰذا تم انہیں نظر انداز کردو، انہیں نصیحت کرو، اور ان سے خود ان کے بارے میں ایسی بات کہتے رہو جو دِل میں اُتر جانے والی ہو۔ ﴿۶۳﴾

اور ہم نے کوئی رسول اس کے سوا کسی اور مقصد کے لئے نہیں بھیجا کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے۔ اور جب اِن لوگوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا، اگر یہ اُس وقت تمہارے پاس آکر اللہ سے مغفرت مانگتے اور رسول بھی ان کے لئے مغفرت کی دُعا کرتے تو یہ اللہ کو بہت معاف کرنے والا، بڑا مہربان پاتے۔ ﴿۶۴﴾

(۴۳) یعنی جب ان کا یہ معاملہ تمام لوگوں پر کھل جاتا ہے کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے کے بجائے یا

تفسير القرآن العظيم

للإمام الجليل الحافظ عماد الدين أبي الفداء
إسماعيل بن كثير الدمشقي
المتوفى سنة ٧٧٤ هـ

هذه الطبعة أول طبعة مقابلة على النسخة الأزهرية
وكذلك على نسخة كاملة بدار الكتب المصرية

تحقيق

مصطفى السيد محمد | محمد السيد رشاد
محمد فضل العجماوي | علي أحمد عبد الباقي
حسن عباس قطب

المجلد الرابع

مؤسسة قرطبة
طباعة . نشر . توزيع
جيزة - ت : ٥٨١٥٠٢٧

مكتبة أولاد الشيخ للتراث
٣٦ ش اليابان - عمرانية غربية - جيزة
ت : ٥٦٢٨٣١٨ - ٥٦١١٤٤٢

وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ﴿٦٥﴾

يقول تعالىٰ : ﴿ **وما أرسلنا من رسول إلا ليطاع** ﴾ أي : فرضت طاعته علىٰ من أرسله إليهم . وقوله : ﴿ **بإذن الله** ﴾ قال مجاهد : أي : لا يطيع أحد إلا بإذني ، يعني : لا يطيعهم إلا من وفقته لذلك . كقوله : ﴿ **ولقد صدقكم الله وعده إذ تحسونهم بإذنه** ﴾ أي : عن أمره وقدره ومشيئته وتسليطه إياكم عليهم .

وقوله : ﴿ **ولو أنهم إذ ظلموا أنفسهم فاستغفروا الله واستغفر لهم الرسول لوجدوا الله توابًا رحيمًا** ﴾ الآية[١] يرشد تعالىٰ العصاة والمذنبين إذا وقع منهم الخطأ والعصيان أن يأتوا إلىٰ الرسول صلىٰ الله عليه وسلم فيستغفروا الله عنده ويسألوه أن يستغفر لهم ، فإنهم إذا فعلوا ذلك تاب الله عليهم ورحمهم وغفر لهم ، ولهذا قال : ﴿ **لوجدوا الله توابًا رحيما** ﴾ . وقد ذكر جماعة منهم الشيخ أبو نصر بن الصباغ في كتابه « **الشامل** » الحكاية المشهورة عن العتبي قال : كنت جالسًا عند قبر النبي صلىٰ الله عليه وسلم ، فجاء أعرابي فقال : السلام عليك يا رسول الله ، سمعت الله يقول : ﴿ **ولو أنهم إذ ظلموا أنفسهم جاءوك فاستغفروا الله واستغفر لهم الرسول لوجدوا الله توابًا رحيما** ﴾ وقد جئتك مستغفرًا لذنبي مستشفعًا بك إلىٰ ربي . ثم أنشأ يقول :

يا خير من دفنت بالقاع أعظمه فطاب من طيبهنّ القاع والأكم
نفسي الفداء لقبر أنت ساكنه فيه العفاف وفيه الجود والكرم

ثم انصرف الأعرابي ، فغلبتني عيني ، فرأيت النبي صلىٰ الله عليه وآله وسلم في النوم فقال : « **يا عُتبي الحق الأعرابي فبشره أن الله قد غفر له** » .

وقوله : ﴿ **فلا وربك لا يؤمنون حتىٰ يحكموك فيما شجر بينهم** ﴾ يقسم تعالىٰ بنفسه الكريمة المقدسة أنه لا يؤمن أحد حتىٰ يحكم الرسول صلىٰ الله عليه وسلم في جميع الأمور ، فما حكم به فهو الحق الذي يجب الانقياد له [باطنا وظاهرا][٢] . ولهذا قال : ﴿ **ثم لا يجدوا في أنفسهم حرجا مما قضيت ويسلموا تسليمًا** ﴾ أي : إذا حكموك يطيعونك في بواطنهم ، فلا يجدون[٣] في أنفسهم حرجا مما حكمت به ، وينقادون[٤] له في الظاهر

---

[١] - بعده في خ : « وقد ذكر جماعة » . [٢] - في ز : « ظاهرا وباطنا » .
[٣] - في ز : « يجدوا » . [٤] - في ز : « ينقادوا » .

الجامع لأحكام القرآن

والمبين لما تضمنه من السنة وآي الفرقان

تأليف

أبي عبد الله محمد بن أحمد بن أبي بكر القرطبي

(ت ٦٧١ هـ)

تحقيق

الدكتور عبد الله بن عبد المحسن التركي

شارك في تحقيق هذا الجزء

محمد رضوان عرقسوسي ماهر حبوش

الجزء السادس

مؤسسة الرسالة

حلفوا لرسول الله ﷺ دفاعاً عن أنفسهم: ما أردنا ببناء المسجد إلا طاعةَ الله، وموافقةَ الكتاب.

قوله تعالى: ﴿وَمَآ أَرْسَلْنَا مِن رَّسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ ٱللَّهِ ۚ وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذ ظَّلَمُوٓا۟ أَنفُسَهُمْ جَآءُوكَ فَٱسْتَغْفَرُوا۟ ٱللَّهَ وَٱسْتَغْفَرَ لَهُمُ ٱلرَّسُولُ لَوَجَدُوا۟ ٱللَّهَ تَوَّابًا رَّحِيمًا ﴿٦٤﴾﴾

قوله تعالى: ﴿وَمَآ أَرْسَلْنَا مِن رَّسُولٍ﴾ «مِنْ» زائدةٌ للتَّوكيد. ﴿إِلَّا لِيُطَاعَ﴾ فيما أمر به ونهى عنه. ﴿بِإِذْنِ ٱللَّهِ﴾: بعلم الله. وقيل: بتوفيق الله.

﴿وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذ ظَّلَمُوٓا۟ أَنفُسَهُمْ جَآءُوكَ﴾ روى أبو صادقٍ[١] عن عليٍّ قال: قَدِم علينا أعرابيٌّ بعد ما دفنَّا رسولَ الله ﷺ بثلاثة أيام، فرمَى بنفسه على قبر رسول الله ﷺ، وحَثَا على رأسه من ترابه؛ فقال: قلتَ يا رسول الله، فسمعنا قولَك، ووَعَيْتَ عن الله، فَوَعَيْنا عنك، وكان فيما أنزل اللهُ عليك: ﴿وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذ ظَّلَمُوٓا۟ أَنفُسَهُمْ﴾ الآية، وقد ظلمتُ نفسي، وجئتُك تستغفر[٢] لي. فنوديَ من القبر أنه قد غُفر لك[٣].

ومعنى ﴿لَوَجَدُوا۟ ٱللَّهَ تَوَّابًا رَّحِيمًا﴾ أي: قابلاً لتوبتهم، وهما مفعولان لا غير[٤].

قوله تعالى: ﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا۟ فِىٓ أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا۟ تَسْلِيمًا ﴿٦٥﴾﴾

فيه خمسُ مسائل:

---

(١) في (د): صالح، وأبو صادق هو الأَزْديُّ الكوفي، قيل: اسمه مسلم بن يزيد، وقيل: عبد الله بن ناجذ، صدوق، وحديثه عن علي مرسل. التقريب ص٥٧١ .

(٢) في (ظ): لتستغفر.

(٣) ذكره ابن عبد البر في بهجة المجالس ٣/ ٢٧٥ ، دون قوله: فنودي. . . وذكر النووي في المجموع ٨/ ٢١٧ ، وابن كثير في تفسير هذه الآية قصة شبيهة بها عن العُتْبي قال: كنت جالساً عند قبر النبي ﷺ فجاء أعرابي...، وذكر القصة بنحوها، وفي آخرها: فرأيت النبي ﷺ في النوم فقال: يا عتبي، الحق بالأعرابي فبشِّره أن الله قد غفر له. ا.هـ. وقال الشيخ عبد الرحمن السعدي في تفسيره ص١٤٩ : هذا المجيء إلى رسول الله ﷺ مختصٌّ بحياته، لأن السياق يدلُّ على ذلك.

(٤) إعراب القرآن للنحاس ١/ ٤٦٧ .

كتاب متن الإيضاح

في المناسك

للشيخ محيي الدين النووي الشافعي

دار الكتب العلمية
بيروت — لبنان

إبراهيم ، وبارك على محمد النبي الأمي وعلى آل محمد وأزواجه وذريته كما باركت على إبراهيم وعلى آل ابراهيم في العالمين إنك حميد مجيد .

ومن عجز عن حفظ هذا أو ضاق وقته عنه اقتصر على بعضه وأقله : السلام عليك يارسول الله ﷺ .

وجاء عن ابن عمر وغيره من السلف رضي الله عنهم الاقتصار جداً ، فكان ابن عمر يقول : السلام عليك يارسول الله ، السلام عليك يا أبا بكر ، السلام عليك يا أبتاه .

وعن مالك رحمه الله تعالى أنه كان يقول : السلام عليك أيها النبي ورحمة الله وبركاته . ثم إن كان قد أوصاه أحد بالسلام على رسول الله ﷺ فليقل ؛ السلام عليك يا رسول الله من فلان بن فلان ، أو فلان بن فلان يسلّم عليك يارسول الله ، أو نحو هذا من العبارات ، ثم يتأخر إلى صوب يمينه قدر ذراع ، فيسلّم على أبي بكر رضي الله عنه ، لأن رأسه عند منكب رسول الله ﷺ ، فيقول : السلام عليك يا أبا بكر صفيّ رسول الله وثانيه في الغار ، جزاك الله عن أمة نبيه ﷺ خيراً . ثم يتأخر إلى صوب يمينه قدر ذراع للسلام على عمر رضي الله عنه ، فيقول : السلام عليك يا عمر ، أعز الله بك الاسلام ، جزاك الله عن أمة محمد ﷺ خيراً .

وهذه صفة القبور الكريمة :

والمشهور هو الصفة الأولى ، ثم يرجع إلى موقفه الأول قبالة وجه رسول الله ﷺ ، ويتوسل به في حق نفسه ويتشفّع به إلى ربّه سبحانه وتعالى .

ومن أحسن ما يقول ، ما حكاه أصحابنا عن العُتْبي مستحسنين له قال : كنت جالساً عند قبر النبي ﷺ ، فجاء أعرابي فقال : السلام عليك يارسول الله ، سمعت الله يقول : ﴿ ولَوْ أنّهُم إذْ ظَلَمُوا أنْفُسَهُم جاؤكَ فاسْتَغْفَروا الله واسْتَغْفر لهُمُ الرّسولُ لَوجَدُوا

الله تَوّاباً رحيماً ﴾ [1] . وقد جئتك مستغفراً من ذنبي مستشفعاً بك إلى ربيّ ، ثم أنشأ يقول :

يا خيرَ مَنْ دُفِنَتْ بالقَاعِ أعظُمُه
فطابَ من طيبهن القَاعُ [2] والأكَمُ [3]

نفسي فداء لقبرٍ أنتَ ساكنه
فيه العفاف وفيه الجودُ والكَرمُ

أنتَ الشّفيع الذي تُرجى شفاعته
على الصِّراط إذا ما زلّتِ القَدَمُ

وصَاحباك فلا أنساهُمَا أبداً
مني السّلام عليكم ما جرَى القَلَمُ

قال : ثم انصرف ، فغلبتني عيناي ، فرأيت رسول الله ﷺ في النوم ، فقال : يا عتبي ، إلحق الاعرابي وبشّره بأن الله تعالى قد غفر له . اهـ .

ثم يتقدم إلى رأس القبر ، فيقف بين القبر والاسطوانة التي هناك ، ويستقبل القبلة ، ويحمد الله تعالى ويمجده ، ويدعو لنفسه بما أهمّه وما أحبه ، ولوالديه ، ولمن شاء من أقاربه ، وأشياخه ، وإخوانه ، وسائر المسلمين ، ثم يأتي الروضة ، فيكثر فيها من الدعاء والصلاة .

فقد ثبت في الصحيحين عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله ﷺ قال : « ما بين قبري ومنبري روضة من رياض الجنّة ومنبري على حوضي » . ويقف عند المنبر ويدعو .

الثامنة : لا يجوز أن يطاف بقبر النبي ﷺ ، ويكره إلصاق البطن

---

(١) سورة النساء ، الآية : ٦٤ .
(٢) القاع : المستوي من الأرض .
(٣) الأكم : جمع أكمة وهو تل. وقيل : رابية. ويجمع آكام على أكم بضمتين ، ككتاب كتب ويجمع أكم على آكام ، كمنق وأعناق . اهـ.

وفاء الوفا
بأخبار دار المصطفى ﷺ

تأليف

الشيخ العلامة نور الدين علي بن أحمد السمهودي
المتوفى ٩١١ هـ

اعتنى به ووضع حواشيه
خالد عبد الغني محفوظ

٣ - ٤

مكتبہ معروفیہ
کانسی روڈ شالدرہ کوئٹہ پاکستان
0333-7807152

علقمة والأسود وعمرو بن ميمون من التابعين، ولعل سببه عندهم كما قال السبكي إيثار الزيارة، وممن اختار البداءة بمكة ثم إتيان المدينة والقبر الإمام أبو حنيفة رضي الله تعالى عنه، ففي فتاوى أبي اللّيث السّمرقندي: روى الحسن بن زياد عن أبي حنيفة أنه قال: الأحسن للحاج أن يبدأ بمكة، فإذا قضى نسكه مر بالمدينة، وإن بدأ بها جاز، فيأتي قريباً من قبر رسول الله ﷺ، فيقوم بين القبر والقبلة.

وقد أوضح السبكي أمر الإجماع على الزيارة قولاً وفعلاً، وسرد كلام الأئمة في ذلك، وبين أنها قربة بالكتاب، والسنة، والإجماع، والقياس.

أما الكتاب فقوله تعالى: ﴿وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذ ظَّلَمُوٓا۟ أَنفُسَهُمْ جَآءُوكَ﴾ [النساء: ٦٤] الآية دالة على الحث بالمجيء إلى الرسول ﷺ، والاستغفار عنده، واستغفاره لهم وهذه رتبة لا تنقطع بموته صلى الله تعالى عليه وسلم، وقد حصل استغفاره لجميع المؤمنين؛ لقوله تعالى ﴿وَٱسْتَغْفِرْ لِذَنۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَٱلْمُؤْمِنَٰتِ﴾ [محمد: ١٩] فإذا وجد مجيئهم فاستغفارهم تكملت الأمور الثلاثة الموجبة لتوبة الله ولرحمته. وقوله: (واستغفر لهم) معطوف على قوله: (جاؤوك) فلا يقتضي أن يكون استغفار الرسول بعد استغفارهم مع أنا لا نسلم أنه لا يستغفر بعد الموت؛ لما سبق من حياته ومن استغفاره لأمته بعد الموت عند عرض أعمالهم عليه، ويعلم من كمال رحمته أنه لا يترك ذلك لمن جاءه مستغفراً ربه.

والعلماء فهموا من الآية العموم لحالتي الموت والحياة، واستحبوا لمن أتى القبر أن يتلوها ويستغفر الله تعالى، وحكاية الأعرابي في ذلك نقلها جماعة من الأئمة عن العتبي، واسمه محمد بن عبيد الله بن عمرو، أدرك ابن عيينة وروى عنه، وهي مشهورة حكاها المصنفون في المناسك من جميع المذاهب، واستحسنوها، ورأوها من أدب الزائر، وذكرها ابن عساكر في تاريخه، وابن الجوزي في مثير الغرام الساكن، وغيرهما بأسانيدهم إلى محمد بن حرب الهلالي، قال: دخلت المدينة، فأتيت قبر النبي ﷺ، فزرته وجلست بحذائه، فجاء أعرابي فزاره، ثم قال: يا خير الرسل إن الله أنزل عليك كتاباً صادقاً قال فيه ﴿وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذ ظَّلَمُوٓا۟ أَنفُسَهُمْ﴾ إلى قوله ﴿رَّحِيمًا﴾ وإني جئتك مستغفراً ربك من ذنوبي، متشفعاً بك، وفي رواية: وقد جئتك مستغفراً من ذنبي مستشفعاً بك إلى ربي، ثم بكى وأنشأ يقول:

يا خير من دُفِنَتْ بالقاع أعظُمُهُ ... فطاب من طيبهن القاعُ والأكَمُ

نفسي الفداء لقبرٍ أنت ساكنُهُ ... فيه العفافُ وفيه الجودُ والكرمُ

ثم استغفر وانصرف، قال: فرقدت فرأيت النبي ﷺ في نومي وهو يقول: الحق الرجل وبشره بأن الله غفر له بشفاعتي، فاستيقظت فخرجت أطلبه فلم أجده.

قلت: بل قال الحافظ أبو عبد الله محمد بن موسى بن النعمان في كتابه مصباح الظلام: إن الحافظ أبا سعيد السمعاني ذكر فيما روينا عنه عن علي بن أبي طالب رضي الله تعالى عنه قال: قدم علينا أعرابي بعد ما دفنا رسول الله ﷺ بثلاثة أيام، فرمى بنفسه على قبر النبي ﷺ، وحثا من ترابه على رأسه، وقال: يا رسول الله، قلت فسمعنا قولك، ووعيت عن الله سبحانه وما وعينا عنك، وكان فيما أنزل عليك ﴿وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذ ظَّلَمُوٓا۟ أَنفُسَهُمْ جَآءُوكَ فَٱسْتَغْفَرُوا۟ ٱللَّهَ﴾ [النساء: ٦٤] الآية، وقد ظلمت وجئتك تستغفر لي، فنودي من القبر: إنه قد غفر لك، انتهى.

وروى ذلك أبو الحسن علي بن إبراهيم بن عبد الله الكرخي عن علي ابن محمد بن علي، قال: حدثنا أحمد بن محمد بن الهيثم الطائي قال: حدثني أبي عن أبيه عن سلمة بن كهيل عن ابن صادق عن علي بن أبي طالب رضي الله تعالى عنه، فذكره.

وأما السنة فما سبق من الأحاديث في زيارة قبره ﷺ بخصوصه وقد جاء في السنة الصحيحة المتفق عليها الأمر بزيارة القبور، وقبر النبي ﷺ سيد القبور وداخل في عموم ذلك.

وأما الإجماع فقال عياض رحمه الله تعالى: زيارة قبره ﷺ سنة بين المسلمين مجمع عليها، وفضيلة مرغب فيها، انتهى.

وأجمع العلماء على استحباب زيارة القبور للرجال كما حكاه النووي، بل قال بعض الظاهرية بوجوبها.

وقد اختلفوا في النساء، وقد امتاز القبر الشريف بالأدلة الخاصة به كما سبق، قال السبكي: ولهذا أقول: إنه لا فرق في زيارته صلى الله تعالى عليه وسلم بين الرجال والنساء، وقال الجمال الريمي في التقفية: يستثنى أي من محل الخلاف- قبر النبي ﷺ وصاحبيه، فإن زيارتهم مستحبة للنساء بلا نزاع، كما اقتضاه قولهم في الحج: يستحب لمن حج أن يزور قبر النبي ﷺ، وحينئذ فيقال معاياة: قبور يستحب زيارتها للنساء بالاتفاق، وقد ذكر ذلك بعض المتأخرين وهو الدمنهوري الكبير، وأضاف إليه قبور الأولياء والصالحين والشهداء، انتهى.

وأما القياس فعلى ما ثبت من زيارته ﷺ لأهل البقيع وشهداء أحد، وإذا استحب زيارة قبر غيره فقبره ﷺ أولى؛ لما له من الحق ووجوب التعظيم، وليست زيارته إلا

وزارة الأوقاف والشئون الإسلامية

الموسوعة الفقهية

الجزء الرابع والعشرون

زلزلة - سرّيّة

زيارة النبي ﷺ

التعريف :

١ ـ الزيارة: اسم من زاره يزوره زورا وزيارة، قصده مكرما له. (١)

وزيارة النبي ﷺ بعد وفاته تتحقق بزيارة قبره ﷺ.

الحكم التكليفي :

٢ ـ أجمعت الأمة الإسلامية سلفا وخلفا على مشروعية زيارة النبي ﷺ.

وقد ذهب جمهور العلماء من أهل الفتوى في المذاهب إلى أنها سنة مستحبة، وقالت طائفة من المحققين: هي سنة مؤكدة، تقرب من درجة الواجبات، وهو المفتى به عند طائفة من الحنفية. (٢)

وذهب الفقيه المالكي أبو عمران موسى بن عيسى الفارسي إلى أنها واجبة. (١)

دليل مشروعية الزيارة :

٣ ـ من أدلة مشروعية زيارته ﷺ:

قوله تعالى: ﴿ولو أنهم إذ ظلموا أنفسهم جاءوك فاستغفروا الله واستغفر لهم الرسول لوجدوا الله توابا رحيما﴾ (٢)

فإنه صلى الله عليه وسلم حي في قبره بعد موته، كما أن الشهداء أحياء بنص القرآن، وقد صح قوله ﷺ: «الأنبياء أحياء في قبورهم»، (٣) وإنما قال: هم أحياء أي لأنهم كالشهداء بل أفضل، والشهداء أحياء عند ربهم، وفائدة التقييد بالعندية الإشارة إلى أن حياتهم ليست بظاهرة عندنا وهي كحياة الملائكة.

وفي صحيح مسلم في حديث الإسراء قال ﷺ: «مررت على موسى ليلة أسري بي

---

(١) معجم متن اللغة لأحمد رضا، مادة: (زور).

(٢) فتح القدير للكمال بن الهمام شرح الهداية مطبعة مصطفى محمد ٢/ ٣٣٦، ورد المحتار على الدر المختار لابن عابدين محمد أمين طبع استانبول دار الطباعة العامرة ٢/ ٣٥٣، والشفا نسخة شرحه للقاري طبع استانبول سنة ١٣١٦، ٢/ ١٤٩، والمجموع للنووي شرح المهذب للشيرازي مطبعة العاصمة بالقاهرة ٨/ ٢١٣، ٢١٤ ـ ٢١٥، والمغني =

= لابن قدامة طبع دار المنار سنة ١٣٦٧، ٣/ ٢٥٦، والاختيار لتعليل المختار لعبدالله بن محمود الموصلي، طبع مصطفى البابي الحلبي ١/ ١٧٣ ولباب المناسك للسندي وشرحه لعلي القاري طبع المطبعة الأميرية ص٢٨٢

(١) الشفا ٢/ ١٥٠، والمواهب اللدنية للقسطلاني مطبعة مصطفى شاهين ٢/ ٥٠٤، ونيل الأوطار للشوكاني المطبعة العثمانية ٥/ ٩٤

(٢) سورة النساء/ ٦٤

(٣) حديث: «الأنبياء أحياء في قبورهم». أخرجه أبو يعلى كما في الجامع الصغير (بشرحه الفيض ـ ٣/ ١٨٤ ـ ط المكتبة التجارية) وقال المناوي: حديث صحيح.

عند الكثيب الأحمر وهو قائم يصلي في قبره». (١)

وقـوله ﷺ: «فزوروا القبـور، فإنهـا تذكر المـوت»(٢) فهـو دليل على مشروعية زيارة القبور عامـة، وزيارته ﷺ أولى ما يمتثل به هذا الأمر، فتكون زيارته داخلة في هذا الأمر النبوي الكريم.

وقوله ﷺ: «من زارني بعد موتي فكأنما زارني في حياتي». (٣)

ومنهـا قولـه ﷺ في الحـديث: «من زار قبري وجبت له شفاعتي». (٤)

فاستـدل بعض الفقهـاء بهذه الأدلـة على وجـوب زيـارتـه ﷺ لما في الأحاديث الأخرى من الحض أيضا.

وحملهـا الجمهـور على الاستحبـاب، ولعل ملحظهم في ذلك أن هذه الأدلة ترغب بتحصيل ثواب أو مغفـرة أو فضيلة، وذلك يحصل بوسائل أخر، فلا تفيد هذه الأدلة الوجوب.

قال القـاضي عيـاض في كتـاب الشفـاء: وزيارة قبره عليه الصـلاة والسلام سنّة من سنن المسلمين مجمع عليها، وفضيلة مرغب فيها. (١)

فضل زيارة النبي ﷺ:

٤ - دلت الـدلائـل السـابقـة على عظمة فضل زيـارة النبي ﷺ، وجـزيـل مثوبتها فإنها من أهم المطالب العالية والقربات النافعة المقبولة عند الله تعـالى، فبهـا يرجـو المـؤمن مغفـرة الله تعـالى ورحمتـه وتوبته عليه من ذنوبه، وبها يحصل الزائر على شفـاعـة خاصـة من النبي ﷺ يوم القيامة، وما أعظمه من فوز.

وعلى ذلـك انعقـد إجمـاع المسلمـين في كافة العـصـور، كما صرح به عيـاض والنـووي والسندي وابن الهمام.

قال الحـافـظ ابن حجر: إنهـا من أفضـل الأعـمال وأجـل القـربـات المـوصلة إلى ذي الجلال، وإن مشروعيتها محل إجماع بلا نزاع.

وكذلك قال القسطلاني: اعلم أن زيارة قبره الشريف من أعظم القربات وأرجى الطاعات، والسبيل إلى أعلى الدرجات. (٢)

---

(١) حديث: «مررت على موسى ليلة أسري بي...» أخرجه مسلم (٤/ ١٨٤٥ - ط الحلبي) من حديث أنس.

(٢) حديث: «فزوروا القبـور، فإنها تذكر الموت». أخرجه مسلم (٢/ ٦٧١ - ط الحلبي) من حديث أبي هريرة.

(٣) حديث: «من زارني بعـد موتي فكأنما زارني في حيـاتي». أخرجه الدارقطني (٢/ ٢٧٨ - ط دار المحاسن) من حديث حاطب، وفي إسنـاده رجـل مجهول، كذا أعله به ابن حجر في التلخيص (٢/ ٢٦٧ - ط شركة الطباعة الفنية).

(٤) حديث: «من زار قبري وجبت له شفـاعتي». أخـرجـه الـدارقطني (٢/ ٢٧٨ - ط دار المحـاسن) من حديث ابن عمر، وضعفه ابن حجر بجهالة راوٍ فيه وبضعف آخر، كذا في التلخيص الحبير (٢/ ٢٦٧ - ط شركة الطباعة الفنية).

(١) الشفا نسخة شرحه لعلي القاري ٢/ ١٤٨ - ١٤٩

(٢) المرجع السابق وفتح الباري ٣/ ٤٣، والمواهب اللدنية ٢/ ٥٠٤

الفتح الربانی

لترتيب مسند الامام احمد بن حنبل الشيبانى

مع شرحه

بلوغ الأمانى

من أسرار الفتح الربانى

كلاهما تأليف

احمد عبد الرحمن البنا

الشهير بالساعاتى

خادم السنة السنية بعطفة الرسام رقم ٥ بالغورية بمصر

الجزء الثالث عشر

وقد جعلنا الفتح الربانى فى أعلى الصحيفة وبلوغ الامانى فى أدناها مفصولا بينهما بجدول

(تنبيه) للحافظ ابن حجر العسقلانى كتاب أسماه (القول المسدد فى الذب عن مسند الامام أحمد) أدرجناه بجميعه ضمن الشرح موزعا على كل حديث ذب عنه الحافظ مع عزوه اليه

دار احياء التراث العربى

الطبعة الأولى ١٠ الثانيه

وأما بلال فحققها فأخبر بها والله أعلم ﴿ واختلف العلماء في الصلاة في الكعبة ﴾ إذا صلى متوجها إلى جدار منها أو إلى الباب وهو مردود ﴿ فقال الشافعي والثوري وأبو حنيفة وأحمد والجمهور ﴾ تصح فيها صلاة النفل وصلاة الفرض ﴿ وقال مالك ﴾ تصح فيها صلاة النفل المطلق ولا يصح الفرض ولا الوتر ولا ركعتا الفجر ولا ركعتا الطواف ﴿ وقال محمد ابن جرير وأصبغ المالكي وبعض أهل الظاهر ﴾ لا تصح فيها صلاة أبدا لا فريضة ولا نافلة وحكاه القاضي عن ابن عباس أيضا (ودليل الجمهور) حديث بلال، وإذا صحت النافلة صحت الفريضة لأنهما في الموضع سواء في الاستقبال في حال النزول، وإنما يختلفان في الاستقبال في حال السير في السفر والله أعلم اهـ ﴿ وقد استدل بحديث عائشة ﴾ الأخير من أحاديث الباب على أن الصلاة في الحجر كالصلاة في الكعبة، وتقدم الكلام على ذلك في أحكام باب الطائف يخرج في طوافه عن الحجر صحيفة ٥٢ من الجزء الثاني عشر والله الموفق

﴿ تتمة في حكم زيارة قبر النبي صلى الله عليه وسلم وآدابها ﴾(١)

اعلم أرشدني الله وإياك أنه لم يأت في مسند الإمام أحمد رحمه الله ولا في الكتب الستة فيما أعلم حديث صريح في الحث على زيارة قبر النبي ﷺ بخصوصه، نعم جاء في غير هذه الكتب أحاديث ناطقة بالحث على زيارة قبره عليه الصلاة والسلام ولكنها ضعيفة كما قاله المحققون، وقد ذكر العلامة الشوكاني في كتابه نيل الأوطار نبذة صالحة أورد فيها ما قاله العلماء في الزيارة وحكمها معزوا كل قول بدليله وما قاله المحققون فيه آثرت نقلها هنا، وقد اقتصر على ذكر أقوال العلماء ولم يبد رأيه كما هي عادته ﴿ قال رحمه الله ﴾ اختلفت أقوال أهل العلم في زيارة قبر النبي ﷺ ﴿ فذهب الجمهور ﴾ إلى أنها مندوبة ﴿ وذهب بعض المالكية ﴾ وبعض الظاهرية إلى أنها واجبة ﴿ وقالت الحنفية ﴾ إنها قريبة من الواجبات ﴿ وذهب ابن تيمية ﴾ الحنبلي حفيد المصنف « يعني حفيد ابن تيمية الكبير مصنف المنتقى الذي شرحه الشوكاني » المعروف بشيخ الاسلام إلى أنها غير مشروعة، وتبعه على ذلك بعض الحنابلة، وروي ذلك عن مالك والقاضي عياض كما سيأتي ﴿ احتج القائلون بأنها مندوبة ﴾ بقوله تعالى « ولو أنهم إذ ظلموا أنفسهم جاءوك فاستغفروا الله واستغفر لهم الرسول - الآية » ووجه الاستدلال بها أنه ﷺ حي في قبره بعد موته كما في حديث الأنبياء أحياء في قبورهم، وقد صححه البيهقي وألف في ذلك جزءا (٢) قال الأستاذ أبو منصور البغدادي قال المتكلمون

(١) انظر تتمة أخرى تقدمت في آخر باب استلام الركن الأسود واليماني صحيفة ٣٨ في الجزء الثاني عشر
(٢) انظر الفصل الذي في صحيفة ٩ من الجزء السادس في الحث على الإكثار من الصلاة على النبي ﷺ يوم الجمعة من أبواب صلاة الجمعة واقرأه متنا وشرحا مع الأحكام المذكورة في آخره

المحققون من أصحابنا إن نبينا ﷺ حي بعد وفاته اهـ . ويؤيد ذلك ما ثبت أن الشهداء أحياء يرزقون في قبورهم والنبي ﷺ منهم ، وإذا ثبت أنه حي في قبره كان المجيء اليه بعد الموت كالمجيء اليه قبله ، لكنه قد ورد أن الأنبياء لا يتركون في قبورهم فوق ثلاث ، وروى فوق أربعين ؛ فان صح ذلك قدح في الاستدلال بالآية ، ويعارض القول بدوام حياتهم في قبورهم ما سيأتي من أنه ﷺ ترد اليه روحه عند التسليم عليه ، نعم حديث من زارني بعد موتي فكأنما زارني في حياتي الذي سيأتي إن شاء الله تعالى إن صح فهو الحجة في المقام

﴿ واستدلوا ثانيا ﴾ بقوله تعالى « ومن يخرج من بيته مهاجراً الى الله ورسوله ـ الآية » والهجرة اليه في حياته الوصول الى حضرته، كذلك الوصول بعد موته، ولكنه لا يخفى أن الوصول الى حضرته في حياته فيه فوائد لا توجد في الوصول الى حضرته بعد موته ﴿ منها ﴾ النظر الى ذاته الشريفة وتعلم أحكام الشريعة منه والجهاد بين يديه وغير ذلك

﴿ واستدلوا ثالثا ﴾ بالأحاديث الواردة في ذلك ﴿ منها ﴾ الأحاديث الواردة في مشروعية زيارة القبور على العموم والنبي ﷺ داخل في ذلك دخولا أوليا، وقد تقدم ذكرها في الجنائز، وكذلك الأحاديث الثابتة من فعله ﷺ في زيارتها ﴿ ومنها ﴾ أحاديث خاصة بزيارة قبره الشريف (أخرج الدارقطني) عن رجل من آل حاطب عن حاطب قال قال رسول الله ﷺ « من زارني بعد موتي فكأنما زارني في حياتي » وفي إسناده الرجل المجهول (وعن ابن عمر) عند الدارقطني أيضا قال قال ﷺ فذكر نحوه ، ورواه أبو يعلى في مسنده وابن عدي في كامله وفي اسناده حفص بن أبي داود (وعن عائشة) عند الطبراني في الأوسط عن النبي ﷺ مثله « قال الحافظ » وفي طريقه من لا يعرف (وعن ابن عباس) عند العقيلي مثله ، وفي اسناده فضالة بن سعد المازني وهو ضعيف (وعن ابن عمر) حديث آخر عند الدارقطني بلفظ « من زار قبري وجبت له شفاعتي » وفي اسناده موسى بن هلال العبدي ، قال أبو حاتم مجهول أي العدالة ؛ ورواه ابن خزيمة في صحيحه من طريقه وقال إن صح الخبر فان في القلب من اسناده (وأخرجه أيضا البيهقي) وقال العقيلي لا يصح حديث موسى ولا يتابع عليه ولا يصح في هذا الباب شيء ، وقال أحمد لا بأس به، وأيضا قد تابعه عليه مسلمة بن سالم كما رواه الطبراني من طريقه ، وموسى بن هلال المذكور ؛ رواه عن عبيد الله بن عمر عن نافع وهو ثقة من رجال الصحيح، وجزم الضياء المقدسي والبيهقي وابن عدي وابن عساكر بأن موسى رواه عن عبدالله بن عمر المكبر وهو ضعيف، ولكنه قد وثقه ابن عدي، وقال ابن معين لا بأس به، وروى له مسلم مقرونا بآخر ، وقد صحح هذا الحديث ابن السكن وعبد الحق وتقي الدين السبكي (وعن ابن عمر) عند ابن عدي والدارقطني وابن حبان في

معارف القرآن

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ

مفتی اعظم پاکستان

جلد ﴿۲﴾

سورۃ آل عمران و سورۃ نساء

پارہ ۳، رکوع ۹ تا پارہ ۶، رکوع ۴

ادارۃ المعارف

کراچی ۱۴ پاکستان

کو ناحق سمجھنا نہیں تھا، بلکہ ہمارا مقصد احسان و توفیق تھا، یعنی فریقین کے لئے کوئی بھلائی اور مصالحت کی راہ تلاش کرنا مقصود تھا۔

چوتھی آیت میں اس کا جواب آیا کہ ان کے دلوں میں جو کفر و نفاق ہے اللہ تعالیٰ اس سے خوب واقف اور باخبر ہیں، ان کی تاویلیں غلط اور قسمیں جھوٹی ہیں، اس لئے آپ ان کے عذر کو قبول نہ فرمائیں، اور حضرت عمرؓ کے خلاف دعویٰ کرنے والوں کا دعویٰ رد فرما دیں، کیونکہ اس منافق کا کفر واضح ہو چکا تھا۔

اس کے بعد فرمایا کہ ان منافقین کو بھی آپ خیر خواہانہ نصیحت فرمائیں جو ان کے دلوں پر اثر انداز ہو، یعنی آخرت کا خوف دلا کر ان کو مخلصانہ اسلام کی طرف دعوت دیں یا دنیوی سزا کا ذکر کر دیں کہ اگر تم نفاق سے باز نہ آئے تو کسی وقت نفاق کھل جائے گا، تو تمہارا بھی یہی انجام ہوگا جو بشر منافق کا ہوا۔

پانچویں آیت میں اول تو ایک عام ضابطہ بتلایا کہ ہم نے جو رسول بھیجا وہ اسی لئے بھیجا کہ سب لوگ فرمانِ خداوندی کے موافق اس کے احکام کی اطاعت کریں، تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ جو شخص رسول کے احکام کی مخالفت کرے اس کے ساتھ کفار جیسا معاملہ کیا جائے گا اس لئے حضرت عمرؓ نے جو عمل کیا وہ صحیح ہوا، اس کے بعد ان کو خیر خواہانہ مشورہ دیا گیا ہے کہ یہ لوگ تاویلات باطلہ اور جھوٹی قسموں کی بجائے اپنے قصور کا اعتراف کر لیتے اور آپ کے پاس حاضر ہو کر خود بھی اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی انکی مغفرت کی دعا کرتے، تو اللہ تعالیٰ ضرور ان کی توبہ قبول فرما لیتے۔

اس جگہ قبولِ توبہ کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دعاء مغفرت کرنے کی شرط غالباً اس لئے ہے کہ ان لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے منصبِ نبوّت پر حملہ کیا، اور آپ کے فیصلہ کو نظر انداز کر کے آپ کو ایذاء پہونچائی، اس لئے ان کے جرم کی توبہ کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے استغفار کو شرط کر دیا گیا۔

یہ آیت اگرچہ خاص واقعہ منافقین کے بارے میں نازل ہوئی ہے، لیکن اس کے الفاظ سے ایک عام ضابطہ نکل آیا، کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو جائے اور آپ اس کے لئے دعاء مغفرت کر دیں اس کی مغفرت ضرور ہو جائے گی، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری جیسے آپ کی دنیوی حیات کے زمانہ میں ہو سکتی تھی اسی طرح آج بھی روضۂ اقدس پر حاضری اسی حکم میں ہے۔

پ٥

حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ نے فرمایا کہ جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دفن کر کے فارغ ہوئے تو اس کے تین روز بعد ایک گاؤں والا آیا، اور قبر شریف کے پاس آ کر گر گیا، اور زار زار روتے ہوئے آیتِ مذکورہ کا حوالہ دے کر عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں وعدہ فرمایا ہے کہ اگر گنہگار، رسولؐ کی خدمت میں حاضر ہو جائے اور رسولؐ اس کے لئے دعاءِ مغفرت کر دیں تو اس کی مغفرت ہو جائے گی، اس لئے میں آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں کہ آپ میرے لئے مغفرت کی دعاء کریں، اُس وقت جو لوگ حاضر تھے ان کا بیان ہے کہ اس کے جواب میں روضۂ اقدس کے اندر سے آواز آئی قَدْ غُفِرَ لَكَ، یعنی مغفرت کر دی گئی (بحر محیط)

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ

سو قسم ہے تیرے رب کی وہ مومن نہ ہوں گے یہاں تک کہ تجھ کو ہی منصف جانیں اس جھگڑے میں جو ان میں

لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴿۶۵﴾

اٹھے پھر نہ پاویں اپنے جی میں تنگی تیرے فیصلہ سے اور قبول کریں خوشی سے۔

خُلاصۂ تفسیر

پھر قسم ہے آپ کے رب کی یہ لوگ (جو صرف زبانی ایمان ظاہر کرتے پھرتے ہیں عنداللہ) ایمان دار نہ ہوں گے جب تک یہ بات نہ ہو کہ ان کے آپس میں جو جھگڑا واقع ہو، اس میں یہ لوگ آپؐ سے (اور آپ نہ ہوں تو آپؐ کی شریعت سے) فیصلہ کرا دیں پھر (جب آپ تصفیہ کر دیں تو) اس آپؐ کے تصفیہ سے اپنے دلوں میں (انکار کی) تنگی نہ پاویں اور (اس فیصلہ کو) پورا پورا (ظاہر سے باطن سے) تسلیم کر لیں۔

معارف ومسائل

رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ کو تسلیم نہ کرنا کفر ہے

اس آیت میں رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور علوِ مرتبت کے اظہار کے ساتھ آپؐ کی اطاعت جو بے شمار آیاتِ قرآنیہ سے ثابت ہے اس کی واضح تشریح بیان فرمائی ہے، اس آیت میں قسم کھا کر حق تعالیٰ شانہٗ نے فرمایا کہ کوئی آدمی اس وقت تک مؤمن یا مسلمان نہیں ہو سکتا جب تک وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ کو ٹھنڈے دل سے پوری طرح تسلیم نہ کرے کہ اس کے دل میں بھی اس فیصلہ سے کوئی تنگی نہ پائی جائے۔

در اثباتِ حیاتِ بابرکاتِ سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والتحیات

آبِ حیات

تالیف

حجۃ الاسلام آیۃ من آیات اللہ حضرۃ مولانا محمد قاسم نانوتوی
نور اللہ مرقدہٗ المتوفی ۱۲۹۷ھ

باہتمام ادارہ تالیفات اشرفیہ بیرون بوہڑ گیٹ ملتان

مطہرات تو حدیث "لانورث" کی مصداق اور یہ حدیث ان دونوں کے ماخذ کی مؤید ہوگی۔

غرض ذکر حدیث "لا نورث" جیسے اہل حق کے حق میں مثبت مدعا ہے مخالف و منکر کے لئے بھی بوجہ تائید مذکور کسی قدر جانگزا ہے۔ علاوہ بریں یہ ایک حدیث اگر شیعوں کو مسلم نہیں تو نہ سہی اور ایسی روایتیں اور آیتیں ہیں کہ نہ میراث کی آیتوں کے مخالف نہ کسی اور آیت کے معارض، پھر بایں ہمہ دربارہ اثبات حیات مؤید ان میں سے ایک تو وہ روایت جس کا ماحصل یہ ہے کہ جس نے میرے مرنے کے بعد میری زیارت کی تو گویا اس نے جیتے جی میری زیارت کی، اہل فہم پر روشن ہوگا کہ غرض اس کلام سے تسکین خاطر حزین مشتاقان دیدار سرور دین ہے جو کم نصیبی سے آپ کی زیارت سے محروم رہے موانع خارجی کے باعث آنے نہ پائے یا آپ کے بعد اس عالم میں آئے سو تسکین جب ہی متصور رہے کہ آپ زندہ ہوں۔ محبان ایمانی کو ملاقات پس پردہ بھی کافی ہے۔ آنکھوں سے نہ دیکھا نہ سہی عبد اللہ بن مکتوم کو جو نابینا تھے باوجود محرومی دیدار یوں نہیں کہہ سکتے کہ دیدار سے محروم رہے،

دوسرے وہ روایت جس کا یہ مضمون ہے کہ جس نے حج کیا اور میری زیارت نہ کی تو اس نے مجھ پر جفا کی۔

تیسرے وہ روایتیں جن سے انبیاء کا قبور میں نماز پڑھنا ثابت ہوتا ہے۔

چوتھے وہ روایت جس سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بالخصوص قبر میں نماز پڑھنا ثابت ہے۔

پانچویں معراج کی روایت جس سے انبیاء گذشتہ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھنا اور بہ ترتیب معلوم آسمانوں میں ان سے ملاقات کا ہونا ثابت ہوتا ہے۔ ان روایات میں بعض روایات کا باعتبار سند کے چنداں قوی نہ ہونا مضر نہیں۔ چند ضعیف باہم مل کر ایسی طرح قوی ہو جاتے ہیں۔ جیسے بہت سے احاد مل کر متواتر بن جاتے ہیں۔ یہاں تو فقط ضعاف ہی نہیں دو ضعیف ہیں تو دو صحیح بھی ہیں رہی آیتیں سو ایک تو ان میں سے یہ آیت ہے:

وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَّحِيمًا۔

کیونکہ اس میں کسی کی تخصیص نہیں آپ کے ہم عصر ہوں یا بعد کے امتی ہوں اور تخصیص ہو تو کیونکر ہو آپ کا وجود تربیت تمام امت کے لئے یکساں رحمت ہے کہ پچھلے امتیوں کا آپ کی خدمت میں آنا اور استغفار کرنا اور کرانا جب ہی متصور ہے کہ آپ قبر میں زندہ ہوں اور اگر اہل عصر ہی کے ساتھ یہ فضیلت مخصوص تھی تو آیۃ

نشر الطیب

فی

ذکر النبی الحبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حکیم الامۃ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ

ولادت: ۱۲۸۰ھ، وفات: ۱۳۶۲ھ

مشتاق بک کارنر الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور

تو دیکھ کر اس کے مقابل آسمان کی طرف اس میں ایک منفذ کردو یہاں تک کہ اس کے اور آسمان کے درمیان حجاب نہ رہے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا تو بہت زور کی بارش ہوئی' الحدیث' روایت کیا اس کو دارمی نے۔ (کذا فی خیر المواعظ باب الکرامات)

ف : اوپر توسل بالقول ثابت ہوا تھا اس سے توسل بالفعل بھی جائز ثابت ہوا۔ اس کے معنی بھی بزبان حال یہ تھے کہ یہ آپ کے نبی کی قبر ہے جس کو ہم تلبس جسد نبوی کی وجہ سے متبرک سمجھتے ہیں اور نبی کی ملابس چیز کو متبرک سمجھنا یہ بوجہ اس کے کہ علامت ہے اعتقاد عظمت نبی کی عمل مرضی اور موجب رحمت ہے پس ہم پر رحم فرمایئے۔

پانچویں روایت : مواہب میں بسند امام ابو المنصور صباح۔ ابن النجار اور ابن عساکر اور ابن الجوزی رحمہم اللہ تعالیٰ نے محمد بن حرب ہلالی سے روایت کیا ہے کہ میں قبر مبارک کی زیارت کر کے سامنے بیٹھا تھا کہ ایک اعرابی آیا اور زیارت کر کے عرض کیا کہ یا خیر الرسل اللہ تعالیٰ نے آپ پر ایک سچی کتاب نازل فرمائی جس میں ارشاد فرمایا ہے : وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا اور میں آپ کے پاس اپنے گناہوں سے استغفار کرتا ہوا اور اپنے رب کے حضور میں آپ کے وسیلہ سے شفاعت چاہتا ہوا آیا ہوں پھر دو شعر پڑھے الخ' اور ان محمد بن حرب کی وفات سنہ ۲۲۸ھ میں ہوئی ہے اھ۔ غرض زمانہ خیر القرون کا تھا اور کسی سے اس وقت نکیر منقول نہیں پس حجت ہو گیا۔

مِنَ الرَّوْضِ

وَمَنْ تَكُنْ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ نُصْرَتُهٗ   فَالْفَتْحُ مِنْ جُنْدِهٖ وَالنَّصْرُ وَالظَّفَرُ
دَعَاكُمْ مُّسْتَغِيْثًا رَاجِيًا اَمَلًا   فَهَلْ لَّهٗ مِنْ سِوٰى لُطْفِكُمْ نَظَرُ
فَاعْطِفْ اِلٰهِيْ عَلَيْنَا قَلْبَ سَيِّدِنَا   خَيْرِ الْاَنَامِ فَمِنْهُ الْعَطْفُ مُنْتَظَرُ

(ترجمہ) (۱) اور جس شخص کی نصرت رسول اللہ ﷺ کے توسل سے ہو تو فتح اور نصر اور ظفر اس کے لشکر میں سے ہے۔ (۲) اس بندہ نے آپ کو یارسول اللہ مستغیث ہو کر اور امید کی چیزوں کا امیدوار ہو کر پکارا ہے سو اس کے لیے سوا آپ کے لطف کے کوئی نظر گاہ نہیں۔ (۳) سوائے اللہ ہم پر ہمارے سردار

إعلاء السنن

تأليف

المحدث الناقد العلام مولانا ظفر أحمد العثماني التهانوي رحمه الله

على ضوء ما أفاده

حكيم الأمة الإمام الفقيه الداعية الكبير مولانا الشيخ أشرف علي التهانوي رحمه الله

حققه وعلق عليه

محمد تقي عثماني

أستاذ الحديث بدار العلوم كراتشي

الجزء العاشر

الحج

مكتبة امدادية

کانسی روڈ کوئٹہ

أحمد، ولـم يكن يروى إلا عن ثقة، فلا يضره قـول أبى حاتم الرازى: إنه مجهـول. كذا فى "وفاء الـوفاء" (٢:٣٩٤). فالحـديث حسن صحيح، وقـد صحح هذا الحـديث ابن السكن، وعبد الحق، وتقى الدين السبكى، "كذا فى نيل الأوطار" (٤:٣٢٥).

الأثبات، وتداولها الثقات، وذكر نحوه فى الوسطى اهـ. ملخصا من "وفاء الوفاء" (٣:٣٩٥).

فالحديث صحيح الإسناد صالح للاحتجاج والاعتماد، وإن نوزع فى صحته فأقل درجاته الحسن؛ لأنه ليس فى رواته من أجمع على تركه، وإنما قد اختلف فى بعضهم، ومثله حسن الحديث على ما أصلناه غير مرة، لا سيما وله شـواهد كثيـرة كما سيأتى، وتظافر الأحـاديث يزيدها قوة، حتى أن الحسن قد يترقى بذلك إلى درجة الصحيح. وقال الذهبى: طرق هذا الحديث كلها لينة يقوى بعضها بعضا، لأنه ما فى رواتها متهم بالكذب. قال: ومن أجودها إسنادا حديث حاطب: «من رآنى بعد موتى فكأنما رآنى فى حياتى» أخرجه ابن عساكر وغيره، كذا فى "وفاء الوفاء" عن السبكى (٢:٣٩٦).

وفى الحديث أكبر دلالة على فضيلة زيارة قبر النبى الكريم عليه وعلى آله وأصحابه أفضل الصلاة وأكمل تسليم، وأى فضيلة أعلى وأسنى من وجوب شفاعته ﷺ لمن زاره.

قال العلامة الشوكانى فى "النيل". وقد اختلفت فيها أقوال أهل العلم، فذهب الجمهور إلى أنها مندوبة، وذهب بعض المالكية وبعض الظاهرية إلى أنها واجبة، وقالت الحنفية: إنها قريبة من الواجبات، وذهب ابن تيمية الحنبلى حفيد المصنف المعروف بشيخ الإسلام إلى أنها غير مشروعة، وتبعه على ذلك بعض الحنابلة، وروى ذلك عن مالك والجوينى والقاضى عياض، كما سيأتى.

احتج القائلون بأنها مندوبة بقوله تعالى: ﴿ولو أنهم إذ ظلموا أنفسهم جاؤوك فاستغفروا الله واستغفر لهم الرسول﴾ الآية: ووجه الاستدلال بها أنه صلى الله عليه وعلى آله وسلم حى فى قبره بعد موته كما فى حديث: «الأنبياء أحياء فى قبورهم». وقد صححه البيهقى وألف فى ذلك جزأ. قال الأستاذ أبو منصور البغدادى: قال المتكلمون المحققون من أصحابنا: إن نبينا ﷺ حى بعد وفاته انتهى. (وقد صح عن أبى أيوب الأنصارى أنه قال لمن أنكر عليه وضع وجهه على القبر: إنما جئت رسول الله ﷺ ولـم آت اللبن أو الحجر. كما سيأتى، فثبت أن حكم الآية باق بعد وفاته ﷺ، فينبغى لمن ظلم نفسه أن يزور قبره ويستغفر الله عنده فيستغفر له الرسول).

واستدلوا أيضا بالأحاديث الواردة فى ذلك، منها الأحاديث الواردة فى مشروعية زيارة

أوجز المسالك

إلى

موطأ مالك

الجزء الثاني

تأليف

الإمام المحدث

محمد زكريا الكاندهلوي المدني

المتوفى سنة ١٤٠٢ هـ

اعتنى به وعلق عليه

الأستاذ الدكتور تقي الدين الندوي

دار القلم

دمشق

. . . .

الدنيا، وعلى وجوبه إلى عرفة للوقوف، وإلى منى للمناسك، وإلى الجهاد والهجرة من دار الكفر، وعلى استحبابه لطلب العلم.

واستدلوا على أنها مندوبة بقوله تعالى: ﴿وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذ ظَّلَمُوٓاْ أَنفُسَهُمْ جَآءُوكَ فَٱسْتَغْفَرُواْ ٱللَّهَ وَٱسْتَغْفَرَ لَهُمُ ٱلرَّسُولُ﴾[١] الآية، والنبي ﷺ حي في قبره بعد موته كما في حديث: «الأنبياء أحياء في قبورهم» وقد صححه البيهقي، وألف في ذلك جزءاً، قال أبو منصور البغدادي: قال المتكلمون المحققون: إن نبينا ﷺ حي بعد وفاته، اهـ.

وإذا ثبت أنه ﷺ حي بعد وفاته، فالمجيء إليه بعد وفاته كالمجيء إليه قبله، وقال تعالى: ﴿وَمَن يَخْرُجْ مِنۢ بَيْتِهِۦ مُهَاجِرًا إِلَى ٱللَّهِ وَرَسُولِهِۦ﴾[٢] الآية، فكما أن الهجرة إليه ﷺ في حياته الوصول إلى حضرته، كذلك الوصول بعد موته.

واستدلوا أيضاً بالأحاديث الواردة في مشروعية زيارة القبور على العموم، محلها كتب الجنائز، وكذلك بالأحاديث الواردة في زيارة قبره الشريف خاصة.

منها: ما رواه حاطب مرفوعاً: «من زارني بعد موتي فكأنما زارني في حياتي» رواه الدارقطني وغيره، وبسط طرقه السبكي في «شفاء السقام».

ومنها: حديث ابن عمر ـ رضي الله عنهما ـ مرفوعاً: «من زار قبري وجبت له شفاعتي» رواه ابن خزيمة[٣] والبزار والطبراني، وله طرق وشواهد، حسنه الذهبي لأجلها، وفي رواية: «حلت له شفاعتي» رواه الدارقطني وغيره، وصححه جماعة من أئمة الحديث، قاله القاري في «شرح الشفاء»[٤].

(١) سورة النساء: الآية ٦٤.

(٢) سورة النساء: الآية ١٠٠.

(٣) انظر: «تلخيص الحبير» (٣/٩٠٣).

(٤) (٣/٨٤٢).

شِفاءُ السِّقامِ فِي زِيارَةِ خَيرِ الأَنامِ ﷺ

تأليف

الإمام المحقق ناصر السنة شيخ الإسلام المجتهد النظار

تقي الدين علي بن عبد الكافي بن علي السبكي الشافعي

ولد سنة ٦٨٣هـ ، وتوفي سنة ٧٥٦هـ

رحمه الله تعالى عليه ورضوانه

طبعة مخرجة على نسخة ابن المصنف ومقروءة عليهما

تشرف بخدمته والعناية به

حسين محمد علي شكري

دار الكتب للنشر والتوزيع

دكان ١٣-١٤، صدف بلازا، محله جنكي، بشاور، باكستان

رقم الجوال: 0092-333-9084990

الباب الخامس

في تقرير كَونِ الزيارة قُربةً

وذلك بالكتاب، والسُّنة، والإجماع، والقياس.

أما الكتاب: فقوله تعالى:

﴿وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذ ظَّلَمُوٓاْ أَنفُسَهُمْ جَآءُوكَ فَٱسْتَغْفَرُواْ ٱللَّهَ وَٱسْتَغْفَرَ لَهُمُ ٱلرَّسُولُ لَوَجَدُواْ ٱللَّهَ تَوَّابًا رَّحِيمًا﴾ [النساء: ٦٤].

دلّت الآية على الحَثُّ على المَجيء إلى الرسول ﷺ والاستغفار عنده، واستغفاره لهم، وذلك وإن كان ورد في حال الحياة؛ فهي رُتبةٌ له صلى الله عليه وسلم لا تنقطع بموته تعظيماً له.

فإن قلت: المَجيءُ إليه في حال الحياة ليستغفر لهم، وبعد الموت ليس كذلك.

قلت: دلّت الآية على تعليق وِجْدانهم الله تعالى تواباً رحيماً بثلاثة أمور: المَجيءُ، واستغفارهم، واستغفار الرسول صلى الله عليه وسلم[1].

---

(١) هذه الآية دالةٌ على فضيلة خُصّ بها النبي ﷺ دون غيره من الأنبياء عليهم الصلاة والسلام، وفضائله لا يجوز القول فيها بالنسخ، ولا الاستثناء، ولا التبديل.

قال الإمام ابن عبد البر في «التمهيد» ١: ١٦٨ عند ذكره معارضة حديث: «جعلت لي الأرض مسجداً وطهوراً» لحديث: «إنّ شرار الناس الذين يتخذون القبور مساجد»، وحديث: «صلوا في بيوتكم ولا تجعلوها قبوراً» ما نصّه: «لا يجوز على

٢٣٤

فأما استغفار الرسول صلّى الله عليه وآله وسلم: فإنه حاصل لجميع المؤمنين، لأنّ رسول الله ﷺ استغفر للمؤمنين والمؤمنات، لقوله تعالى: ﴿وَٱسْتَغْفِرْ لِذَنۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَٱلْمُؤْمِنَٰتِ﴾ [محمد: ١٩].

ولهذا قال عاصم بن سليمان ـ وهو تابعي ـ لعبد الله بن سَرْجِس الصّحابيّ رضي الله عنه: استغفرَ لك رسول الله ﷺ؟.

فقال: نعم، ولك. ثم تلا هذه الآية، رواهُ «مسلم[1]».

فقد ثَبت أحدُ الأمور الثلاثة، وهو استغفار رسول الله ﷺ لكلِّ مُؤمنٍ ومُؤمنة، فإذا وُجِدَ مجيئهم واستغفارهم؛ تكمّلت الأمور الثلاثة الموجبة لتوبة الله ورحمته، وليس في الآية ما يُعيّن أن يكون استغفار الرسول ﷺ بعد استغفارهم، بل هي مُجْملةٌ، والمعنىٰ يقتضي بالنسبة إلى استغفار

= فضائله ﷺ النسخ، ولا الخصوص، ولا الاستثناء، وذلك جائز في غير فضائله...».

وقال أيضاً ٥: ٢١٨ عقب ذكره لحديث: «جعلت لي الأرض كلها مسجداً وطهوراً» ما نصّه: «وقوله هذا ﷺ مخبراً أنَّ ذلك من فضائله، ومما خصَّ به. وفضائله عند أهل العلم لا يجوز عليها النسخ، ولا التبديل، ولا النقص...».

وقال ص٢١٩: «وجائز علىٰ فضائله الزيادة، وغير جائز فيها النقصان...».

وقال ص٢٢٠: «ففضائله ﷺ لم تزل تزداد إلىٰ أن قبضه الله، فمن هاهنا قلنا: إنه لا يجوز عليها النسخ، ولا الاستثناء، ولا النقصان، وجائزٌ فيها الزيادة...»، انتهىٰ منه.

فهل يقال: إنَّ المجيء إليه ﷺ لا يُراد في الآية إلاَّ حال الحياة الدنيوية، دون حياة البرزخ؟! إنها دعوىٰ بلا دليل، ومخالفة لفهوم جماهير علماء الملة الإسلامية، إلاَّ عند شواذ لا يُؤبَهُ بهم لقصر فهمهم.

(١) (كتاب الفضائل) «باب إثبات خاتم النبوة» ٤: ١٨٢٣ حديث (١١٢).

٢٣٥

رسول ﷺ أنه سواء تقدّم، أم تأخّر، فإنّ المقصود إدخالهم لمجيئهم واستغفارهم تحت من يَشْمله استغفار النبي ﷺ، وإنما يحتاجُ إلى المعنى المذكور إذا جعلنا: ﴿وَٱسْتَغْفَرَ لَهُمُ ٱلرَّسُولُ﴾. معطوفاً على: ﴿فَٱسْتَغْفَرُوا۟ ٱللَّهَ﴾. أمّا إن جعلناه معطوفاً على ﴿جَآءُوكَ﴾، لم يحتج إليه؛ هذا كله إن سلّمنا أنّ النبي ﷺ لا يَستغفِرُ بعد الموت، ونحن لا نُسلِّمُ ذلك، لما سنذكر من حياته ﷺ، واستغفاره لأُمّته بعد موته(١).

وإذا أمكن استغفاره ـ وقد عُلِمَ كمال رحمته وشفقته على أمته؛ فَيُعلَمُ أنه لا يترك ذلك لمن جاءه مُستغفراً ربه تعالى ـ، فقد ثَبت على كل تقدير: أنَّ الأمور الثلاثة المذكورة في الآية حاصلةٌ لمن يَجيء إليه صلّى الله عليه وسلّم مُستغفراً في حياته، وبعد مماته.

والآية وإن وَردت في أقوام مُعَيّنين في حالة الحياة؛ فتعُمُّ بعموم العِلّة كُلَّ من وُجِدَ فيه ذلك الوصف في الحياة وبعد الموت، ولذلك فَهِمَ العلماء من الآية العموم في الحالتين، واستحبّوا لمن أتىٰ إلى قبره صلّى الله عليه وسلّم؛ أن يتلو هذه الآية، ويستغفر الله تعالى.

وحكاية العُتبي في ذلك مشهورة، وقد حكاها المصنِّفون في «المناسك» من جميع المذاهب، والمؤرخون، وكلهم استحسنوها،

---

(١) رَوىٰ الحكيم الترمذي في «نوادر الأصول» ٢: ٦١٢ عن سيدنا أنس رضي الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ: «ألا إني لكم بمكان صدق حياتي وإذا مِتُّ».
فقال عمر رضي الله عنه: يا رسول الله! إذا مِتَّ؟.
قال ﷺ: «لا أزال أنادي في قبري: رَبِّ أمتي أُمتي، حتى ينفخ في الصور النفخة الأولى، ثم لا تزال لي دعوة مجابة حتى ينفخ في الصور النفخة الثانية»، انتهىٰ منه.

ورأوها من آداب الزائر، وما ينبغي له أن يفعله، وقد ذكرناها في آخر «الباب الثالث»[١].

وأما السُّنَّة: فما ذكرناه في «الباب الأول» و«الثاني» من الأحاديث، وهي أدلةٌ على زيارة قبره ﷺ بخصوصه، وفي السُّنَّة الصحيحة المتفق عليها الأمر بزيارة القبور، وقال صلّى الله عليه وسلّم: «كنت نَهيتُكم عن زيارة القبور، فزوروها»، وقال صلّى الله عليه وسلّم: «زوروا القبور، فإنها تُذَكِّرُكُم الآخرة».

وقال الحافظ أبو موسى الأصبهاني[٢] في كتابه «آداب زيارة القبور»: «ورد الأمر بزيارة القبور من حديث: بريدةَ، وأنسٍ، وعليٍّ، وابن عباس، وابن مسعود، وأبي هُريرة، وعائشة، وأُبَيّ بن كعب، وأبي ذر رضي الله عنهم»، انتهى كلام أبي موسى الأصبهاني.

فقبر النبي ﷺ سيد القبور، وداخل في عموم القبور المأمور بزيارتها.

أما الإجماع: فقد حكاهُ القاضي عياض على ما سبق في «الباب الرابع».

واعلم: أنّ العلماء مُجمِعونَ على أنّه يُستحبّ للرجال زيارة القبور، بل قال بعض الظاهرية بوجوبها للحديث المذكور.

---

(١) تَقدَّم تخريجها ص١٩٩.

(٢) هو: الإمام العلامة، الحافظ الكبير، شيخ المحدثين، أبو موسى محمد بن أبي بكر عمر بن أبي عيسى أحمد المديني الأصبهاني، ولد سنة ٥٠١هـ. قال ابن الدبيثي عنه: عاش أبو موسى حتى صار أوحد زمانه، وشيخ زمانه إسناداً وحفظاً. توفي سنة ٥٨١هـ. ترجمته في «سير أعلام النبلاء» ٢١ : ١٥٢ (٧٨).

نَيْلُ الأَوْطَار

شَرْح

مُنْتَقَى الأخبار من أحاديث سيّد الأخيار

المجتهد قاضي قضاة القطر اليماني

محمد بن علي بن محمد الشوكاني

(ت ١٢٥٠ هـ)

تقديم

الدكتور محمد عبد الرحمن المرعشلي

تحقيق

الشيخ عز الدين خطاب

الجزء الخامس

دار إحياء التراث العربي

بيروت - لبنان

لِعِلْمِهِمْ بوجوبِ القضاءِ على مَنْ أُحْصِرَ بدليلٍ آخرَ كحديثِ الحجّاجِ بنِ عمرو لأنَّ حُكْمَ الحجِّ والعمرةِ واحدٌ. بَقِيَ هَهُنَا شيءٌ هو أنَّ قولَهُ: وعليه الحجُّ مِنْ قابلٍ. وقولَهُ: وعليه حجّةٌ أخرى يمكنُ أنْ يكونَ المُرَادُ بِهِ تأديةُ الحجِّ المفروضِ أو ما كانَ يريدُ أداءَهُ في عامِ الإحصارِ لا أنّهُ القضاءُ المُصْطَلَحُ عليهِ لأنَّهُ لَمْ يَسْبِقْ ما يوجِبُهُ بَلْ غايةُ ما هُنَاكَ أنّهُ مَنَعَهُ عَنْ تأديةِ ما أرادَ فِعْلَهُ مانعٌ فعليهِ فِعْلُهُ ولا يَسْقُطُ بمجرَّدِ عُرُوْضِ المانعِ. وتعيينُ العامِ القابلِ يدلُّ على أنَّ ذَلِكَ على الفورِ **قوله:** (بالتلذذ) بِمُعْجَمَتَيْنِ وهو الجِمَاعُ **قوله:** (فأمّا مَنْ حَبَسَهُ عدوٌّ) هَكَذَا في نُسَخِ هَذَا الكِتَابِ عَدُوٌّ بفتحِ العينِ المُهْمَلَةِ وضمِّ الدالِ المُهْمَلَةِ أيضاً والواوِ وهِيَ روايةُ أبي ذرٍّ في «**صحيحِ البُخَارِيِّ**» ورواهُ الأكْثَرُ بضمِّ العينِ وسكونِ الذالِ المُعْجَمَةِ والرَّاءِ مكانَ الواوِ المحصَرُ **قوله:** (نحره) قد وَقَعَ الخِلافُ بينَ الصَّحَابَةِ فَمَنْ بَعْدَهم في محلِّ نَحْرِ الهدْيِ لِلْمُحْصَرِ (فقالَ الجمهورُ): يَذْبَحُ المحصَرُ الهديَ حيثُ يُحِلُّ سواءٌ كانَ في الحِلِّ أو الحرمِ. وقالَ أبو حنيفةَ: لا يَذْبَحُهُ إلاَّ فِي الْحَرَمِ. وبه قالَ جماعةٌ مِنْ أهْلِ البيتِ مِنْهُمُ الهادي. وفصَّلَ آخَرُوْنَ كما قالَ ابنُ عباسٍ. قال فِي «**الفتحِ**»: وهو المُعْتَمَدُ. قال: وَسَبَبُ اختلافِهِمْ في ذَلِكَ اختلافُهم هَلْ نَحَرَ النبيُّ ﷺ في الحديبيةِ في الحلِّ أو في الْحَرَمِ؟ وكانَ عطاءٌ يقولُ: لَمْ يَنْحَرْ يومَ الحديبيةِ إلاَّ في الْحَرَمِ ووافقَهُ ابنُ إسْحَقَ. وقالَ غَيْرُهُ مِنْ أهْلِ المَغَازي: إنَّمَا نَحَرَ في الحِلِّ.

(فائدة): لم يَذْكُرِ المصنّفُ رحمهُ اللَّهُ تعالَى في كِتابِهِ هذا زيارةَ قَبْرِ النبيِّ ﷺ، وكانَ الموطنُ الذي يَحْسُنُ ذِكْرُهَا فِيهِ كتابُ الجنائزِ، ولكنَّهَا لَمَّا كانَتْ تفعلُ في سَفَرِ الحجِّ في الغالِبِ ذَكَرَهَا جماعةٌ مِنْ أهلِ العِلْمِ في كتابِ الحجِّ فَأَحْبَبْنَا ذِكْرَهَا هَهُنَا تكميلاً للفائدةِ.

[أقوالُ أهلِ العلمِ في زيارةِ قبرِ النبيِّ ﷺ]

(وقد اختلفت) فيهَا أقوالُ أهْلِ العلمِ: فذهبَ الجمهورُ إلى أنَّهَا مندوبةٌ، وذهبَ بعضُ المالكيَّةِ وبعضُ الظاهريَّةِ إلى أنَّهَا وَاجِبةٌ، وقالتِ الحنفيَّةُ: إنَّها قريبةٌ مِنَ الوَاجباتِ. وذهبَ ابنُ تيميةَ الحنبليُّ حفيدُ المصنِّفِ المعروفُ بشيخِ الإسلامِ إلى أنّها غيرُ مشروعةٍ، وتَبِعَهُ على ذَلِكَ بعضُ الحنابلةِ، ورُوِيَ ذلكَ عَنْ مالِكٍ والجُوَيْنِيِّ والقاضِي عياضٍ كما سيأتي. (احتج القائلون) بأنّها مندوبةٌ بقولِهِ تعالى: ﴿وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذ ظَّلَمُوٓا أَنفُسَهُمْ جَآءُوكَ فَٱسْتَغْفَرُوا ٱللَّهَ وَٱسْتَغْفَرَ لَهُمُ ٱلرَّسُولُ لَوَجَدُوا﴾ [النساء: ٦٤] الآيةَ. ووجهُ الاستدلالِ بها أنّهُ ﷺ حيٌّ في قبرِهِ بعدَ موتِهِ كما في حديثِ «الأنبياءُ أحياءٌ في قُبُورِهِمْ» وقد صحّحهُ البيهقيُّ وألَّفَ في ذلكَ جُزْءاً. قالَ الأستاذُ أبو منصورٍ البغداديُّ: قالَ المتكلِّمونَ المحقِّقونَ مِنْ أصحابِنَا: إنَّ نبيَّنا ﷺ حيٌّ بعدَ وفاتِهِ انتهى. ويؤيِّدُ ذلكَ ما ثبتَ أنَّ الشُّهداءَ أحياءٌ يُرْزَقُوْنَ في قُبُورِهِمْ والنبيُّ ﷺ منهم. وإذا ثبتَ أنّهُ حيٌّ في قبرِهِ كانَ المجيءُ إليهِ بعدَ الموتِ كالمجيءِ إليهِ قبلَهُ ولكنّهُ قد وردَ أنَّ الأنبياءَ لا يُتْرَكُوْنَ في قبورِهِمْ فوقَ ثلاثٍ. ورُوِيَ فوقَ أربعينَ فإنْ صحَّ ذلكَ قدحَ في الاستدلالِ بالآيةِ. ويُعَارِضُ القولَ بدوامِ حياتِهِم

قرآن کریم
دلیل نمبر 4

توضیح القرآن

آسان ترجمۂ قرآن

تشریحات کے ساتھ

جلد اوّل

سُورَۃُ الفاتحۃ تا سُورَۃُ التوبۃ

از

مفتی محمد تقی عثمانی

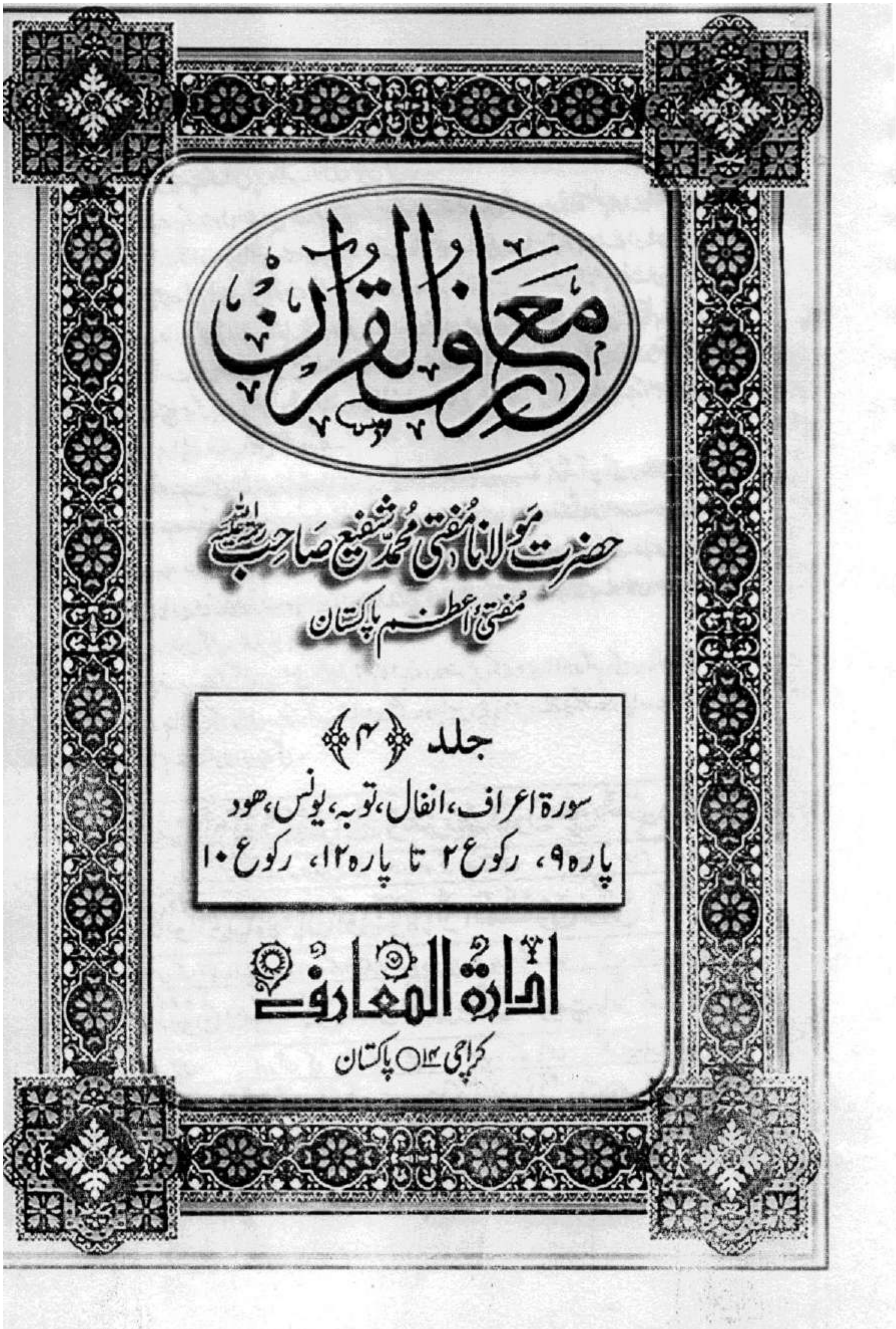
مکتبۂ معارف القرآن کراچی ۱۴
(Quranic Studies Publishers)
Karachi, Pakistan.

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ۚ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَمَا لَهُمْ اَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ وَهُمْ يَصُدُّوْنَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَا كَانُوْٓا اَوْلِيَآءَهٗ ۚ اِنْ اَوْلِيَآؤُهٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۴﴾

اور (اے پیغمبر!) اللہ ایسا نہیں ہے کہ اِن کو اِس حالت میں عذاب دے جب تم ان کے درمیان موجود ہو، اور اللہ اِس حالت میں بھی ان کو عذاب دینے والا نہیں ہے جب وہ اِستغفار کرتے ہوں۔ (۱۹) ﴿۳۳﴾ اور بھلا ان میں کیا خوبی ہے کہ اللہ اُن کو عذاب نہ دے جبکہ وہ لوگوں کو مسجدِ حرام سے روکتے ہیں، (۲۰) حالانکہ وہ اُس کے متولّی نہیں ہیں۔ متقی لوگوں کے سوا کسی قسم کے لوگ اُس کے متولّی نہیں ہو سکتے، لیکن ان میں سے اکثر لوگ (اس بات کو) نہیں جانتے ﴿۳۴﴾

(۱۹) مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ اپنے کفر اور شرک کی وجہ سے مستحق تو اسی بات کے تھے کہ ان پر عذاب نازل کیا جائے، لیکن دو وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان پر عذاب نازل نہیں فرمایا۔ ایک وجہ یہ ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ساتھ مکہ مکرمہ میں موجود ہیں، اور آپ کے ہوتے ہوئے عذاب نازل نہیں ہوسکتا، کیونکہ نبی کی موجودگی میں اللہ تعالیٰ کسی قوم پر عذاب نہیں بھیجتا، جب نبی بستی سے نکل جاتے ہیں، تب عذاب آتا ہے۔ اس کے علاوہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا گیا ہے، اس لئے آپ کی برکت سے عذابِ عام اس اُمت پر نہیں آئے گا۔ اور دوسری وجہ یہ ہے کہ مکہ مکرمہ میں بہت سے مسلمان اِستغفار کرتے رہتے ہیں۔ ان کے اِستغفار کی برکت سے عذاب رُکا ہوا ہے۔ اور بعض مفسرین نے اس کی یہ تشریح بھی کی ہے کہ خود مشرکینِ مکہ بھی اپنے طواف کے دوران کثرت سے ''غفرانک، غفرانک'' کہتے رہتے تھے، جو اِستغفار ہی کی ایک قسم ہے۔ اگرچہ کفر و شرک کے ساتھ یہ اِستغفار آخرت کے عذاب کو دُور کرنے کے لئے تو کافی نہیں تھا، لیکن اللہ تعالیٰ کافروں کی نیکیوں کا بدلہ اسی دُنیا میں دے دیتے ہیں، اس لئے اُن کے اِستغفار کا اثر یہ ہے کہ اُن پر دُنیا میں کوئی اُس طرح کا عذابِ عام نازل نہیں ہوا جیسا عاد و ثمود وغیرہ پر آیا تھا۔

(۲۰) یعنی اگرچہ مذکورہ بالا دو وجہ سے ان پر دُنیا میں کوئی عام عذاب تو نہیں آیا، مگر اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ یہ لوگ عذاب کے مستحق نہیں ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ کفر و شرک کے علاوہ ان کی ایک خرابی یہ ہے کہ یہ مسلمانوں کو مسجدِ حرام میں عبادت کرنے سے روکتے ہیں، جیسا کہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے واقعے میں پیچھے گذر چکا ہے۔ (دیکھئے اس سورت کا ابتدائی تعارف) لہٰذا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے صحابہ مکہ



معارف القرآن

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ

مفتی اعظم پاکستان

جلد ﴿۴﴾

سورۃ اعراف، انفال، توبہ، یونس، ہود

پارہ ۹، رکوع ۲ تا پارہ ۱۲، رکوع ۱۰

ادارۃ المعارف

کراچی ۱۴ پاکستان

آیاتِ مذکورہ سے چند فوائد حاصل ہوئے۔ اول یہ کہ جس بستی میں لوگ استغفار کرتے ہوں اللہ تعالیٰ کا دستور یہ ہے کہ اُس پر عذاب نازل نہیں کرتے۔

دوسرے یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہوتے ہوئے آپ کی اُمت پر خواہ مسلم ہوں یا کافر عذاب نہیں آئے گا اور مراد اس سے یہ ہے کہ عذابِ عام جس سے پوری قوم تباہ ہوجائے ایسا عذاب نہیں آئے گا جیسے قوم نوح، قوم لُوط، قوم شعیب وغیرہ کے ساتھ پیش آیا کہ اُن کا نام و نشان مٹ گیا۔ افراد و احاد پر کوئی عذاب آجائے وہ اس کے منافی نہیں جیسا کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری اُمت میں خسف اور مسخ کا عذاب آئے گا۔ خسف کے معنی زمین میں اُتر جانا اور مسخ کے معنی صورت مسخ ہوکر بندر یا سُوَر وغیرہ جانوروں کی شکل میں تبدیل ہوجانا۔ اس کی مراد یہی ہے کہ بعض بعض افرادِ اُمت پر ایسے عذاب بھی آئیں گے۔

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دنیا میں ہونا قیامت تک باقی رہے گا کیونکہ آپ کی رسالت قیامت تک کے لئے ہے۔ نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت بھی زندہ ہیں گو اس زندگی کی صورت سابق زندگی سے مختلف ہے اور یہ بحث لغو اور فضول ہے کہ ان دونوں زندگیوں میں فرق کیا ہے کیونکہ نہ اس پر اُمت کا کوئی دینی یا دنیوی کام موقوف ہے نہ خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام نے ایسی فضول اور بے ضرورت بحثوں کو پسند فرمایا بلکہ منع فرمایا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے روضہ میں زندہ ہونا اور آپ کی رسالت کا قیامت تک قائم رہنا اس کی دلیل ہے کہ آپ قیامت تک دنیا میں ہیں اس لئے یہ اُمت قیامت تک عذابِ عام سے مامون رہے گی۔

وَمَا لَهُمْ اَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ وَهُمْ يَصُدُّوْنَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ

اور ان میں کیا بات ہے کہ عذاب نہ کرے اُن پر اللہ اور وہ تو روکتے ہیں مسجد حرام سے

وَمَا كَانُوْٓا اَوْلِيَآءَهٗ ؕ اِنْ اَوْلِيَآؤُهٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ

اور وہ اس کے اختیار والے نہیں، اس کے اختیار والے تو وہی ہیں جو پرہیزگار ہیں لیکن ان میں اکثروں کو

لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۴﴾ وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ اِلَّا مُكَآءً وَّ

اس کی خبر نہیں۔ اور اُن کی نماز نہیں تھی کعبہ کے پاس مگر سیٹیاں بجانی اور

تَصْدِيَةً ؕ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿۳۵﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ

تالیاں، سو چکھو عذاب بدلہ اپنے کفر کا۔ بیشک جو لوگ

قرآن کریم
دلیل نمبر 5

توضیح القرآن

آسان ترجمۂ قرآن

تشریحات کے ساتھ

جلد سوم

سورۃ الروم تا سورۃ الناس

از

مفتی محمد تقی عثمانی

مکتبۂ معارف القرآن کراچی ۱۴
(Quranic Studies Publishers)
Karachi, Pakistan.

اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيٖ مِنْكُمْ ۡ وَاللّٰهُ لَا يَسْتَحْيٖ مِنَ الْحَقِّ ؕ وَاِذَا
سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ؕ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ
وَقُلُوْبِهِنَّ ؕ وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَآ اَنْ تَنْكِحُوْٓا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ
بَعْدِهٖٓ اَبَدًا ؕ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا ﴿۵۳﴾ اِنْ تُبْدُوْا شَيْـًٔا اَوْ تُخْفُوْهُ فَاِنَّ
اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ﴿۵۴﴾

حقیقت یہ ہے کہ اس بات سے نبی کو تکلیف پہنچتی ہے، اور وہ تم سے (کہتے ہوئے) شرماتے ہیں، اور اللہ حق بات میں کسی سے نہیں شرماتا۔ اور جب تمہیں نبی کی بیویوں سے کچھ مانگنا ہو تو پردے کے پیچھے سے مانگو۔(۴۵) یہ طریقہ تمہارے دِلوں کو بھی اور اُن کے دِلوں کو بھی زیادہ پاکیزہ رکھنے کا ذریعہ ہوگا۔ اور تمہارے لئے جائز نہیں ہے کہ تم اللہ کے رسول کو تکلیف پہنچاؤ، اور نہ یہ جائز ہے کہ اُن کے بعد اُن کی بیویوں سے کبھی بھی نکاح کرو۔ یہ اللہ کے نزدیک بڑی سنگین بات ہے۔ ﴿۵۳﴾ چاہے تم کوئی بات ظاہر کرو، یا اُسے چھپاؤ، اللہ ہر چیز کا پورا پورا علم رکھنے والا ہے۔ ﴿۵۴﴾

تھا، اس لئے اس آیت میں آپ کے گھروں کا خاص طور پر ذکر فرمایا گیا ہے، لیکن ان آیتوں کے اَحکام عام ہیں۔ ادب یہ سکھایا گیا ہے کہ اوّل تو کسی کے گھر میں بلا اِجازت جانا منع ہے۔ دُوسرے اگر کسی نے کھانے کی دعوت کی ہے تو کوئی بھی ایسا طریقہ اختیار کرنا جائز نہیں ہے جس سے میزبان کو تکلیف ہو، چنانچہ کھانے کے وقت سے بہت پہلے جا بیٹھنا یا کھانے کے بعد دیر تک اس طرح بیٹھے رہنا جس سے میزبان کی آزادی میں خلل آئے، اسلامی تہذیب کے خلاف ہے۔

(۴۵) اسلامی معاشرت کا یہ دُوسرا اہم حکم ہے، اور اس کے ذریعے خواتین کے لئے پردہ واجب کیا گیا ہے۔ یہاں اگرچہ براہِ راست خطاب ازواجِ مطہرات ؓ کو ہے، لیکن حکم عام ہے جیسا کہ آگے آیت نمبر ۵۹ میں اس کی صراحت آرہی ہے۔

التفسير المظهري

تأليف

الشيخ القاضي محمد ثناء الله
العثماني الحنفي المظهري الپاني پتي
المتوفى ١٢٢٥ هـ

وضع حواشيه وخرّج آياته وأحاديثه
إبراهيم شمس الدين

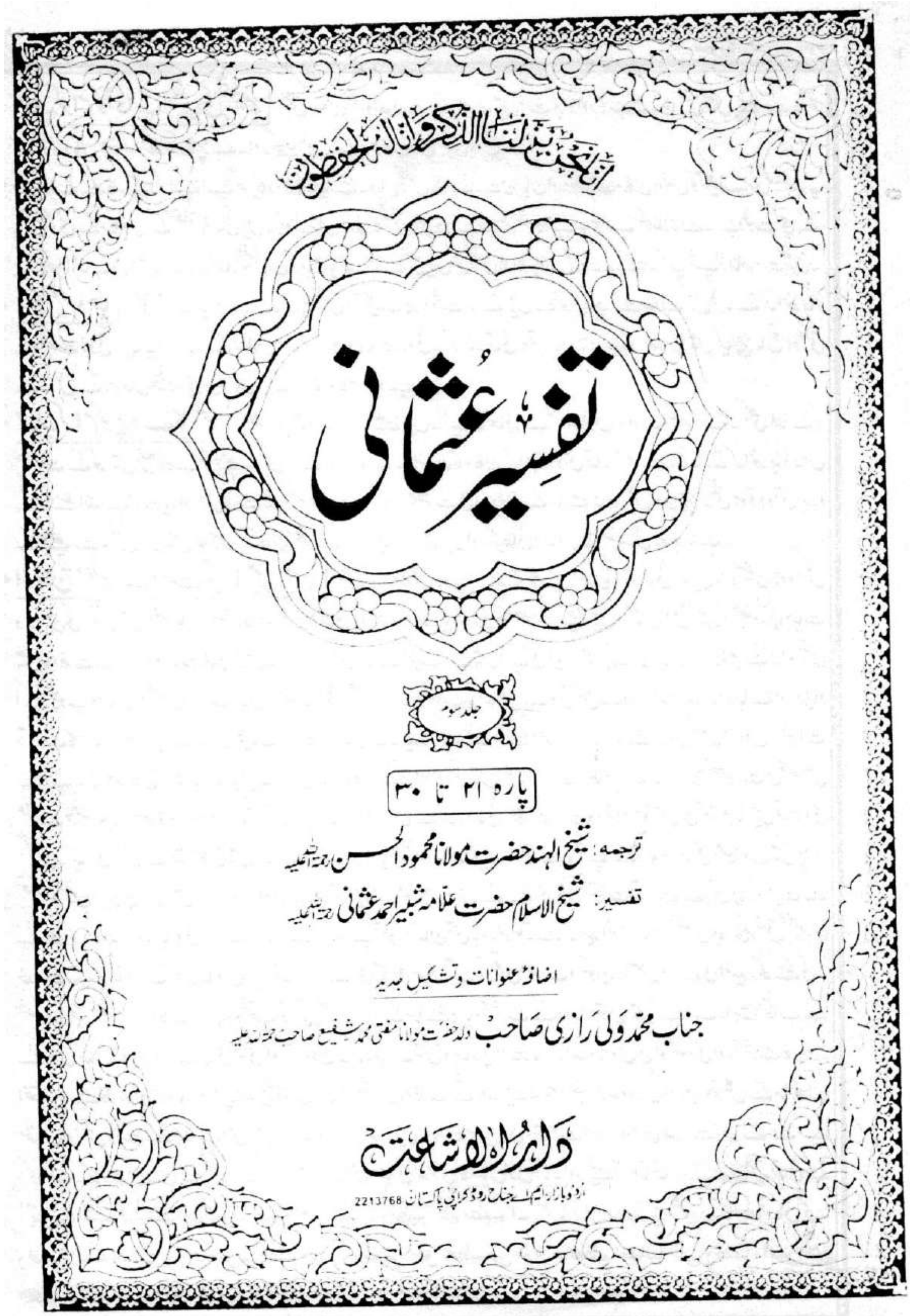
الجزء الخامس

المحتوى:
من أول سورة الحج - إلى آخر سورة الأحزاب

مكتبة فاروقية
خيبر ماركيٹ كوئٹه

﴿مُسْتَـْٔنِسِينَ لِحَدِيثٍ﴾ مجرور معطوف على ناظرين أو منصوب أي لا تدخلوها مستأنسين وقيل تقديره ولا تمكثوا مستأنسين فهو عطف جملة على جملة نهوا أن يطيلوا الجلوس يستأنس بعضهم ببعض، لأجل حديث يحدثه به ﴿إِنَّ ذَٰلِكُمْ﴾ اللبث ﴿كَانَ يُؤْذِى ٱلنَّبِىَّ﴾ لتضيق المنزل عليه وعلى أهله واشتغاله بما لا يعنيه تعليل لما سبق ﴿فَيَسْتَحْىِۦ مِنكُمْ﴾ ولا يخرجكم عطف على الجملة الاسمية السابقة ﴿وَٱللَّهُ لَا يَسْتَحْىِۦ مِنَ ٱلْحَقِّ﴾ عطف أو حال أو معترضة أي لا يترك الله تأديبكم حياءً فإن التأديب حق، وقال البيضاوي يعني إخراجكم حق فينبغي أن لا يترك حياءً كما لا يترك الله الحق فيأمركم بالخروج ﴿وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ﴾ أي نساء النبيّ ﷺ لدلالة بيوت النبي عليهن لأن فيها نساؤه ﴿مَتَـٰعًا﴾ أي شيئاً ينتفع به استعارةً أو استهاباً أو ردًّا للعارية ﴿سَأَلْتُمُوهُنَّ﴾ المتاع ﴿مِن وَرَآءِ حِجَابٍ﴾ أي الستر الجملة الشرطية معطوفة على قوله ﴿لَا تَدْخُلُوا۟ بُيُوتَ ٱلنَّبِىِّ﴾ قال البغوي فبعد آية الحجاب لم يكن لأحد أن ينظر إلى امرأة من نساء رسول الله ﷺ منتقبة كانت أو غير منتقبة ﴿ذَٰلِكُمْ﴾ أي السؤال من وراء الحجاب ﴿أَطْهَرُ لِقُلُوبِكُمْ وَقُلُوبِهِنَّ﴾ من الخواطر الشيطانية الجملة تعليل لما سبق.

أخرج ابن أبي حاتم عن ابن زيد قال بلغ النبيّ ﷺ أن رجلاً يقول لو توفي النبيّ ﷺ تزوجتُ فلانة من بعده فنزلت ﴿وَمَا كَانَ﴾ أي ما صح ﴿لَكُمْ أَن تُؤْذُوا۟ رَسُولَ ٱللَّهِ﴾ أي تفعلوا ما يكرهه ﴿وَلَآ أَن تَنكِحُوٓا۟ أَزْوَٰجَهُۥ مِنۢ بَعْدِهِۦٓ﴾ أي من بعد وفاته أو فراقه ﴿أَبَدًا﴾ وأخرج ابن أبي حاتم عن ابن عباس قال نزلت في رجل هَمَّ أن يتزوج بعض نساء النبيّ ﷺ بعده، قال سفيان ذكر أنها عائشة وأخرج عن السديّ قال بلغنا أن طلحة بن عبيد الله قال أيحجبنا محمد عن بنات عمنا ويتزوج نساءنا من بعدنا لئن حَدَثَ حَدْثٌ لنتزوجن نساءه من بعده فأنزلت هذه الآية، وأخرج ابن سعد عن أبي بكر بن محمد بن عمرو بن حزم قال نزلت في طلحة بن عبيد الله لأنه قال إذا توفي رسول الله ﷺ تزوجتُ عائشة، وأخرج جويبر عن ابن عباس أن رجلاً أتي بعض أزواج النبيّ ﷺ فكلمها وهو ابن عمها فقال النبيّ ﷺ لا تقومن هذا المقام بعد يومك هذا فقال يا رسول الله إنها ابنة عمي والله ما قلتُ لها منكراً ولا قالت لي، قال النبيّ ﷺ قد عرفتُ ذلك إنَّه ليس أحدٌ أغيرُ من الله وإنَّه ليس أحد أغير مني فمضى فقال يمنعني من كلام ابنة عمي لأتزوجها من بعده فأنزل الله تعالى هذه الآية، قال ابن عباس فأعتق ذلك الرجل رقبة وحمل عشرة أبعرة في سبيل الله وحج ماشياً توبة من كلمته، قال البغوي روى معمر عن الزهري أن العالية بنت ظبيان التي طلقها النبيّ ﷺ تزوجت رجلاً وولدت له وذلك قبل تحريم أزواج النبيّ ﷺ على الناس قال البيضاوي خصمت التي لم يدخل بها النبي ﷺ، روي أن الأشعث بن قيس تزوج المستعيذة في أيام عمر رضي الله عنه فهمّ عمر برجمها فأخبر أنه ﷺ فارقها قبل أن يمسها فتركه من غير نكير ﴿إِنَّ ذَٰلِكُمْ كَانَ عِندَ ٱللَّهِ عَظِيمًا﴾ أي ذنباً عظيماً قلتُ وجاز أن يكون ذلك لأجل أن النبيّ ﷺ حيٌّ في قبره ولذلك لم يورث ولم يتئم أزواجه عن أبي هريرة قال قال رسول الله ﷺ: «من صلّى عليَّ عند قبري سمعتُه ومن صلّى عليَّ نائياً أبلغتُه» رواه البيهقي



إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ

تفسیرِ عثمانی

جلد سوم

پارہ ۲۱ تا ۳۰

ترجمہ: شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن رحمۃ اللہ علیہ

تفسیر: شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ

اضافۂ عنوانات وتشکیل جدید

جناب محمد ولی رازی صاحب ولد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ

دار الاشاعت

اردو بازار ایم اے جناح روڈ کراچی پاکستان 2213768

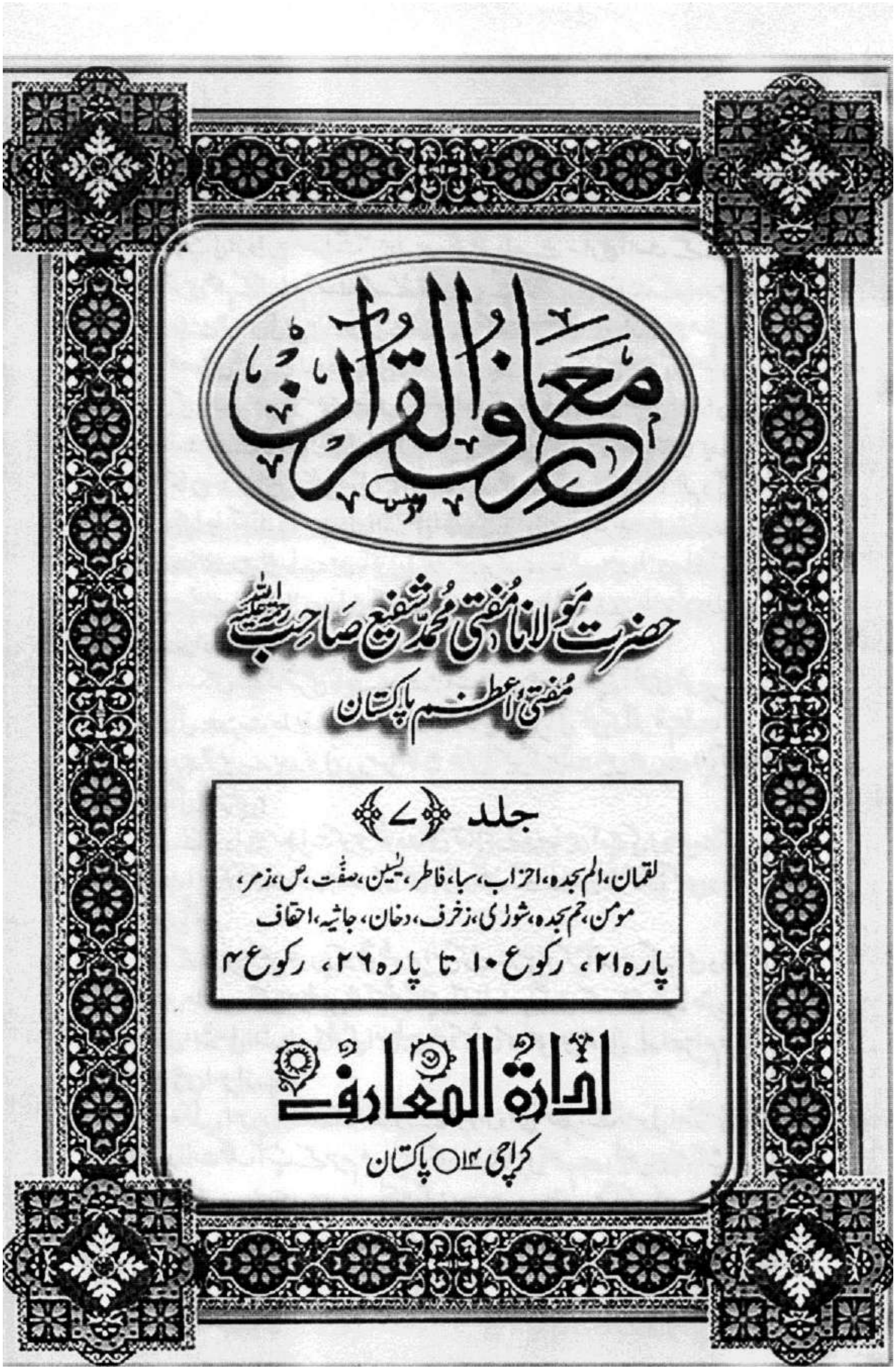
۱ **صحابہ کرام کو آداب النبی کی تعلیم** یعنی بدون حکم واجازت کے دعوت میں مت جاؤ اور جب تک بلائیں نہیں پہلے سے جا کر نہ بیٹھو کہ وہاں بیٹھ کر انتظار کرنا پڑے۔ اور گھر والوں کے کام کاج میں ہرج واقع ہو۔

۲ یعنی کھانے سے فارغ ہو کر اپنے اپنے گھر کا رستہ لینا چاہئے۔ وہاں مجلس جمانے سے میزبان اور دوسرے مکان والوں کو تکلیف ہوتی ہے۔ یہ باتیں گو نبی کے مکانوں کے متعلق فرمائی ہیں۔ کیونکہ شان نزول کا تعلق ان ہی سے تھا۔ مگر مقصود ایک عام ادب سکھلانا ہے۔ بے دعوت کسی کے یہاں کھانا کھانے کی غرض سے جا بیٹھنا یا طفیلی بن کر جانا، یا کھانے سے قبل یوں ہی مجلس جمانا، یا فارغ ہونے کے بعد گپ شپ لڑانا درست نہیں۔

۳ **آپکا حلم وحیا** یعنی آپ حیا کی وجہ سے اپنے نفس پر تکلیف برداشت کرتے ہیں۔ لحاظ کی وجہ سے صاف نہیں فرماتے کہ اٹھ جاؤ مجھے کلفت ہوتی ہے یہ تو آپ کے اخلاق اور مروت کی بات ہوئی۔ مگر اللہ تعالیٰ کو تمہاری تادیب واصلاح میں کیا چیز مانع ہو سکتی ہے۔ اس نے بہر حال پیغمبر ہی کی زبان سے اپنے احکام سنا دیئے۔

۴ **صحابہ کرام کو پردے کا حکم** حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ ''یہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ادب سکھلائے۔ کبھی کھانے کو حضرت کے گھر میں جمع ہوتے تو پیچھے باتیں کرنے لگ جاتے۔ حضرت کا مکان آرام کا وہی تھا۔ شرم سے نہ فرماتے کہ اٹھ جاؤ۔ ان کے واسطے اللہ نے فرما دیا، اور اس آیت میں حکم ہوا پردہ کا کہ مرد حضرت کی ازواج کے سامنے نہ جائیں کوئی چیز مانگنی ہو تو وہ بھی پردہ کے پیچھے سے مانگیں اس میں جانبین کے دل ستھرے اور صاف رہتے ہیں اور شیطانی وساوس کا استیصال ہو جاتا ہے۔

۵ **ازواج مطہرات اُمت کی مائیں ہیں** یعنی کافر منافق جو چاہیں بکتے پھریں اور ایذاء رسانی کریں، مؤمنین جو دلائل وبراہین کی روشنی میں پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی انتہائی راستبازی اور پاکبازی کو معلوم کر چکے ہیں، انہیں لائق نہیں کہ حضورؐ کی حیات میں یا وفات کے بعد کوئی بات ایسی کہیں یا کریں جو خفیف سے خفیف درجہ میں آپؐ کی ایذاء کا سبب بن جائے۔ لازم ہے کہ مومنین اپنے محبوب ومقدس پیغمبر کی عظمت شان کو ہمیشہ مرعی رکھیں۔ مبادا غفلت یا تساہل سے کوئی تکلیف دہ حرکت صادر ہو جائے اور دنیا و آخرت کا خسارہ اٹھانا پڑے۔ ان تکلیف دہ حرکات میں سے ایک بہت سخت اور بڑا بھاری گناہ یہ ہے کہ کوئی شخص ازواج مطہرات سے آپ کے بعد نکاح کرنا چاہے یا ایسے نالائق ارادہ کا حضور کی موجودگی میں اظہار کرے۔ ظاہر ہے کہ ازواج مطہرات کی مخصوص عظمت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تعلق کی وجہ سے قائم ہوئی ہے کہ روحانی حیثیت سے وہ تمام مومنین کی محترم مائیں قرار دی گئیں۔ کیا کسی امتی کے عقد نکاح میں آنے کے بعد ان کا یہ احترام کماحقہٗ محفوظ رہ سکتا ہے یا آپ کے بعد وہ خانگی بکھیڑوں میں پڑ کر تعلیم وتلقین دین کی اس اعلیٰ غرض کو آزادی کے ساتھ پورا کر سکتی ہیں جس کے لئے ہی فی الحقیقت قدرت نے نبی کی زوجیت کے لئے ان کو چنا تھا۔ اور کیا کوئی پرلے درجہ کا بے حس وبے شعور انسان بھی باور کر سکتا ہے کہ سید البشر امام المتقین اور پیکر خلق عظیم کی خدمت میں عمر گذارنے والی خاتون ایک لمحہ کے لئے بھی کسی دوسری جگہ رہ کر قلبی مسرت وسکون حاصل کرنے کی امید رکھ سکے گی۔ خصوصاً جبکہ معلوم ہو چکا ہے کہ یہ وہ منتخب خواتین تھیں جن کے سامنے دنیا وآخرت کے دو راستوں میں سے ایک راستہ انتخاب کے لئے پیش کیا گیا تو انہوں نے بڑی خوشی اور آزادی سے دنیا کے عیش وبہار پر لات مار کر اللہ ورسول کی خوشنودی اور آخرت کا راستہ اختیار کر لینے کا اعلان کر دیا۔ چنانچہ تاریخ بتلاتی ہے کہ حضور کی وفات کے بعد کیسے عدیم النظیر زہد وورع اور صبر وتوکل کے ساتھ ان مقدس خواتین جنت نے عبادت الٰہی میں اپنی زندگیاں گذاریں اور احکام دین کی اشاعت اور اسلام کی خدمات مہمہ کے لئے اپنے کو وقف کئے رکھا ان میں سے کسی ایک کو کبھی بھول کر بھی دنیا کی لذتوں کا خیال نہیں آیا۔ اور کیسے آ سکتا تھا جبکہ پہلے ہی حق تعالیٰ نے ''یُرِیۡدُ اللّٰهُ لِیُذۡهِبَ عَنۡكُمُ الرِّجۡسَ اَهۡلَ الۡبَیۡتِ وَیُطَهِّرَكُمۡ تَطۡهِیۡرًا۔'' فرما کر ان کے تزکیہ وتطہیر کی کفالت فرمائی تھی۔ رضی اللہ عنہن وارضاھن وجعلنا ممن یعظمھن حق تعظیمھن فوق مانعظم امھاتنا التی ولدننا، آمین اس مسئلہ کی نہایت محققانہ بحث حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس سرہٗ کی کتاب آب حیات میں ہے۔



معارف القرآن

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ

مفتی اعظم پاکستان

جلد ﴿۷﴾

لقمان، الم سجدہ، احزاب، سبا، فاطر، یٰسین، صفّٰت، ص، زمر،
مومن، حم سجدہ، شوریٰ، زخرف، دخان، جاثیہ، احقاف
پارہ ۲۱، رکوع ۱۰ تا پارہ ۲۶، رکوع ۴

ادارۃ المعارف

کراچی ۱۴ پاکستان

آیتِ مذکورہ میں اوپر جتنے احکام آئے ہیں ان میں اگرچہ خطاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کی ازواجِ مطہراتؓ کو ہوا ہے، مگر حکم عام ہے ساری اُمت کے لئے، بجز اس آخری حکم کے کہ عام اُمت کے لئے قانون یہ ہے کہ شوہر کی وفات کے بعد جب عدت گذر جائے تو اس کی بیوی دوسرے آدمی سے نکاح کر سکتی ہے، ازواجِ مطہراتؓ کے لئے یہ خصوصی حکم ہے کہ وہ آپؐ کی وفات کے بعد کسی سے نکاح نہیں کر سکتیں۔

اس کی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ وہ بنصِ قرآن امہات المؤمنین ہیں، اور اگرچہ اُن کے اُمہات ہونے کا اثر ان کی اولادِ رُوحانی پر نہیں پڑتا کہ وہ سب بہن بھائی ہو کر باہم نکاح نہ کر سکیں، مگر ان کی اپنی ذات کی حد تک امتناعِ نکاح کا حکم دیا گیا۔

یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں آپ کی وفات کا درجہ ایسا ہے جیسا کوئی زندہ شوہر گھر سے غائب ہو، اسی لئے آپ کی میراث تقسیم نہیں ہوئی، اسی بناء پر آپؐ کی ازواج کا وہ حال نہیں جو عام شوہروں کی وفات پر ان کی ازواج کا ہوتا ہے۔

یہ حکمت بھی ہے کہ شرعی قاعدے سے جنت میں ہر عورت اپنے آخری شوہر کے ساتھ رہے گی، حضرت حذیفہؓ نے اپنی زوجہ کو وصیت فرمائی تھی کہ اگر تم جنت میں میری بیوی رہو تو میرے بعد کوئی دوسرا نکاح نہ کرنا، کیونکہ جنت میں عورت اپنے آخری شوہر کو ملے گی۔ (قرطبی)

اس لئے ازواجِ مطہرات کو جو شرف حق تعالیٰ نے دنیا میں آپؐ کی زوجیت کا عطا فرمایا ہے اس کو آخرت اور جنت میں بھی باقی رکھنے کے لئے ان کا نکاح کسی دوسرے سے حرام کر دیا گیا۔

اس کے علاوہ طبعی طور پر کوئی شوہر اس کو پسند نہیں کرتا کہ اس کی بیوی دوسرے کے نکاح میں جائے، مگر اس طبعی خواہش کا پورا کرنا عام لوگوں کے لئے شرعاً ضروری نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس طبعی خواہش کا بھی حق تعالیٰ نے احترام فرمایا، یہ آپؐ کا خصوصی اعزاز ہے۔

مسئلہ: اس پر تو امت کا اتفاق ہے کہ جو ازواجِ مطہراتؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک آپؐ کے حرم میں رہیں اُن سب کا یہی حکم ہے، لیکن جن کو آپؐ نے طلاق دیدی، یا کسی دوسری وجہ سے وہ آپؐ کی زوجیت سے علیحدہ ہو گئیں اُن کے بارے میں فقہاءِ امت کے مختلف اقوال ہیں، جن کو قرطبی نے تفصیل سے لکھا ہے۔

قرآن کریم
دلیل نمبر ۷

توضیح القرآن

آسان ترجمۂ قرآن

تشریحات کے ساتھ

جلد دوم

سورۃ یونس تا سورۃ العنکبوت

از

مفتی محمد تقی عثمانی

مکتبہ معارف القرآن کراچی ۱۴
(Quranic Studies Publishers)
Karachi, Pakistan.

وَإِذَا رَاَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الْعَذَابَ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ﴿٨٥﴾ وَإِذَا
رَاَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا شُرَكَآءَهُمْ قَالُوْا رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ شُرَكَآؤُنَا الَّذِيْنَ كُنَّا
الثلثة نَدْعُوْا مِنْ دُوْنِكَ ۚ فَاَلْقَوْا اِلَيْهِمُ الْقَوْلَ اِنَّكُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿٨٦﴾ وَاَلْقَوْا اِلَى
اللّٰهِ يَوْمَئِذِ ِ السَّلَمَ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿٨٧﴾ اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا
عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ زِدْنٰهُمْ عَذَابًا فَوْقَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوْا يُفْسِدُوْنَ ﴿٨٨﴾ وَيَوْمَ
نَبْعَثُ فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا عَلَيْهِمْ مِّنْ اَنْفُسِهِمْ وَجِئْنَا بِكَ شَهِيْدًا عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ ؕ

اور جب یہ ظالم عذاب کو آنکھوں سے دیکھ لیں گے تو نہ اُن سے اُس عذاب کو ہلکا کیا جائے گا، اور نہ اُن کو مہلت دی جائے گی۔ ﴿۸۵﴾ اور جن لوگوں نے اللہ کے ساتھ شرک کیا تھا، جب وہ اپنے (گھڑے ہوئے) شریکوں کو دیکھیں گے تو کہیں گے کہ: "اے ہمارے پروردگار! یہ ہیں ہمارے (بنائے ہوئے) وہ شریک جن کو ہم تجھے چھوڑ کر پکارا کرتے تھے۔"(۳۷) اس موقع پر وہ (گھڑے ہوئے شریک) ان پر بات پھینک ماریں گے کہ: "تم بالکل جھوٹے ہو۔"(۳۸) ﴿۸۶﴾ اور وہ اُس دن اللہ کے سامنے فرماں برداری کے بول بولنے لگیں گے، اور جو بہتان وہ باندھا کرتے تھے، اُس کا اُنہیں کوئی سراغ نہیں ملے گا۔ ﴿۸۷﴾ جن لوگوں نے کفر اَپنا لیا تھا، اور دوسروں کو اللہ کے راستے سے روکا تھا، اُن کے عذاب پر ہم مزید عذاب کا اضافہ کرتے رہیں گے، کیونکہ وہ فساد مچایا کرتے تھے۔ ﴿۸۸﴾ اور وہ دن بھی یاد رکھو جب ہر اُمت میں ایک گواہ اُنہی میں سے کھڑا کریں گے، اور (اے پیغمبر!) ہم تمہیں ان لوگوں کے خلاف گواہی دینے کے لئے لائیں گے۔

(۳۷) اس موقع پر اُن بتوں کو بھی سامنے لایا جائے گا جن کی یہ عبادت کیا کرتے تھے، تاکہ اُن کی بیچارگی سب کے سامنے واضح ہو، اور ان شیاطین کو بھی جن کی پیروی کر کے گویا ان کو خدا کا شریک بنا لیا تھا۔

(۳۸) عین ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ ان بتوں کو بھی زبان دیدے، اور وہ ان کے جھوٹا ہونے کا اعلان کریں، کیونکہ دُنیا میں بے جان ہونے کی بنا پر اُنہیں پتہ ہی نہیں تھا کہ کون ان کی عبادت کر رہا ہے، اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ زبانِ حال سے یہ بات کہیں۔ اور شیاطین یہ بات کہہ کر ان سے اپنی بے تعلقی کا اظہار کریں گے۔

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ

تفسیرِ عثمانی

جلد دوم

پارہ ۱۱ تا ۲۰

ترجمہ: شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن رحمۃ اللہ علیہ

تفسیر: شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ

اضافۂ عنوانات وتشکیلِ جدید

جناب محمد ولی رازی صاحب ولد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ

دارُالاشاعت

اُردو بازار ایم اے جناح روڈ کراچی پاکستان 2213768

۱ **باطل معبودوں کا جواب** یعنی جھوٹے ہو جو ہم کو خدا کا شریک ٹھہرالیا۔ ہم نے کب کہا تھا کہ ہماری عبادت کرو۔ فی الحقیقت تم محض اپنے اوہام وخیالات کو پوجتے تھے جس کے نیچے کوئی حقیقت نہ تھی، یا جن وشیاطین کی پرستش کرتے تھے۔ مگر وہاں شیطان بھی یہ کہہ کر الگ ہوجائے گا "وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطَانٍ اِلَّا اَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِيْ فَلَا تَلُوْمُوْنِيْ وَلُوْمُوْآ اَنْفُسَكُمْ " (ابراہیم رکوع ۴) غرض جن چیزوں کو مشرکین نے معبود بنا رکھا تھا، سب اپنی علیحدگی اور بیزاری کا اظہار کریں گے۔ کوئی سچ کوئی جھوٹ۔ پتھر کے بتوں کو تو سرے سے کچھ خبر ہی نہ تھی۔ ملائکہ اور بعض انبیاء وصالحین ہمیشہ شرک سے سخت نفرت و بیزاری اور اپنی خالص بندگی کا اظہار کرتے رہے۔ رہ گئے شیاطین سوان کا اظہار نفرت گو جھوٹ ہوگا، تاہم اس سے مشرکین کو کلی طور پر مایوسی ہوجائے گی کہ آج بڑے سے بڑا رفیق بھی کام آنے والا نہیں۔

۲ یعنی ساری طمطراق اور افتراء پردازیاں اس وقت غائب ہوجائیں گے سب عاجز ومقہور ہو کر خدا کے سامنے اپنی اطاعت وانقیاد کا اظہار کریں گے "اَسْمِعْ بِهِمْ وَاَبْصِرْ يَوْمَ يَاْتُوْنَنَا" (مریم رکوع ۲)

۳ یعنی ایک عذاب تو انکارِ حق پر، دوسرا اس پر کہ اوروں کو خدا کی راہ سے روکا۔ یا ایک عذاب صدورِ جرم پر دوسرا اُس کی عادت ڈالنے پر۔ بہرحال آیت سے معلوم ہوا کہ جس طرح جنت میں اہل جنت کے منازل ومدارج متفاوت ہونگے، جہنمیوں کا عذاب بھی کمًّا وکیفًا ونوعًا متفاوت ہوگا۔

۴ **آخرت میں آنحضرتؐ کی شہادت** یعنی وہ ہولناک دن یاد رکھنے کے قابل ہے جب ہر ایک پیغمبر اپنی امت کے معاملات کے متعلق بارگاہِ احدیت میں بیان دے گا۔ اور آپ (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) اس امت کی حالت بتلائیں گے بلکہ بعض مفسرین کے قول کے موافق آپ ان تمام شہداء کے لئے شہادت دیں گے کہ بیشک انہوں نے اپنا فرض منصبی بخوبی ادا کیا۔ حدیث میں آیا ہے کہ امت کے اعمال ہر روز حضورؐ کے روبرو پیش کئے جاتے ہیں۔ آپ اعمال خیر کو دیکھ کر خدا کا شکر ادا کرتے ہیں اور بداعمالیوں پر مطلع ہو کر نالائقوں کے لئے استغفار فرماتے ہیں۔

۵ **قرآن کریم رحمت وبشارت ہے** یعنی قرآن کریم میں تمام علوم ہدایت اور اصول دین اور فلاح دارین سے متعلق ضروری امور کا نہایت مکمل اور واضح بیان ہے۔ اس میں قیامت کے یہ واقعات بھی آگئے جن کا ذکر اوپر ہوا۔ اندریں صورت جس پیغمبر پر ایسی جامع کتاب اتاری گئی اس کی مسئولیت اور ذمہ داری بھی بہت بھاری ہوگی گویا "شَهِيْدًا عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ" کے بعد "وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ" فرما کر حضورؐ کے عظیم مرتبہ اور اسی مرتبہ کے مناسب مسئولیت کی طرف لطیف اشارہ فرمادیا۔ "فَلَنَسْئَلَنَّ الَّذِيْنَ اُرْسِلَ اِلَيْهِمْ وَلَنَسْئَلَنَّ الْمُرْسَلِيْنَ" (اعراف رکوع ۱) ابن کثیر نے اس کو ذرا تفصیل سے بیان کیا ہے۔

۶ یعنی یہ کتاب سارے جہان کے لئے سرتاپا ہدایت اور مجسم رحمت ہے فرمانبردار بندوں کو شاندار مستقبل کی خوشخبری سناتی ہے۔

بسم الله الرحمن الرحيم

نحمد الله الودود على ما وفقنا الطبع

هذا الكتاب الجامع لأحاديث النبي الموعود له الشفاعة والمقام المحمود المسمى

سنن أبي داود

للإمام أبي داود سليمان بن الأشعث السجستاني رحمه الله

بتصحيح المحقق اللمعي صدر المدرسين

شيخ الهند محمود الحسن الديوبندي

ناشر
مکتبہ رحمانیہ
اقراء سنٹر غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور

كتاب الجمعة

ابو داؤد جلد:۱ ۱۵۸

فيه الشمس يوم الجمعة فيه خُلِقَ ادمُ وفيه اُهْبِطَ وفيه تِيبَ عليه وفيه مَاتَ وفيه تقوم الساعة وما من دابة الا وهي مُصِيخة يوم الجمعة من حين تصبح حتى تطلع الشمس شَفَقًا من الساعة الا الجن والانس وفيها ساعة لا يُصادفها عبد مسلم وهو يُصَلِّي يَسْأَل الله عزوجل حاجة الا اعطاه اياها قال كعب ذلك في كل سنة يوم فقلت بل في كل جمعة قال فقرأ كعب التوراة فقال صدق رسول الله صلى الله عليه وسلم قال ابوهريرة ثم لَقِيتُ عبد الله بن سلام فحدثته بمجلسي مع كعب فقال عبد الله بن سلام قد علمت اية ساعة هي قال ابوهريرة فقلت له فاخبرني بها فقال عبد الله بن سلام هي اخر ساعة من يوم الجمعة فقلت كيف هي اخر ساعة من يوم الجمعة وقد قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يصادفها عبد مسلم وهو يُصَلِّي وتلك الساعة لا يُصَلَّى فيها فقال عبد الله بن سلام الم يقل رسول الله صلى الله عليه وسلم من جلس مجلسا يَنْتَظِرُ الصلوة فهو في صلوة حتى يُصَلِّيَ قال فقلت بلى قال هو ذاك

حدثنا ۱۰۴۷ هرون بن عبد الله نا حسين بن على عن عبد الرحمن بن يزيد بن جابر عن ابى الاشعث الصنعاني عن اَوْسِ بن اَوْسٍ قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان من افضل ايامكم يوم الجمعة فيه خُلِقَ ادمُ وفيه قُبِضَ وفيه النفخة وفيه الصعقة فاكثروا علىَّ من الصلوة فيه فان صلوتكم معروضة علىَّ قال قالوا يا رسول الله وكيف تُعرض صلوتنا عليك وقد اَرِمْتَ قال يقولون بَلِيتَ فقال ان الله عزوجل حرم على الارض اجساد الانبياء

باب ۲۰۹ الاجابة اية ساعة هي في يوم الجمعة

حدثنا ۱۰۴۸ احمد بن صالح نا ابن وهب اخبرني عمرو يعني ابن الحارث ان الجُلَاح مولى عبد العزيز حدثه ان ابا سلمة يعني ابن عبد الرحمن حدثه عن جابر بن عبد الله عن رسول الله صلى الله عليه وسلم انه قال يوم الجمعة ثنتا عشرة يريد ساعة لا يُوجَدُ مُسْلِمٌ يَسْأَلُ الله شيئا الا اتاه الله عزوجل فالتمسوها اخر ساعة بعد العصر

حدثنا ۱۰۴۹ احمد بن صالح نا ابن وهب اخبرني مَخْرَمَةُ يعني ابن بكير عن ابيه عن ابى بُرْدَةَ بن ابى موسى الاشعري قال قال لى عبد الله بن عمر اَسَمِعْتَ اباك يحدث عن رسول الله صلى الله عليه وسلم في شان الجمعة يعني الساعة قال قلت نعم سمعته يقول سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول هي ما بين ان يجلس الامام الى ان تقضى الصلوة قال ابو داؤد يعني على المنبر

باب ۲۱۰ فضل الجمعة

حدثنا ۱۰۵۰ مسدد نا ابو معاوية عن الاعمش عن ابى صالح عن ابى هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من توضأ فاحسن الوضوء ثم اتى الجمعة فاستمع وانصت غُفِرَ له ما بين الجمعة الى الجمعة وزيادة ثلاثة ايام ومن مس الحصى فقد لغا

---

۱ قوله وما من دابة الا وهي مصيخة منتظرة لقيام الساعة قال التوربشتي اى مصيخة مستمعة ووجه اصاخة كل دابة وهي مما لا يعقل هو ان الله تعالى يجعلها ملهمة بذلك مشفقة عنه فلا عجب في ذلك من قدرة الله تعالى ۱۲ كذا في المرقاة لعلى القاري۔ ۲ قوله مصيخة من اصاخ بمعنى استمع اى مستمعة ۱۲ فتح ۳ قوله النفخة اى النفخة الثانية وقيل النفخ [illegible] ۱۲ ۴ قوله الصعقة قيل اشارة الى صعق موسى عليه السلام وهي بعد شفاعة الكبرى [illegible] الناس [illegible] يوم الناس بالحساب ۱۲ مولانا ۵ قوله وقد ارمت بفتح الراء واسكان الميم وفتح التاء المخففة ويروى بكسر الراء اى بليت وقيل على البناء للمفعول من الارم وهو الاكل اى صرت ماكول الارض وقيل ارمت بالميم المشددة والتاء الساكنة اى رمت العظام وصارت رميما كذا قاله التوربشتي قال الطيبي ويروى ارمت بالميمين اى صرت رميما قيل فعلى هذا يجوز ان يكون ارممت بحذف احدى الميمين كظلت ثم كسر الراء لالتقاء الساكنين قال الخطابي اصله ارممت فحذفوا احدى الميمين وهي لغة بعض العرب وقال غيره هو ارمت بفتح الراء والميم المشددة واسكان التاء اى ارمت العظام وقيل من الاول [illegible] كذا قال النووي ۶ قوله ان الله حرم على الارض اى منعها وفيه مبالغة لطيفة اجساد الانبياء اى من ان تاكلها فالانبياء في قبورهم احياء قال الطيبي فان قلت ما وجه الجواب بقوله ان الله حرم على الارض اجساد الانبياء فان المانع من العرض والسماع هو الموت وهو قائم قلت لا شك ان حفظ اجسادهم من ان ترم خلاف العادة المستمرة فكان الله تعالى يحفظها منكذلك يمكن من العرض عليهم ومن الاسماع صلوة الامة ويؤيده ما ورد من حديث ابى الدرداء [illegible] قال السيد جمال الدين لا حاجة في وجه [illegible] الى هذا التكلف فان قوله [illegible] حرم الخ مقابل قوله وقد ارمت وبه يحصل الجواب ان الانبياء احياء في قبورهم فيمكن لهم سماع صلوة من صلى عليهم فتامل فيما ذكر من محصل الجواب [illegible] ما ذكره الطيبي من السوال والجواب غايته انه على وجه التوضيح بيان ان الصحابة سالوا بيان كيفية العرض بعد اعتقادهم بانه كائن لا محالة لقول الصادق ولعل الاعتقاد ان العرض [illegible] على الروح [illegible] المتصل بالجسد [illegible] الجسد التي كسره كل [illegible] في الجواب ما قاله على وجه الصواب [illegible] حصر العرض والسماع بعد الموت بالانبياء [illegible] [illegible] عليهم [illegible] الانبياء يكون [illegible] وجه الاكمل [illegible]

۷ قوله من مس الحصى اى سواه للسجود غير مرة في الصلوة وقيل بطريق اللعب [illegible] اى بصوت لغو مانع عن الاستماع [illegible] [illegible] لا تسمعوا لهذا القران والغوا فيه [illegible] [illegible]

وكلام الطيبي يفيد حصر العرض والسماع بعد الموت بالانبياء وليس كذلك قال لسائر الاموات ايضا يسمعون السلام والكلام ويعرض عليهم اعمال اقاربهم في بعض الايام نعم الانبياء يكون حياتهم على الوجه الاكمل ـ الخ

قرآن کریم
دلیل نمبر 7

توضیح القرآن

آسان ترجمۂ قرآن

تشریحات کے ساتھ

جلد سوم

سورۃ الروم تا سورۃ الناس

از

مفتی محمد تقی عثمانی

مکتبہ معارف القرآن کراچی ۱۴
(Quranic Studies Publishers)
Karachi, Pakistan.

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا ﴿۴۱﴾ وَّسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ﴿۴۲﴾ هُوَ
الَّذِيْ يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَمَلٰٓئِكَتُهٗ لِيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ وَكَانَ
بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا ﴿۴۳﴾ تَحِيَّتُهُمْ يَوْمَ يَلْقَوْنَهٗ سَلٰمٌ ۚۖ وَاَعَدَّ لَهُمْ اَجْرًا كَرِيْمًا ﴿۴۴﴾
يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ﴿۴۵﴾ وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَ
سِرَاجًا مُّنِيْرًا ﴿۴۶﴾ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَضْلًا كَبِيْرًا ﴿۴۷﴾ وَلَا تُطِعِ
الْكٰفِرِيْنَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَدَعْ اَذٰىهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿۴۸﴾

اے ایمان والو! اللہ کو خوب کثرت سے یاد کیا کرو، ﴿۴۱﴾ اور صبح وشام اُس کی تسبیح کرو۔ ﴿۴۲﴾ وہی
ہے جو خود بھی تم پر رحمت بھیجتا ہے، اور اُس کے فرشتے بھی، تاکہ وہ تمہیں اندھیروں سے نکال کر روشنی
میں لے آئے، اور وہ مؤمنوں پر بہت مہربان ہے۔ ﴿۴۳﴾ جس دن مؤمن لوگ اللہ سے ملیں گے
اُس دن اُن کا استقبال سلام سے ہوگا، اور اللہ نے اُن کے لئے باعزت انعام تیار کر رکھا ہے۔ ﴿۴۴﴾
اے نبی! بیشک ہم نے تمہیں ایسا بنا کر بھیجا ہے کہ تم گواہی دینے والے، خوشخبری سنانے والے اور
خبردار کرنے والے ہو، ﴿۴۵﴾ اور اللہ کے حکم سے لوگوں کو اللہ کی طرف بلانے والے، اور روشنی
پھیلانے والے چراغ ہو۔ ﴿۴۶﴾ تم مؤمنوں کو خوشخبری سنادو کہ اُن پر اللہ کی طرف سے بڑا فضل
ہونے والا ہے، ﴿۴۷﴾ اور کافروں اور منافقوں کی بات نہ مانو، اور اُن کی طرف سے جو تکلیف
پہنچے، اُس کی پروا نہ کرو، اور اللہ پر بھروسہ کئے رہو، اور اللہ رکھوالا بننے کے لئے کافی ہے۔ ﴿۴۸﴾

قرار نہیں دیا جاسکتا، تو حضرت زیدؓ کو زید بن محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کہنے کی بھی ممانعت ہوگئی، چنانچہ اس آیت میں یہ فرمایا گیا ہے کہ آپ کسی مرد کے نسبی باپ نہیں ہیں، (کیونکہ آپ کی زندہ رہنے والی اولاد میں صرف بیٹیاں تھیں) لیکن آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہونے کی وجہ سے پوری اُمت کے رُوحانی باپ ہیں، اور چونکہ آخری نبی ہیں، اور قیامت تک کوئی دُوسرا نبی آنے والا نہیں ہے، اس لئے جاہلیت کی رسموں کو اپنے عمل سے ختم کرنے کی ذمہ داری آپ ہی پر عائد ہوتی ہے۔

معارف القرآن

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ

مفتی اعظم پاکستان

جلد ۷

لقمان، الم سجدہ، احزاب، سبا، فاطر، یٰسین، صفّٰت، ص، زمر، مومن، حم سجدہ، شوریٰ، زخرف، دخان، جاثیہ، احقاف

پارہ ۲۱، رکوع ۱۰ تا پارہ ۲۶، رکوع ۴

ادارۃ المعارف

کراچی ۱۴ پاکستان

اپنی اُمّت کے سب افراد کے اچھے بُرے اعمال کی شہادت دیں گے۔ اور یہ شہادت اس بناء پر ہوگی کہ اُمّت کے اعمال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہر روز صبح وشام اور بعض روایات میں ہفتہ میں ایک روز پیش ہوتے ہیں، اور آپؐ اُمّت کے ایک ایک فرد کو اس کے اعمال کے ذریعہ پہچانتے ہیں۔ اس لئے قیامت کے روز آپؐ اُمّت کے شاہد بنائے جائیں گے (رواہ ابن المبارک عن سعید بن المسیب، مظہری)

اور مبشّر کے معنی بشارت دینے والا، مراد یہ ہے کہ آپؐ اپنی اُمّت کے نیک باشرع لوگوں کو جنّت کی خوش خبری سُنانے والے ہیں۔ اور نذیر کے معنی ڈرانے والا، مراد یہ ہے کہ آپؐ اُمّت کے لوگوں کو درصورت خلاف ورزی ونافرمانی کے عذاب سے ڈرانے والے بھی ہیں۔

داعی الی اللہ سے مراد یہ ہے کہ آپؐ اُمّت کو اللہ تعالیٰ کے وجود اور توحید اور اطاعت کی طرف دعوت دینے والے ہیں۔ داعیاً الی اللہ کو باذنہ کے ساتھ مشروط فرمایا کہ آپؐ لوگوں کو اللہ کی طرف دعوت دینے اور بُلانے والے اللہ ہی کے اذن واجازت سے ہیں۔ اس قید وشرط کا اضافہ اس اشارہ کے لئے ہے کہ تبلیغ ودعوت کی خدمت سخت دشوار ہے، وہ اللہ تعالیٰ کے اذن اور اعانت کے بغیر انسان کے بس میں نہیں آسکتی۔

سراج کے معنی چراغ اور منیر کے معنی روشن کرنے والا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پانچویں صفت اس میں یہ بیان فرمائی گئی کہ آپؐ روشن کرنے والے چراغ ہیں، اور بعض حضرات نے سراج منیر سے مراد قرآن لیا ہے، مگر نسقِ کلام سے قریب یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت ہے۔

بیہقیِ وقت حضرت قاضی ثناء اللہ صاحبؒ نے تفسیر مظہری میں فرمایا کہ آپؐ کی صفت داعی الی اللہ تو ظاہر اور زبان کے اعتبار سے ہے، اور سراج منیر آپ کی صفت آپؐ کے قلب مبارک کے اعتبار سے ہے کہ جس طرح سارا عالم آفتاب سے روشنی حاصل کرتا ہے اسی طرح تمام مؤمنین کے قلوب آپؐ کے نورِ قلب سے منوّر ہوتے ہیں اسی لئے صحابۂ کرام جنھوں نے اس عالم میں آپؐ کی صحبت پائی وہ ساری اُمّت سے افضل واعلیٰ قرار پائے۔ کیونکہ ان کے قلوب نے قلب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بلاواسطہ عیاناً فیض اور نور حاصل کیا، باقی اُمّت کو یہ نور صحابۂ کرام کے واسطے سے واسطہ در واسطہ ہو کر پہنچا (انتہی بحذف ما) اور یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ تمام انبیاء خصوصاً رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا سے گذر نے کے ________ بعد بھی اپنی قبروں میں زندہ ہیں، اُنکی

قرآن کریم
دلیل نمبر 8

توضیح القرآن

آسان ترجمۂ قرآن

تشریحات کے ساتھ

جلد دوم

سورۂ یونس تا سورۃ العنکبوت

از

مفتی محمد تقی عثمانی

مکتبۂ معارف القرآن کراچی ۱۴

(Quranic Studies Publishers)
Karachi, Pakistan.

أَمْ حَسِبْتَ أَنَّ أَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ كَانُوْا مِنْ اٰيٰتِنَا عَجَبًا ﴿۹﴾ إِذْ أَوَى
الْفِتْيَةُ إِلَى الْكَهْفِ فَقَالُوْا رَبَّنَآ اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً وَّهَيِّئْ لَنَا مِنْ أَمْرِنَا
رَشَدًا ﴿۱۰﴾ فَضَرَبْنَا عَلٰٓى اٰذَانِهِمْ فِي الْكَهْفِ سِنِيْنَ عَدَدًا ﴿۱۱﴾ ثُمَّ بَعَثْنٰهُمْ لِنَعْلَمَ
ع ۱۲/۱۳ أَيُّ الْحِزْبَيْنِ أَحْصٰى لِمَا لَبِثُوْٓا أَمَدًا ﴿۱۲﴾ نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ نَبَأَهُمْ بِالْحَقِّ
إِنَّهُمْ فِتْيَةٌ اٰمَنُوْا بِرَبِّهِمْ وَزِدْنٰهُمْ هُدًى ﴿۱۳﴾

کیا تمہارا یہ خیال ہے کہ غار اور رقیم والے لوگ(۳) ہماری نشانیوں میں سے کچھ (زیادہ) عجیب چیز تھے؟(۴) ﴿۹﴾ یہ اُس وقت کا ذکر ہے جب اُن نوجوانوں نے غار میں پناہ لی تھی، اور (اللہ تعالیٰ سے دُعا کرتے ہوئے) کہا تھا کہ: "اے ہمارے پروردگار! ہم پر خاص اپنے پاس سے رحمت نازل فرمایئے، اور ہماری اس صورتِ حال میں ہمارے لئے بھلائی کا راستہ مہیا فرمادیجئے۔" ﴿۱۰﴾ چنانچہ ہم نے اُن کے کانوں کو تھپکی دے کر کئی سال تک اُن کو غار میں سلائے رکھا۔(۵) ﴿۱۱﴾ پھر ہم نے اُن کو جگایا، تاکہ یہ دیکھیں کہ ان کے دو گروہوں میں سے کونسا گروہ اپنے سوئے رہنے کی مدت کا زیادہ صحیح شمار کرتا ہے۔(۶) ﴿۱۲﴾

ہم تمہارے سامنے اُن کا واقعہ ٹھیک ٹھیک بیان کرتے ہیں۔ یہ کچھ نوجوان تھے جو اپنے پروردگار پر ایمان لائے تھے، اور ہم نے اُن کو ہدایت میں خوب ترقی دی تھی، ﴿۱۳﴾

(۳) ان حضرات کے واقعے کا خلاصہ قرآنِ کریم کے بیان کے مطابق یہ ہے کہ یہ کچھ نوجوان تھے جو ایک مشرک بادشاہ کے عہدِ حکومت میں توحید کے قائل تھے۔ بادشاہ نے ان کو توحید پر ایمان رکھنے کی بنا پر پریشان کیا تو یہ حضرات شہر سے نکل کر ایک غار میں چھپ گئے تھے۔ وہاں اللہ تعالیٰ نے ان پر گہری نیند طاری فرمادی، اور یہ تین سو نو سال (۳۰۹) تک اُسی غار میں پڑے سوتے رہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس نیند کے دوران اپنی قدرتِ کاملہ سے اُن کی زندگی کو بھی سلامت رکھا، اور اُن کے جسم بھی گلنے سڑنے سے محفوظ رہے۔ تین سو نو سال بعد ان کی آنکھ کھلی تو اُنہیں اندازہ نہیں تھا کہ وہ اتنی لمبی مدت تک سوتے رہے ہیں۔ لہٰذا ان کو بھوک محسوس ہوئی تو اپنے میں سے ایک صاحب کو کچھ کھانا خرید کر لانے کے لئے شہر بھیجا، اور یہ ہدایت کی کہ احتیاط کے ساتھ شہر میں جائیں، تاکہ ظالم بادشاہ کو پتہ نہ چل سکے۔ اللہ تعالیٰ کا کرنا ایسا ہوا کہ اس تین سو سال کے عرصے میں وہ ظالم بادشاہ مر کھپ گیا تھا،

التفسير الكبير

للإمام

الفخر الرازي

طبعة جديدة مصححة

اعداد

مكتب تحقيق دار احياء التراث العربي

المجلد السابع

١٩ - ٢٠ - ٢١

مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ

۳۔ شیش محل روڈ نزد داتا دربار لاہور

042-37364516

عنهم إن كنت فعلت ذلك ابتغاء وجهك فافرج عنا ما نحن فيه، فانفرجت الصخرة عن الغار فخرجوا يمشون». وهذا حديث حسن صحيح متفق عليه. الخبر الثالث: قوله ﷺ: «رب أشعث أغبر ذي طمرين لا يؤبه له لو أقسم على الله لأبره» ولم يفرق بين شيء وشيء فيما يقسم به على الله. الخبر الرابع: روى سعيد بن المسيب عن أبي هريرة رضي الله عنه عن النبي ﷺ: «بينا رجل يسوق بقرة قد حمل عليها فالتفتت إليه البقرة فقالت: إني لم أخلق لهذا، وإنما خلقت للحرث فقال الناس سبحان الله بقرة تتكلم فقال النبي ﷺ: آمنت بهذا أنا وأبو بكر وعمر رضي الله عنهما». الخبر الخامس: عن أبي هريرة عن النبي ﷺ قال: «بينما رجل يسمع رعداً أو صوتاً في السحاب: أن اسق حديقة فلان، قال فغدوت إلى تلك الحديقة فإذا رجل قائم فيها فقلت له ما اسمك؟ قال: فلان بن فلان بن فلان قلت: فما تصنع بحديقتك هذه إذا صرمتها؟ قال: ولم تسأل عن ذلك؟ قلت: لأني سمعت صوتاً في السحاب أن اسق حديقة فلان، قال: أما إذ قلت فإني أجعلها أثلاثاً فأجعل لنفسي وأهلي ثلثاً وأجعل للمساكين وابن السبيل ثلثاً وأنفق عليها ثلثاً». «أما الآثار» فلنبدأ بما نقل أنه ظهر عن الخلفاء الراشدين من الكرامات ثم بما ظهر عن سائر الصحابة، أما أبو بكر رضي الله عنه فمن كراماته أنه لما حملت جنازته إلى باب قبر النبي ﷺ ونودي السلام عليك يا رسول الله هذا أبو بكر بالباب فإذا الباب قد انفتح وإذا بهاتف يهتف من القبر ادخلوا الحبيب إلى الحبيب، وأما عمر رضي الله عنه فقد ظهرت أنواع كثيرة من كراماته وأحدها ما روي أنه بعث جيشاً وأمر عليهم رجلاً يدعى سارية بن الحصين فبينا عمر يوم الجمعة يخطب جعل يصيح في خطبته وهو على المنبر: يا سارية الجبل الجبل قال علي بن أبي طالب كرم الله وجهه فكتبت تاريخ تلك الكلمة فقدم رسول مقدم الجيش فقال: يا أمير المؤمنين غزونا يوم الجمعة في وقت الخطبة فهزمونا فإذا بإنسان يصيح يا سارية الجبل الجبل فأسندنا ظهورنا إلى الجبل فهزم الله الكفار وظفرنا بالغنائم العظيمة ببركة ذلك الصوت قلت سمعت بعض / المذكرين قال: كان ذلك معجزة لمحمد ﷺ لأنه قال لأبي بكر وعمر أنتما مني بمنزلة السمع والبصر فلما كان عمر بمنزلة البصر لمحمد ﷺ، لا جرم قدر على أن يرى من ذلك البعد العظيم. الثاني: روي أن نيل مصر كان في الجاهلية يقف في كل سنة مرة واحدة[1] وكان لا يجري حتى يلقى فيه جارية واحدة حسناء، فلما جاء الإسلام كتب عمرو بن العاص بهذه الواقعة إلى عمر، فكتب عمر على خزفة: أيها النيل إن كنت تجري بأمر الله فاجر، وإن كنت تجري بأمرك فلا حاجة بنا إليك! فألقيت تلك الخزفة في النيل فجرى ولم يقف بعد ذلك. الثالث: وقعت الزلزلة في المدينة فضرب عمر الدرة على الأرض وقال: اسكني بإذن الله فسكنت وما حدثت الزلزلة بالمدينة بعد ذلك. الرابع: وقعت النار في بعض دور المدينة فكتب عمر على خرقة: يا نار اسكني بإذن الله فألقوها في النار فانطفأت في الحال. الخامس: روي أن رسول ملك الروم جاء إلى عمر فطلب داره فظن أن داره مثل قصور الملوك فقالوا: ليس له ذلك، وإنما هو في الصحراء يضرب اللبن فلما ذهب إلى الصحراء رأى عمر رضي الله عنه وضع درته تحت رأسه ونام على التراب، فعجب الرسول من ذلك وقال: إن أهل الشرق والغرب يخافون من هذا الإنسان وهو على هذه الصفة! ثم قال في نفسه: إني وجدته خالياً فأقتله وأخلص الناس منه. فلما رفع السيف أخرج الله من الأرض أسدين فقصداه فخاف وألقى السيف من يده وانتبه عمر ولم ير شيئاً فسأله عن الحال فذكر له الواقعة وأسلم. وأقول هذه الوقائع رويت بالآحاد، وههنا ما هو

(١) قوله مرة واحدة، لا مفهوم له، والمراد بيان أنه يمتنع عن الفيض ويكون مازه قليلاً وهو إذا كان كذلك لا يجري من يكون أنسه بالزائد

الجزء الثالث من السراج المنير فى الاعانة على معرفة
بعض معانى كلام ربنا الحكيم الخبير للشيخ
الامام الخطيب الشربينى قدس الله
روحه ونعم بالرحمة
ضريحه
آمين
م

يسوق بقرة قد حمل عليها التفتت البقرة وقالت انى لم أخلق لهذا وانما خلقت للحرث فقال الناس سبحان الله فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم آمنت بهذا وأبو بكر وعمر ومنها ماروى عن أبي هريرة عن النبي صلى الله عليه وسلم قال بينا رجل سمع رعدا أو صوتا فى السحاب ان اسق حديقة فلان قال فغدوت الى تلك الحديقة فاذا رجل قائم فيها فقلت له ما اسمك قال فلان ابن فلان قلت فما تصنع بحديقتك هذه اذا صرمتها قال ولم تسأل عن ذلك قلت لانى سمعت صوتا فى السحاب أن اسق حديقة فلان قال اما اذ قلت فانى أجعلها أثلاثا فاجعل لنفسى ولاهلى ثلثا واجعل للمساكين وأبناء السبيل ثلثا وأنفق عليها ثلثا وأما الآثار فكثيرة أيضا ولنبدأ منها ببعض مانقل انه ظهر على يد الخلفاء الراشدين من الكرامات ثم ببعض ماظهر على يد بعض الصحابة اما أبو بكر رضى الله تعالى عنه فمن كراماته أنه لما حملت جنازته الى باب قبر النبى صلى الله عليه وسلم ونودى السلام عليك يارسول الله هذا أبو بكر بالباب فاذا بالباب قد فتح واذا بهاتف يهتف من القبر أدخلوا الحبيب الى الحبيب وأما عمر رضى الله تعالى عنه فقد ظهرت أنواع كثيرة من كراماته النوع الاول ماروى أنه لما بعث جيشا وأمّر عليهم رجلا يدعى سارية بن الحصين فبينا عمر يوم الجمعة يخطب جعل يصيح فى خطبته وهو على المنبر ياسارية الجبل الجبل قال على بن أبى طالب رضى الله عنه كتبت تاريخ هذه الكلمة فلما قدم رسول ذلك الجيش فقال ياأمير المؤمنين غدونا يوم الجمعة فى وقت الخطبة فهزمونا فاذا بانسان يصيح ياسارية الجبل فأسندنا ظهرنا الى الجبل فهزم الله تعالى الكفار وظفرنا بالغنائم العظيمة ببركة ذلك الصوت قال الرازى قلت سمعت بعض المذكرين قال كان ذلك معجزة لمحمد صلى الله عليه وسلم لانه قال لابى بكر وعمر أنتما منى بمنزلة السمع والبصر فلما كان عمر بمنزلة البصر لمحمد صلى الله عليه وسلم لاجرم قدر على أن يرى من ذلك البعد العظيم النوع الثانى ماروى أن نيل مصر كان فى الجاهلية يقف فى كل سنة مرة واحدة فكان لايجرى حتى تلقى فيه جارية حسناء فلما جاء الاسلام كتب عمرو بن العاص الى عمر فكتب عمر على خرقة أيها النيل ان كنت تجرى بأمر الله فاجر وان كنت انما تجرى بأمرك لاحاجة بنا اليك فألقيت تلك الخرقة فى النيل فجرى ولم يقف بعد ذلك النوع الثالث لما وقعت الزلزلة فى المدينة فضرب عمر بالدرة على الارض وقال اسكنى باذن الله فسكنت وماحدثت الزلزلة بالمدينة بعد ذلك الوقت النوع الرابع وقعت النار فى بعض دور المدينة فكتب عمر على خرقة يانار اسكنى باذن الله فألقوها فى النار فانطفأت فى الحال النوع الخامس ماروى أن رسول ملك الروم جاء الى عمر وطلب داره فظن أن داره مثل قصور الملوك فقالوا ليس له ذلك وانما هو فى الصحراء يضرب اللبن فلما ذهب الى الصحراء رأى عمر وضع درته تحت رأسه ونام على التراب فتعجب الرسول من ذلك وقال أهل المشرق والمغرب يخافون هذا الانسان وهو على هذه الصفة ثم قال فى نفسه ان وجدته خاليا فأقتله وأخلص الناس منه فلما رفع السيف أخرج الله تعالى من الارض أسدين فقصداه فخاف وألقى السيف من يده وانتبه عمر ولم ير شيأ فسأله عن الحال فذكر له الواقعة وأسلم قال الرازى وأقول هذه

الواقعة

تفسير
غرائب القرآن
ورغائب الفرقان

تأليف
العلامة نظام الدين الحسن بن محمد بن حسين القمي النيسابوري

ضبطه وخرج آياته وأحاديثه
الشيخ زكريا عميرات

المجلد الرابع
الأجزاء ١٢ - ١٦

دار الكتب العلمية
بيروت - لبنان

سبحان الله ! فقال النبي ﷺ : آمنت بهذا أنا وأبو بكر وعمر »(٣). ومنها رواية أبي هريرة عن النبي ﷺ : «بينا رجل سمع رعداً أو صوتاً في السحاب أن اسق حديقة فلان قال فغدوت إلى تلك الحديقة فإذا رجل قائم فيها فقلت له: ما اسمك؟ قال: فلان ابن فلان. فقلت: فما تصنع بحديقتك هذه إذا صرمتها؟ قال: ولم تسأل عن ذلك؟ قلت: لأني سمعت صوتاً في السحاب أن اسق حديقة فلان. قال: أما إذ قلت فإني أجعلها أثلاثاً فأجعل لنفسي ولأهلي ثلثاً وأجعل للمساكين وأبناء السبيل ثلثاً وأنفق عليها ثلثاً»(١) وأما الآثار فمن كرامات أبي بكر الصديق أنه لما حملت جنازته إلى باب قبر النبي ﷺ ونودي السلام عليك يا رسول الله هذا أبو بكر بالباب فإذا الباب قد فتح فإذا هاتف يهتف من القبر أدخلوا الحبيب إلى الحبيب. ومن كرامات عمر ما روي أنه بعث جيشاً وأمر عليهم رجلاً يدعى سارية بن حصين. فبينا عمر يوم الجمعة يخطب جعل يصيح في خطبته يا سارية الجبل الجبل. قال علي بن أبي طالب رضي الله عنه: وكتبت تاريخ هذه الكلمة. فقدم رسول ذلك الجيش. فقال: يا أمير المؤمنين غدونا يوم الجمعة في وقت الخطبة فدهمونا فإذا بإنسان يصيح يا سارية الجبل فأسندنا ظهورنا إلى الجبل فهزم الله الكفار وظفرنا بالغنائم العظيمة. قال بعض العلماء: كان ذلك بالحقيقة معجزة للنبي ﷺ لأنه قال لأبي بكر وعمر : أنتما مني بمنزلة السمع والبصر. فلما كان عمر بمنزلة البصر لا جرم قدر على رؤية الجيش من بعد. ومنها ما روي أن نيل مصر كان في الجاهلية يقف في كل سنة مرة واحدة وكان لا يجري حتى يلقى فيه جارية حسناء. فلما جاء الإسلام كتب عمرو بن العاص بهذه الحالة إلى عمر. فكتب عمر على الخزف: من عمر أمير المؤمنين إلى نيل مصر، أما بعد فإن كنت تجري بأمرك فلا حاجة لنا فيك، وإن كنت تجري بأمر الله فاجر على بركة الله. وأمر أن يلقى الخزف في النيل فجرى ولم يقف بعد ذلك. ووقعت الزلزلة بالمدينة فضرب عمر الدرة على الأرض وقال: اسكني بإذن الله فسكنت. ووقعت النار في بعض دور المدينة فكتب عمر على خزفة: يا نار اسكني بإذن الله تعالى فألقوها في النار فانطفأت في الحال. ويروى أن رسول ملك الروم جاء إلى عمر وطلب داره فظن أن داره مثل قصور الملوك فقالوا: ليس له ذلك إنما هو في الصحراء يضرب اللبن. فلما ذهب إلى الصحراء رأى عمر واضعاً درته تحت رأسه وهو نائم على التراب فتعجب الرسول من ذلك وقال في نفسه: أهل الشرق والغرب يخافون منه وهو على هذه الصفة فسل سيفه ليقتله فأخرج الله أسدين من الأرض

(١) رواه مسلم في كتاب الزهد حديث ٤٥. أحمد في مسنده (٢/٢٩٦).

قرآن کریم
دلیل نمبر ۹

توضیح القرآن

آسان ترجمۂ قرآن

تشریحات کے ساتھ

جلد سوم

سورۃ الروم تا سورۃ الناس

از

مفتی محمد تقی عثمانی

مکتبہ معارف القرآن کراچی ۱۴
(Quranic Studies Publishers)
Karachi, Pakistan.

آیاتها ۱۸ ۴۹ سُوْرَةُ الْحُجُرٰتِ مَدَنِيَّةٌ ۱۰۶ رکوعاتها ۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ① يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ②

یہ سورت مدنی ہے، اور اس میں اٹھارہ آیتیں اور دو رُکوع ہیں

شروع اللہ کے نام سے جو سب پر مہربان ہے، بہت مہربان ہے

اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کے آگے نہ بڑھا کرو،(۱) اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ اللہ یقیناً سب کچھ سنتا، سب کچھ جانتا ہے۔ ﴿۱﴾ اے ایمان والو! اپنی آوازیں نبی کی آواز سے بلند مت کیا کرو، اور نہ اُن سے بات کرتے ہوئے اس طرح زور سے بولا کرو جیسے تم ایک دوسرے سے زور سے بولتے ہو، کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال برباد ہو جائیں، اور تمہیں پتہ بھی نہ چلے۔ ﴿۲﴾

(۱) سورت کی یہ ابتدائی پانچ آیتیں ایک خاص موقع پر نازل ہوئی تھیں۔ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس عرب کے قبائل کے بہت سے وفد آتے رہتے تھے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُن میں سے کسی کو آئندہ کے لئے قبیلے کا اَمیر مقرر فرما دیتے تھے۔ ایک مرتبہ قبیلہ تمیم کا ایک وفد آپ کی خدمت میں آیا۔ ابھی آپ نے اُن میں سے کسی کو اَمیر نہیں بنایا تھا، اور نہ اس سلسلے میں کوئی بات کی تھی۔ لیکن آپ کی موجودگی میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے یہ مشورہ شروع کر دیا کہ ان میں سے کس کو اَمیر بنایا جائے۔ حضرت ابوبکرؓ نے ایک نام لیا، اور حضرت عمرؓ نے دوسرا۔ پھر ان دونوں بزرگوں نے اپنی اپنی رائے کی تائید اس طرح شروع کر دی کہ کچھ بحث کا سا انداز پیدا ہو گیا، اور اس میں دونوں کی آوازیں بھی بلند ہو گئیں۔ اس پر پہلی تین آیتیں نازل ہوئیں۔ پہلی آیت میں یہ ہدایت دی گئی ہے کہ جن معاملات کا فیصلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کرنا ہو، اور آپ نے اُن

المجلد (۱)

قال الله تعالی قل ان کنتم تحبون الله فاتبعونی یحببکم الله ویغفر لکم ذنوبکم والله غفور رحیم

قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لا یؤمن احدکم حتی یکون ...

الحمد لله

الذی وفقنی لطبع صحیح البخاری وسعیت فی اداء حقوقه من صحة الکتابة والطباعة ما الامر بین علیه

صحیح البخاری

قد اتفق الائمة علی انه اصح الکتب بعد کتاب الله وعلی ان لیس له نظیر فی علم الحدیث وعلی ان جامعه محمد بن اسمٰعیل البخاری امیر المؤمنین فی الحدیث ورأس المحدثین فی القدیم والحدیث واستاذ الحفاظ الذی اجمعت الامة شرقاً وغرباً علی توثیقه وامانته وضبطه وصیانته رضی الله تعالی عنه وعنا وعن جمیع المؤمنین والمؤمنات

المحشّی

بحواشی الحافظ الشیخ المحدث شاہ احمد علی السہارنفوری المشہورة المقبولة بین اہل العلم بلا اختلاف وقد استکمل تصحیح المتن والحواشی مطابقاً للنسخة الصحیحة المصطفائیة المشہورة المطبوعة فی شسنه بعد جهد وسعی بلیغ وصرف کثیر والامر الملحوظ ان خط مطبوعنا هذا وقلمه وطرزه فائق علی جمیع المطبوعات السابقة من اول عهدها الی یومنا هذا

والامر المخصوص الزائد

اثنان احدهما انا اضفنا فی آخر کل صفحة حل لغات بقدر الضرورة والثانی انا الحقنا مع مقدمة الجلد الاول کتابا لتراجم ابواب البخاری للشیخ المحدث الشاہ ولی الله الدہلوی فصار فائدته عاما من بعد انه کان قبل ذلک مع الاساتذة فقط فهذان الامران مخصوصان بمطبوعنا هذا ولا تجدها فی المطبوعات الاخر والحمد لله رب العالمین والصلوة والسلام والبرکات علی سیدنا محمد وآله واصحابه اجمعین والسلام علینا وعلی عباده الصالحین

خادم العلماء والمشائخ نور محمد نقشبندی چشتی، قادری

ملنے کا پتہ

الطبع الاول دہلی ۱۳۵۷ھ - ۱۹۳۸ء

قدیمی کتب خانہ

مقابل آرام باغ کراچی

الطبع الثانیه کراچی ۱۳۸۱ھ - ۱۹۶۱ء

ومعه حاشیة علیه للامام ابی الحسن السندیؒ

طبعہ قدیمی کتب خانہ بالاتفاق مع نور محمد اصح المطابع کارخانہ تجارت کتب

فاختار ما عند الله فبكى ابو بكر فقلت فی نفسی ما یبكی هذا الشیخ ان یكن الله خیر عبدا بین الدنیا وبین ما عنده فاختار ما عند الله عز وجل فكان رسول الله صلی الله علیه وسلم هو العبد وكان ابو بكر اعلمنا فقال یا ابا بكر لا تبك ان امن الناس علی فی صحبته وماله ابو بكر ولو كنت متخذا من امتی خلیلا لاتخذت ابا بكر ولكن اخوة الاسلام ومودته لا یبقین فی المسجد باب الا سد الا باب ابی بكر حدثنا عبد الله بن محمد الجعفی قال نا وهب ابن جریر قال نا ابی قال سمعت یعلی بن حكیم عن عكرمة عن ابن عباس قال خرج رسول الله صلی الله علیه وسلم فی مرضه الذی مات فیه عاصبا رأسه بخرقة فقعد علی المنبر فحمد الله واثنی علیه ثم قال انه لیس من الناس احد امن علی فی نفسه وماله من ابی بكر بن ابی قحافة ولو كنت متخذا من الناس خلیلا لاتخذت ابا بكر خلیلا ولكن خلة الاسلام افضل سدوا عنی كل خوخة فی هذا المسجد غیر خوخة ابی بكر باب الابواب والغلق للكعبة والمساجد قال ابو عبد الله وقال لی عبد الله بن محمد حدثنا سفین عن ابن جریج قال قال لی ابن ابی ملیكة یا عبد الملك لو رأیت مساجد ابن عباس وابوابها حدثنا ابو النعمان وقتیبة بن سعید قالا نا حماد بن زید عن ایوب عن نافع عن ابن عمر ان النبی صلی الله علیه وسلم قدم مكة فدعا عثمان بن طلحة ففتح الباب فدخل النبی صلی الله علیه وسلم وبلال واسامة بن زید وعثمان بن طلحة ثم اغلق الباب فلبث فیه ساعة ثم خرجوا قال ابن عمر فبدرت فسالت بلالا فقال صلی فیه فقلت فی ای فقال بین الاسطوانتین قال ابن عمر فذهب علی ان اساله كم صلی باب دخول المشرك فی المسجد حدثنا قتیبة قال نا اللیث عن سعید بن ابی سعید انه سمع ابا هریرة یقول بعث رسول الله صلی الله علیه وسلم خیلا قبل نجد فجاءت برجل من بنی حنیفة یقال له ثمامة بن اثال فربطوه بساریة من سواری المسجد باب رفع الصوت فی المسجد حدثنا علی بن عبد الله بن جعفر بن نجیح المدینی قال نا یحیی بن سعید القطان قال نا الجعید بن عبد الرحمن قال حدثنی یزید بن خصیفة عن السائب بن یزید قال كنت قائما فی المسجد فحصبنی رجل فنظرت الیه فاذا عمر بن الخطاب فقال اذهب فائتنی بهذین فجئته بهما فقال ممن انتما او من این انتما قالا من اهل الطائف قال لو كنتما من اهل البلد لاوجعتكما ترفعان اصواتكما فی مسجد رسول الله صلی الله علیه وسلم حدثنا احمد بن صالح قال نا ابن وهب قال اخبرنی یونس بن یزید عن ابن شهاب قال حدثنی عبد الله ابن كعب بن مالك ان كعب بن مالك اخبره انه تقاضی ابن ابی حدرد دینا كان له علیه فی عهد رسول الله صلی الله علیه وسلم فی المسجد فارتفعت اصواتهما حتی سمعها

قوله لو كنت متخذا من امتی ... وروی ولكن خوة بحذف همزة اخوة بعد نقل حركتها ... والاستثناء منقطع وقیل ... الخلة المختصة واوجب العامة الاسلامیة ای ولكن خلة الاسلام معها افضل من الخلة مع غیره۔ مجمع البحار قال الكرمانی فان قلت قال بعض الصحابة سمعت خلیلی صلعم قلت لا باس بانقطاعه الیه صلعم لان الانقطاع الیه انقطاع الی الله وفی حكم ذلك فان قلت ما الفرق بین الخلة والمودة حیث اثبت الاولی ونفی الثانیة قلت هما بمعنی واحد لكن یختلفان باعتبار المتعلق فالمثبتة هی مودة بحسب الاسلام والدین والمنفیة ما كانت من جهة اخری والدلیل علی انهما بمعنی واحد هو قوله صلعم فی الحدیث الذی بعده ولكن خلة الاسلام بدل لفظ المودة وقد قیل الخلة اخص وعلی مرتبة من المودة فنفی الخاص واثبت العام۔ كذا فی العینی قوله الا باب ابی بكر وهو موضع النظر للترجمة لان الخوخة هی الباب الصغیر وقد یكون بمصراع واحد او بمصراعین واصلها فتح فی حائط والمراد من لوازم الباب كذا فی العینی وفی الكرمانی وفی امره صلعم بسد الابواب الشارعة الی المسجد غیر باب ابی بكر اختصاص شدید لابی بكر وفیه دلالة علی انه قد افرده فی ذلك بامر لا یشارك فیه واولی ...

اسماء الرجال

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی اِنَّ عَلَیۡنَا جَمۡعَہٗ وَقُرۡاٰنَہٗ فَاِذَا قَرَاۡنٰہُ فَاتَّبِعۡ قُرۡاٰنَہٗ ثُمَّ اِنَّ عَلَیۡنَا بَیَانَہٗ

الحمد للہ ولہ المنۃ کہ دریں زمان میمنت اقتران تفسیر سراپا تنویر گنجینۂ حقائق و معارف و خزینۂ اسرار و لطائف کشاف مشکلات قرآنیہ و وصاف مخدرات فرقانیہ

مسمّٰی بہ

معارف القرآن (تکملہ)

تالیف: حضرت مولانا محمد مالک کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ

ابن

شیخ التفسیر و الحدیث حضرت مولانا الحافظ محمد ادریس صاحب کاندھلوی

رحمۃ اللہ علیہ رحمۃً واسعۃً شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور

جلد ہفتم مشتمل بر تفسیر پارہ ۲۳ (نصف آخر) ۲۴ ۲۵ ۲۶ ۲۷

بہ ترجمہ حقیقت آگاہ معارف پناہ عارف باللہ حضرت شاہ عبدالقادر بن شاہ ولی اللہ دہلوی قدس اللہ اسرارہما

شائع کردہ

مکتبۃ المعارف

دار العلوم الحسینیہ شہداد پور

سندھ، پاکستان

اللہ اور اسکے رسول کی بشارت ہے۔[1]

احادیث میں ہے کہ ایک مرتبہ عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسجد میں دو شخصوں کی آواز سنی تو انکو تنبیہ فرمائی اور پوچھا کہ تم لوگ کہاں کے ہو معلوم ہوا کہ یہ اہل طائف ہیں تو فرمایا اگر یہاں مدینے کے باشندے ہوتے تو میں تم کو سزا دیتا (افسوس کی بات ہے کہ) تم اپنی آوازیں بلند کر رہے ہو مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اس حدیث سے علماء امت نے یہ حکم اخذ فرمایا ہے کہ جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا احترام آپ کی حیات مبارکہ میں تھا اسی طرح کا احترام و توقیر اب بھی لازم ہے کیوں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر مبارک میں حیّ (زندہ) ہیں اور جس طرح کہ آپ کی دنیوی حیات مبارکہ میں لَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ کی حرمت و ممانعت تھی اسی طرح اب بھی ہے اس لیے قبر مبارک کے پاس بلند آواز سے بات کرنا اور سخت لب و لہجہ اختیار کرنا ممنوع ہے وقار و سکون اور تعظیم و تکریم ملحوظ رکھتے ہوئے بات کرے۔[2]

ف حبط اعمال کی وعید کفر و شرک اور ارتداد کے بعد اس پر بیان فرمائی گئی جس سے معلوم ہوا کہ پیغمبر خدا کے مقابلہ میں بے تمیزی اور گستاخی ارتداد اور کفر کے درجہ کی معصیت ہے کیونکہ یہ چیز ایذاء رسول ہے اور رسولِ خدا کو ایذاء پہنچانا ایمان سے محرومی ہے۔ العیاذ باللہ۔

إِنَّ الَّذِينَ يُنَادُونَكَ مِنْ وَرَاءِ الْحُجُرَاتِ أَكْثَرُهُمْ لَا

جو لوگ پکارتے ہیں تجھ کو دیوار کے باہر سے وہ اکثر عقل

يَعْقِلُونَ ﴿٤﴾ وَلَوْ أَنَّهُمْ صَبَرُوا حَتَّىٰ تَخْرُجَ إِلَيْهِمْ

نہیں رکھتے اور اگر وہ صبر کرتے جب تک تو نکلتا انکی طرف

لَكَانَ خَيْرًا لَهُمْ ۚ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿٥﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ

تو ان کو بہتر تھا اور اللہ بخشتا ہے مہربان اے ایمان

آمَنُوا إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا أَنْ تُصِيبُوا

والو! اگر آوے تم پاس ایک گنہگار خبر لے کر تحقیق کر لو، کہیں جا نہ پڑو

[1] اخرجہ الامام احمد ۱۲ [2] تفسیر ابن کثیر ج ۴۔

قرآن کریم
دلیل نمبر ۱۵

توضیح القرآن

آسان ترجمۂ قرآن

تشریحات کے ساتھ

جلد سوم

سُورَۃُ الرُّوم تا سُورَۃُ النَّاس

از

مفتی محمد تقی عثمانی

مکتبۂ معارف القرآن کراچی ۱۴
(Quranic Studies Publishers)
Karachi, Pakistan.

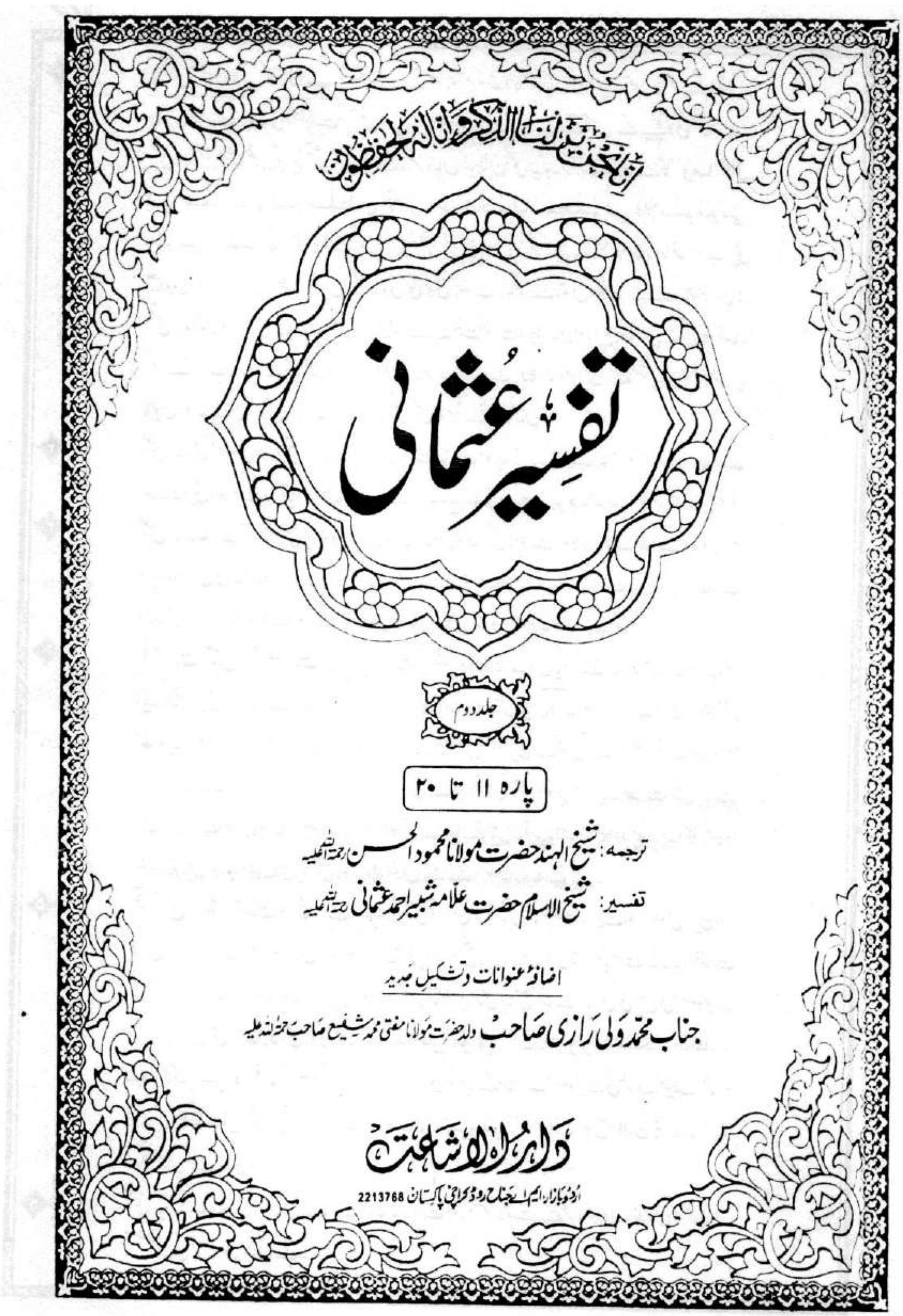
لَا جُنَاحَ عَلَيْهِنَّ فِيْٓ اٰبَآئِهِنَّ وَلَآ اَبْنَآئِهِنَّ وَلَآ اِخْوَانِهِنَّ وَلَآ اَبْنَآءِ اِخْوَانِهِنَّ
وَلَآ اَبْنَآءِ اَخَوٰتِهِنَّ وَلَا نِسَآئِهِنَّ وَلَا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ ۚ وَاتَّقِيْنَ اللّٰهَ ؕ اِنَّ
اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدًا ﴿۵۵﴾ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ؕ يٰٓاَيُّهَا
الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴿۵۶﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ
لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا ﴿۵۷﴾ وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ
ع الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ﴿۵۸﴾

نبی کی بیویوں کے لئے اپنے اپنے باپ (کے سامنے بے پردہ آنے) میں کوئی گناہ نہیں ہے، نہ اپنے بیٹوں کے، نہ اپنے بھائیوں کے، نہ اپنے بھتیجوں کے، نہ اپنے بھانجوں کے، اور نہ اپنی عورتوں کے،(۴۶) اور نہ اپنی کنیزوں کے (سامنے آنے میں کوئی گناہ ہے۔) اور (اے خواتین!) تم اللہ سے ڈرتی رہو۔ یقین جانو کہ اللہ ہر بات کا مشاہدہ کرنے والا ہے۔ ﴿۵۵﴾

بیشک اللہ اور اُس کے فرشتے نبی پر دُرود بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو! تم بھی اُن پر دُرود بھیجو، اور خوب سلام بھیجا کرو۔ ﴿۵۶﴾ جو لوگ اللہ اور اُس کے رسول کو تکلیف پہنچاتے ہیں، اللہ نے دُنیا اور آخرت میں اُن پر لعنت کی ہے، اور اُن کے لئے ایسا عذاب تیار کر رکھا ہے جو ذلیل کر کے رکھ دے گا۔ ﴿۵۷﴾ اور جو لوگ مؤمن مردوں اور مؤمن عورتوں کو اُن کے کسی جرم کے بغیر تکلیف پہنچاتے ہیں، اُنہوں نے بہتان طرازی اور کھلے گناہ کا بوجھ اپنے اُوپر لاد لیا ہے۔ ﴿۵۸﴾

---

(۴۶) جیسا کہ سورۂ نور (۲۴:۳۱) میں گذر چکا ہے، بعض مفسرین نے فرمایا ہے کہ اس سے مراد مسلمان عورتیں ہیں، لہٰذا غیر مسلم عورتوں سے بھی پردہ ضروری ہے، لیکن چونکہ متعدد احادیث سے ثابت ہے کہ غیر مسلم عورتیں ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے پاس جایا کرتی تھیں، اس لئے اِمام رازیؒ اور علامہ آلوسیؒ نے اس بات کو ترجیح دی ہے کہ ''اپنی عورتوں'' سے مراد اپنے میل جول کی عورتیں ہیں، چاہے مسلمان ہوں یا کافر۔ اُن سے پردہ واجب نہیں ہے۔ جن مزید لوگوں سے پردہ واجب نہیں ہے، اُن کی تفصیل سورۂ نور کی مذکورہ آیت میں گذر چکی ہے۔



اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ

تفسیرِ عُثمانی

جلد دوم

پارہ ۱۱ تا ۲۰

ترجمہ: شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن رحمۃ اللہ علیہ

تفسیر: شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ

اضافۂ عنوانات و تشکیل جدید

جناب محمد ولی رازی صاحب ولد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ

دار الاشاعت

اردو بازار ایم اے جناح روڈ کراچی پاکستان 2213768

نہیں۔ اس بارہ میں جو حکم عام مستورات کا سورہ "نور" میں گذر چکا وہی ازواج مطہرات کا ہے۔" وَلَا نِسَآئِهِنَّ وَلَا مَامَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ" کی تشریح ہم سورۂ "نور" میں کرچکے ہیں وہاں مطالعہ کرلیا جائے۔

❸ یعنی پردہ کے جو احکام بیان ہوئے اور جو استثناء کیا گیا پوری طرح ملحوظ رکھو ذرا بھی گڑ بڑ نہ ہونے پائے۔ ظاہر و باطن میں حدود الٰہیہ محفوظ رہنی چاہئیں۔ اللہ سے تمہارا کوئی حال چھپا ہوا نہیں۔" يَعْلَمُ خَآئِنَةَ الْاَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُوْرُ۔"

❹ **صلوٰۃ علی النبی کا مفہوم** "صلوٰۃ النبی" کا مطلب ہے "نبی کی ثناء وتعظیم رحمت وعطوفت کے ساتھ" پھر جس کی طرف "صلوٰۃ" منسوب ہوگی اسی کی شان ومرتبہ کے لائق ثناء وتعظیم اور رحمت وعطوفت مراد لیں گے، جیسے کہتے ہیں کہ باپ بیٹے پر، بیٹا باپ پر اور بھائی بھائی پر مہربان ہے یا ہر ایک دوسرے سے محبت کرتا ہے تو ظاہر ہے جس طرح کی محبت اور مہربانی باپ کی بیٹے پر ہے اس نوعیت کی بیٹے کی باپ پر نہیں اور بھائی کی بھائی پر ان دونوں سے جداگانہ ہوتی ہے۔ ایسے ہی یہاں سمجھ لو۔ اللہ بھی نبی کریم ﷺ پر صلوٰۃ بھیجتا ہے یعنی رحمت وشفقت کے ساتھ آپ ﷺ کی ثناء اور اعزاز واکرام کرتا ہے اور فرشتے بھی بھیجتے ہیں، مگر ہر ایک کی صلوٰۃ اور رحمت وتکریم اپنی شان ومرتبہ کے موافق ہوگی۔

آنحضرتؐ پر مومنین کی صلوٰۃ آگے مومنین کو حکم ہے کہ تم بھی صلوٰۃ ورحمت بھیجو۔ اس کی حیثیت ان دونوں سے علیحدہ ہونی چاہئے۔ علماء نے کہا کہ اللہ کی صلوٰۃ رحمت بھیجنا اور فرشتوں کی صلوٰۃ استغفار کرنا اور مومنین کی صلوٰۃ دعا کرنا ہے۔ حدیث میں ہے کہ جب آیت نازل ہوئی صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! "سلام" کا طریقہ تو ہمیں معلوم ہو چکا (یعنی نماز کے تشہد میں جو پڑھا جاتا ہے)" اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ"" "صلوٰۃ" کا طریقہ بھی ارشاد فرما دیجئے جو نماز میں پڑھا کریں۔ آپؐ نے یہ درود شریف تلقین کیا" اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ۔" غرض یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے مومنین کو حکم دیا کہ تم بھی نبی پر صلوٰۃ (رحمت) بھیجو۔ نبی نے بتلا دیا کہ تمہارا بھیجنا یہی ہے کہ اللہ سے درخواست کرو کہ وہ اپنی بیش از بیش رحمتیں ابد الآباد تک نبی پر نازل فرماتا رہے۔ کیونکہ اس کی رحمتوں کی کوئی حد ونہایت نہیں۔ یہ بھی اللہ کی رحمت ہے کہ اس درخواست پر جو مزید رحمتیں نازل فرمائے وہ ہم عاجز وناچیز بندوں کی طرف منسوب کردی جائیں۔ گویا ہم نے بھیجی ہیں۔ حالانکہ ہر حال میں رحمت بھیجنے والا وہی اکیلا ہے کسی بندہ کی کیا طاقت تھی کہ سید الانبیاء کی بارگاہ میں ان کے رتبہ کے لائق تحفہ پیش کرسکتا۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں "اللہ سے رحمت مانگنی اپنے پیغمبر پر اور ان کے ساتھ انکے گھرانے پر بڑی قبولیت رکھتی ہے۔ ان پر ان کے لائق رحمت اترتی ہے، اور ایک دفعہ مانگنے سے دس رحمتیں اترتی ہیں مانگنے والے پر۔ اب جس کا جتنا جی چاہے اتنا حاصل کرلے۔" **تنبیہ** صلوٰۃ علی النبی کے متعلق مزید تفصیلات ان مختصر فوائد میں نہیں سما سکتیں۔ شروح حدیث میں مطالعہ کی جائیں۔ اور اس بات میں شیخ شمس الدین سخاوی کا رسالہ" القول البديع فی الصلوة علی الحبيب الشفيع" قابل دید ہے۔ ہم نے شرح صحیح مسلم میں بقدر کفایت لکھ دیا ہے فالحمد للّٰہ علیٰ ذالک۔

❺ **اللہ اور اس کے رسولؐ کو ستانے والے ملعون ہیں** اوپر مسلمانوں کو حکم تھا کہ نبی کریم ﷺ کی ایذاء کا سبب نہ بنیں بلکہ ان کی انتہائی تعظیم وتکریم کریں جس کی ایک صورت صلوٰۃ وسلام بھیجنا ہے۔ اب بتلایا کہ اللہ ورسول کو ایذاء دینے والے دنیا وآخرت میں ملعون ومطرود اور سخت رسوا کن عذاب میں مبتلا ہونگے۔ اللہ کو ستانا یہی ہے کہ اس کے پیغمبروں کو ستائیں یا اس کی جناب میں نالائق باتیں کہیں۔

القول البديع

في الصلاة على الحبيب الشفيع

(صلى الله عليه وسلم)

للإمام الحافظ المؤرخ محمد بن عبد الرحمن السخاوي

وُلد سنة ٨٣٩ هـ - وتوفي سنة ٩٠٢ هـ

رحمه الله تعالى

النص الكامل

قابله بأصل مصنفه وبأربعة أصول أخرى

محمد عوامة

الباب الرابع

في تبليغه ﷺ سلامَ من يسلِّم عليه وردِّه السلام وغير ذلك من الفوائد والتتمات

حديث عمار وأنس وأبي أمامة وأبي هريرة وغيرهم مما يصلُح لهذا الباب: تقدمت في الباب الثاني[١]. وحديث أبي قِرْصافة يأتي في الباب الأخير[٢].

وعن ابنِ مسعود رضي الله عنه، عن النبي ﷺ قال: «إن لله ملائكةً سيّاحينَ يبلِّغوني عن أمتي السلام». رواه أحمد والنسائي والدارمي وأبو نعيم، والبيهقي والخِلَعي، وابن حبان والحاكم في صحيحهما وقال: صحيح الإسناد.

وأسنده أبو اليمن ابن عساكر من طريق معاذ بن معاذ العنبري، وعبد الرحمن بن مهدي، ومحمد بن كثير، وفي بعض ألفاظه: «لله ملائكةٌ سيّاحون» وأشار إلى أنه عند وكيع وعبد الرزاق والفِريابي ستتهُم عن الثوري، عن عبد الله السائب، عن زاذان، عن ابن مسعود، وقال: إنه حسنٌ من حديث الثوري.

وعن علي رضي الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ: «إن لله ملائكةً يَسيحون في الأرض يبلِّغوني صلاة من صلَّى عليَّ من أمتي». أخرجه الدارقطني فيما انتقاه من حديث أبي إسحاق المزكِّي من روايته، من طريق زاذان، عن علي، وهو وهَم، وإنما رواه زاذان، عن ابن مسعود، كما تقدم، والله الموفق.

---

(١) هي بالترتيب في صفحة ٢٤٦، ٢٦٩، ٢٤٧، ٢٥٠، ولأنس حديث آخر يأتي ص٣١٨.

(٢) ص٤١١.

وعن حسن بن علي بن أبي طالب رضي الله عنهما قال: قال رسول الله ﷺ: «حيثُما كنتم فصلُّوا عليَّ فإن صلاتكم تبلُغني» صلى الله عليه وسلم.

رواه الطبراني في «الأوسط» و «الكبير» وأبو يعلى بسند حسن، لكن قد قيل: إن فيه من لم يعرف(١).

وعن ابن عباس رضي الله عنهما قال: ليس أحدٌ من أمة محمد ﷺ يصلِّي على محمد أو يسلِّم عليه إلا بُلِّغَه(٢): يصلي عليك فلان، ويسلم عليك فلان. رواه إسحاق بن راهويه في «مسنده» هكذا موقوفاً، والبيهقي ولفظه: ليس أحد من أمة محمد يصلِّي عليه صلاة إلا وهي تبلغه، يقول الملك: فلان يصلِّي عليك كذا وكذا صلاةً.

وعن أبي هريرة رضي الله عنه، عن النبي ﷺ أنه قال: «لا تجعلوا بيوتكم قبوراً، ولا تجعلوا قبري عيداً، وصلُّوا عليَّ فإن صلاتكم تبلُغني حيثما كنتم» أخرجه أبوداود، وأحمد في «مسنده»، وابن فِيل في «جزئه» المرويّ عنه، وصححه النووي في «الأذكار»، وعند ابن بَشْكُوال من حديثه مرفوعاً بلفظ: «ما من أحد يسلِّم عليَّ إلا ردَّ الله إليَّ روحي حتى أردَّ عليه».

---

(١) «الأوسط» للطبراني (٣٦٧)، و«الكبير» ٣(٢٧٢٩) باللفظ المذكور، وفي إسناده حميد بن أبي زينب، قال الهيثمي في «المجمع» ١٠: ١٦٢: «لم أعرفه»، وأبو يعلى (٦٧٦١) بنحوه، وفي إسناده ضعف وانقطاع، لا: حسن، وسيذكره المصنف ص٣١٤ ويحكم عليه بالضعف، وليس في مسند أبي يعلى حديث آخر سواه من رواية الحسن أو الحسين رضي الله عنهما، إنما فيه في مسند سيدنا علي من رواية ابنه الحسين عنه حديثٌ بهذا المعنى، انظره (٤٦٩)، وفيه ضعف.

هذا تفصيل كلام المصنف رحمه الله، وفيه إجمال غير سائغ، وكأنه تابع المنذري في «الترغيب» ٢: ٤٩٨ حيث عزا الحديث إلى الطبراني في «الكبير» وحسّن إسناده.

كما أن ابن أبي عاصم رواه في جزئه (٢٧) من طريق حميد نفسه، وقول محقِّقه «حديث صحيح»: في مقام المنع، نعم، تصحيح المتن بشواهده أمر آخر مسلَّم به.

(٢) الضبط من ب.

وعنه أيضاً رضي الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ: «أَكثِروا الصلاةَ عليَّ في الليلة الزَّهراء واليوم الأغرِّ، فإن صلاتكم تُعرض عليَّ». أخرجه الطبراني في «الأوسط» بسند ضعيف، لكن يتقوَّى بشواهده.

وعنه أيضاً رضي الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ: «من صلى عليَّ عند قبري سمعتُه، ومن صلى عليَّ من بعيد أُعْلِمْتُه». أخرجه أبو الشيخ في «الثواب» له من طريق أبي معاوية، عن الأعمش، عن أبي صالح، عنه، ومن طريقه الديلمي، وقال ابن القيم: إنه غريب.

قلت: وسنده جيد، كما أفاده شيخنا.

وعنه أيضاً رضي الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ: «من صلّى عليَّ عند قبري سمعتُه، ومن صلَّى علي نائياً وكَّل الله به ملكاً يبلِّغني، وكُفيَ أمرَ دنياه وآخرتِه، وكنتُ له يوم القيامة شهيداً أو شفيعاً»(١). أخرجه العُشاري، وفي سنده محمد بن يونس، وهو الكُديمي، متروك الحديث.

وهو عند ابن أبي شيبة، والتيمي في «ترغيبه» والبيهقي في «حياة الأنبياء» له باختصار: «من صلى عليَّ عند قبري سمعته، ومن صلّى علي نائياً أُبْلغته».

وأخرجه في «الشُعب» بلفظ: «مامن عبد يسلم عليَّ عند قبري إلا وكَّل الله بِهَا ملكاً يبلغني» والباقي سواء. وأورده ابن الجوزي من طريق الخطيب، واتَّهم به محمد بن مروان السُّدي، ونَقَل عن العُقَيلي أنه قال: لا أصل لهذا الحديث من حديث الأعمش، وليس بمحفوظ. انتهى. وقال ابن كثير: في إسناده نظر.

وقوله «نائياً»: يعني بعيداً، كما فسَّرته الرواية الأخرى.

وعن زين العابدين علي بن الحسين بن علي أن رجلاً كان يأتي كلّ غداةٍ فيزور قبرَ النبي ﷺ ويصلي عليه، ويصنع في المساء مثل ذلك،

---

(١) في ج: وشفيعاً. وانظر صفحة ٢٣١، وانظر (التنبيه) ص٣٤٦-٣٤٧.

فتح الملهم

بشرح صحيح الإمام مسلم بن الحجاج القشيري رحمه الله

تأليف

العلامة المحدث المفسر المتكلم الكبير الشيخ شبير احمد العثماني رحمه الله

بتعليقات نافعة

من فضيلة العلامة المفتي محمد رفيع العثماني رئيس دار العلوم كراتشي

التخريج والترقيم

نور البشر بن نور الحق

المجلد الثاني

الناشر

مكتبة دار العلوم كراتشي ١٤

. . . . .

فلهذا أدخل حرف التشبيه فى الرواية ، وحيث أطلقها فهى محمولة على ذلك ، والله أعلم .

وقد جمع البيهقى كتابا لطيفا فى حياة الأنبياء فى قبورهم أورد فيه حديث أنس : «الأنبياء أحياء فى قبورهم يصلون» أخرجه من طريق يحيى بن أبى كثير - وهو من رجال الصحيح - عن المستلم بن سعيد - وقد وثقه أحمد وابن حبان - عن الحجاج الأسود - وهو ابن أبى زياد البصرى وقد وثقه أحمد وابن معين - عن ثابت عنه ، وأخرجه أيضا أبويعلى فى مسنده من هذا الوجه وشاهد هذا الحديث ما ثبت فى صحيح مسلم من رواية حماد بن سلمة ، عن ثابت ، عن أنس رفعه : «مررت بموسى ليلة أسرى بى عند الكثيب الأحمر وهو قائم يصلى فى قبره» وأخرجه أيضا من وجه آخر ، عن أنس ، فإن قيل : هذا خاص بموسى ، قلنا : قد وجدنا له شاهدا من حديث أبى هريرة أخرجه مسلم أيضا من طريق عبد الله بن الفضل عن أبى سلمة عن أبى هريرة رفعه : «لقد رأيتنى فى الحجر وقريش تسألنى عن مسراى» الحديث ، وفيه : «وقد رأيتنى فى جماعة من الأنبياء ، فإذا موسى قائم يصلى ، فإذا رجل ضرب جعد كأنه» وفيه : «وإذا عيسى بن مريم قائم يصلى أقرب الناس به شبها عروة بن مسعود ، وإذا إبراهيم قائم يصلى ، أشبه الناس به صاحبكم ، فحانت الصلاة فأممتهم» .

ومن شواهد الحديث أيضا ما أخرجه أبوداود من حديث أبى هريرة رفعه ، وقال فيه : «وصلوا علىّ ، فإن صلاتكم تبلغنى حيث كنتم» سنده صحيح ، وأخرجه أبو الشيخ فى كتاب الثواب بسند جيد «من صلى علىّ عند قبرى سمعته ، ومن صلى على نائيا بلغته» وعند أبى داود والنسائى ، وصححه ابن خزيمة وغيره ، عن أوس بن أوس رفعه فى فضل يوم الجمعة «فأكثروا فيه علىّ من الصلاة ، فإن صلاتكم معروضة علىّ ، قالوا : يا رسول الله ، وكيف تعرض صلاتنا عليك وقد أرمت ؟ قال : إن الله حرم على الأرض أن تأكل أجساد الأنبياء» .

ومما يشكل على ما تقدم ما أخرجه أبوداود من وجه آخر عن أبى هريرة رفعه : «ما من أحد يسلم علىّ إلا ردّ الله علىّ روحى ، حتى أرد عليه السلام» ورواته ثقات . وجه الإشكال فيه أن ظاهره أن عود الروح إلى الجسد يقتضى انفصالها عنه ، وهو الموت . وقد أجاب العلماء

الباب الثانی

احادیث نبویہ

مع

الشروح

سے

عقیدہ حیات النبی ﷺ

کا ثبوت

احادیث مبارکہ - دلیل نمبر ۱

إنما يخشى الله من عباده العلماء

المجلد الثاني من

الصحيح لمسلم

مع

شرح الكامل للنووي

ناشران

قديمي كتب خانه

مقابل آرام باغ کراچی

ومعه حاشية عليه للإمام أبي الحسن السندي

طبعة قديمي كتب خانه بالإتفاق مع نور محمد اصح المطابع كارخانه تجارت كتب

باب من فضائل موسیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

وحدثنا ابوبکر بن ابی شیبۃ قال نا وکیع عن سفیان ح قال وحدثنا ابن نمیر قال نا ابی قال ثنا سفیان عن عمرو بن یحیی عن ابیہ عن ابی سعید قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تخیروا بین الانبیاء وفی حدیث ابن نمیر عمرو بن یحیی قال حدثنی ابی **حدثنا** ھداب بن خالد وشیبان بن فروخ قالا نا حماد بن سلمۃ عن ثابت البنانی وسلیمان التیمی عن انس بن مالک ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اتیت وفی روایۃ ھداب مررت علی موسی لیلۃ اسری بی عند الکثیب الاحمر وھو قائم یصلی فی قبرہ **وحدثنا** علی بن خشرم قال نا عیسی یعنی ابن یونس ح قال وحدثنا عثمان بن ابی شیبۃ قال نا جریر کلاھما عن سلیمان التیمی عن انس ح قال وحدثنا ابوبکر بن ابی شیبۃ قال نا عبدۃ بن سلیمان عن سفیان عن سلیمان التیمی قال سمعت انسا یقول قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مررت علی موسی وھو یصلی فی قبرہ وزاد فی حدیث عیسی مررت لیلۃ اسری بی **حدثنا** ابوبکر بن ابی شیبۃ ومحمد بن المثنی ومحمد بن بشار قالوا نا محمد بن جعفر قال ثنا شعبۃ عن سعد بن ابراھیم قال سمعت حمید بن عبد الرحمن یحدث عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال یعنی اللہ تبارک وتعالی لا ینبغی لعبد لی وقال ابن المثنی لعبدی ان یقول انا خیر من یونس بن متی قال ابن ابی شیبۃ محمد بن جعفر عن شعبۃ **وحدثنا** محمد بن المثنی وابن بشار واللفظ لابن المثنی قالا نا محمد بن جعفر قال نا شعبۃ عن قتادۃ قال سمعت ابا العالیۃ یقول حدثنی ابن عم نبیکم صلی اللہ علیہ وسلم یعنی ابن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ما ینبغی لعبد ان یقول انا خیر من یونس بن متی ونسبہ الی ابیہ **حدثنا** زھیر بن حرب ومحمد بن المثنی وعبید اللہ بن سعید قالوا نا یحیی بن سعید عن عبید اللہ قال اخبرنی سعید بن ابی سعید عن ابیہ عن ابی ھریرۃ قال قیل یا رسول اللہ من اکرم الناس قال اتقاھم قالوا لیس عن ھذا نسألک قال فیوسف نبی اللہ ابن نبی اللہ ابن نبی اللہ ابن خلیل اللہ قالوا لیس عن ھذا نسألک قال فعن معادن العرب تسألونی خیارھم فی الجاھلیۃ خیارھم فی الاسلام اذا فقھوا **حدثنا** ھداب بن خالد قال نا حماد بن سلمۃ عن ثابت عن ابی رافع عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال کان زکریا نجارا

وانکر بعضھم الظن وصعقتھم الصاعقۃ بفتح الصاد والعین وا صعقتھم وبنو تمیم یقولون الصاقعۃ بتقدیم القاف قال القاضی وھذا من اشکل الاحادیث لان موسی قد مات فکیف تدرکہ الصعقۃ وانما تصعق الاحیاء وقولہ مما استثنی اللہ تعالی یدل علی انہ کان حیا ولم یات ان موسی رجع الی الحیوۃ ولا انہ حی کما جاء فی عیسی وقد قال صلی اللہ علیہ وسلم لو کنت ثم لاریتکم قبرہ الی جانب الطریق قال القاضی فیحتمل ان ھذہ الصعقۃ صعقۃ فزع بعد البعث حین تنشق السموات والارض فتنتظم حینئذ الآیات والاحادیث ویؤیدہ قولہ صلی اللہ علیہ وسلم فافاق لانہ انما یقال افاق من الغشی واما الموت فیقال بعث منہ وصعقۃ الطور لم تکن موتا واما **قولہ** صلی اللہ علیہ وسلم فلا ادری افاق قبلی فیحتمل انہ صلی اللہ علیہ وسلم قالہ قبل ان یعلم انہ اول من تنشق عنہ الارض ان کان ھذا اللفظ علی ظاھرہ وان نبینا صلی اللہ علیہ وسلم اول شخص تنشق عنہ الارض علی الاطلاق قال ویجوز ان یکون معناہ انہ من الزمرۃ الذین ھم اول من تنشق عنھم الارض فیکون موسی من تلک الزمرۃ وھی واللہ اعلم زمرۃ الانبیاء صلوات اللہ وسلامہ علیھم ھذا آخر کلام القاضی (**قولہ** صلی اللہ علیہ وسلم ولا اقول ان احدا افضل من یونس بن متی وفی روایۃ ان اللہ تعالی قال لا ینبغی لعبد لی یقول انا خیر من یونس بن متی وفی روایۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ما ینبغی لعبد یقول انا خیر من یونس بن متی) قال العلماء ھذہ الاحادیث تحتمل وجھین احدھما انہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ھذا قبل ان یعلم انہ افضل من یونس فلما علم ذلک قال انا سید ولد آدم ولم یقل ھنا ان یونس افضل منہ او من غیرہ من الانبیاء صلوات اللہ وسلامہ علیھم والثانی انہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ھذا زجرا عن ان یتخیل احد من الجاھلین شیئا من حط مرتبۃ یونس صلی اللہ علیہ وسلم من اجل ما فی القرآن العزیز من قصتہ قال العلماء وما جری لیونس صلی اللہ علیہ وسلم لم یحطہ من النبوۃ مثقال ذرۃ وخص یونس بالذکر لما ذکرناہ من ذکرہ فی القرآن بما ذکر واما قولہ صلی اللہ علیہ وسلم ما ینبغی لعبد ان یقول انا خیر من یونس فالضمیر فی انا قیل یعود الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وقیل یعود الی القائل ای لا یقول ذلک بعض الجاھلین من المجتھدین فی عبادۃ او علم او غیر ذلک من الفضائل فانہ لو بلغ من الفضائل ما بلغ لم یبلغ درجۃ النبوۃ ویؤید ھذا التاویل الروایۃ التی قبلہ وھی قولہ تعالی لا ینبغی لعبد لی ان یقول انا خیر من یونس بن متی واللہ اعلم (**قولہ** صلی اللہ علیہ وسلم مررت علی موسی وھو قائم یصلی فی قبرہ) ھذا الحدیث سبق شرحہ فی اواخر کتاب الایمان عند ذکر موسی وعیسی صلی اللہ علیھما وسلم **باب** من فضائل یوسف صلی اللہ علیہ وسلم (**قولہ** قیل یا رسول اللہ من اکرم الناس قال اتقاھم للہ قالوا لیس عن ھذا نسألک **قال** یوسف نبی اللہ ابن نبی اللہ ابن نبی اللہ ابن خلیل اللہ قالوا لیس عن ھذا نسألک قال فعن معادن العرب تسألونی خیارھم فی الجاھلیۃ خیارھم فی الاسلام اذا فقھوا) ھکذا وقع فی مسلم نبی اللہ ابن نبی اللہ ابن نبی اللہ ابن خلیل اللہ وفی روایات للبخاری کذلک وفی بعضھا نبی اللہ ابن نبی اللہ ابن خلیل اللہ وھذہ الروایۃ ھی الاصل واما الاولی فمختصرۃ منھا فانہ یوسف بن یعقوب بن اسحق بن ابراھیم الخلیل صلی اللہ علیہ وسلم فنسبہ فی الاول الی جدہ ویقال یوسف بضم السین وکسرھا وفتحھا مع الھمزۃ وترکہ فھی ستۃ اوجہ قال العلماء واصل الکرم کثرۃ الخیر وقد جمع یوسف صلی اللہ علیہ وسلم مکارم الاخلاق مع شرف النبوۃ مع شرف النسب وکونہ نبیا ابن ثلثۃ انبیاء متناسلین احدھم خلیل اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وانضم الیہ شرف علم الرؤیا وتمکنہ فیہ وریاسۃ الدنیا وملکھا بالسیرۃ الجمیلۃ وحیاطتہ للرعیۃ وعموم نفعہ ایاھم وشفقتہ علیھم وانقاذہ ایاھم من تلک السنین واللہ اعلم قال العلماء لما سئل صلی اللہ علیہ وسلم ای الناس اکرم اخبر باکمل الکرم واعمہ فقال اتقاھم للہ وقد ذکرنا ان اصل الکرم کثرۃ الخیر ومن کان متقیا کان کثیر الخیر وکثیر الفائدۃ فی الدنیا وصاحب الدرجات العلی فی الآخرۃ فلما قالوا لیس عن ھذا نسألک **قال** یوسف الذی جمع خیرات الآخرۃ والدنیا وشرفھما فلما قالوا لیس عن ھذا نسألک فھم عنھم ان مرادھم قبائل العرب قال خیارھم فی الجاھلیۃ خیارھم فی الاسلام اذا فقھوا ومعناہ ان اصحاب المروات ومکارم الاخلاق فی الجاھلیۃ اذا اسلموا وفقھوا فھم خیار الناس قال القاضی وقد تضمن الحدیث فی الاجوبۃ الثلاثۃ ان الکرم کلہ عمومہ وخصوصہ ومجملہ ومبینہ انما ھو الدین من التقوی والنبوۃ والاعراق فیھا والاسلام مع الفقہ ومعنی معادن العرب اصولھا وفقھوا بضم القاف علی المشھور وحکی کسرھا ای صاروا فقھاء عالمین بالاحکام الشرعیۃ الفقھیۃ واللہ اعلم **باب** من فضائل زکریا صلی اللہ علیہ وسلم

(**قولہ** صلی اللہ علیہ وسلم کان زکریا نجارا) فیہ جواز الصنائع وان النجارۃ لا تسقط المروۃ وانھا صنعۃ فاضلۃ وفیہ فضیلۃ لزکریا صلی اللہ علیہ وسلم فانہ کان صانعا یاکل من کسبہ وقد ثبت قولہ صلی اللہ علیہ وسلم افضل ما اکل الرجل من کسبہ وان نبی اللہ داؤد کان یاکل من عمل یدہ وفی زکریا خمس لغات المد والقصر وزکری بالتشدید والتخفیف وزکر کعلم

فيض القدير

شرح الجامع الصغير

للعلامة المناوي

وهو شرح نفيس للعلامة المحدث

محمد المدعو بعبد الرؤف المناوي

على كتاب «الجامع الصغير» من أحاديث البشير النذير

للحافظ جلال الدين عبد الرحمن السيوطي

نفعنا الله بعلومهما

الجزء الخامس

صححت هذه الطبعة وقوبلت على عدة نسخ من أهمها نسخة نفيسة مخطوطة في سنة ١٠٩٣ هـ
وعلق عليها تعليقات قيمة نخبة من العلماء الأجلاء

تنبيه: قد جعلنا متن الجامع الصغير بأعلى الصفحات، والشرح بأسفلها
مفصولا بينهما بجدول
ولتمام الفائدة قد ضبطنا الأحاديث بالشكل الكامل

١٣٩١ هـ — ١٩٧٢ م

الطبعة الثانية

دار المعرفة
للطباعة والنشر
بيروت — لبنان

عَلَى عَرْشِهِ - (حل) عن أبي هريرة ، وأبي سعيد - (ح)

٨١٧٠ — مُدَارَاةُ النَّاسِ صَدَقَةٌ - (حم طب هب) عن جابر - (صح)

٨١٧١ — مَرَرْتُ لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِي عَلَى مُوسَى قَائِمًا يُصَلِّي فِي قَبْرِهِ - (حم م ن) عن أنس - (صح)

عرشه) قال حجة الإسلام المراد بمجالس الذكر تدبر القرآن والتفقه في الدين وتعداد نعم الله علينا ؛ فقد قال مالك مجالس الذكر ليس مثل مجالسكم هذه يقص أحدكم وعظه على أصحابه ويسرد الحديث سردا إنما كنا نقعد فنذكر الإيمان والقرآن ﴿ فائدة ﴾ في الفتوحات أن عمار بن الراهب رأى في نومه مسكينة الطفاوية بعد موتها فقال مرحباً يامسكينة قالت هيهات ياعمار هيهات ذهبت المسكنة وجاء الغنى الأكبر،هيه ما تسأل عمن أبيح له الجنة بحذافيرها يظل حيث يشاء ؟ قال بم ذاك ؟قالت على مجالس الذكر والصبر على الحق (حل) وكذا الخطيب (عن أبي هريرة وأبي سعد) رمز المصنف لحسنه

(مداراة) بغير همز وأصله الهمز (الناس صدقة) قال العامري المداراة اللين والتعطف ومعناه أن من ابتلى بمخالطة الناس معاملة ومعاشرة فألان جانبه وتلطف ولم ينفرهم كتب له صدقة ؛ قال ابن حبان المداراة التي تكون صدقة للمداري تخلقه بأخلاقه المستحسنة مع نحو عشيرته مالم يشبها بمعصية والمداراة محثوث عليها مأمور بها ومن ثم قيل اتسعت دار من يداري وضاقت أسباب من يماري؛ وفي شرح البخاري قالوا المداراة الرفق بالجاهل في التعليم وبالفاسق بالنهي عن فعله وترك الإغلاظ عليه،والمداهنة معاشرة الفاسق وإظهار الرضى بماهو فيه، والأولى مندوبة والثانية محرمة وقال حجة الإسلام : الناس ثلاثة أحدهم مثل الغذاء لا يستغنى عنه والآخر مثل الدواء يحتاج اليه في وقت دون وقت والثالث مثل الداء لا يحتاج اليه لكن العبد قد يبتلي به وهو الذي لا أنس فيه ولا نفع فتجب مداراته إلى الخلاص منه (حب طب هب عن جابر) بن عبدالله هذا حديث له طرق عديدة وهذا الطريق كما قاله العلائي وغيره أعدلها فمن ثم عدل لها المصنف واقتصر عليه ومع ذلك فيه يوسف بن أسباط الراهب أورده الذهبي في الضعفاء وقال أبو حاتم صدوق يخطئ كثيرا وفي اللسان عن ابن عدي حديث لا أعرفه إلا من حديث أصرم والعباس الراوي عنه في عداد الضعفاء وقال الهيثمي فيه عند الطبراني يوسف بن محمد بن المنكدر متروك وقال الحافظ في الفتح بعد ماعزاه لابن عدي والطبراني في الاوسط فيه يوسف بن محمد بن المنكدر ضعفوه وقال ابن عدي لابأس به قال الحافظ وأخرجه ابن أبي عاصم في آداب الحكماء بسند أحسن منه

(مررت ليلة أسري بي على موسى) أي جاوزت موسى بن عمران حال كونه (قائما يصلي في قبره) لفظ رواية مسلم مررت على موسى ليلة أسري بي عند الكثيب الاحمر وهو يصلي في قبره أي يدعو الله ويثني عليه ويذكره : فالمراد الصلاة اللغوية وقيل المراد الشرعية وعليه القرطبي فقال الحديث بظاهره يدل على أنه رآه رؤية حقيقية في اليقظة وأنه حي في قبره يصلي الصلاة التي يصليها في الحياة وذلك ممكن ولا مانع من ذلك لأنه إلى الآن في الدنيا وهي دار تعبد ، فان قيل : كيف يصلون بعد الموت وليس تلك حالة تكليف؟ قلنا ذلك ليس بحكم التكليف بل بحكم الإكرام والتشريف لأنهم حبب إليهم في الدنيا الصلاة فلزموها ثم توفوا وهم على ذلك فتشرفوا بإبقاء ما كانوا يحبونه عليهم فتكون عبادتهم إلهامية كعبادة الملائكة لاتكليفية ؛ ويدل عليه خبر يموت الرجل على ماعاش عليه ويحشر على مامات عليه؛ ولا تدافع بين هذا وبين رؤيته إياه تلك الليلة في السماء لأن للأنبياء مراتع ومسارح يتصرفون فيما شاءوا ثم يرجعون أو لأن أرواح الأنبياء بعد مفارقة البدن في الرفيق الأعلى ولها إشراف على البدن وتعلق به يتمكنون من التصرف والتقرب بحيث يرد السلام على المسلم وبهذا التعلق رآه يصلي في قبره ورآه في السماء فلا يلزم كون موسى عرج به من قبره ثم رد إليه بل ذلك مقام روحه واستقرارها وقبره مقام بدنه واستقراره

عَوْنُ المَعْبُود

شَرْح

سُنَن أبي دَاوُد

لِلعَلَّامَة أبي الطَّيِّب مُحَمَّد شَمْس الحَق العَظِيم آبَادِي

طبعة جديدة مدقّقة ومصححة ومُرَقَّمة

الكتب والأبواب على كتاب تيسير المنفعة للسيد المرحوم

محمد فؤاد عبد الباقي وموافقة للمعجم المفهرس لألفاظ الحديث النبوي الشريف

تحقيق وتصحيح

عبد الرحمن محمد عثمان

الجزء الثالث

قديمي كتب خانه

مقابل آرام باغ - كراچى

الأرضِ أجْسَادَ الأنْبِيَاءِ».

٢٠١، ٢٠٢ ـ باب الإجابة أية ساعة هي في يوم الجمعة

١٠٤٤ ـ حدثنا أَحْمَدُ بنُ صَالح أخبرنا ابنُ وَهْبٍ أخبرني عَمْرٌو ـ يعْني ابنَ الحَارِثِ ـ أنَّ الْجُلاَحَ مَوْلَى عَبْدِالعَزِيزِ حَدَّثَهُ أنَّ أبَا سَلَمَةَ ـ يَعْني ابنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ ـ حَدَّثَهُ عن جَابِرِ بن عَبْدِ الله عن رسولِ الله ﷺ أنَّهُ قال: «يَوْمُ الْجُمُعَةِ ثِنْتَا عَشَرَةَ ـ يُرِيدُ سَاعَةً ـ لاَ يُوجَدُ مُسْلِمٌ يَسْأَلُ الله شَيْئاً إلاَّ أتَاهُ الله عَزَّ وَجَلَّ، فَالْتَمِسُوهَا آخِرَ سَاعَةٍ بَعْدَ الْعَصْرِ».

(الأرض): أي منعها وفيه مبالغة لطيفة (أجساد الأنبياء): أي من أن تأكلها فإن الأنبياء في قبورهم أحياء. قال ابن حجر المكي: وما أفاده من ثبوت حياة الأنبياء حياة بها يتعبدون ويصلون في قبورهم مع استغنائهم عن الطعام والشراب كالملائكة أمر لا مرية فيه، وقد صنف البيهقي جزءاً في ذلك. قال المنذري: وأخرجه النسائي وابن ماجه وله علة دقيقة أشار إليها البخاري وغيره وقد جمعت طرقه في جزء. وفي النيل بعد سرد الأحاديث في هذا الباب ما نصه: وهذه الأحاديث فيها مشروعية الإكثار من الصلاة على النبي ﷺ يوم الجمعة وأنها تعرض عليه ﷺ وأنه حي في قبره. وقد أخرج ابن ماجه بإسناد جيد أنه ﷺ قال لأبي الدرداء «إن الله عز وجل حرم على الأرض أن تأكل أجساد الأنبياء» وفي رواية للطبراني «ليس من عبد يصلي علي إلا بلغني صلاته قلنا وبعد وفاتك قال وبعد وفاتي إن الله عز وجل حرم على الأرض أن تأكل أجساد الأنبياء» وقد ذهب جماعة من المحققين إلى أن رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم حي بعد وفاته وأنه يسر بطاعات أمته، وأن الأنبياء لا يبلون، مع أن مطلق الإدراك كالعلم والسماع ثابت لسائر الموتى. وقد صح عن ابن عباس مرفوعاً «ما من أحد يمر على قبر أخيه المؤمن وفي رواية بقبر الرجل كان يعرفه في الدنيا فيسلم عليه إلا عرفه ورد عليه» ولابن أبي الدنيا إذا مر الرجل بقبر يعرفه فيسلم عليه السلام وعرفه وإذا مر بقبر لا يعرفه رد عليه السلام» وصح أنه ﷺ كان يخرج إلى البقيع لزيارة الموتى ويسلم عليهم. وورد النص في كتاب الله في حق الشهداء أنهم أحياء يرزقون وأن الحياة فيهم متعلقة بالجسد فكيف بالأنبياء والمرسلين. وقد ثبت في الحديث «الأنبياء أحياء في قبورهم» رواه المنذري وصححه البيهقي. وفي صحيح مسلم عن النبي ﷺ قال «مررت بموسى ليلة أسري بي عند الكثيب الأحمر وهو قائم يصلي في قبره» انتهى.

٢٠١، ٢٠٢ ـ باب الإجابة أية ساعة هي في يوم الجمعة

١٠٤٤ ـ (ثنتا عشرة يريد ساعة): ولفظ النسائي يوم الجمعة اثنتا عشرة ساعة، والمراد ههنا الساعة النجومية والمراد أنها في عدد الساعات كسائر الأيام (يسأل الله): أي في ساعة منها، وهذه الساعات عرفية، وضمير التمسوها راجع إلى هذه الساعة (آخر ساعة): ظرف لالتمسوا والمراد بها الساعة النجومية فلا إشكال في الظرفية بأن يقال كيف يلتمس الساعة. كذا في حاشية النسائي للسندي. قال القاضي: اختلف السلف في وقت هذه الساعة وفي معنى قائم يصلي، فقال بعضهم

فتح الملهم

بشرح صحيح الإمام مسلم بن الحجاج القشيري رحمه الله

تأليف

العلامة المحدث المفسر المتكلم الكبير الشيخ شبير أحمد العثماني رحمه الله

بتعليقات نافعة

من فضيلة العلامة المفتي محمد رفيع العثماني رئيس دار العلوم كراتشي

التخريج والترقيم

نور البشر بن نور الحق

المجلد الثاني

الناشر

مكتبة دار العلوم كراتشي ١٤

. . . . .

فلهذا أدخل حرف التشبيه فى الرواية ، وحيث أطلقها فهى محمولة على ذلك ، والله أعلم .

وقد جمع البيهقى كتابا لطيفا فى حياة الأنبياء فى قبورهم أورد فيه حديث أنس : «الأنبياء أحياء فى قبورهم يصلون» أخرجه من طريق يحيى بن أبى كثير - وهو من رجال الصحيح - عن المستلم بن سعيد - وقد وثقه أحمد وابن حبان - عن الحجاج الأسود - وهو ابن أبى زياد البصرى وقد وثقه أحمد وابن معين - عن ثابت عنه ، وأخرجه أيضا أبويعلى فى مسنده من هذا الوجه وشاهد هذا الحديث ما ثبت فى صحيح مسلم من رواية حماد بن سلمة ، عن ثابت ، عن أنس رفعه : «مررت بموسى ليلة أسرى بى عند الكثيب الأحمر وهو قائم يصلى فى قبره» وأخرجه أيضا من وجه آخر ، عن أنس ، فإن قيل : هذا خاص بموسى ، قلنا : قد وجدنا له شاهدا من حديث أبى هريرة أخرجه مسلم أيضا من طريق عبد الله بن الفضل عن أبى سلمة عن أبى هريرة رفعه : «لقد رأيتنى فى الحجر وقريش تسألنى عن مسراى» الحديث ، وفيه : «وقد رأيتنى فى جماعة من الأنبياء ، فإذا موسى قائم يصلى ، فإذا رجل ضرب جعد كأنه» وفيه : «وإذا عيسى بن مريم قائم يصلى أقرب الناس به شبها عروة بن مسعود ، وإذا إبراهيم قائم يصلى ، أشبه الناس به صاحبكم ، فحانت الصلاة فأممتهم» .

ومن شواهد الحديث أيضا ما أخرجه أبوداود من حديث أبى هريرة رفعه ، وقال فيه : «وصلوا علىّ ، فإن صلاتكم تبلغنى حيث كنتم» سنده صحيح ، وأخرجه أبو الشيخ فى كتاب الثواب بسند جيد «من صلى علىّ عند قبرى سمعته ، ومن صلى على نائيا بلغته» وعند أبى داؤد والنسائى ، وصححه ابن خزيمة وغيره ، عن أوس بن أوس رفعه فى فضل يوم الجمعة «فأكثروا فيه علىّ من الصلاة ، فإن صلاتكم معروضة علىّ ، قالوا : يا رسول الله ، وكيف تعرض صلاتنا عليك وقد أرمت ؟ قال : إن الله حرم على الأرض أن تأكل أجساد الأنبياء» .

ومما يشكل على ما تقدم ما أخرجه أبوداود من وجه آخر عن أبى هريرة رفعه : «ما من أحد يسلم علىّ إلا ردّ الله علىّ روحى ، حتى أرد عليه السلام» ورواته ثقات . وجه الإشكال فيه أن ظاهره أن عود الروح إلى الجسد يقتضى انفصالها عنه ، وهو الموت . وقد أجاب العلماء

مِنَّةُ المُنْعِم

فِي شَرْحِ

صَحِيح مُسْلِم

المُسْنَدِ الصَّحِيحِ المُخْتَصَرِ مِنَ السُّنَنِ بِنَقْلِ العَدْلِ
عَنِ العَدْلِ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ

لِلإِمَامِ الحَافِظِ أَبِي الحُسَيْنِ مُسْلِمِ بْنِ الحَجَّاجِ بْنِ مُسْلِمٍ
القُشَيْرِيِّ النَّيسَابُورِيِّ رَحِمَهُ اللهُ
(٢٠٦ - ٢٦١هـ)

الجُزْءُ الرَّابِعُ

الشَّارِحُ
فَضِيلَةُ الشَّيْخِ/صَفِيُّ الرَّحْمٰنِ المُبَارَكْفُورِيُّ حَفِظَهُ اللهُ

دار السلام
DARUSSALAM

دَارُ السَّلَامِ لِلنَّشْرِ وَالتَّوْزِيعِ
الرياض

الْعَالَمِينَ! وَقَالَ: فَرَفَعَ الْمُسْلِمُ يَدَهُ عِنْدَ ذٰلِكَ، فَلَطَمَ وَجْهَ الْيَهُودِيِّ، فَذَهَبَ [الْيَهُودِيُّ] إِلَىٰ رَسُولِ اللهِ ﷺ فَأَخْبَرَهُ بِمَا كَانَ مِنْ أَمْرِهِ وَأَمْرِ الْمُسْلِمِ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَا تُخَيِّرُونِي عَلَىٰ مُوسَىٰ، فَإِنَّ النَّاسَ يَصْعَقُونَ فَأَكُونُ أَوَّلَ مَنْ يُفِيقُ، فَإِذَا مُوسَىٰ عَلَيْهِ السَّلَامُ بَاطِشٌ بِجَانِبِ الْعَرْشِ، فَلَا أَدْرِي أَكَانَ فِيمَنْ صَعِقَ فَأَفَاقَ قَبْلِي أَمْ كَانَ مِمَّنِ اسْتَثْنَى اللهُ».

[٦١٥٤] ١٦١-(. . .) وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَٰنِ الدَّارِمِيُّ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ إِسْحَاقَ قَالَا: أَخْبَرَنَا أَبُو الْيَمَانِ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ: أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَٰنِ وَسَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: اسْتَبَّ رَجُلٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ وَرَجُلٌ مِنَ الْيَهُودِ، بِمِثْلِ حَدِيثِ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ.

[٦١٥٥] ١٦٢-(٢٣٧٤) وَحَدَّثَنِي عَمْرٌو النَّاقِدُ: حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ الزُّبَيْرِيُّ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَىٰ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ: جَاءَ يَهُودِيٌّ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ قَدْ لُطِمَ وَجْهُهُ، وَسَاقَ الْحَدِيثَ بِمَعْنَىٰ حَدِيثِ الزُّهْرِيِّ، غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ: «فَلَا أَدْرِي أَكَانَ مِمَّنْ صَعِقَ فَأَفَاقَ قَبْلِي، أَوِ اكْتَفَىٰ بِصَعْقَةِ الطُّورِ».

[٦١٥٦] ١٦٣-(. . .) وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ؛ ح: وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ: حَدَّثَنَا أَبِي: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَىٰ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ [الْخُدْرِيِّ] قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَا تُخَيِّرُوا بَيْنَ الْأَنْبِيَاءِ». وَفِي حَدِيثِ ابْنِ نُمَيْرٍ: عَمْرِو بْنِ يَحْيَىٰ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي.

[٦١٥٧] ١٦٤-(٢٣٧٥) حَدَّثَنَا هَدَّابُ بْنُ خَالِدٍ وَشَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخَ قَالَا: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ وَسُلَيْمَانَ التَّيْمِيِّ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ؛ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «أَتَيْتُ - وَفِي رِوَايَةِ هَدَّابٍ: مَرَرْتُ - عَلَىٰ مُوسَىٰ لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِي عِنْدَ الْكَثِيبِ الْأَحْمَرِ، وَهُوَ قَائِمٌ يُصَلِّي فِي قَبْرِهِ».

[٦١٥٨] ١٦٥-(. . .) وَحَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ: أَخْبَرَنَا عِيسَىٰ - يَعْنِي ابْنَ يُونُسَ - ح: وَحَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، كِلَاهُمَا عَنْ سُلَيْمَانَ التَّيْمِيِّ، عَنْ أَنَسٍ؛ ح: وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ سُلَيْمَانَ التَّيْمِيِّ: سَمِعْتُ أَنَسًا يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَرَرْتُ عَلَىٰ مُوسَىٰ وَهُوَ يُصَلِّي فِي قَبْرِهِ». وَزَادَ فِي حَدِيثِ عِيسَىٰ: «مَرَرْتُ لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِي».

[٤ - بَاب من فضائل يونس عليه السلام، ونهيه ﷺ أن يقول أحد: أنا خير من يونس بن متى]

= بشيء من العرش (أم كان ممن استثنى الله) في قوله: ﴿وَنُفِخَ فِي ٱلصُّورِ فَصَعِقَ مَن فِي ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَمَن فِي ٱلْأَرْضِ إِلَّا مَن شَآءَ ٱللَّهُ﴾ [الزمر: ٦٨].

١٦٤ـ قوله: (وهو قائم يصلي في قبره) هذه حالة من أحوال البرزخ، ولا تكليف في عالم البرزخ، ولكن لا غرو أن يعاود الميت بعض ما كان يعتاده من أعمال الخير، ولا يشعر به من هو في الدنيا إلا إذا أراده الله له على سبيل خرق العادة، وهذه الأحوال البرزخية لا تقاس بمقياس هذه الحياة الدنيا، ولا يبنىٰ عليها شيء، ولا تستخرج منه نتيجة، وإنما يؤمَن بها كما يؤمن بأن أهل الإيمان والتقوى ينعمون في قبورهم، وأهل الكفر والفساد يعذبون.

احادیث مبارکہ
دلیل نمبر 2

مُسْنَدُ أَبِي يَعْلَى

للإمام أبي يعلى أحمد بن علي بن المثنى الموصلي
المتوفى سنة ۳۰۷ھ

حققه أصوله وخرج أحاديثه
الشيخ خليل بن مأمون شيحا

دار المعرفة
بيروت - لبنان

ثابت، عَنْ أَنَسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ الله ﷺ: «مَنِ اهْتَمَّ بِجَوْعَةِ أَخِيهِ الْمُسْلِمِ فَأَطْعَمَهُ حَتَّىٰ يَشْبَعَ وَسَقَاهُ حَتَّىٰ يَرْوَىٰ، غَفَرَ الله لَهُ».

3421/ 665 ـ حدّثنا سويد بن سعيد، حدثنا زكريا بن يحيىٰ الذراع، عن ثابت البناني، عَنْ أَنَسٍ قَالَ: كَانَ رَسُولُ الله ﷺ يَقُولُ: «اللَّهُمَّ إِنَّ الْخَيْرَ خَيْرُ الآخِرَةْ فَاغْفِرْ لِلأَنْصَارِ وَالْمُهَاجِرَةْ». [راجع (الحديث: 3003)].

3422/ 666 ـ حدّثنا سويد بن سعيد، حدثنا الحكم بن سنان أبو عوف، عن ثابت، عَنْ أَنَسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ الله ﷺ: «إِنَّ الله قَبَضَ قَبْضَةً فَقَالَ: لِلْجَنَّةِ بِرَحْمَتِي، وَقَبَضَ قَبْضَةً فَقَالَ: لِلنَّارِ ولاَ أُبَالِي».

3423/ 667 ـ حدّثنا أبو بكر بن أبي شيبة، حدثنا وكيع، عن حماد بن سلمة، عن ثابت، عَنْ أَنَسٍ قَالَ رَسُولُ الله ﷺ: «لَقَدْ أُوذِيتُ فِي الله وَمَا يُؤْذَىٰ أَحَدٌ، وَلَقَدْ أُخِفْتُ فِي الله وَمَا يُخَافُ أَحَدٌ، وَلَقَدْ أَتَتْ عَلَيَّ ثَلاثَةٌ مِنْ بَيْنِ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ مَا لِي وَلِبِلاَلٍ طَعَامٌ إِلاَّ مَا وَارَاهُ إِبْطُ بِلاَلٍ». [ت (الحديث: 2472)، ق (الحديث: 151)، حم (الحديث: 3/ 120)].

3424/ 668 ـ حدّثنا محمد بن المنهال الضرير، حدثنا يزيد، عن حميد، عن ثابت، عَنْ أَنَسٍ قَالَ: رَأَىٰ رَسُولُ الله ﷺ رَجُلاً يُهَادَىٰ بَيْنَ ابْنَيْهِ فَقَالَ: «مَا لَهُ؟» قَالُوا: إِنَّهُ نَذَرَ أَنْ يَحُجَّ مَاشِيًا. قَالَ: «إِنَّ الله لَغَنِيٌّ عَنْ مَشْيِ هٰذَا فَلْيَرْكَبْ». [خ (الحديث: 6701)، م (الحديث: 1642)، د (الحديث: 3301)، ت (الحديث: 1537)، س (الحديث: 7/ 30)، حم (الحديث: 3/ 114) و(الحديث: 3/ 183)].

3425/ 669 ـ حدّثنا أبو الجهم الأزرق بن علي، حدثنا يحيىٰ بن أبي بكير، حدثنا المستلم بن سعيد، عن الحجاج، عن ثابت البناني، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ: قَالَ رَسُولُ الله ﷺ: «الأَنْبِيَاءُ أَحْيَاءٌ فِي قُبُورِهِمْ يُصَلُّونَ».

3426/ 670 ـ حدّثنا قطن بن نُسَيْر، حدثنا جعفر، حدثنا ثابت، عَنْ أَنَسٍ قَالَ: أَصَابَنَا مَطَرٌ ـ وَنَحْنُ مَعَ رَسُولِ الله ﷺ ـ فَحَسَرَ رَسُولُ الله ﷺ عَنْهُ وَقَالَ: «إِنَّهُ حَدِيثُ عَهْدٍ بِرَبِّهِ». [م (الحديث: 898)، حم (الحديث: 3/ 267)].

3427/ 671 ـ حدّثنا قطن بن نُسَيْر أبو عباد، حدثنا جعفر، عن ثابت، عَنْ أَنَسٍ قَالَ: كَانَ ثَابِتُ بْنُ قَيْسِ بْنِ شَمَّاسٍ خَطِيبَ الأَنْصَارِ، فَلَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الآيَةُ: ﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لَا تَرْفَعُوٓا۟ أَصْوَٰتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ ٱلنَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا۟ لَهُۥ بِٱلْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ ۝﴾ [الحجرات: 2] الآية، قَالَ ثَابِتٌ: أَنَا الَّذِي كُنْتُ أَرْفَعُ صَوْتِي فَوْقَ صَوْتِ رَسُولِ الله ﷺ، وَأَنَا مِنْ أَهْلِ النَّارِ، فَقَالَ رَسُولُ الله ﷺ: «بَلْ هُوَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ، بَلْ هُوَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ». [راجع (الحديث: 3331)].

3428/ 672 ـ حدّثنا محمد بن أبي بكر المقدمي، حدثنا نوح بن قيس، حدثنا محمد بن ذكوان، عن

حَيَاةُ الأَنْبِيَاءِ صَلَوَاتُ اللهِ عَلَيْهِمْ بَعْدَ وَفَاتِهِمْ

تأليف

الحافظ أبي بكر أحمد بن الحسين البيهقي

٣٨٤ ـ ٤٥٨ هـ

حققه وعلق عليه

الدكتور أحمد بن عطية الغامدي
الأستاذ المشارك بالجامعة الإسلامية
بالمدينة المنورة

مكتبة العلوم والحكم
المدينة المنورة

{ المكتبة التخصصية للرد على الوهابية }

للمتقين، [وصلواته][1] على سيدنا محمد وآله أجمعين، ذكر ما روي في حياة الأنبياء صلوات الله عليهم بعد وفاتهم[2].

١- أخبرنا أبو سعد[3] أحمد بن محمد بن الخليل الصوفي [رحمه الله][4]، قال: أنبأ أبو أحمد عبدالله بن عدى الحافظ

---

(١) ط : صلاته .

(٢) من أول الإسنادين إلى هناك لا يوجد في (و) ، وقد ورد الكتاب فيها بإسناد آخر عن طريق أبي عبدالله محمد بن الفضل الفراوي. ونصه : أنا أبو الحسن علي بن أحمد بن عبدالواحد بن البخاري المقدسي، أنبأنا أبو سعْد عبدالله بن عمر بن أحمد الصفار النيسابوري، أنا الفقيه أبوعبدالله محمد بن الفضل بن أحمد الفراوي، أنا الحافظ أبوبكر أحمد بن الحسين البيهقي رحمه الله تعالى قال: حدثنا أبوسعد أحمد بن محمد بن عبدالجليل الصوفي... .

(٣) في (ط) و (ر) : أبوسعيد ، وهو خطأ، وإنما هو : أحمد بن محمد بن أحمد بن عبدالله بن حفص بن الخليل، الأنصاري، الهروي، الصوفي، أبو سعد الماليني، المتوفي سنة ٤٢١هـ. وهو الذي يقول فيه البيهقي مرة: أخبرني أبو سعد الماليني، وأخرى : أبوسعد أحمد بن محمد الصوفي، وأحيانا: أبوسعيد أحمد بن محمد بن الخليل.
انظر مثلاً : السنن الكبرى (٦/١، ٨، ٢٦، ٤٠، ٥٢) .
ويعرف بطاووس الفقراء، كان ثقة، متقناً.
انظر ترجمته في : تاريخ بغداد ٣٧١/٤، وتاريخ جرجان ص١٢٤، وتذكرة الحفاظ ١٠٧٠/٣، والنجوم الزاهرة (٢٥٦/٤).

(٤) لا توجد في (و) .

[قال][1] ثنا قسطنطين بن عبدالله الرومي [قال][2]: ثنا الحسين بن عرفه، [قال][3]: حدثنى الحسن بن قتيبة المدائنى، ثنا المستلم بن سعيد الثقفي، عن الحجاج بن الاسود، عن ثابت البناني، عن أنس [رضي الله عنه][4] قال: قال رسول الله ﷺ: «الأنبياء أحياء في قبورهم يصلون»[5] هذا يعد في أفراد الحسن بن قتيبة

(١، ٢، ٣) لا توجد في (و).

(٤) من (و) و (ط).

(٥) أورده ابن عدي في الكامل ٢/٧٣٩ في ترجمة الحسن بن قتيبة، وعزاه الألباني في الصحيحة رقم (٦٢١) إلى البزار في مسنده، وتمام الرازي في الفوائد، وابن عساكر في تاريخ دمشق (٤/٢٨٥)، وأورده الذهبي في الميزان ١/٥١٨.

والحديث بهذا الإسناد ضعيف، وعلته الحسن بن قتيبة المدائني، قال عنه ابن عدي: «أرجو أنه لا بأس به» وعقب عليه الذهبي بقوله: «قلت: بل هو هالك، قال الدارقطني في رواية البرقاني: متروك الحديث، وقال أبوحاتم: ضعيف، وقال الأزدي: واهي الحديث، وقال العقيلي: كثير الوهم» الميزان ١/٥١٩.

قال الألباني معقباً: «قلت: وأقره الحافظ في اللسان، وبقية رجال الإسناد ثقات ليس فيهم من ينظر فيه غير الحجاج بن الأسود، فقد أورده الذهبي في الميزان وقال: «نكره ما روى عنه -فيما أعلم- سوى المستلم بن سعيد فأتى بخبر منكر عنه عن أنس في أن الأنبياء أحياء في قبورهم يصلون، رواه البيهقي» الميزان ١/٤٦٠.

المـــدائـــنـــي.

٢— وقـد روي عن يحيى بن أبي [بكيـر][1] عن المستلم بن سـعيد

— لكن تعقبه الحافظ في اللسان فقال عقبه: «وإنما هو حجاج بن أبي زياد الأسود يعرف بزق العسل، وهو بصري كان ينزل القسامل.. قال أحمد: ثقة ورجل صالح، وقال ابن معين: ثقة، وقال أبوحاتم: صالح الحديث، وذكره ابن حبان في الثقات، فقال: حجاج بن أبي زياد الأسود من أهل البصره... وهو الذي يحدث عنه حماد بن سلمة...».

انظر : اللسان ٢٢١/٢ .

قلت –أي الألباني– : ويتلخص منه أن حجاجاً هذا ثقة بلا خلاف، وأن الذهبي توهم أنه غيره فلم يعرفه، ولذلك استنكر حديثه، ويبدوا أنه عرفه فيما بعد، فقد أخرج له الحاكم في المستدرك (٣٣٢/٤) حديثاً آخر، فقال الذهبي في تلخيصه: «قلت : حجاج ثقة». سلسلة الأحاديث الصحيحة ١٨٨/٢– ١٨٩.

وسيأتي الحديث عند المصنف بإسناد آخر لا مطعن فيه.

(١) في (ط) : [بكر]. وإنما هو بُكَيْر كما ورد في النسخ المخطوطة.

وهو : يحيى بن أبي بُكَيْر، واسمه نَسْر، ويقال : بِشْر، ويقال: بَشِير بن أسيد العبدي القيسي أبو زكريا الكِرْماني، كوفي الأصل، سكن بغداد، وولي قضاء كِرْمان. أثنى عليه أحمد بن حنبل وقال: ما أكيسه ، وثقه العجلي ويحيى بن معين. مات بعد المائتين.

انظر : تهذيب الكمال ٢٤٥/٣١– ٢٤٨. وتاريخ الثقات للعجلي ص٤٦٨، وتقريب التهذيب ٣٤٤/٢.

[عن الحجاج عن ثابت عن أنس بن مالك][(١)] وهو فيما أخبرنا الثقة من أهل العلم [قال][(٢)]: أنبأ أبو عمرو بن حمدان [قال][(٣)]: أنبأ أبو يعلى الموصلي، ثنا أبو الجهم الأزرق بن علي، ثنا يحيى بن أبي [بُكَيْر][(٤)]، ثنا المستلم بن سعيد، عن الحجاج، عن ثابت، عن أنس بن مالك [رضي الله عنه][(٥)] قال: قال: قال رسول الله ﷺ: «الأنبياء أحياء في قبورهم يصلون»[(٦)].

---

(١) ما بين القوسين لا يوجد إلا في الأصل.

(٣،٢) لا توجد في (و).

(٤) في (ط): بكر. وهو خطأ كما تقدم.

(٥) من (و).

(٦) رواه أبويعلى الموصلي في مسنده رقم (٣٤٢٥) ٦/١٤٧. قال المحقق: إسناده صحيح.

ورواه الديلمي في الفردوس، رقم (٤٠٣) ١/١١٩، وأبو نعيم في أخبار أصبهان ٢/٤٤، وذكره الهيثمي في مجمع الزوائد ٨/٢١١، وقال: رواه أبو يعلى والبزار، ورجال أبي يعلى ثقات.

وذكره الحافظ ابن حجر في المطالب العالية برقم (٣٤٥٢).

والسيوطي في الجامع الصغير وحسنه رقم (٣٠٨٩) ١/٤٧٧.

وأورده الألباني في الصحيحة ٢/١٨٩، وقال: هذا إسناد جيد، رجاله كلهم ثقات غير الأزرق هذا، قال الحافظ في التقريب: صدوق يغرب. ولم يتفرد به ==

٣- وقد روي من وجه آخر عن أنس بن مالك [رضي الله عنه](١)

= فقد أخرجه أبو نعيم في أخبار أصبهان من طريق عبدالله بن إبراهيم بن الصباح، عن عبدالله بن محمد بن يحيى بن أبي بكير ثنا يحيى بن أبي بكير به. أورده في ترجمة ابن الصباح هذا ولم يذكر فيه جرحاً ولا تعديلاً، وعبدالله بن محمد بن يحيى بن أبي بكير فترجمه الخطيب وقال: «سمع جده يحيى بن أبي بكير قاضي كرمان.. وكان ثقة» فهذه متابعة قوية للأزرق تدل على أنه حفظ ولم يغرب، وكأنه لذلك قال المناوي في «فيض القدير» -بعد ما عزا أصله لأبي يعلى-: وهو حديث صحيح». انتهى كلام الألباني.

قلت: حتى لو صح هذا الحديث وأمثاله فإنه لا حجة فيه للمبتدعة الذين يقولون بأن الأنبياء أحياء في قبورهم كحياتهم في الدنيا ولا فرق ، لأن ما أثبته هذا الحديث وأمثاله مما سيأتي من حياة للأنبياء إنما هو حياة برزخية، ليست من حياة الدنيا في شيء، فيجب الإيمان بها دون ضرب الأمثال لها أو بحث في كيفيتها وتشبيهها بما هو معروف عندنا في الحياة الدنيا، فهي من الغيب الذي يجب علينا الإيمان به، وعدم الخوض في كنهه إلا بقدر ما اطلعنا الله عليه، فالواجب علينا في هذا الصدد -كما يقول الشيخ الألباني- : الإيمان بما جاء في الحديث دون الزيادة عليه بالأقيسة والآراء كما يفعل أهل البدع الذين وصل الأمر ببعضهم إلى ادعاء أن حياته ﷺ في قبره حياة حقيقية يأكل ويشرب ويجامع نساءه، وإنما هي حياة برزخية لا يعلم حقيقتها، إلا الله سبحانه وتعالى.

راجع سلسلة الأحاديث الصحيحة ٢/١٩٠- ١٩١ .

(١) من (و) .

موقوفاً [أخبرناه][(١)] أبو عثمان الإمام[(٢)] -رحمه الله- [أنبأ][(٣)] زاهر بن أحمد [ثنا][(٤)] أبو جعفر محمد بن معاذ المالينى، ثنا الحسين بن الحسن، ثنا مؤمل[(٥)]، ثنا عبيدالله بن أبي حميد الهذلي، عن أبي المليح[(٦)] عن أنس بن مالك [قال][(٧)]: «الأنبياء في قبورهم أحياء يصلون»[(٨)].

---

(١) في (ط) : [أخبرنا] .

(٢) يعني الإمام أبا عثمان الصابوني شيخ الإسلام، اسماعيل بن عبدالرحمن بن أحمد بن إسماعيل المتوفي سنة ٤٤٩هـ. كان البيهقي يصفه بأنه إمام المسلمين حقاً، وشيخ الإسلام صدقاً، انظر ترجمته في طبقات الشافعية ٤/٢٧١-٢٩٢، وشذرات الذهب ٣/٢٨٢، والبداية والنهاية ١٢/٧٦.

(٣) في (ط) : [أنا] .

(٤) في (ط) و (ر) : [أنبأ].

(٥) مؤمّل بن إسماعيل القرشي العَدَوِيّ، أبوعبدالرحمن البصري، نزيل مكة، صدوق سيئ الحفظ، من صغار التاسعة، مات سنة ٢٠٦هـ. التقريب ٢/٢٩٠.

(٦) أبوالمليح بن أسامة بن عمير، أو عامر بن حنيف بن ناجية الهذلي، إسمه عامر، وقيل زيد، وقيل زياد، ثقة من الثالثة، مات سنة ثمان وتسعين، وقيل: ثمان ومائة، وقيل بعد ذلك.
التقريب ٢/٤٧٦، وانظر التهذيب ١٢/٢٤٦.

(٧) لا توجد في (ر) و (ط) .

(٨) لم أجده موقوفاً عند غير المصنف، وقد تقدم مرفوعاً من طرق أخرى، وفي إسناده عند المصنف مؤمل بن إسماعيل القرشي، تقدم قول الحافظ ابن حجر ==

مجمع الزوائد
ومنبع الفوائد

للإمام الحافظ العالم
أبي الحسن علي بن أبي بكر بن سليمان الشافعي
نور الدين الهيثمي
رحمه الله تعالى
(٧٣٥-٨٠٧هـ)

حققه وخرج أحاديثه
حسين سليم أسد الداراني

المجلد السابع عشر

كتاب فيه ذكر الأنبياء - وعلامات النبوة
١٣٧٦٩ - ١٤٢٩٩

دار المنهاج

رواه الطبراني(١) في الأوسط ، وفيه إبراهيم بن مهاجر بن مسمار ، وهو ضعيف ، ووثقه ابن معين ، ويزيد الرقاشي وثق على ضعفه .

١٣٨٣٢ ـ وَعَنِ ٱبْنِ عَبَّاسٍ ، قَالَ : « ٱلأَنْبِيَاءُ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ إِلاَّ عَشَرَةً : نُوحٌ ، وَهُودٌ ، وَلُوطٌ ، وَصَالِحٌ ، وَشُعَيْبٌ ، وَإِبْرَاهِيمُ ، وَإِسْمَاعِيلُ ، وَإِسْحَاقُ / ، وَعِيسَىٰ ، وَمُحَمَّدٌ صَلَّى ٱللهُ عَلَيْهِمْ . وَلَيْسَ مِنْ نَبِيٍّ إِلاَّ لَهُ ٱسْمَانِ ، ٢١٠/٨
إِلاَّ عِيسَىٰ ، وَيَعْقُوبُ عَلَيْهِمَا ٱلسَّلاَمُ » .

رواه الطبراني(٢) موقوفاً ، ورجاله ثقات .

١٣٨٣٣ ـ وَعَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ ، قَالَ : قَالَ رَسُولُ ٱللهِ صَلَّى ٱللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : « ٱلأَنْبِيَاءُ أَحْيَاءٌ فِي قُبُورِهِمْ يُصَلُّونَ » .

رواه أبو يعلىٰ(٣) ، والبزار ، ورجال أبي يعلىٰ ثقات .

---

(١) في الأوسط برقم (٧٧٨) من طريق إبراهيم بن مهاجر بن مسمار ، عن صفوان بن سليم ، عن يزيد الرقاشي ، عن أنس. . . . وهٰذا إسناد فيه ضعيفان : إبراهيم بن مهاجر ، ويزيد بن أبان الرقاشي . وانظر الحديث السابق .

وأخرجه أبو يعلىٰ في مسنده برقم (٤٠٩٢) من طريق محمد بن ثابت العبدي ، حدثنا معبد بن خالد الأنصاري ، عن يزيد الرقاشي ، عن أنس بن مالك قال : سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول : « كان فيمن خلا من إخواني من الأنبياء ثمانية آلاف نبي ، ثم كان عيسى بن مريم ، ثم كنت أنا » . وفي إسناده ضعيفان هما : محمد بن ثابت ، ويزيد الرقاشي ، وباقي رجاله ثقات . ومعبد بن خالد ترجمه ابن حبان في « الثقات » ٧/ ٤٩٤ فقال : « معبد بن خالد ، يروي عن يزيد الرقاشي ، روىٰ عنه محمد بن ثابت العبدي » .

(٢) في الكبير ١١/ ٢٧٦ برقم (١١٧٢٣) من طريق إسرائيل ، عن سماك بن حرب ، عن عكرمة ، عن ابن عباس ، موقوفاً ، وإسناده ضعيف ، رواية سماك عن عكرمة مضطربة .

(٣) في مسنده برقم (٣٤٢٥) ـ ومن طريقه أورده الهيثمي في « المقصد العلي » برقم (١٢٣٩) ، والبوصيري في « إتحاف الخيرة المهرة » برقم (٨٨٠٢) ـ وأبو نعيم في « ذكر أخبار أصبهان » ٢/ ٨٣ من طريقين : حدثنا يحيى بن أبي بكير .

وأخرجه البزار في « كشف الأستار » ٣/ ١٠٠ برقم (٢٣٤٠) ، وابن عدي في الكامل ٢/ ٧٣٩ ـ ومن طريقه أورده الذهبي في « ميزان الاعتدال » ١/ ٥١٨ ـ ٥١٩ ، والحافظ في ←

١٣٨٣٤ ـ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ، قَالَ : سَمِعْتُ رَسُولَ ٱللهِ صَلَّى ٱللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ،

« لسان الميزان » ٢/ ٢٤٦ ـ وتمام في فوائده برقم (٥٨) ، وابن عساكر في « تاريخ دمشق » ١٣/ ٣٢٦ من طريق الحسن بن قتيبة .

جميعاً : حدثنا المستلم ـ تحرف في فوائد تمام إلى : المستنير ـ بن سعيد الثقفي ، حدثنا حجاج بن الأسود ، عن ثابت البناني ، عن أنس . . . . وهـٰذا إسناد رجاله ثقات ، ولـٰكن قال الذهبي في « ميزان الاعتدال » ١/ ٤٦٠ : « حجاج بن الأسود ، عن ثابت البناني : نكرة ، ما روىٰ عنه ـ فيما أعلم سوىٰ مستلم بن سعيد ، فأتىٰ بخبر منكر : عنه ، عن أنس في أن الأنبياء أحياء في قبورهم يصلون » .

وتعقبه الحافظ في « لسان الميزان » ٢/ ١٧٥ فقال : « وإنما هو : حجاج بن أبي زياد الأسود يعرف بـ« زق العسل » وهو بصري كان ينزل القسامل . . . .

قال أحمد : « ثقة ، وهو رجل صالح » . وقال ابن معين :« ثقة » . وقال أبو حاتم : « صالح الحديث » . وذكره ابن حبان في الثقات ٦/ ٢٠٢ فقال : « حجاج بن أبي زياد الأسود ، من أهل البصرة كان ينزل القسامل ، روىٰ عن أبي نضرة ، وجابر بن زيد .

روىٰ عنه : عيسى بن يونس ، وجرير بن حازم ، وهو الذي يحدث عنه حماد بن سلمة فيقول : حدثني حجاج بن الأسود » .

وقال عبد الغني بن سعيد في « إيضاح الإشكال » : هو حجاج بن حجاج الباهلي ، لـٰكن فرق بينهما ابن أبي حاتم وغيره » . انتهىٰ كلام الحافظ ابن حجر .

والحجاج عند البزار هو : الصواف .

وقال البزار : « لا نعلم رواه عن ثابت ، عن أنس إلا الحجاج ، ولا عن الحجاج إلا المستلم بن سعيد ، ولا نعلم روى الحجاج ، عن ثابت إلا هـٰذا » .

والحسن بن قتيبة هالك ، قال الدارقطني : متروك الحديث ، وقال أبو حاتم : ضعيف ، وقال الأزدي : واهي الحديث .

وقال العقيلي : كثير الوهم . وقال ابن عدي : أرجو أنه لا بأس به . ولـٰكنه متابع كما تقدم .

وأخرجه البزار في « كشف الأستار » ٣/ ١٠٠ برقم (٢٣٣٩) من طريق الحسن بن قتيبة المدائني ، حدثنا حماد بن سلمة ، عن عبد العزيز ، عن أنس . . . . وهـٰذا إسناد ضعيف .

وقال البزار : « لا نعلم أحداً تابع الحسن بن قتيبة علىٰ روايته عن حماد » .

ويشهد له حديث أنس عند مسلم في الفضائل (٢٣٧٥) باب : من فضائل موسىٰ ، ولفظه : « مَرَرْتُ عَلَىٰ مُوسَىٰ لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِي عِنْدَ الْكَثِيبِ الأَحْمَرِ ، وَهُوَ قَائِمٌ يُصَلِّي فِي قَبْرِهِ » .

وقد استوفينا تخريجه في « صحيح ابن حبان » برقم (٤٩ ، ٥٠) .

شِفَاءُ السِّقَامِ

فِي زِيَارَةِ خَيْرِ الأَنَامِ صلى الله عليه وسلم

تَأْلِيفُ

الإمام المحقق ناصر السنة شيخ الإسلام المجتهد النظار

تَقِيِّ الدِّينِ عَلِيِّ بْنِ عَبْدِ الكَافِي بْنِ عَلِيٍّ السُّبْكِيِّ الشَّافِعِيِّ

ولد سنة ٦٨٣هـ - وتوفي سنة ٧٥٦هـ

رحمة الله تعالى عليه ورضوانه

طَبْعَةٌ مُخَرَّجَةٌ عَلَى نُسْخَةِ ابْنِ المُصَنِّفِ وَمَقْرُوءَةٌ عَلَيْهِمَا

تَشَرَّفَ بِخِدْمَتِهِ وَالعِنَايَةِ بِهِ

حُسَيْن مُحَمَّد عَلِي شُكْرِي

دَارُ الكُتُبِ للنشر والتوزيع

دكان ١٣-١٤، صدف بلازا، محله جنگي، بشاور، باكستان

رقم الجوال: 0092-333-9084990

الفصل الأول

فيما ورد في حياة الأنبياء عليهم الصلاة والسلام

صَنَّفَ الحافظ أبو بكر البيهقي رحمه الله في ذلك جُزءاً[١]، وَروىٰ فيه أحاديث منها: «الأنبياء أَحياءٌ في قبورهم يُصَلُّون».

وَروَاه ابن عدي في «الكامل»[٢]: أخبرنا غير واحد إذناً، عن ابن المُقَيّر، عن ابن الشهرزوري، أنا إسماعيل بن مَسْعَدة، أنا حمزة بن يوسف، أنا أبو أحمد بن عدي الحافظ، قال: ثنا قسطنطين بن عبد الله الرومي ـ مولىٰ المعتمد على الله أمير المؤمنين ـ، ثنا الحسن بن عرفة، حدَّثني الحسن بن قتيبة المدائني، ثنا المُستلم بن سعيد الثقفي، عن الحجاج الأسود، عن ثابت البناني، عن أنس رضي الله عنه قال:

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: «الأنبياء أَحياءٌ في قبورهم يُصَلُّون».

قال ابن عدي: وللحسن بن قتيبة هذا أحاديث غرائب حسان، وأرجو أنه لا بأس به.

وَذكرهُ ابن أبي حاتم[٣]، ولم يذكر فيه جَرحاً ولا تعديلاً.

---

(١) عنوانه: «حياة الأنبياء عليهم السلام بعد وفاتهم»، مطبوع متداول.

(٢) ٢: ٣٢٧.

(٣) «الجرح والتعديل» ٣: ٣٣ ترجمة (١٣٨)، لكن في المطبوع عن أبيه: أنه ضعيف.

وذكره الخطيب في «التاريخ»[١] وقال عن البرقاني، عن الدارقطني: إنه متروك الحديث.

وَروىٰ البيهقي هذا الحديث في صدر الجزء الذي صَنَّفهُ عن أبي سعد أحمد بن محمد بن الخليل الصوفي، عن ابن عدي بسنده المذكور، ثم قال البيهقي رحمه الله تعالى: هذا حَديثٌ يُعَدّ في أفراد الحسن بن قتيبة[٢].

وقد رُوي عن يحيى بن أبي بكير، عن المُستلم بن سعيد، وهو فيما: أخبرنا الثقة من أهل العلم، أنا أبو عمرو بن حمدان، أنا أبو يعلى الموصلي، ثنا أبو جهم الأزرق بن علي، ثنا يحيى بن أبي بكير، ثنا المُستلم بن سعيد، عن الحجاج، عن ثابت البناني، عن أنس بن مالك رضي الله عنه قال:

قال رسول الله ﷺ: «الأنبياء أحياءٌ في قبورهم يُصَلّون»[٣].

قُلْتُ: ويحيى بن أبي بكير ثِقةٌ، والمُستلم بن سعيد ثِقةٌ، والحجاج ـ إن كان ابن أبي زياد ـ فثقة، وإن كان غيره؛ فلم أعرفه[٤].

---

(١) «تاريخ بغداد» ٢: ٤٠٥.

(٢) «حياة الأنبياء» ص٦٩ حديث (١).

(٣) «مسند أبي يعلى» ٣: ٣٧٩ حديث (٣٤١٢).

ورواه أيضاً: الإمام أبو نعيم في «تاريخ أصبهان» ٢: ٤٤، والإمام تمام الرازي في «فوائده» ١: ٣٣ حديث (٥٨)، والإمام البزار في «مسنده» (كشف الأستار) ٣: ١٠٠ حديث (٢٣٣٩/ ٢٣٤٠)، وقال الإمام الهيثمي في «مجمع الزوائد» ٨: ٢١١: «رواه أبو يعلى، والبزار، ورجال أبي يعلىٰ، ثقات»، انتهىٰ منه.

(٤) بل هو ابن أبي زياد، واسمه: حجاج بن أبي زياد الأسود، المعروف بـ: زقٌ =

فَتْحُ البَارِي

بِشَرْحِ صَحِيحِ البُخَارِيّ

لِلإمَامِ أحْمَدَ بْنِ عَلِيّ بْنِ حَجَرِ العَسْقَلانِيّ

موافقة لترقيم وتبويب

الشيخ/محمد فؤاد عبد الباقي

مع تعليقات العلامة

عَبْدِ العَزِيزِ بْنِ بَاز

مع:
١ – ذكر أطراف الحديث في صحيح البخاري.
٢ – بيان ما اتفق عليه الشيخان البخاري ومسلم.
٣ – بيان من أخرج الحديث من أصحاب الكتب التسعة.
٤ – بيان ما انفرد به البخاري عنهم.

اعتنى به

أبو عبد الله / محمود بن الجميل

الجزء السادس

مَكْتَبَةُ الصَّفَا

٢٧٨٢ – وأخرجه.

مخطوم بخلبة ، كأنى أنظر إليه إذا انحدر فى الوادى » وهذا مما يزيد الإشكال . وقد قيل عن ذلك أجوبة أحدها : أن الأنبياء أفضل من الشهداء والشهداء أحياء عند ربهم فكذلك الأنبياء فلا يبعد أن يصلوا ويحجوا ويتقربوا إلى الله بما استطاعوا ما دامت الدنيا وهى دار تكليف باقية ثانيها : أنه ﷺ أرى حالهم التى كانوا فى حياتهم عليها فمثلوا له كيف كانوا وكيف كان حجهم وتلبيتهم، ولهذا قال أيضًا فى رواية أبى العالية عن ابن عباس عند مسلم « كأنى أنظر إلى موسى ، وكأنى أنظر إلى يونس » . ثالثها أن يكون أخبر عما أوحى إليه ﷺ من أمرهم وما كان منهم . فلهذا أدخل حرف التشبيه فى الرواية . وحيث أطلقها فهى محمولة على ذلك والله أعلم . وقد جمع البيهقى كتابًا لطيفًا فى حياة الأنبياء فى قبورهم أورد فيه حديث أنس « الأنبياء أحياء فى قبورهم يصلون » أخرجه من طريق يحيى بن أبى بكير وهو من رجال الصحيح عن المستلم بن سعيد ، وقد وثقه أحمد وابن حبان عن الحجاج بن الأسود وهو ابن أبى زياد البصرى وقد وثقه أحمد وابن معين عن ثابت عنه ، وأخرجه أيضًا أبو يعلى فى مسنده من هذا الوجه وأخرجه البزار لكن وقع عنده عن حجاج الصواف وهو وهم والصواب الحجاج بن الأسود كما وقع التصريح به فى رواية البيهقى وصححه البيهقى . وأخرجه أيضًا من طريق الحسن بن قتيبة عن المستلم، وكذلك أخرجه البزار وابن عدى ، والحسن بن قتيبة ضعيف . وأخرجه البيهقى أيضًا من رواية محمد بن عبد الرحمن بن أبى ليلى أحد فقهاء الكوفة عن ثابت بلفظ آخر قال « إن الأنبياء لا يتركون فى قبورهم بعد أربعين ليلة ولكنهم يصلون بين يدى الله حتى ينفخ فى الصور » ومحمد سيئ الحفظ. وذكر الغزالى ثم الرافعى حديثًا مرفوعًا « أنا أكرم على ربى من أن يتركنى فى قبرى بعد ثلاث ولا أصلى له » إلا إن أخذ من رواية ابن أبى ليلى هذه وليس الأخذ بجيد لأن رواية ابن أبى ليلى قابلة للتأويل ، قال البيهقى : إن صح فالمراد أنهم لا يتركون يصلون إلا هذا المقدار ثم يكونون مصلين بين يدى الله ، قال البيهقى : وشاهد الحديث الأول ما ثبت فى صحيح مسلم من رواية حماد بن سلمة عن ثابت عن أنس رفعه « مررت بموسى ليلة أسرى بى عند الكثيب الأحمر وهو قائم يصلى فى قبره » وأخرجه أيضًا من وجه آخر عن أنس ، فإن قيل هذا خاص بموسى قلنا قد وجدنا له شاهدًا من حديث أبى هريرة أخرجه مسلم أيضًا من طريق عبد الله بن الفضل عن أبى سلمة عن أبى هريرة رفعه « لقد رأيتنى فى الحجر وقريش تسألنى عن مسراى » الحديث وفيه «وقد رأيتنى فى جماعة من الأنبياء فإذا موسى قائم يصلى ، فإذا رجل ضرب جعد كأنه وفيه: وإذا عيسى ابن مريم قائم يصلى أقرب الناس به شبهًا عروة بن مسعود ، وإذا إبراهيم قائم يصلى أشبه الناس به صاحبكم ، فحانت الصلاة فأممتهم » قال البيهقى : وفى حديث سعيد بن المسيب عن أبى هريرة أنه لقيهم ببيت المقدس فحضرت الصلاة فأمهم نبينا ﷺ ثم اجتمعوا فى بيت المقدس. وفى حديث أبى ذر ومالك بن صعصعة فى قصة الإسراء أنه لقيهم بالسموات ، وطرق ذلك صحيحة ، فيحمل على أنه رأى موسى قائمًا يصلى فى قبره ، ثم عرج به هو ومن ذكر من الأنبياء إلى السموات فلقيهم النبى ﷺ ، ثم اجتمعوا فى بيت المقدس فحضرت الصلاة فأمهم نبينا ﷺ . قال: وصلاتهم فى أوقات مختلفة وفى أماكن مختلفة لا يرده العقل ، وقد ثبت به النقل، فدل ذلك على حياتهم . قلت : وإذا ثبت أنهم أحياء من حيث النقل فإنه يقويه من حيث

إتحاف الخيرة المهرة

بزوائد المسانيد العشرة

تأليف

الإمام أحمد بن أبي بكر ابن إسماعيل
البوصيري
المتوفى ٨٤٠ هـ

تحقيق

أبي عبد الرحمن
عادل بن سعد

أبي إسحاق
السيد بن محمود بن إسماعيل

المجلد التاسع

مكتبة الرشد
الرياض

باب

الأنبياء أحياء في قبورهم

٨٨٠٢ ـ **قال أبو يعلى الموصلي**[١] : ثنا أبو الجهم الأزرق بن علي: حدثنا يحيى بن أبي بكر: ثنا المستلم بن سعيد ، عن الحجاج ، عن ثابت البناني عن أنس بن مالك قال : قال رسول الله ﷺ : « الأنبياء أحياء في قبورهم يصلون » .

رواه البزار[٢] : ثنا محمد بن عبد الرحمن بن المفضل الحراني : ثنا الحسن بن قتيبة المدائني : ثنا حماد بن سلمة عن عبد العزيز عن أنس بن مالك قال : قال رسول الله ﷺ فذكره وقال : لا نعلم أحدًا تابع الحسن بن قتيبة على روايته عن حماد .

قال[٣] : وثنا رزق الله بن موسى : ثنا الحسن بن قتيبة : ثنا المستلم بن سعيد، عن الحجاج يعني : الصواف فذكره وقال : لا نعلم رواه عن ثابت عن أنس إلا الحجاج ولا عن الحجاج إلا المستلم ولا نعلم روى الحجاج عن ثابت إلا هذا .

.آخر إتحاف المهرة بزوائد المسانيد العشرة[٤] .

---

(١) « المسند » : (٦/ ٣٤٢٥) و« المقصد العلي» : (١٢٣٩).

(٢) « كشف الأستار » : (٢٣٣٩) .

(٣) « كشف » : (٢٣٤٠) .

(٤) - كذا وقع ، والظاهر أنها ليست بخط المؤلف ، ولعله خط أصحاب النسخة مما يدل على ذلك أن النسخة المختصرة بها زيادة عدةً كتب بعد هذا الكتاب كما أن المؤلف سرد هذه الكتب في المقدمة وثبتت فيهم هذه الكتب وتم استدراكهم من النسخة المختصرة .

وفاء الوفا

بأخبار دار المصطفى ﷺ

تأليف

الشيخ العلامة نور الدين علي بن أحمد السمهودي

المتوفى ٩١١ هـ

اعتنى به ووضع حواشيه

خالد عبد الغني محفوظ

٣ - ٤

مكتبة معروفية

کانسی روڈ شالدرہ کوئٹہ پاکستان

0333-7807152

إلا استأنس به حتى يقوم» وروى ابن أبي الدنيا عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: إذا مر الرجل بقبر يعرفه فسلم عليه رد عليه السلام وعرفه، وإذا مر بقبر لا يعرفه فسلم عليه رد عليه السلام.

والآثار في هذا المعنى كثيرة، وقد ذكر ابن تيمية في اقتضاء الصراط المستقيم -كما نقله ابن عبد الهادي- أن الشهداء بل كل المؤمنين إذا زارهم المسلم وسلّم عليهم عرفوا به، وردوا عليه السلام، فإذا كان هذا في آحاد المؤمنين فكيف بسيد المرسلين ﷺ؟

وذكر البارزي في «توثيق عرى الإيمان» عن سليمان بن سحيم قال: رأيت النبي ﷺ في النوم فقلت: يا رسول الله هؤلاء الذين يأتونك فيسلمون عليك أتفقه سلامهم؟ قال: وأرد عليهم.

وروى ابن النجار عن إبراهيم بن بشار، قال: حججت في بعض السنين، فجئت المدينة فتقدمت إلى قبر رسول الله ﷺ فسلمت عليه، فسمعت من داخل الحجرة: وعليك السلام، وقد نقل مثل ذلك عن جماعة من الأولياء والصالحين.

ولا شك في حياته صلى الله تعالى عليه وسلم بعد وفاته، وكذا سائر الأنبياء عليهم الصلاة والسلام أحياء في قبورهم حياة أكمل من حياة الشهداء التي أخبر الله تعالى بها في كتابه العزيز، ونبينا صلى الله تعالى عليه وسلم سيد الشهداء، وأعمال الشهداء في ميزانه، وقد قال صلى الله تعالى عليه وسلم «علمي بعد وفاتي كعلمي في حياتي» رواه الحافظ المنذري.

وروى ابن عدي في كامله عن ثابت عن أنس رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله ﷺ «الأنبياء أحياء في قبورهم يصلون» ورواه أبو يعلى برجال ثقات، ورواه البيهقي وصححه، وروى من طريق ابن أبي ليلى وهو سيئ الحفظ- عن ثابت عن أنس رضي الله تعالى عنه عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال «إن الأنبياء لا يتركون في قبورهم بعد أربعين ليلة، ولكن يصلون بين يدي الله حتى ينفخ في الصور» قال البيهقي: وإن صح بهذا اللفظ فالمراد والله أعلم- لا يتركون لا يصلون إلا هذا المقدار، ثم يكونوا مصلين فيما بين يدي الله تعالى.

قال البيهقي: ولحياة الأنبياء صلوات الله وسلامه عليهم- بعد موتهم شواهد من الأحاديث الصحيحة، ثم ذكر حديث «مررت بموسى وهو قائم يصلي في قبره» وغيره من أحاديث لقاء النبي صلى الله تعالى عليه وسلم الأنبياء وصلاته بهم، وحديث الصحيحين «فإذا موسى باطش بجانب العرش، فلا أدري أكان فيمن صعق فأفاق قبلي أم كان ممن

کتاب التیسیر بشرح الجامع الصغیر
للشیخ الامام العامل الکامل
عبدالرؤف المناوی
رحمہ اللہ تعالی
امین
م

من نحو خراج وفىء وغنيمة (وعدلوا اذا حكموا) فلم يجوروا فى أحكامهم ومفهومه انهم اذا عملوا بضد المذكورات جاز العدول بالامارة عنهم وهو مؤول اذ لا يجوز الخروج على الامام بالجور (ك عن أنس) باسناد حسن ۞ (الامراء من قريش من ناواهم) أى عاداهم (أو أراد أن يستفزهم) أى يفزعهم ويزعجهم (تحاتّ تحاتّ الورق) أى تساقط تساقط الورق من الشجر فى الشتاء (الحاكم فى) كتاب (الكنى) والالقاب (عن كعب بن عجرة ۞ الامر أسرع) وفى رواية أعجل (من ذلك) أى هجوم هاذم اللذات أعجل من أن يبنى الانسان بناء أو يصلح جدارا ناقاله وقد مر على جمع يبنون خصا كان قد وهى فأخذوا فى تجديده (د عن ابن عمرو) بن العاص ۞ (الامر المفظع) بفاء وظاء معجمة أى الشديد (والحمل المضلع) أى المثقل (والشر الذى لا ينقطع) هو (اظهار البدع) أى العقائد الزائغة التى على خلاف ما عليه أهل السنة والجماعة وكم قتل بسبب ذلك من القول بخلق القرآن وغيره خلق (طب عن الحكم بن عمير ۞ الامن والعافية نعمتان مغبون فيهما كثير من الناس) لان بهما يتكامل التنعم بالنعم ومن لا يعرف قدر النعم بوجدانها عرف بوجود فقدانها (طب عن ابن عباس ۞ الامور كلها خيرها وشرها من الله) أى كل كائن بقدره وارادته خالق كل شئ فلا تكون فلتة خاطر ولا لفتة ناظر الا بمشيئته فمنه الخير والشر والنعمة والنفع والضر والايمان والكفر ما شاء الله كان وما لم يشأ لم يكن (طس عن ابن عباس) باسناد ضعيف لضعف هانئ بن المتوكل ۞ (الاناة من الله تعالى والعجلة من الشيطان) أى هو الحامل عليها بوسوسته لان العجلة تمنع من التثبت والنظر فى العواقب وذلك موقع فى المعاطب وذلك من كيد الشيطان ووسوسته ولذلك قال المرقش

يا صاحبىّ تلوّما لا تعجلا * ان النجاح رهين أن لا تعجلا

وقال عمرو بن العاص لا يزال المرء يجتنى من ثمرة العجلة الندامة ثم العجلة المذمومة هى ما كان فى غير طاعة ومع عدم التثبت وعدم خوف الفوت ولهذا قيل لابى العيناء لا تعجل فالعجلة من الشيطان فقال لو كان كذلك لما قال موسى وعجلت اليك رب لترضى والحزم ما قال بعضهم لا تعجل عجلة الاخرق ولا تحجم احجام الوانى الفرق (ت عن سهل بن سعد) الساعدى ۞ (الانبياء أحياء فى قبورهم يصلون) لانهم كالشهداء بل أفضل والشهداء أحياء عند ربهم وفائدة التقييد بالعندية الاشارة الى أن حياتهم ليست بظاهرة عندنا بل هى كحياة الملائكة وكذا الانبياء ولهذا كانت الانبياء لا تورث قال السبكى وهذا يقتضى الحاق الحياة فى أحكام الدنيا وذلك زائد على حياة الشهداء والقرآن ناطق بموت النبى قال تعالى انك ميت وانهم ميتون وقال المصطفى انى امرؤ مقبوض وقال الصديق ان محمدا قد مات وأجمع المسلمون على اطلاق ذلك فالوجه أن يقال انه أحيى بعد الموت وقيل المراد بالصلاة التسبيح والذكر (ع عن أنس) قال السمهودى رجاله ثقات وصححه البيهقى ۞ (الانبياء قادة) جمع قائد أى يقودون الناس ويسوسونهم بالعلم والموعظة (والفقهاء سادة) جمع سيد وهو الذى يفوق قومه فى الخير والشرف أى مقدمون فى أمر دين الله (ومجالستهم زيادة) فى العلم ومعرفة الدين (القضاعى عن على) غريب جدا والاصح وقفه ۞ (الايدى ثلاثة فيد الله) هى (العليا) لانه المعطى (ويد المعطى التى تليها) فيه حث على التصدق (ويد السائل التى تليها) فيه زجر للسائل

فتح الملهم

بشرح صحيح الإمام مسلم بن الحجاج القشيري رحمه الله

تأليف

العلامة المحدث المفسر المتكلم الكبير الشيخ شبير أحمد العثماني رحمه الله

بتعليقات نافعة

من فضيلة العلامة المفتي محمد رفيع العثماني رئيس دار العلوم كراتشي

التخريج والترقيم

نور البشر بن نور الحق

المجلد الثاني

الناشر

مكتبة دار العلوم كراتشي ١٤

. . . . .

فلهذا أدخل حرف التشبيه فى الرواية ، وحيث أطلقها فهى محمولة على ذلك ، والله أعلم .

وقد جمع البيهقى كتابا لطيفا فى حياة الأنبياء فى قبورهم أورد فيه حديث أنس : «الأنبياء أحياء فى قبورهم يصلون» أخرجه من طريق يحيى بن أبى كثير - وهو من رجال الصحيح - عن المستلم بن سعيد - وقد وثقه أحمد وابن حبان - عن الحجاج الأسود - وهو ابن أبى زياد البصرى وقد وثقه أحمد وابن معين - عن ثابت عنه ، وأخرجه أيضا أبويعلى فى مسنده من هذا الوجه وشاهد هذا الحديث ما ثبت فى صحيح مسلم من رواية حماد بن سلمة ، عن ثابت ، عن أنس رفعه : «مررت بموسى ليلة أسرى بى عند الكثيب الأحمر وهو قائم يصلى فى قبره» وأخرجه أيضا من وجه آخر ، عن أنس ، فإن قيل : هذا خاص بموسى ، قلنا : قد وجدنا له شاهدا من حديث أبى هريرة أخرجه مسلم أيضا من طريق عبد الله بن الفضل عن أبى سلمة عن أبى هريرة رفعه : «لقد رأيتنى فى الحجر وقريش تسألنى عن مسراى» الحديث ، وفيه : «وقد رأيتنى فى جماعة من الأنبياء ، فإذا موسى قائم يصلى ، فإذا رجل ضرب جعد كأنه» وفيه : «وإذا عيسى بن مريم قائم يصلى أقرب الناس به شبها عروة بن مسعود ، وإذا إبراهيم قائم يصلى ، أشبه الناس به صاحبكم ، فحانت الصلاة فأممتهم» .

ومن شواهد الحديث أيضا ما أخرجه أبوداود من حديث أبى هريرة رفعه ، وقال فيه : «وصلوا علىّ ، فإن صلاتكم تبلغنى حيث كنتم» سنده صحيح ، وأخرجه أبو الشيخ فى كتاب الثواب بسند جيد «من صلى علىّ عند قبرى سمعته ، ومن صلى على نائيا بلغته» وعند أبى داؤد والنسائى ، وصححه ابن خزيمة وغيره ، عن أوس بن أوس رفعه فى فضل يوم الجمعة «فأكثروا فيه علىّ من الصلاة ، فإن صلاتكم معروضة علىّ ، قالوا : يا رسول الله ، وكيف تعرض صلاتنا عليك وقد أرمت ؟ قال : إن الله حرم على الأرض أن تأكل أجساد الأنبياء» .

ومما يشكل على ما تقدم ما أخرجه أبوداود من وجه آخر عن أبى هريرة رفعه : «ما من أحد يسلم علىّ إلا ردّ الله علىّ روحى ، حتى أرد عليه السلام» ورواته ثقات . وجه الإشكال فيه أن ظاهره أن عود الروح إلى الجسد يقتضى انفصالها عنه ، وهو الموت . وقد أجاب العلماء

فيض الباري

على

صحيح البخاري

من أمالي الفقيه المحدث الأستاذ الكبير
إمام العصر الشيخ محمد أنور الكشميري ثم الديوبندي المتوفى ١٣٥٢هـ
جمع هذه الأمالي وحررها

مع

حاشية البدر الساري
إلى فيض الباري

صاحب الفضيلة الأستاذ محمد بدر عالم الميرتهي
من أساتذة الحديث بالجامعة الإسلامية بدابهيل

الجزء الثاني

يحتوي على الكتب التالية،

الصلاة. مواقيت الصلاة. الأذان. الجمعة. الخوف. العيدين. الوتر. الاستسقاء. الكسوف
سجود القرآن. تقصير الصلاة. التهجد. فضل الصلاة في مسجد مكة والمدينة
العمل في الصلاة. السهو

تنبيه

أدرجنا نص «صحيح البخاري» كاملاً وميزناه بحرف أكبر من حرف الشرح. كما ميزنا ألفاظ الصحيح ضمن الشرح بوضعها بين قوسين ولوناها بالأحمر. ووضعنا في الحواشي «البدر الساري إلى فيض الباري» للأستاذ محمد بدر عالم الميرتهي

مكتبة رشيدية
سركى روڈ كوئٹه. فون: ٢٦٦٢٢٦٣

سَمِعَهَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَهُوَ فِي بَيْتِهِ، فَخَرَجَ إِلَيهِمَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ حَتَّى كَشَفَ سِجْفَ حُجْرَتِهِ، وَنَادَى: «يَا كَعْبُ بْنَ مَالِكٍ». قَالَ: لَبَّيكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ، فَأَشَارَ بِيَدِهِ أَنْ: «ضَعِ الشَّطْرَ مِنْ دَيْنِكَ». قَالَ كَعْبٌ: قَدْ فَعَلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ، قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «قُمْ فَاقْضِهِ».
[طرفه في: ٤٥٧].

وفي «المرقاة» أنَّ الجهرَ في المسجد ولو بالذكر حرام، ونَقَل عن مالك رحمه الله أنَّ احترام النَّبي ﷺ بعد وفاته أيضًا كما كان في حياته.

وفي البيهقي عن أنس وصححه ووافقه الحافظ في المجلد السادس «أنَّ الأنبياء أحياءٌ في قبورهم يصلون». أشكَل عليهم مراده، فإنَّ الروح نفسها حياة لا فناء لها سواء كانت رُوح الكافر أو المؤمن، فالأرواحُ كلها أحياء، فما معنى كون الأنبياء أحياء؟ فاعلم أنَّ تلك الأحاديث لم تَرِد في بيان حياة نفس الرُّوح ومدتها، لأنَّ حياتَها مفروغة عنها بل في تعطلها عن الأفعال وعدمه، وحينئذٍ معناه أن أرْوَاح الأنبياء عليهم الصَّلاة والسَّلام ليست بمعطلة عن العبادات الطيبة والأفعال المباركة، بل هم مشغولون في قبورهم أيضًا كما كانوا مشغولين حين حياتهم في صلاةٍ وحج، وكذلك حال تابعيهم على قدر المَرَاتِب بخلاف من كان مُعطَّلًا عنها في حياته، فإنَّه يكون معطَّلًا في قبره أيضًا ﴿وَمَن كَانَ فِي هَٰذِهِۦٓ أَعۡمَىٰ فَهُوَ فِي ٱلۡأٓخِرَةِ أَعۡمَىٰ﴾ وإلى هذا أشار بقوله: يُصلون، فَذَكَر لهم عبادة ليُنبه على معنى حياتِهم فهم يُصلُّون ويحجون في قبورهم، ويفعلون أفعال الأحياء، فهم أحياء بهذا المعنى، وهذا عُرف عام يقال للمعطَّل عن الأفعال إنه ميت وإنْ كان حيًا، فَعُلِم أنَّ أصْلَ الحياة عبارة عن أفعالها، وحقيقة الموت عبارة عن التعطُّل عنها. على وزان قولهم: إنَّ العِلْمَ حياة، والجهلَ موت، ومن ههنا انحل حديثٌ آخر رواه أبو داود في رد رُوحِه ﷺ حين يُسَلِّم عليه ﷺ، ليس معناه أنَّه يَرِدُ روحه أي أنه يَحيى في قبره، بل تَوجُّهُه من ذلك الجانب إلى هذا الجانب، فهو ﷺ حي في كلتا الحالتين بمعنى أنَّه لم يطرأ عليه التعطُّل قط، لكنَّه كان مستهلِكًا في التوجه إلى حضرة الربوبية، فإذا سُلِّم عليه رُدَّ عليه روحه بمعنى شَغَلَهُ بذلك الجانب الذي كان معطَّلًا عنه قَبْلَه.

ثم الحياة فيها مَراتب لا يعدها عاد ولا يحصيها محصٍ، فحياةُ الأنبياء أعلى وأتم، وحياةُ الصحابة دونَها ثُمَّ، وثم بخلاف الكافِر، فإنَّهُ مَيِّت في قبره بمعنى أنَّه معطَّل عن جميع الخيرات، ليس له غير الويل والثُبور لا بمعنى فناءِ روحِهِ ولذا قال تعالى: ﴿لَا يَمُوتُ فِيهَا وَلَا يَحۡيَىٰ﴾ [الأعلى: ١٣] أمَّا أنَّهم لا يموتون، فلأن الأرواحَ لا فَنَاءَ لها ولا موت، وأمَّا عدمُ حياتِهِم فلانْتِفَاءِ أفعالِ الأحياء عنهم، وأفْعَالُ الأحياء هي الخيرات والحسنات، دون الفسق والفجور، كما في الأحاديث: «إن الذكر حياة، والذاكر حي، والغافل عنه ميت»، وروى الدَّيْلَمِي أن النبي ﷺ أنْشَد مرة قول القائل:

لَـيـسَ مَـنْ مَـاتَ فَـاسْـتَـرَاحَ بِـمَـيْـتٍ ... إِنَّـمَـا الـمَـيْـتُ مَـيِّـتُ الأَحْـيَـاءِ

وما تتصرف الأرواح الخبيثة مِنَ الأفعالِ الخبيثة فلا يُسمى أفعال الحياة، وليست تلك إلا أشياء البركة، ولذا قررتُ فيما مرَّ أنَّ قوله: «لا تتخذوها قبورًا» محمولٌ على الحس، وهو أيضًا

مُخْتَصَر
الفِقْهِ الإِسْلَامِي
فِي ضَوْءِ القُرْآنِ وَالسُّنَّةِ

للفقير إلى عفو ربه
محمد بن إبراهيم بن عبد الله التويجري

الطَّبْعَة الحَادِيَة عَشْرَة
1431هـ - 2010م
طَبْعَة مَزِيدَة وَمُنَقَّحَة

دار أصداء المجتمع
المملكة العربية السعودية
القصيم - بريدة

٥- أنهم يخيرون عند الموت بين الدنيا والآخرة.

عن عائشة رضي الله عنها قالت: سمعت رسول الله ﷺ يقول: «مَا مِنْ نَبِيٍّ يَمْرَضُ إلا خُيِّرَ بَيْنَ الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ». متفق عليه(١).

٦- أنهم يقبرون حيث ماتوا.

عن أبي بكر رضي الله عنه قال: سمعت رسول الله ﷺ يقول: «لَنْ يُقْبَرَ نَبِيٌّ إلا حَيْثُ يَمُوتُ». أخرجه أحمد(٢).

٧- أنهم أحياء في قبورهم يصلون.

١- عن أنس رضي الله عنه عن النبي ﷺ قال: «الأَنْبِيَاءُ أَحْيَاءٌ فِي قُبُورِهِم يُصَلُّونَ». أخرجه أبو يعلى(٣).

٢- عن أنس رضي الله عنه أن رسول الله ﷺ قال: «مَرَرْتُ عَلَى مُوسَى لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِي عِنْدَ الكثيبِ الأَحْمَرِ وَهُوَ قَائِمٌ يُصَلِّي فِي قَبْرِهِ». أخرجه مسلم(٤).

٨- أن أزواجهم لا تُنكح من بعدهم.

قال الله تعالى: ﴿وَمَا كَانَ لَكُمْ أَن تُؤْذُوا۟ رَسُولَ ٱللَّهِ وَلَآ أَن تَنكِحُوٓا۟ أَزْوَٰجَهُۥ مِنۢ بَعْدِهِۦٓ أَبَدًا ۚ إِنَّ ذَٰلِكُمْ كَانَ عِندَ ٱللَّهِ عَظِيمًا ﴿٥٣﴾﴾ [الأحزاب/ ٥٣].

- **حكم الإيمان بالأنبياء والرسل:**

يجب الإيمان بجميع الأنبياء والرسل، ومَنْ كفر بواحد منهم فقد كفر بهم جميعاً، ويجب تصديق ما صح عنهم من أخبارهم، والاقتداء بهم في صدق الإيمان، وكمال التوحيد وحسن الخلق، والعمل بشريعة من أُرسل إلينا منهم وهو خاتمهم وأفضلهم، المرسل إلى الناس كافة وإلى العالم قاطبة، محمد ﷺ.

قال الله تعالى: ﴿يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ ءَامِنُوا۟ بِٱللَّهِ وَرَسُولِهِۦ وَٱلْكِتَـٰبِ ٱلَّذِى نَزَّلَ عَلَىٰ

---

(١) متفق عليه، أخرجه البخاري برقم (٤٥٨٦)، واللفظ له، ومسلم برقم (٢٤٤٤).

(٢) صحيح/ أخرجه أحمد برقم (٢٧).

(٣) جيد/ أخرجه أبو يعلى برقم (٣٤٢٥)، وانظر السلسلة الصحيحة رقم (٦٢١).

(٤) أخرجه مسلم برقم (٢٣٧٥).

﴿الجزء الرابع﴾

من شرح خاتمة المحققين وامام العارفين
العلامة سيدى محمد الزرقانى على صحيح
الموطأ لامام الائمة وعالم المدينة مالك بن أنس
نفعنا الله به والمسلمين آمين

وبهامشه صحيح سنن المصطفى صلى الله عليه
وسلم جمع امام المحدثين الامام أبى داود
سليمان بن الاشعث السجستانى رحمه الله
تعالى ونفعنا به آمين

﴿طبع﴾

﴿بالمطبعة الخيريه﴾

﴿باب المرأة التى أمر النبى صلى الله عليه وسلم برجمها من جهينة﴾ * حدثنا مسلم بن ابراهيم ان هشاما الدستوائى وأبان بن يزيد حدثاهم المعنى عن يحيى عن أبى قلابة عن أبى المهلب عن عمران بن حصين ان امرأة قال (١٢٣) فى حديث أبان من جهينة أتت النبى صلى الله عليه وسلم فقالت انها زنت وهى حبلى فدعا النبى صلى الله عليه وسلم وليا لها فقال له رسول الله صلى الله عليه وسلم أحسن اليها فاذا وضعت فجئ بها فلما ان وضعت جاء بها فامر بها النبى صلى الله عليه وسلم فشكت عليها ثيابها ثم أمر بها فرجمت ثم أمرهم فصلوا عليها فقال عمر يا رسول الله تصلى عليها وقد زنت قال والذى نفسى بيده لقد تابت توبة لو قسمت بين سبعين من أهل المدينة لوسعتهم وهل وجدت أفضل من أن جادت بنفسها لم يقل عن أبان فشكت عليها ثيابها * حدثنا محمد بن الوزير الدمشقى ثنا الوليد عن الاوزاعى قال فشكت عليها ثيابها يعنى فشدت * حدثنا ابراهيم بن موسى الرازى أنا عيسى عن بشير بن المهاجر ثنا عبد الله بن بريدة عن أبيه ان امرأة يعنى من غامد أتت النبى صلى الله عليه وسلم فقالت انى قد فجرت فقال ارجعى فرجعت فلما كان الغد أتته فقالت لعلك ان تردنى كما رددت ماعز بن مالك فوالله انى لحبلى فقال لها ارجعى فرجعت فلما كان الغد أتته فقال لها ارجعى حتى تلدى فرجعت فلما ولدت أتته بالصبى فقالت هذا قد ولدته فقال لها ارجعى فأرضعيه حتى تفطميه فجاءت به وقد فطمته وفى يده شئ يأكله فأمر بالصبى فدفع الى رجل من المسلمين وأمر بها فحفر لها وأمر بها فرجمت وكان خالد فيمن يرجمها فرجمها بحجر فوقعت قطرة من دمها على وجنته فسبها فقال له النبى صلى الله عليه وسلم مهلا يا خالد والذى نفسى بيده لقد تابت توبة لو تابها صاحب مكس لغفر له وأمر بها فصلى عليها ودفنت * حدثنا عثمان بن أبى شيبة ثنا وكيع بن الجراح عن زكريا أبى عمران قال سمعت

منهم فلذا أدخل حرف التشبيه فى رواية وحيث أطلقها فهى محمولة على ذلك وجمع البيهقى كتابا لطيفا فى حياة الانبياء وروى فيه باسناد صحيح عن أنس مرفوعا الانبياء أحياء فى قبورهم يصلون وأخرج أيضا من رواية محمد بن أبى ليلى عن ثابت عن أنس رفعه ان الانبياء لا يتركون فى قبورهم بعد أربعين ليلة ولكنهم يصلون بين يدى الله حتى ينفخ فى الصور ومحمد سيئ الحفظ وذكر الغزالى ثم الرافعى حديثا مرفوعا أنا أكرم على ربى من أن يتركنى فى قبرى بعد ثلاث ولا أصل له الا ان أخذ من رواية ابن أبى ليلى وليس الاخذ بجيد لانه قابل للتأويل قال البيهقى ان صح فالمراد انهم لا يتركون يصلون الا هذا القدر ثم يكونون مصلين بين يدى الله فقد ثبتت حياة الانبياء لكن يشكل عليه حديث أبى هريرة رفعه ما من أحد يسلم على الا رد الله على روحى حتى أرد عليه السلام أخرجه أبو داود ورجاله ثقات ووجه الاشكال ظاهر لان عود الروح فى الجسد يقتضى انفصالها عنه وهو الموت وأجاب العلماء بأن المراد ان روحه كانت سابقة عقب دفنه لا انها تعاد ثم تنزع ثم تعاد ولكن ليس بنزع موت بل لا مشقة فيه وبأن المراد بالروح الملك الموكل بذلك أو النطق تجوز فيه من جهة خطابنا بما نفهمه وبأنه يستغرق فى أمور الملا الاعلى فاذا سلم عليه رجع اليه فهمه ليجيب من يسلم عليه وقد أشكل ذلك من جهة أخرى هى استلزام استغراق الزمان كله فى ذلك لاتصال الصلاة والسلام عليه فى أقطار الارض ممن لا يحصر كثرة وأجيب بأن أمور الآخرة لا تدرك بالعقل وأحوال البرزخ أشبه بأحوال الآخرة انتهى ملخصا وحديث الباب رواه البخارى فى اللباس عن عبد الله بن يوسف وفى التعبير عن القعنبى ومسلم فى الايمان عن يحيى الثلاثة عن مالك به وتابعه موسى بن عقبة عن نافع بنحوه فى الصحيحين وله طرق

﴿ما جاء فى السنة فى الفطرة﴾

بكسر الفاء أى السنة القديمة التى اختارها الانبياء واتفقت عليها الشرائع فكانها أمر جبلى فطروا عليه هذا أحسن ما قيل فى تفسيرها قاله أبو عمر (مالك عن سعيد بن أبى سعيد المقبرى عن أبيه) كيسان (عن أبى هريرة قال) موقوفا لجميع رواة الموطأ قال ابن عبد البر وهو الصحيح عن مالك ورواه بشر بن عمر عن مالك بهذا السند ورفعه أخرجه ابن الجارود وقاسم بن أصبغ وكذا رفعه عبد ابن أبى الجهم العدوى عن مالك باسناده أخرجه ابن عبد البر وهو فى الصحيحين من طريق الزهرى عن سعيد بن المسيب عن أبى هريرة عن النبى صلى الله عليه وسلم (قال خمس) صفة موصوف محذوف أى خصال خمس ثم فسرها أو على الاضافة أى خمس خصال أو الجملة خبر مبتدأ محذوف أى الذى شرع لكم خمس (من الفطرة) بكسر فسكون (تقليم الاظفار) تفعيل من القلم وهو القطع قال الجوهرى قلمت ظفرى بالتخفيف وقلمت أظفارى بالتشديد للتكثير والمبالغة أى ازالة ما طال منها عن اللحم بمقص أو سكين لا غيرهما من الآلة ويكره بالاسنان والمعنى فيه ان الوسخ يجتمع تحته فيستقذر وقد ينتهى الى حد يمنع من وصول الماء الى ما يجب غسله فى الطهارة ويستحب كيفما احتاج اليه قال الحافظ ولم يثبت فى استحباب قص الظفر يوم الخميس حديث وكذا لم يثبت فى كيفيته شئ ولا فى تعيين يوم له عن النبى صلى الله عليه وسلم وأخرج البيهقى من مرسل أبى جعفر الباقر قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يستحب ان يأخذ من أظفاره وشاربه يوم الجمعة وله شاهد موصول عن أبى هريرة لكن سنده ضعيف قال كان صلى الله عليه وسلم يقلم أظفاره ويقص شاربه يوم الجمعة قبل أن يروح الى الصلاة أخرجه البيهقى وقال عقبه قال أحمد فى

فيض القدير

شرح الجامع الصغير

للعلامة المناوى

وهو شرح نفيس للعلامة المحدث

محمد المدعو بعبد الرؤف المناوى

على كتاب « الجامع الصغير » من أحاديث البشير النذير

للحافظ جلال الدين عبد الرحمن السيوطى

نفعنا الله بعلومهما

الجزء الثالث

صححت هذه الطبعة وقوبلت على عدة نسخ من أهمها نسخة نفيسة مخطوطة فى سنة ١٠٩٣ ﻫ

وعلق عليها تعليقات قيمة نخبة من العلماء الأجلاء

تنبيه : قد جعلنا متن الجامع الصغير بأعلى الصفحات ، والشرح بأسفلها مفصولا بينهما بجدول

ولتمام الفائدة قد ضبطنا الأحاديث بالشكل الكامل

١٣٩١ ﻫ — ١٩٧٢ م

الطبعة الثانيــة

دار المعرفة

للطباعة والنشر

بيروت — لبنان

٣٠٨٨ — الأَنَاةُ مِنَ اللهِ تَعَالَى ، وَالْعَجَلَةُ مِنَ الشَّيْطَانِ - (ت) عن سهل بن سعد - (ح)

٣٠٨٩ — الأَنْبِيَاءُ أَحْيَاءٌ فِي قُبُورِهِمْ يُصَلُّونَ - (ع) عن أنس - (ح)

٣٠٩٠ — الأَنْبِيَاءُ قَادَةٌ ، وَالْفُقَهَاءُ سَادَةٌ ، وَمُجَالَسَتُهُمْ زِيَادَةٌ - القضاعي عن علي - (ض)

٣٠٩١ — الأَيْدِي ثَلَاثَةٌ : فَيَدُ اللهِ الْعُلْيَا ، وَيَدُ الْمُعْطِي الَّتِي تَلِيهَا ، وَيَدُ السَّائِلِ السُّفْلَى ، فَأَعْطِ الْفَضْلَ ، وَلَا تَعْجِزْ عَنْ نَفْسِكَ - (حم د ك) عن مالك بن نضلة - (صح)

٣٠٩٢ — الإِيمَانُ أَنْ تُؤْمِنَ بِاللهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ، وَتُؤْمِنَ بِالْقَدَرِ خَيْرِهِ وَشَرِّهِ - (م ٣) عن عمر - (صح)

٣٠٩٣ — الإِيمَانُ أَنْ تُؤْمِنَ بِاللهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ ، وَتُؤْمِنَ بِالْجَنَّةِ وَالنَّارِ وَالْمِيزَانِ ، وَتُؤْمِنَ

والشر والنفع والضر والإيمان والكفر ، ماشاء الله كان وما لم يشأ لم يكن ، وإن يمسسك الله بضر فلا كاشف له إلا هو ، وإن يردك بخير فلا راد لفضله . (طس عن ابن عباس) بسند ضعيف

(الاناة) بوزن قناة : أى التأنى (من الله تعالى) أى مما يرضاه ويثيب عليه (والعجلة من الشيطان) أى هو الحامل عليها بوسوسته لأن العجلة وتمنع من التثبت والنظر فى العواقب (ت عن سهل بن سعد) الساعدى

(الأنبياء أحياء فى قبورهم يصلون) لأنهم كالشهداء بل أفضل ، والشهداء أحياء عند ربهم . وفائدة التقييد بالعندية الإشارة إلى أن حياتهم ليست بظاهرة عندنا ، وهى كحياة الملائكة ، وكذا الأنبياء . ولهذا كانت الأنبياء لا تورث . وقوله يصلون قيل المراد به التسبيح والذكر (ع عن أنس) بن مالك ، وهو حديث صحيح

(الأنبياء قادة) جمع قائد : أى يقودون الناس للعلم والموعظة . (والفقهاء سادة) جمع سيد ، وهو الذى يفوق قومه فى الخير والشرف : أى مقدمون فى أمر دين الله (ومجالستهم زيادة) فى الخير والعلم والتفقه فى الدين (القضاعى عن على)

(الأيدى ثلاثة فيد الله) هى (العليا) لأنه المعطى فى الحقيقة (ويد المعطى) أى المناول (التى تليها) وفيه حث على التصدق (ويد السائل) أى الآخذ للصدقة (السفلى) وفيه زجر للسائل عن سؤاله الخلق وحثه على الرجوع إلى مولاه الحق (فأعط الفضل) أى الفاضل عن عيالك (ولا تعجز) بفتح التاء وكسر الجيم : بعد عطيتك (عن) نفقة (نفسك) ومن تلزمك نفقته بأن تتصدق بمالك كله ثم تقعد تسأل الناس (حم د ك عن مالك بن نضلة) بفتح فسكون : والد أبى الأحوص الصحابى

(الإيمان) هو (أن تؤمن) تصدق (بالله) أى بأنه واحد فى ذاته وصفاته وأفعاله (وملائكته) أى بأن لله ملائكة مخلوقين من النور وهم عباد له تعالى سفراء بينه وبين رسله ، لا يأكلون ولا يشربون ولا ينامون ولا يعصون الله ما أمرهم ويفعلون ما يؤمرون ، ليسوا بذكور ولا إناث (وكتبه) بأنها كلام الله القديم القائم بذاته المنزه عن الحروف والأصوات التى أنزلها على بعض رسله لهداية الناس (ورسله) وبأن لله رسلا أرسلهم الله إلى الناس لإرشادهم إلى ما فيه مصلحة معاشهم ومعادهم وهم معصومون من الذنوب كبيرها وصغيرها (و) تؤمن (باليوم الآخر) وهو من الحشر إلى ما لا نهاية أو إلى فصل القضاء (وتؤمن بالقدر خيره وشره) حلوه ومره : أى بأن ما قدره الله فى الأزل من خير أو شر لابد من وقوعه (م عن عمر) بن الخطاب رضى الله عنه ، والحديث صحيح .

(الإيمان أن تؤمن بالله وملائكته وكتبه ورسله وتؤمن بالجنة والنار) أى بأنهما موجودتان الآن . لأنهما

إعلاء السنن

تأليف

المحدث الناقد العلام مولانا ظفر أحمد العثماني التهانوي رحمه الله

على ضوء ما أفاده

حكيم الأمة الإمام الفقيه الداعية الكبير مولانا الشيخ أشرف علي التهانوي رحمه الله

حققه وعلق عليه

محمد تقي عثماني

أستاذ الحديث بدار العلوم كراتشي

الجزء العاشر

الحج

مكتبة امدادية
كانسي روڈ کوئٹہ

البيهقي باب زيارة قبر النبي ﷺ، واعتمد عليه جماعة من الأئمة فيها منهم الإمام أحمد. قال السبكي: وهو اعتماد صحيح اهـ. كذا في "وفاء الوفاء" (٢:٤٠٣).

السلام تيقظ ورد، لا أن روحه تقبض ثم ينفخ وتعاد، فلا إشكال أصلا. كذا في "عون المعبود" (٢:١٧٠).

فلا دلالة فيه على عدم استمرار الحياة كما زعمه بعضهم. وقد روى عبد الحق في "الأحكام الصغرى" –وقال: إسناده صحيح– عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما، قال: قال رسول الله ﷺ: «ما من أحد يمر بقبر أخيه المؤمن كان يعرفه فيسلم عليه إلا عرفه ورد عليه السلام». ورواه ابن عبد البر وصححه، كما نقله ابن تيمية. وروى ابن أبي الدنيا عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: إذا مر الرجل بقبر يعرفه فسلم عليه رد عليه السلام وعرفه، وإذا مر بقبر لا يعرفه فسلم عليه رد عليه السلام. والآثار في هذا المعنى كثيرة. وقد ذكر ابن تيمية في "اقتضاء الصراط المستقيم": أن الشهداء بل كل المؤمنين إذا زارهم المسلم وسلم عليهم عرفوا به وردوا عليه السلام. فإذا كان هذا في آحاد المؤمنين فكيف بسيد المرسلين ﷺ؟ وقد ورد التصريح بسماعه ﷺ سلام الزائر في أثر رواه جماعة عن أبي هريرة رضي الله عنه بلفظ: «من صلى علي عند قبري سمعته، ومن صلى علي نائيا بلغته». وفيه محمد بن مروان السدي الصغير وهو ضعيف، وروى نحوه الخلال من طريق البحتري وهو ضعيف جدا عن عبيد الله بن عمر عن نافع عن ابن عمر مرفوعا بلفظ: «من صلى علي عند قبري رددت عليه، ومن صلى علي في مكان آخر بلغونية». وتعدد الطرق يفيد القوة. قال السبكي: وسيأتي ما يدل على أنه ﷺ يسمع من يسلم عليه عند قبره ويرد عليه عالما بحضوره. وكفى بهذا فضلا حقيقا بأن ينفق فيه ملك الدنيا حتى يتوصل إليه من أقطار الأرض اهـ من "وفاء الوفاء" ملخصا (٢:٤٠٤).

ولا شك في حياته ﷺ بعد وفاته، وكذا سائر الأنبياء عليهم الصلاة والسلام أحياء في قبورهم حياة أكمل من حياة الشهداء التي أخبر الله تعالى بها في كتابه العزيز، ونبينا ﷺ سيد الأنبياء وسيد الشهداء، وأعمال الشهداء في ميزانه، وقد قال ﷺ: «علمي بعد وفاتي كعلمي في حياتي» رواه الحافظ المنذري وروى ابن عدي في "كامله" عن ثابت عن أنس رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله ﷺ: «الأنبياء أحياء في قبورهم يصلون»، ورواه أبو يعلى برجال ثقات، ورواه البيهقي وصححه.

وروى ابن ماجة بإسناد جيد كما قال المنذري عن أبي الدرداء قال: قال رسول الله ﷺ:

٣٠٦٢- عن داود بن أبي صالح قال: أقبل مروان يوما فوجد رجلا واضعًا وجهه على القبر، فأخذ برقبته وقال: أ تدرى ما تصنع؟ قال: نعم، فأقبل عليه فإذا هو أبو أيوب الأنصارى رضى الله عنه، فقال: جئت رسول الله ﷺ ولم آت الحجر، سمعت رسول

هذا البر والتقوى ومن العمل ما تحب وترضى، اللهم كن لنا صاحبا فى سفرنا وخليفة على أهلنا، اللهم ذلل لنا صعوبة سفرنا وأطوعنا بعده، اللهم إنا نعوذ بك من وعثاء السفر وكآبة المنظر وسوء المنقلب فى الأهل والمال، اللهم أصحبنا بنصح وأقلبنا بذمة، اللهم اكفنا ما أهمنا وما لا نهتم له، ورجعنا سالمين مع القبول والمغفرة والرضوان، ولا نجعله آخر العهد بهذا المحل الشريف. وقال الكرمانى من الحنفية: إذا اختار الرجوع يستحب له أن يأتى القبر الشريف، ويقول بعد السلام والدعاء: ودعناك يا رسول الله غير مودع ولا سامحين بفرقتك. نسألك أن تسأل الله تعالى أن لا يقطع آثارنا من زيارة حرمك، وأن يعيدنا سالمين غانمين إلى أوطاننا، وأن يبارك لنا فيما وهب لنا، وأن يرزقنا الشكر على ذلك. اللهم لا تجعل هذا آخر العهد بقبر نبيك ﷺ. قال: ثم يتوجه إلى الروضة ويصلى ركعتين عند الخروج ويسأل الله العود مع السلامة والعافية اهـ من "وفاء الوفاء" (٢:٤٥٣).

وفيه أيضا: وأنشد أبو الفضل الجوهرى فى توديعه النبى ﷺ:

لو كنت ساعة بيننا ما بيننا وشهدت كيف نكرر التوديعا

لعلمت أن من الدموع محدثا وعلمت أن من الحديث دموعا

قوله: "عن داود بن أبى صالح" إلخ. قلت: موضع الاستدلال منه قول أبى أيوب: جئت رسول الله ﷺ ولم آت الحجر. فتأيد به حديث: «من زارنى بعد وفاتى فكأنما زارنى فى حياتى». وثبت به أن حكم قوله تعالى: ﴿ولو أنهم إذ ظلموا أنفسهم جاؤوك فاستغفروا الله واستغفر لهم الرسول لوجدوا الله توابا رحيما﴾، باق بعد وفاته ﷺ لم ينقطع بها. وإذا كان من جاء قبره كمن جاء رسول الله ﷺ فأى مؤمن يرضى نفسه بأن لا يجئ رسول الله ﷺ وهو يقدر على ذلك ولو ببذل النفس والروح؟ ومن الذى يمنع من شد الرحال لأجل ذلك؟ وهو يعلم أن رسول الله ﷺ حى فى قبره، وما جاء قبره فقد جاء رسول الله ﷺ. وإنما ينكر ذلك من ينكر حياته ﷺ فى قبره، ولم يفرغ سمعه قول أبى أيوب: جئت رسول الله ﷺ ولم آت الحجر. أو كأن فؤاده فارغا من حبه، وعقله خاليا من لبه. وأما المجنون فلا تسئل عنهم، فوالله إنهم لا يأتون القبر وإنما يجيئون

أنيس الساري

في

تخريج وتحقيق الأحاديث التي ذكرها الحافظ ابن حجر العسقلاني في فتح الباري

تحقيق

نبيل بن منصور بن يعقوب البصارة

(المجموعة الأولى)

(أ/١)

مؤسسة الريان

مؤسسة السماحة للطباعة والنشر والتوزيع

مَرَّ[١] بنا رسول الله ﷺ ونحن[٢] نصلح[٣] خُصًّا لنا[٤]، فقال «ما هذا؟» قلنا خُصٌّ لنا وَهَى، فنحن نصلحه[٥] فقال «**أما إنّ الأمر أعجل**[٦] **من ذلك**»

اللفظ لأحمد وغيره.

قال الترمذي: هذا حديث حسن صحيح»

قلت: وهو كما قال، وأبو السفر أسمه سعيد بن يُحمِد الهمداني.

وقال البزار: وهذا الحديث لا نعلمه يُروى إلا عن ابن عمرو، ولم يسند الأعمش عن أبي السفر إلا هذا الحديث»

١٦٨٩ ــ «الأنبياء أحياء في قبورهم يصلون»

قال الحافظ: وقد جمع البيهقي كتابا لطيفا في حياة الأنبياء في قبورهم أورد فيه حديث أنس: فذكره، وأخرجه من طريق يحيى بن أبي بكير وهو من رجال الصحيح عن المستلم بن سعيد وقد وثقه أحمد وابن حبان عن الحجاج بن الأسود وهو ابن أبي زياد البصري وقد وثقه أحمد وابن معين عن ثابت عنه، وأخرجه أيضا أبو يعلى في «مسنده» من هذا الوجه، وأخرجه البزار لكن وقع عنده عن حجاج الصواف وهو وهم والصواب الحجاج الأسود كما وقع التصريح به في رواية البيهقي وصححه البيهقي، وأخرجه أيضا من طريق الحسن بن قتيبة عن المستلم. وكذلك أخرجه البزار وابن عدي، والحسن بن قتيبة ضعيف، وأخرجه البيهقي أيضا من رواية محمد بن عبدالرحمٰن بن أبي ليلى أحد فقهاء الكوفة عن ثابت بلفظ آخر «**إنّ الأنبياء لايتركون في قبورهم بعد أربعين ليلة ولكنهم يصلون بين يدي الله حتى ينفخ في الصور**» ومحمد سيئ الحفظ»[٧]

حسن

أخرجه البزار (كشف ٢٣٤٠)

---

(١) وفي لفظ «علينا» وفي لفظ آخر «عليّ»

(٢) وعند الدوري «وأنا وأبي» وعند ابن حبان والبزار «أنا وأمي» وعند أبي داود وحماد «وأنا أطين حائطا لي أنا وأمي»

(٣) وفي لفظ «نعالج»

(٤) زاد أبو داود وغيره «وَهَى»

(٥) وفي لفظ «نعالجه»

(٦) وفي لفظ «أسرع»

(٧) ٢٩٦/٧ (كتاب أحاديث الأنبياء ــ باب واذكر في الكتاب مريم إذ انتبذت من أهلها)

عن رزق الله بن موسى البغدادي

وتمام في «الفوائد» (٥٨)

عن أحمد بن عبدالرحمٰن الحداني

وابن عدي (٧٣٩/٢) ومن طريقه البيهقي في «حياة الأنبياء» (١)

عن الحسن بن عرفة

قالوا: ثنا الحسن بن قتيبة المدائني ثنا المستلم بن سعيد الثقفي عن الحجاج[١] بن الأسود عن ثابت البُنَاني عن أنس به مرفوعا.

واختلف فيه على الحسن بن قتيبة، فرواه محمد بن عبدالرحمٰن بن المفضل الحرّاني عنه ثنا حماد بن سلمة عن عبدالعزيز عن أنس.

أخرجه البزار (كشف ٢٣٣٩)

وقال: لا نعلم أحدا تابع الحسن بن قتيبة على روايته عن حماد»

قلت: والأول أصح، ومحمد بن عبدالرحمٰن لم أر من ترجمه.

وقال البزار بعد أن أخرجه من الطريق الأولى: لا نعلم رواه عن ثابت عن أنس إلا الحجاج، ولا عن الحجاج إلا المستلم، ولا نعلم روى الحجاج عن ثابت إلا هذا»

وقال ابن عدي: الحسن بن قتيبة أرجو أنّه لا بأس به»

وتعقبه الذهبي فقال: قلت: بل هو هالك. قال الدارقطني في رواية البرقاني: متروك الحديث، وقال أبو حاتم: ضعيف، وقال الأزدي: واهي الحديث، وقال العقيلي: كثير الوهم» الميزان ٥١٩/١

وقال البيهقي: هذا حديث يعد في أفراد الحسن بن قتيبة المدائني»

قلت: لم ينفرد به بل تابعه يحيى بن أبي بكير الكرماني ثنا المستلم بن سعيد به.

أخرجه أبو يعلى (٣٤٢٥) ومن طريقه البيهقي في «حياة الأنبياء» (٢)

(١) ووقع في رواية البزار: عن الحجاج ـ يعني الصواف ـ وهو وهم كما قال الحافظ.

عن أبي الجهم الأزرق بن علي[١]

وأبو نعيم[٢] في «أخبار أصبهان» (٨٣/٢)

عن عبدالله بن محمد بن يحيى بن أبي بكير

قالا: ثنا يحيى بن أبي بكير به.

قال الهيثمي: رجاله ثقات» المجمع ٢١١/٨

وقال المناوي: وهو حديث صحيح» الفيض ١٨٤/٣

قلت: الحجاج بن الأسود ذكره الذهبي في «الميزان» وقال: نكرة ما روى عنه فيما أعلم سوى مستلم بن سعيد فأتى بخبر منكر عن ثابت عن أنس في أنّ الأنبياء أحياء في قبورهم يصلون» رواه البيهقي.

وتعقبه الحافظ في «اللسان» فقال: وإنما هو حجاج بن أبي زياد الأسود يعرف بزق العسل وهو بصري كان ينزل القسامل روى عن ثابت وجابر بن زيد وأبي نضرة وجماعة وعنه جرير بن حازم وحماد بن سلمة ورَوح بن عبادة وآخرون. قال أحمد: ثقة ورجل صالح، وقال ابن معين: ثقة، وقال أبو حاتم: صالح الحديث، وذكره ابن حبان في «الثقات»: فقال: حجاج بن أبي زياد الأسود من أهل البصرة كان ينزل القسامل»

قلت: والمستلم بن سعيد قال ابن معين والنسائي: ليس به بأس، وقال الذهبي في «الكاشف» والحافظ في «التقريب»: صدوق، فالإسناد حسن.

واختلف فيه على ثابت البناني في لفظه.

فرواه محمد بن عبدالرحمٰن بن أبي ليلى عنه عن أنس رفعه «**إن الأنبياء لا يتركون في قبورهم بعد أربعين ليلة، ولكنهم يصلون بين يدي الله ﷻ حتى ينفخ في الصور**»

أخرجه البيهقي في «حياة الأنبياء» (٤) عن الحاكم ثنا أبو حامد أحمد بن علي

---

(١) ذكره ابن حبان في «الثقات» وقال: يغرب، وقال الحافظ في «التقريب»: صدوق يغرب.

(٢) أخرجه عن علي بن محمود ثنا عبدالله بن ابراهيم بن الصباح ثنا عبدالله بن محمد بن يحيى بن أبي بكير به.

وعلى بن محمود هو ابن علي بن مالك بن الأخطل أبو الحسن المديني قال أبو نعيم (١٩/٢): ثقة صاحب اصول كثير الحديث.

وعبدالله بن إبراهيم ترجمه أبو نعيم ولم يذكر فيه جرحا ولا تعديلا.

وعبدالله بن محمد وثقه الخطيب (التاريخ ٨/١٠)

الحسنوي ثنا أبو عبدالله محمد بن عبدالله الحمصي ثنا أبو الربيع الزهراني ثنا إسماعيل بن طلحة بن يزيد عن ابن أبي ليلى به.

وإسناده ضعيف جدا، الحسنوي قال الخطيب: لم يكن بثقة، وقال الحاكم: غير محتج بحديثه، ومنهم من كذبه (اللسان ٢٢٣/١)

وقد روي عن أنس قوله، أخرجه البيهقي (٣) من طريق الحسين بن الحسن المروزي ثنا مؤمل ثنا عبيدالله بن أبي حميد الهذلي عن أبي المليح عن أنس قال: الأنبياء في قبورهم أحياء يصلون.

وعبيدالله بن أبي حميد قال البخاري: ذاهب الحديث، وقال النسائي: متروك الحديث، وقال ابن معين وغيره: ضعيف الحديث.

١٦٩٠ ـ عن سعد بن أبي وقاص قال: قلت: يا رسول الله، أيّ الناس أشدّ بلاء؟ قال: «**الأنبياء، ثم الأمثل فالأمثل، يبتلى الرجل على حسب دينه**: الحديث وفيه «**حتى يمشي على الأرض وما عليه خطيئة**»

قال الحافظ: أخرجه الدارمي والنسائي في «الكبرى» وابن ماجه، وصححه الترمذي وابن حبان والحاكم، كلهم من طريق عاصم بن بَهْدَلة عن مصعب بن سعد بن أبي وقاص عن أبيه قال: فذكره، أخرجه الحاكم من رواية العلاء بن المسيب عن مصعب أيضا، وأخرج له شاهدا من حديث أبي سعيد ولفظه «قال: **الأنبياء**. قال: ثم من؟ قال: **العلماء**. قال: ثم من؟ قال: **الصالحون**» الحديث، وليس فيه ما في آخر حديث سعد»[1]

حسن

أخرجه الطيالسي(ص٢٩ ـ ٣٠) عن شعبة وهشام وحماد بن سلمة كلهم عن عاصم بهدلة عن مصعب بن سعد عن أبيه قال: قلت: يارسول الله، أيّ الناس أشدّ بلاء؟ قال «**الأنبياء، ثم الأمثل فالأمثل، حتى يبتلى الرجل على قدر دينه، فإنْ كان صلب الدين اشتد بلاؤه، وإن كان في دينه رقة ابتلي على حسب ذلك أو قدر ذلك، فما يبرح البلاء بالعبد حتى يمشي على الأرض وما عليه من خطيئة**»

وأخرجه الدروقي في «مسند سعد» (٤٢) والطحاوي في «المشكل» (٢٢٠٢) وأبو نعيم في «الحلية» (٣٦٨/١) والبيهقي (٣٧٢/٣ ـ ٣٧٣) وفي «الآداب» (١٠٤٣) وفي «الشعب» (٩٣١٨) والخطيب في «التاريخ» (٣٧٨/٣ ـ ٣٧٩) من طرق عن الطيالسي به.

(١) ٢١٥/١٢ (كتاب المرضى ـ باب أشد الناس بلاء الأنبياء)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

يَاۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا صَلُّوۡا عَلَيۡهِ وَسَلِّمُوۡا تَسۡلِيۡمًا ﴿۵۶﴾ [سورۂ احزاب]

اے ایمان والو! حضورِ اقدس ﷺ پر درود اور خوب سلام بھیجو۔

(۸)

فضائلِ درودشریف

مؤلفہ

فخر الاماثل زبدۃ الافاضل حضرت مولانا الحاج الحافظ المحدث محمد زکریا صاحبؒ

شیخ الحدیث مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور

جس میں

درود شریف کے فضائل اور نہ پڑھنے پر وعیدیں اور خاص خاص درودوں کے فضائل اور آداب و مسائل اور روضۂ اقدس پر صلوٰۃ وسلام پڑھنے کا طریقہ اور درود شریف کے متعلق پچاس قصے ذکر کیے گئے ہیں۔

اس سے معلوم کیا چاہیے کہ حضرت ﷺ پر سلام بھیجنے کی کیا بزرگی ہے اور حضرت ﷺ پر سلام بھیجنے والے کو، خصوصاً بہت بھیجنے والے کو کیا شَرَف① حاصل ہوتا ہے۔ اگر تمام عمر کے سلاموں کا ایک جواب آوے سعادت ہے، چہ جائے کہ ہر سلام کا جواب آوے۔

بَہرِ سَلَامِ② مَکُن رَنْجِہ دَرْ جَوَابِ آں لَبْ کہ صَدْ سَلَام مَرَا بَس یَکے جَوَابْ اَزْتُو

اس مضمون کو علّامہ سَخاویؒ اس طرح ذکر کیا ہے کہ کسی بندے کی شرافت کے لیے یہ کافی ہے کہ اس کا نام خیر کے ساتھ حضورِ اقدس ﷺ کی مجلس میں آجائے۔ اسی ذیل میں یہ شعر بھی کہا گیا ہے۔

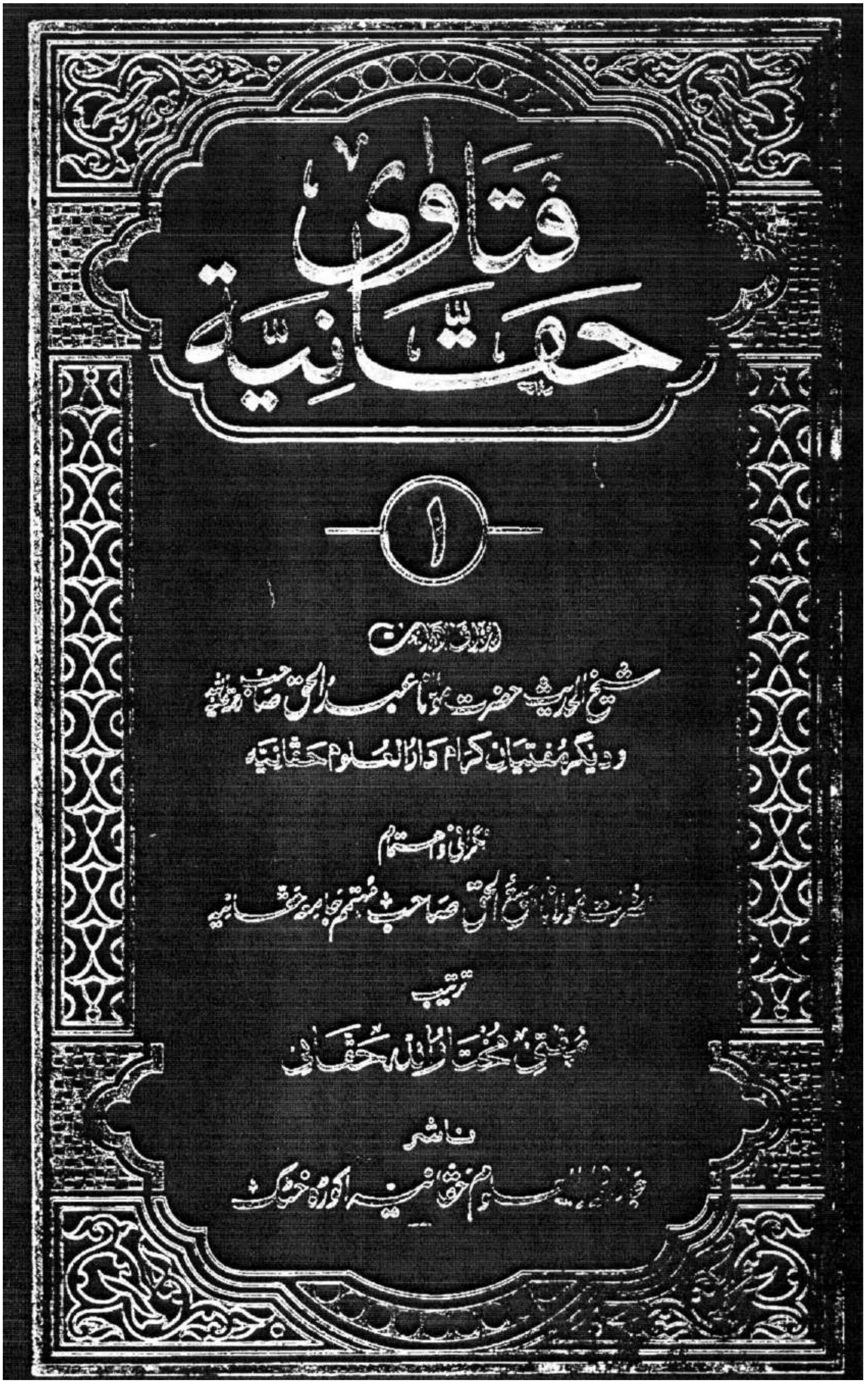
ومن خطرت منه ببالك خطرة حقيق بان يسمو وان يتقدّما

ترجمہ: ''جس خوش قسمت کا خیال بھی تیرے دل میں گذر جائے وہ اس کا مُستحق ہے کہ جتنا بھی چاہے فخر کرے اور پیش قدمی کرے (اُچھلے کودے)''۔ ع

ذکر میرا مجھ سے بہتر ہے کہ اس محفل میں ہے

اس روایت میں حضورِ اقدس ﷺ کے خود سننے میں کوئی اشکال نہیں، اس لیے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی قُبور میں زِندہ ہیں۔ علامہ سخاویؒ نے قول بدیع میں لکھا ہے کہ ہم اس پر ایمان لاتے ہیں اور اس کی تصدیق کرتے ہیں کہ حضورِ اقدس ﷺ زندہ ہیں اپنی قبر شریف میں اور آپ ﷺ کے بدنِ اطہر کو زمین نہیں کھا سکتی اور اس پر اجماع ہے۔ امام بیہقیؒ نے انبیاء کی حیات میں ایک مستقل رسالہ تصنیف فرمایا ہے اور حضرت انس ؓ کی حدیث [اَلْاَنْبِیَاءُ اَحْیَاءٌ فِیْ قُبُوْرِهِمْ یُصَلُّوْنَ] کہ انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں۔ علامہ سخاویؒ نے اس کی مُختلف③ طُرق سے تخریج کی ہے اور امام مُسلمؒ نے حضرت انس ؓ ہی کی روایت سے حضورِ اقدس ﷺ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ میں شبِ معراج میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گذرا، وہ اپنی قبر میں کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے۔ نیز مسلمؒ ہی کی روایت سے حضورِ اقدس ﷺ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ میں نے حضراتِ انبیاء علیہم السلام کی ایک جماعت کے ساتھ اپنے آپ کو دیکھا، تو میں نے حضرت عیسیٰ اور حضرت ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہما الصلوٰۃ والسلام کو کھڑے ہوئے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔ حضورِ اقدس ﷺ کے وِصال کے بعد حضرت ابوبکر صدیق ؓ جب نَعش مُبارک کے قریب حاضر ہوئے تو حضورِ اقدس ﷺ کے چہرۂ انور کو جو چادر سے ڈھکا ہوا تھا، کھولا اور اس کے بعد حضورِ اقدس ﷺ سے خطاب کرتے ہوئے عرض کیا: میرے ماں باپ آپ پر قربان اے اللہ کے نبی! اللہ جلّ شانہٗ آپ پر دو موتیں جمع نہ کریں: ایک موت جو آپ کے لیے مُقدّر تھی وہ آپ پوری کر چکے۔ [بخاری]

حل لغات: ① عزت۔ ② میرے ہر سلام کے جواب میں اپنے ہونٹوں کو زحمت نہ دیجیے میرے لیے تو بس اتنا کافی ہے کہ میرے سو سلاموں کا آپ ایک بار جواب دیدیں۔ ③ الگ الگ سندوں۔ ④ بیان کیا ہے۔


فتاویٰ حقانیہ
1
شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب
ودیگر مفتیانِ کرام دارالعلوم حقانیہ
حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مہتمم جامعہ حقانیہ
ترتیب
مفتی مختار اللہ حقانی
ناشر

عقیدۂ حیاتِ انبیاء علیہم السلام کا ثبوت

سوال:۔ جناب مفتی صاحب: مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق قرآن و حدیث اور اجماعِ اُمت کا متفقہ فیصلہ کیا ہے، دلائل و براہین سے وضاحت فرمائیں؟

الجواب:۔ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر تمام انبیاء علیہم السلام کے بارے میں تمام اہلِ سنت والجماعت اور جملہ اکابرین علماء دیوبند کا مسلک یہ ہے کہ وفاتِ موعود کے بعد تمام انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور ان کے ابدانِ مقدسہ بعینہٖ محفوظ و مامون ہیں اور جسدِ عنصری کے ساتھ عالمِ برزخ میں ان کو حیات حاصل ہے جو حیاتِ دنیوی کے مماثل ہے، فرق صرف یہ ہے کہ احکامِ شرعیہ کے مکلف نہیں ہیں لیکن فطرتی تقاضے کی بناء پر مشغول بالعبادت ہیں، اور حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اطہر کے قریب جو درود و سلام پڑھا جائے اس کو آپ بلاواسطہ سنتے ہیں اور یہی تمام محدثین و متکلمین اہلِ سنت والجماعت کا متفق علیہ عقیدہ ہے، اکابر علماء دیوبند کے مختلف رسائل میں اس کی تصریح موجود ہے۔ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحؒ کی مستقل تصنیف حیاتِ انبیاء پر "آبِ حیات" کے نام سے موجود ہے، حضرت مولانا خلیل احمد جو مولانا رشید احمد گنگوہی رحؒ کے خلیفہ راشد ہیں اُن کی تالیف "المہند علی المفند" بھی قابلِ دید ہے۔ اس کے علاوہ "حیاتِ انبیاء کرام" مرتبہ مفتی سید عبدالشکور صاحب رحؒ مطالعہ کے لیے مفید ہے۔ مسئلہ ھٰذا پر چند دلائل ملاحظہ ہوں:۔

وعن انس بن مالک رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلّون ۔ مسند ابی یعلی (جامع الصغیر ص۱۰۳) وصححہ ابن حجر فی فتح الباری ص۱۳، والقاری فی مرقاۃ ج۲ ص۲۱۲ وفیض الباری ج۲ ص۶۴ باب رفع الصوت، کتاب الصلوٰۃ۔

قال اللہ تعالیٰ: ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء ولکن لا تشعرون ۰ (سورۃ البقرۃ رکوع ۱۹)

جب شہید کے لیے وقوعِ قتل کے باوجود یہ حیاتِ طیبہ حاصل ہے تو انبیاء علیہم السلام کے لیے اس سے بھی ارفع اور اعلیٰ حیات بطریقۂ اولیٰ ثابت ہوگی۔ یہ آیت دلالۃ النص کے اعتبار سے انبیاء کرام کی حیات بعد الوفات پر ایک واضح دلیل ہے۔ چنانچہ علامہ قاضی شوکانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:۔ وورد النص فی کتاب اللہ فی حق الشھداء انھم احیاء یرزقون وان الحیاۃ فیھم متعلقۃ بالجسد فکیف بالانبیاء

جدید کمپیوٹر کتابت کے ساتھ

خیر الفتاویٰ

جلد اوّل

حضرت مولانا خیر محمد جالندھری نور اللہ مرقدہ

و دیگر مفتیان خیر المدارس کے علمی و تحقیقی فتاویٰ کا منتخب مجموعہ

باہتمام

حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری مدظلہٗ

مہتمم جامعہ خیر المدارس ملتان

مرتبہ

حضرت مولانا مفتی محمد انور مدظلہٗ

ناشر

مکتبہ امدادیہ ملتان، پاکستان

۹۸

قاضی شوکانی رح لکھتے ہیں۔

" انہ صلی اللہ علیہ وسلم حی فی قبرہ و روحہ لا تفارقہ لما صح ان الانبیاء احیاء فی قبورھم (تحفۃ الذاکرین شرح حصن حصین ؛ ص۲۸)۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر میں زندہ ہیں اور آپ کی روح آپ کے جسم مبارک سے جدا نہیں ہوتی، کیوں کہ صحیح حدیث میں آیا ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السّلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں "

اور دوسرے مقام پر لکھتے ہیں

" وقد ثبت فی الحدیث ان الانبیاء احیاء فی قبورھم رواہ المنذری وصححہ البیھقی (نیل الاوطار : ج ۳ ؛ ص۲۱۴)۔

بلاشبہ حدیث سے ثابت ہو چکا ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ علامہ منذریؒ نے یہ روایت بیان کی ہے اور امام بیہقی رح نے اس کی تصحیح کی ہے

علامہ سید سمہودی رح لکھتے ہیں۔ رواہ ابو یعلی برجال ثقات ورواہ البیھقی وصححہ (وفاء الوفاء : ج۲ ص ۴۰۵)

ابو یعلی نے ثقہ راویوں سے یہ روایت کی ہے اور امام بیہقی رح نے اس کو صحیح سند سے روایت کیا ہے۔

اور حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ :" اور یہ حدیث کہ انبیاء اپنی قبروں میں نماز پڑھتے ہیں صحیح ہے۔ (فضائل درود ص۲۷)

آپ نے ملاحظہ کر لیا کہ امام ابو یعلی کے طریق سے جو روایت ہے اس کے تمام راوی ثقہ اور ثبت ہیں اور جمہور محدثین کرام اس کی تصحیح کرتے ہیں۔ کسی حدیث کے صحیح ہونے کے لئے اصولِ حدیث میں اس سے زیادہ قوی دلیل اور کیا ہو سکتی ہے کہ اس کے سب راوی ثقہ ہوں اور جمہور محدثین کرام اس کی تصحیح پر متفق ہوں۔

۲ : حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت علیہ السّلام کا ارشادِ گرامی ہے

ما من احد یسلم علیّ الا رد اللہ علیّ روحی حتی ارد علیہ السلام۔

(ابو داؤد : ج ۱ : ص۲۷۹ واللفظ لہ۔ مسند احمد : ج ۲ : ص۵۲۷)

کوئی شخص ایسا نہیں جو مجھ پر سلام کہتا ہو مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ میری روح مجھ پر لوٹا دیتا ہے یہاں تک کہ میں اس کا جواب دیتا ہوں "

نيل الأوطار

شرح

منتقى الأخبار من أحاديث سيد الأخيار

المجتهد قاضي قضاة القطر اليماني

محمد بن علي بن محمد الشوكاني

(ت ١٢٥٠ هـ)

تقديم

الدكتور محمد عبد الرحمن المرعشلي

تحقيق

الشيخ عز الدين خطاب

الجزء الثالث

دار إحياء التراث العربي

بيروت - لبنان

الثالثُ والرابعُ مُرْسَلانِ كما قال المصنِّفُ لأنَّ خالدَ بنَ مَعْدَانَ وصَفْوَانَ بنَ سليم لم يُدْرِكَا النَّبيَّ ﷺ. (**وفي الباب**) عنْ شدَّادِ بنِ أوْسٍ عندَ ابنِ ماجَهْ قالَ: قالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «إنَّ مِنْ أفْضَلِ أيامِكُم يومُ الجمعةِ» بنحوِ حديثِ أوْسِ بنِ أوْسٍ هكَذَا وقَعَ عندَ ابنِ ماجَهْ في الصلاةِ. وَوَقَعَ عندَه في الجنائزِ أوسُ بنُ أوسٍ وهو الصَّوابُ. وعنْ أبي مسعودٍ الأنصاريِّ عندَ البيهقيِّ في كتابِ «**حياةُ الأنبياءِ في قبورِهم**» عنِ النَّبيِّ ﷺ قالَ: «**أكْثِرُوا عليَّ مِنَ الصلاةِ يومَ الجُمُعَةِ فإنه ليسَ يُصَلِّي عليَّ أحدٌ يومَ الجمعةِ إلاَّ عُرِضَتْ عليَّ صلاتُهُ**». قال البيهقيُّ: قالَ أبو عبدِ اللَّهِ يعني الحاكِمَ: أبو رافعٍ هذا يَعْني المذكورَ في السَّنَدِ هو إسماعيلُ بنُ نافعٍ. قالَ العراقيُّ: وثَّقَهُ البخاريُّ وضعَّفَهُ النَّسائيُّ ورواهُ البيهقيُّ أيضاً في «**شُعَبِ الإيمان**» وابنُ أبي عاصمٍ مِنْ هذا الوجْهِ. وأخرجَ البيهقيُّ في «**السُّنَنِ**» أيضاً حديثاً آخرَ بلفظٍ؛ «أكْثِرُوا عليَّ الصلاةَ يومَ الجُمُعَةِ وليلةَ الجُمُعَةِ فَمَنْ صلَّىٰ عليَّ صلاةً صلَّى اللَّهُ عليهِ عَشْرَاً». **قولُهُ**: (**وقدْ أرِمْتَ**) بهمزةٍ مفتوحةٍ وراءٍ مكسورةٍ وميم ساكنةٍ بعدَها تاءُ المخاطَبِ المفتوحةُ. (**والأحاديثُ**) فيها مَشْرُوْعِيَّةُ الإكْثارِ مِنَ الصلاةِ على النَّبيِّ ﷺ يومَ الجُمُعَةِ وأنَّها تُعْرَضُ عليهِ ﷺ وأنَّهُ حَيٌّ في قَبْرِهِ. وقد أخرجَ ابنُ ماجَهْ بإسنادٍ جيِّدٍ أنَّهُ ﷺ قالَ لأبي الدَّرْدَاءِ: «إنَّ اللَّهَ عزَّ وجلَّ حرَّمَ على الأرضِ أنْ تَأْكُلَ أجْسَادَ الأنبياءِ» وفي روايةٍ للطبرانيِّ «ليسَ مِنْ عبدٍ يُصَلِّي عليَّ إلاَّ بَلَغَني صلاتُهُ قلْنا وبعدَ وفاتِكَ قالَ وبعدَ وَفَاتي إنَّ اللَّهَ عزَّ وجلَّ حرَّم على الأرضِ أنْ تأْكُلَ أجْسَادَ الأنبياءِ». وقد ذَهَبَ جماعةٌ مِنَ المحقِّقين إلى أنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ حيٌّ بعدَ وَفاتِهِ، وأنَّهُ يُسَرُّ بطاعاتِ أُمَّتِهِ، وأنَّ الأنبياءَ لا يَبْلُوْنَ مَع أنَّ مطلقَ الإدراكِ كالعِلْم والسَّماعِ ثابتٌ لِسَائِرِ الموتَى. وقد صحَّ عنِ ابنِ عباسٍ مرفوعاً «ما مِنْ أحَدٍ يمرُّ على قَبْرِ أخِيْهِ المؤمِنِ» وفي روايةٍ بِقَبْرِ الرَّجُلِ كانَ يعرفُه في الدُّنيا فيسلِّمُ عليهِ إلاَّ عَرَفَهُ وردَّ عليهِ. ولابنِ أبي الدُّنيا إذا مرَّ الرجلُ بقبرٍ يَعْرِفُهُ فَيُسَلِّمُ عليهِ ردَّ عليهِ السَّلامَ وعَرَفَهُ وإذا مرَّ بِقَبْرٍ لا يَعْرِفُهُ ردَّ عليهِ السلامَ وصحَّ أنَّهُ ﷺ كانَ يَخْرُجُ إلى البَقِيْعِ لزيارةِ الموْتَى ويُسَلِّمُ عليهِمْ. وَوَرَدَ النَّصُّ في كتابِ اللَّهِ في حقِّ الشهداءِ أنَّهم أحياءٌ يُرْزَقُونَ وأنَّ الحياةَ فِيْهِم مُتَعَلِّقَةٌ بالجسدِ فكيفَ بالأنبياءِ والمرْسَلِيْنَ. (**وقد ثَبَتَ**) في الحديثِ أنَّ الأنبياءَ أحياءٌ في قُبُورِهم رواهُ المنذريُّ وصححهُ البيهقيُّ. وفي «**صحيحِ مسلمٍ**» عنِ النَّبيِّ ﷺ قالَ: «مَرَرْتُ بموسَىٰ ليلةَ أُسْرِيَ بي عندَ الكَثِيْبِ الأحْمَرِ وهو قائِمٌ يُصَلِّي في قَبْرِهِ».

٦ ـ بابُ الرجلِ أحقُّ بِمَجْلِسِهِ وآدابِ الجلوسِ والنهي عن التخطي إلا لحاجة

١٢٠٩/١ ـ عَنْ جابِرٍ رضي الله عنه قالَ: قالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لاَ يَقِيمُ أحَدُكُمْ أخَاهُ يَوْمَ الجُمعَةِ ثمَّ يخَالِفُهُ إلى مَقْعَدِهِ وَلكِنْ لِيَقُلِ افْسَحُوا. رَوَاهُ أحمَدُ ومُسلمٌ.

١٢٠٩ ـ أخرجه مسلم في «صحيحه» (٢١٧٨)، وأحمد في «مسنده» (٣/ ٢٩٥)، والبيهقي في «سننه» (٣/ ٢٣٣).

سِيَرُ أَعْلَامِ النُّبَلَاءِ

للإمام أبي عبد الله شمس الدين محمد بن أحمد
بن عثمان بن قايماز الذهبي
(673 - 748) هـ

الجزء الأول

طبعة مضبوطة، مصححة، محررة التراجم، مرتبة على حروف الهجاء (على طريقة الأعلام للزركلي)
ذكر عند كل ترجمة: مولدها، ووفاتها، ورقم الترجمة، ورقم الجزء والصفحة من الطبعتين السابقتين،
وزيد عليه: الجزء المفقود، وجزء السيرة النبوية، والمغازي، والخلفاء الراشدين،
واستخرجت الوفيات من التراجم وجعلت قبل التراجم على ترتيب السنوات، وفهرس له:
آيات وأحاديث وفوائد الذهبي في أثناء الكتاب ...

رتبه وزاد فوائده واعتنى به
حسان عبد المنان

بيت الأفكار الدولية

قال أحمدُ بنُ أبي الحَوَاري، عن وكيع: ما أخذتُ حديثاً قطُّ عَرْضاً. فذكرتُ هذا لابنِ مَعين، فقال: وكيعٌ عندنا ثَبْت.

قال عبدُ الرحمن بنُ الحَكَم بن بَشير: وكيعٌ عن الثَّوري غايةُ الإسناد، ليس بعده شيء، ما أعدِلُ بوكيعٍ أحداً. فقيل له: فأبو مُعاوية؟ فنَفَرَ من ذلك.

قلت: أصحُّ إسنادٍ بالعراق وغيرها: أحمد بن حنبل، عن وكيع، عن سُفْيان، عن مَنصور، عن إبراهيم، عن عَلْقَمة، عن عبدِ اللّه، عن النبي ﷺ، وفي «المُسْنَد» بهذا السند عِدَّةُ مُتون.

قال عبدُ اللّه بنُ هاشم: خرج علينا وكيعٌ يوماً، فقال: أيُّ الإسنادين أحَبُّ إليكم: الأعْمش، عن أبي وائل، عن عبد اللّه. أو سُفْيان، عن مَنْصور، عن إبراهيم، عن عبد اللّه؟ فقلنا: الأعمش، فإنّه أعلى. فقال: بل الثاني، فإنّه فقيهٌ، عن فقيهٍ، عن فقيهٍ، عن فقيه، والآخر شيخٌ عن شيخ. وحديثٌ يتداوله الفُقَهاءُ خيرٌ من حديثٍ يتداوَلُهُ الشُّيوخ.

نوح بن حبيب، حدَّثنا وَكيعٌ، حدَّثنا عبدُ الرَّحمن بنُ مَهْدي قال: حضرتُ موتَ سُفيان، فكان عامَّةُ كلامه: ما أشدَّ الموتَ. قال: نوحٌ: فأتيتُ عبدَ الرحمن، فقلتُ له: حدَّثنا عنك وكيعٌ. فكان مُتَّكِئاً، فقَعدَ، وقال: أنا حدَّثْتُ أبا سُفيان، جزاه اللّه خيراً، ومَنْ مثلُ أبي سفيان؟! وما يُقالُ لِمثْلِ أبي سُفيان؟!

وقيل: إنَّ وكيعاً وصلَ إنساناً مرَّةً بصُرَّةٍ دنانير لكونه كتبَ من مِحْبَرَةِ ذلك الإنسان، وقال: اعذِرْ، فلا أملِكُ غيرها.

علي بن خَشْرم: سمعتُ وكيعاً يقولُ: لا يَكْمُلُ الرجلُ حتى يكتبَ عمَّن هو فوقَه، وعمن هو مِثْلُه، وعمن هو دونَه.

وعن مَليح بنِ وكيعٍ، قال: لما نزلَ بأبي الموتُ، أخرج يَديه، فقال: يا بُنَيَّ تَرَى يديَّ، ما ضربتُ بهما شيئاً قطُّ. قال مَليح: فحدَّثْتُ بهذا داودَ بنَ يحيى بن يَمان، فقال: رأيتُ رسولَ اللّه ﷺ في النَّوم، فقلتُ: يا رسولَ اللّه مَنِ الأبدالُ؟ قال: الذين لا يضرِبُون بأيديهم شيئاً، وإنَّ وكيعاً منهم.

قلت: بل الذي يَضرِبُ بيده في سبيل اللّه أشرفُ وأفضلُ.

محنة وكيع – وهي غريبة – تورَّطَ فيها، ولم يُرِدْ إلا خيراً، ولكن فاتَهُ سكتَةٌ، وقد قال النبيُّ ﷺ: «كَفَى بالمَرْءِ إثْماً أنْ يُحَدِّثَ بكل ما سَمِعَ»، فليتَّقِ عبدٌ ربَّه، ولا يَخافَنَّ إلا ذَنْبَه».

قال عليُّ بنُ خَشْرم: حدَّثنا وكيعٌ، عن إسماعيل بنِ أبي خالد، عن عبدِ اللّه البَهِيِّ، أنَّ أبا بكر الصِّدِّيق جاءَ إلى النَّبي ﷺ بعد وفاته، فأكبَّ عليه، فقبَّله، وقال: «بأبي وأُمِّي، ما أطْيَبَ حياتَكَ وميتَتَكَ»، ثم قال البهيُّ: وكان تُرِكَ يوماً وليلةً حتى رَبَا بَطْنُه، وانْثَنَتْ خِنْصِرَاهُ. قال ابنُ خَشْرم: فلما حدَّثَ وكيعٌ بهذا بمكَّة، اجتمعتْ قريش، وأرادوا صَلْبَ وكيع، ونصبُوا خَشَبةً لصَلْبه، فجاء سفيانُ بنُ عُيَيْنة، فقال لهم: اللّه اللّه! هذا فقيهُ أهل العِراق، وابنُ فقيهه، وهذا حديثٌ معروفٌ. قال سُفيان: ولم أكنْ سمِعتُه إلا أنّي أردتُ تخليص وكيع.

قال عليُّ بنُ خَشْرم: سمعتُ الحديثَ من وكيع، بعدما أرادُوا صَلْبَهُ، فتَعجبْتُ من جَسَارَتِه، وأُخبرتُ أنَّ وكيعاً احتجَّ، فقال: إنَّ عِدَّةً من أصحابِ رسول اللّه ﷺ، منهم عُمر، قالوا: لم يَمُتْ رسول اللّه. فأرادَ اللّه أنْ يُرِيَهُم آيةَ الموت.

رواها أحمدُ بنُ محمد بنِ علي بن رَزين الباشاني قال: حدثنا عليُّ بنُ خَشْرم. وروى الحديثَ عن وكيع: قُتَيبةُ بنُ سعيد.

فهذه زَلَّةُ عالِم، فما لوكيعٍ ولرواية هذا الخَبَرِ المُنكرِ المُنْقَطعِ الإسنادِ! كادت نفسُه أن تذهب غلطاً، والقائمون عليه مَعذُورُون، بلْ ماجُورُون، فإنّهم تَخيَّلوا من إشاعةِ هذا الخبر المردود، غَضّاً ما لمنصب النُّبُوَّة، وهو في بادئ الرَّأي يُوهِمُ ذلك، ولكن إذا تأمَّلْتَه، فلا بأسَ إنْ شاء اللّه بذلك، فإنَّ الحيَّ قد يربو جوفُه، وتَسترخي مَفاصِلُه، وذلك تَفَرُّع من الأمراض، و«أشَدُّ النَّاسِ بَلاءً الأنبياء»، وإنَّما المحذورُ أن تُجَوِّزَ عليه تَغَيُّر سائرِ موتى الآدميين ورائحتهم، وأكلَ الأرضِ لأجسادِهم، والنبيُّ ﷺ فمُفَارقٌ لسائرِ أُمَّته في ذلك، فلا يَبْلى، ولا تأكُلُ الأرضُ جَسَدَه، ولا يتغيَّر ريحُه، بل هو الآن، وما زالَ أطيبَ ريحاً من المِسْكِ، وهو حيٌّ في لحده حياةً مثلِهِ في البَرْزَخ، التي هي أكملُ من حياةِ سائر النَّبيين، وحياتُهم بلا ريبٍ أتَمُّ وأشرفُ من حياةِ الشُّهداء الذي هم بنَصِّ الكتاب ﴿أَحْيَاءٌ عِندَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ﴾ [آل عمران: ١٦٩] وهؤلاء حياتُهم الآنَ التي في عالمِ البَرْزَخ حقٌّ، ولكن ليست هي حياةَ الدنيا من كلِّ وجهٍ، ولا حياةَ أهلِ الجنة من كُلِّ وَجْهٍ، ولهم شِبْهٌ بحياة أهلِ الكهف، ومن ذلك: اجتماعُ آدمَ وموسى، لَمَّا احتَجَّ عليه موسى، وحجَّهُ آدمُ بالعلم السابق كان اجتماعُهما حَقّاً، وهما في عالمِ البَرْزَخ، وكذلك نبيُّنا ﷺ أخبر أنَّه رأى في السماواتِ آدم وموسى وإبراهيمَ وإدريسَ وعيسى، وسَلَّم عليهم، وطالت مُحاوَرَتُه مع موسى، هذا كلُّه حقٌّ. والذي منهم لم يَذُقِ الموتَ بَعْدُ هو عيسى عليه السلام، فقد تبرهنَ لك أنَّ نبينا ﷺ ما زال طَيِّباً مُطَيَّباً، وأنَّ الأرضَ مُحرَّمٌ عليها أكلُ أجسادِ الأنبياء، وهذا شيءٌ سبيلُهُ التوقيف، وما عنَّفَ النبيُّ ﷺ الصحابةَ رضي اللّه عنهم لما قالوا له بلا علم: وكيف تُعرضُ صلاتُنا عليك وقد أرَمْتَ؟ - يعني قد بَلِيتَ - فقال: «إنَّ اللّه حَرَّمَ على الأرْضِ أنْ تَأكُلَ أجْسادَ الأنبياء».

وهذا بحثٌ مُعترِضٌ في الاعتذار عن إمامٍ من أئمة المسلمين،

احادیث مبارکہ
دلیل نمبر 3

سُنَنُ أَبِي دَاوُدَ

تصنيف

الإِمَامِ الحَافِظِ أَبِي دَاوُدَ سُلَيْمَانَ بْنِ الأَشْعَثِ الأَزْدِيِّ السِّجِسْتَانِيِّ

٢٠٢ هـ - ٢٧٥ هـ

حققه وضبط نصه وخرج أحاديثه وعلق عليه

شعيب الأرنؤوط محمد كامل قره بللي

شادي محسن الشيّاب

الجزء الثالث

دار الرسالة العالمية

٩٧ـ باب في الصلاة على النبي ﷺ وزيارة قبره[١]

٢٠٤١ـ حدَّثنا محمدُ بنُ عوفٍ، حدَّثنا المقرئ، حدَّثنا حيوةُ، عن أبي صَخْرٍ حميدِ بنِ زياد، عن يزيدَ بنِ عبد الله بن قُسيطٍ

عن أبي هريرة أن رسولَ الله ﷺ قال: «ما مِنْ أحَدٍ يُسلِّمُ عليَّ إلا ردَّ اللهُ عليَّ رُوحي حتى أردَّ عليه السَّلامَ»[٢].

= وأخرجه البخاري (١١٩٣) و(٧٣٢٦)، ومسلم (١٣٩٩)، والنسائي في «الكبرى» (٧٧٩) من طريق عبد الله بن دينار، عن ابن عمر، به. وفي رواية البخاري (١١٩٣)، ومسلم (١٣٩٩) في بعض رواياته أيضاً أنه ﷺ كان يأتي قباء كلَّ سبت.

وهو في «مسند أحمد» (٥١٩٩)، و«صحيح ابن حبان» (١٦١٨) و(١٦٢٨).

وقباء بضم القاف: يمد ويُقصر، ويذكر ويؤنث، ويُصرف ولا يُصرف: وهي قرية على ثلاثة أميال من المدينة.

(١) هذا التبويب أثبتناه من (هـ) ومن هامش (ج) مُصحَّحاً عليه.

(٢) إسناده حسن. أبو صخر حميد بن زياد ـ وهو الخراط ـ حسن الحديث. وقد صححه النووي في «الأذكار»، وجوّد إسناده الحافظ العراقي في «تخريج أحاديث الإحياء» (٩٦٥). المقرئ: هو عبد الله بن يزيد المكي، وحَيْوَة: هو ابن شُريح.

وأخرجه إسحاق بن راهويه في «مسنده» (٥٢٦)، وأحمد في «مسنده» (١٠٨١٥)، والبيهقي في «السنن الكبرى» ٥/ ٢٤٥، وفي «الدعوات الكبير» (١٥٨)، وفي «شعب الإيمان» (١٥٨١)، وفي «حياة الأنبياء بعد وفاتهم» (١٥)، والقاضي عياض في «الشفا» ٢/ ٧٨-٧٩ من طريق أبي عبد الرحمٰن عبد الله بن يزيد المقرئ، بهذا الإسناد.

وقوله: رد علي روحي. قال المناوي: يعني ردّ عليَّ نطقي، لأنه ﷺ حي على الدوام، وروحه لا تفارقه أبداً لما صح أن الأنبياء أحياء في قبورهم... هذا ظاهر في استمرار حياته لاستحالة أن يخلو الوجود كله من أحد يسلم عليه عادة، ومن خص الرد بوقت الزيارة فعليه البيان، فالمراد كما قال ابن الملقن وغيره بالروح النطق مجازاً وعلاقة المجاز أن النطق من لازمه وجود الروح، كما أن الروح من لازمه وجود النطق بالفعل أو القوة، وهو في البرزخ مشغول بأحوال الملكوت، مستغرق في مشاهدته، =

السنن الكبرى

للإمام
أبي بكر أحمد بن الحسين بن علي البيهقي
المتوفى سنة ٤٥٨ هـ

خرج أحاديثه وآثاره وضبط نصه وعلق عليه
إسلام منصور عبد الحميد

الجزء الخامس

كتاب الحج — كتاب البيوع

٣٣٩- باب زِيَارَةِ قَبرِ النَّبِيِّ ﷺ

(١٠٢٧٠)- أَخْبَرَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يَحْيَى السُّكَّرِيُّ بِبَغْدَادَ أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ مُحَمَّدٍ الصَّفَّارُ حَدَّثَنَا عَبَّاسٌ التَّرْقُفِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يَزِيدَ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْمُقْرِئُ حَدَّثَنَا حَيْوَةُ بْنُ شُرَيْحٍ عَنْ أَبِي صَخْرٍ عَنْ يَزِيدَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ قُسَيْطٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: «مَا مِنْ أَحَدٍ يُسَلِّمُ عَلَيَّ إِلاَّ رَدَّ اللَّهُ إِلَيَّ رُوحِي حَتَّى أَرُدَّ عَلَيْهِ السَّلاَمَ».

(١٠٢٧١)- أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ الْمِهْرَجَانِيُّ ابن أَبِي عَلِيٍّ السَّقَّاءِ بِنَيْسَابُورَ وَأَبُو الْحَسَنِ: عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ الْمُقْرِئُ الْمِهْرَجَانِيُّ بِهَا قَالاَ: أَخْبَرَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ يَعْقُوبَ الْقَاضِي حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ نَافِعٍ: أَنَّ ابن عُمَرَ كَانَ إِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ دَخَلَ الْمَسْجِدَ ثُمَّ أَتَى الْقَبْرَ فَقَالَ: السَّلاَمُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ السَّلاَمُ عَلَيْكَ يَا أَبَا بَكْرٍ السَّلاَمُ عَلَيْكَ يَا أَبَتَاهُ.

(١٠٢٧٢)- وَأَخْبَرَنَا أَبُو أَحْمَدَ الْعَدْلُ أَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ جَعْفَرٍ الْمُزَكِّي حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا ابن بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ أَنَّهُ قَالَ: رَأَيْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ يَقِفُ عَلَى قَبْرِ النَّبِيِّ ﷺ ثُمَّ يُسَلِّمُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ وَيَدْعُو ثُمَّ يَدْعُو لأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ رضي الله عنهما.

(١٠٢٧٣)- أَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ فُورَكَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ حَبِيبٍ حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ حَدَّثَنَا سَوَّارُ بْنُ مَيْمُونٍ أَبُو الْجَرَّاحِ الْعَبَدِيُّ قَالَ: حَدَّثَنِي رَجُلٌ مِنْ آلِ عُمَرَ عَنْ عُمَرَ رضي الله عنه قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: «مَنْ زَارَ قَبْرِي» أَوْ قَالَ: «مَنْ زَارَنِي كُنْتُ لَهُ شَفِيعًا أَوْ شَهِيدًا وَمَنْ مَاتَ فِي أَحَدِ الْحَرَمَيْنِ بَعَثَهُ اللَّهُ فِي الآمِنِينَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ». هَذَا إِسْنَادٌ مَجْهُولٌ.

(١٠٢٧٤)- حَدَّثَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ إِمْلاَءً أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ مُحَمَّدُ بْنُ

(١٠٢٧٠) [حسن]: أخرجه أبو داود [٢٠٤١] وأحمد [٢/ ٥٢٧] وابن راهوية [٥٢٦] وجماعة. وسنده حسن. وجوده العراقي في المغنى [١/ ٢٧٩] وصححه النووي في الرياض [رقم ١٤٠٩].

(١٠٢٧١) [صحيح]: أخرجه عبد الرزاق [٦٧٢٤] وابن أبي شيبة [١١٧٩٣] وإسماعيل القاضي في فضل الصلاة على النبي [رقم ١٠٠] وابن سعد في الطبقات [٤/ ١٥٦] وسنده حجة.

(١٠٢٧٢) [صحيح]: أخرجه مالك [٣٩٧] وسنده صحيح.

(١٠٢٧٣) [منكر]: أخرجه الطيالسي [٦٥] وعنه المؤلف، وسنده واهٍ. وسوار بن ميمون لا يعرف أصلاً. وقد قلبه بعضهم فقال: [ميمون بن سوار] وشيخه رجل لم يسم، وقد اختلف في إسناده واضطرب في متنه كما شرحه ابن عبد الهادي في الصارم المنكي [ص ٨٧].

(١٠٢٧٤) [باطل]: أخرجه الطبراني في الكبير [١٣٤٩٧] وفي الأوسط [٣٣٧٦] والجندي في فضائل=

مُسْنَدُ الإِمَامِ أَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ

طَبْعَةٌ فَرِيدَةٌ، مُحَقَّقَةٌ، مُنَقَّحَةٌ، مُخَرَّجَةٌ،
مَضْبُوطَةٌ بِالشَّكْلِ الكَامِلِ
مُقَابَلَةٌ عَلَى المَخْطُوطَاتِ وَالمَطْبُوعَاتِ

ضَبَطَ نَصَّهُ، وَقَارَنَ بَيْنَ نُسَخِهِ المَطْبُوعَةِ وَالمَخْطُوطَةِ وَعَلَّقَ عَلَيْهَا
فَضِيلَةُ الشَّيْخِ مَحْمُود خَلِيل الصَّعِيدِيّ

خرج أحاديثه
مكتب البيان
للدراسات الإسلامية وتحقيق التراث

المُجَلَّدُ الخَامِسُ
٨٩١٩ - ١١٣٢٢

المكتبة الطارق
آدرس: جاده میوند نزد مسجد جامعه پخته فروشی کابل افغانستان
فون: Cell: 0093-786948599
E-mail: tariqbook2014@gmail.com

مكتبه معروفيه
کوئٹہ: کاسی روڈ شالدرہ کوئٹہ پاکستان
لاہور: ہادیہ حلیمہ سنٹر، غزنی سٹریٹ، اُردو بازار لاہور

١٠٩٦٨- حَدثنا عَبدُ الله، حَدثَني أَبي، حَدَّثنا عَبْدُ اللهِ بْنُ يَزِيدَ، حَدَّثنا حَيْوَةُ، أَخْبَرَنِي أَبُو صَخْرٍ، أَنَّ سَعِيدَ بْنَ أَبِي سَعِيدٍ المَقْبُرِيَّ أَخْبَرَهُ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ: إِنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ صَلى الله عَليه وَسَلم يَقُولُ: مَنْ دَخَلَ مَسْجِدَنَا هَذَا يَتَعَلَّمُ خَيْرًا، أَوْ يُعَلِّمُهُ كَانَ كَالمُجَاهِدِ فِي سَبِيلِ اللهِ، وَمَنْ دَخَلَهُ لِغَيْرِ ذَلِكَ، كَانَ كَالنَّاظِرِ إِلَى مَا لَيْسَ لَهُ[١]. [كتب (١٠٨٢٦)، رسالة (١٠٨١٤)]

١٠٩٦٩- حَدثنا عَبدُ الله، حَدثَني أَبي، حَدَّثنا عَبْدُ اللهِ بْنُ يَزِيدَ، حَدَّثنا حَيْوَةُ، حَدَّثنا أَبُو صَخْرٍ، أَنَّ يَزِيدَ بْنَ عَبْدِ اللهِ بْنِ قُسَيْطٍ أَخْبَرَهُ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلى الله عَليه وَسَلم، قَالَ: مَا مِنْ أَحَدٍ يُسَلِّمُ عَلَيَّ إِلاَّ رَدَّ اللهُ، عَزَّ وَجَلَّ، إِلَيَّ رُوحِي حَتَّى أَرُدَّ عَلَيْهِ السَّلاَمَ[٢]. [كتب (١٠٨٢٧)، رسالة (١٠٨١٥)]

١٠٩٧٠- حَدثنا عَبدُ الله، حَدثَني أَبي، حَدَّثنا عَبْدُ اللهِ بْنُ يَزِيدَ، حَدَّثنا سَعِيدٌ، يَعْنِي ابْنَ أَبِي أَيُّوبَ، حَدَّثنا مُحَمَّدُ بْنُ عَجْلاَنَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلى الله عَليه وَسَلم: أَنَا أَوْلَى بِالمُؤْمِنِ مِنْ نَفْسِهِ، مَنْ تَرَكَ دَيْنًا، أَوْ ضَيَاعًا فَإِلَيَّ، وَلاَ ضَيَاعَ عَلَيْهِ، فَلْيُدْعَ لَهُ وَأَنَا وَلِيُّهُ، وَمَنْ تَرَكَ مَالًا فَلِلْعَصَبَةِ مَنْ كَانَ[٣]. [كتب (١٠٨٢٨)، رسالة (١٠٨١٦)]

١٠٩٧١- حَدثنا عَبدُ الله، حَدثَني أَبي، حَدَّثنا عَبْدُ اللهِ بْنُ يَزِيدَ، حَدَّثنا سَعِيدٌ، حَدَّثَنِي ابْنُ عَجْلاَنَ، عَنِ القَعْقَاعِ بْنِ حَكِيمٍ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلى الله عَليه وَسَلم: أَكْمَلُ الْمُؤْمِنِينَ إِيمَانًا أَحْسَنُهُمْ خُلُقًا[٤]. [كتب (١٠٨٢٩)، رسالة (١٠٨١٧)]

١٠٩٧٢- حَدثنا عَبدُ الله، حَدثَني أَبي، حَدَّثنا عَبْدُ اللهِ بْنُ يَزِيدَ، حَدَّثنا سَعِيدٌ، حَدَّثَنِي ابْنُ عَجْلاَنَ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلى الله عَليه وَسَلم، أَنَّهُ(١) قَالَ: خَيْرُ الصَّدَقَةِ مَا كَانَ مِنْهَا عَنْ ظَهْرِ غِنًى، وَاليَدُ العُلْيَا خَيْرٌ مِنَ اليَدِ السُّفْلَى وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُولُ فَقِيلَ مَنْ أَعُولُ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ: امْرَأَتُكَ مِمَّنْ تَعُولُ تَقُولُ: أَطْعِمْنِي وَإِلاَّ فَارِقْنِي وَجَارِيَتُكَ تَقُولُ أَطْعِمْنِي وَاسْتَعْمِلْنِي وَولَدُكَ يَقُولُ إِلَى مَنْ تَتْرُكُنِي[٥]. [كتب (١٠٨٣٠)، رسالة (١٠٨١٨)]

١٠٩٧٣- حَدثنا عَبدُ الله، حَدثَني أَبي، حَدَّثنا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ، وَأَبُو عُبَيْدَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلى الله عَليه وَسَلم: قَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ: وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ خَلَقَ كَخَلْقِي فَلْيَخْلُقُوا بَعُوضَةً وَلْيَخْلُقُوا ذَرَّةً، وَقَالَ أَبُو عُبَيْدَةَ: يَخْلُقُ[٦]. [كتب (١٠٨٣١)، رسالة (١٠٨١٩)]

---

(١) قوله: «أنه» لم يرد في طبعة عالم الكتب.

---

[١] ابن ماجة، بَابُ فَضْلِ الْعُلَمَاءِ وَالْحَثِّ عَلَى طَلَبِ الْعِلْمِ، برقم (٢٢٧).

[٢] أبو داود، بَابُ زِيَارَةِ الْقُبُورِ، برقم (٢٠٤١).

[٣] البخاري، بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ تَرَكَ مَالًا فَلِأَهْلِهِ»، برقم (٦٧٣١) بنحوه.

[٤] أبو داود، بَابُ الدَّلِيلِ عَلَى زِيَادَةِ الْإِيمَانِ وَنُقْصَانِهِ، برقم (٤٦٨٢)، والترمذي، بَابُ مَا جَاءَ فِي حَقِّ الْمَرْأَةِ عَلَى زَوْجِهَا، برقم (١١٦٢) وقال: حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

[٥] البخاري، بَابُ لا صَدَقَةَ إِلَّا عَنْ ظَهْرِ غِنًى، برقم (١٤٢٦)، وبَابُ وُجُوبِ النَّفَقَةِ عَلَى الأَهْلِ وَالعِيَالِ، برقم (٥٣٥٦)، ومسلم، بَابُ بَيَانِ أَنَّ الْيَدَ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِنَ الْيَدِ السُّفْلَى، وَأَنَّ الْيَدَ الْعُلْيَا هِيَ الْمُنْفِقَةُ وَأَنَّ السُّفْلَى هِيَ الْآخِذَةُ، برقم (١٠٣٤).

[٦] البخاري، بَابُ نَقْضِ الصُّوَرِ، برقم (٥٩٥٣)، وبَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى: ﴿وَاللَّهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُونَ ﴿٩٦﴾﴾ [الصافات: ٩٦] برقم (٧٥٥٩)، ومسلم، بَابُ لَا تَدْخُلُ الْمَلَائِكَةُ بَيْتًا فِيهِ كَلْبٌ وَلَا صُورَةٌ، برقم (٢١١١) بنحوه.

مُسْنَدُ إِسْحَاقَ بْنِ رَاهُوَيْه

الإمام إسحاق بن إبراهيم بن مخلد الحنظلي المروزي
نزيل نيسابور ١٦١ - ٢٣٨هـ

مُسْنَدُ أبو هُرَيْرَة
رَضِيَ ٱللَّه عَنْه

تحقيق وتخريج ودراسة
الدكتور عبد الغفور عبد الحق حسين بر البلوشي

الجزء الأول

توزيع
مكتبة الأيمان
المدينة المنورة

٥٢٦ ـ أخبرنا المقرىء[١]، نا حيوة بن شريح، حدثني أبو صخر[٢] أن يزيد بن عبدالله بن قسيط أخبره، عن أبي هريرة ـ رضي الله عنه ـ، عن رسول الله ـ صلى الله عليه وسلم ـ قال: «ما من أحد سلّم عليّ إلّا ردّ الله روحي حتى أردّ عليه السلام».

= تخـــريجـــه:
أخرجه عبدالرزاق في مصنفه (٤/ ٢٨٠) عن معمر عن عبدالملك بن عمير عن رجل ـ أحسبه أبو الأوبر ـ فذكر به نحوه.
وأخرجه الطحاوي في معاني الآثار (١/ ٣٣٩) من طريق شعبة وشريك عن عبدالملك بن عمير عن رجل من بني الحارث بن كعب وقال شريك عن زياد الحارثي وهو أبو الأوبر وكذا أحمد في مسنده من طريق شريك عن عبدالملك به.
وابن حبان في صحيحه (٥/ ٢٤٨) من طريق جرير عن عبدالملك بن عمير به مع قصة في أوّله والمرفوع مثله.

(١) هو عبدالله بن يزيد المخزومي المقرىء.
(٢) أبو صخر هو حميد بن زياد ابن أبي المخارق الخراط صاحب العباء مدني سكن مصر، من رجال مسلم صدوق يهم، وقال أحمد: ليس به بأس، انظر: التقريب (١٨١) والكاشف للذهبي (١/ ٢٥٦).

٥٢٦ ـ رجاله بين ثقة وصدوق فلا يقل عن درجة الحسن به.
تخـــريجـــه:
أخرجه أبو داود في سننه (٢/ ٥٣٤) المناسك، باب زيارة القبور عن محمد بن عوف عن المقرىء به مثله.
وأخرجه أحمد في مسنده (٢/ ٥٢٧) عن عبدالله بن يزيد المقرىء به مثله سواء.
وعزاه السيوطي في الجامع الصغير لأبي داود فقط وذكره الشيخ الألباني في صحيح الجامع الصغير (٥/ ١٥٦) برقم ٥٥٥٥ وقال: حسن، وأحاله إلى الأحاديث الصحيحة رقم ٢٢٦٦.
أخرجه أبو نعيم في الحلية (٦/ ٣٤٩) عن سليمان بن أحمد ثنا عبيدالله بن محمد الغمري ثنا أبو مصعب ثنا مالك عن أبي الزناد عن الأعرج عن أبي هريرة قال: قال رسول الله ﷺ: «ما من مسلم سلّم علي في شرق ولا غرب إلا أنا وملائكة =

المتجر الرابح
في ثواب العمل الصالح

تأليف

الحافظ شرف الدين عبد المؤمن بن خلف الدمياطي

المعروف بابن الماجد

المتوفى سنة ٧٠٥ هـ

تحقيق

الشيخ علي محمد معوض — الشيخ عادل أحمد عبد الموجود

سمعت رسول الله ﷺ يقول: «مَنْ زَارَ قَبْرِي - أَوْ قال: من زَارَنِي - كُنْتُ لَهُ شَفِيعًا أَوْ شَهِيدًا، وَمَنْ مَاتَ فِي أَحَدِ الْحَرَمَيْنِ، بَعَثَهُ الله فِي الآمِنِينَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ»(١).

٩٠٧ - وخرج الدارقطني(٢) والبيهقي أيضًا عن رجل من آل حاطب لم يسم، عن حاطب - رضي الله عنه - قال: قال رسول الله ﷺ: «مَنْ زَارَنِي بَعْدَ مَوْتِي فَكَأَنَّمَا زَارَنِي فِي حَيَاتِي، وَمَنْ مَاتَ بِأَحَدِ الْحَرَمَيْنِ، بُعِثَ مِنَ الآمِنِينَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ»(٣).

٩٠٨ - وَخَرَّجَ الدَّارقطني بإسناده عن عبد الله بن عمر - رضي الله عنهما - عن النبي ﷺ قال: «مَنْ زَارَ قَبْرِي، وَجَبَتْ لَهُ شَفَاعَتِي»(٤).

٩٠٩ - وعن أبي هريرة - رضي الله عنه - عن رسول الله ﷺ قال: «مَا مِنْ أَحَدٍ يُسَلِّمُ عَلَيَّ إِلَّا رَدَّ الله إِلَيَّ رُوحِي حَتَّى أَرُدَّ عَلَيْهِ السَّلامَ»(٥). رواه أحمد وأبو داود.

* * *

(١) أخرجه البيهقي في السنن الكبرى (٥/ ٢٤٥) كتاب الحج، باب زيارة قبر النبي ﷺ.

(٢) في المخطوط : الطبراني.

(٣) أخرجه الدارقطني في سننه (٢/ ٢٧٨)، رقم (١٩٣)، والبيهقي في شعب الإيمان (٣/ ٤٨٨): باب في المناسك، فضل الحج والعمرة رقم (٤١٥١).

(٤) أخرجه الدارقطني (٢/ ٢٧٨)، رقم (١٩٤).

(٥) أخرجه أحمد (٢/ ٥٢٧)، وأبو داود (١/ ٦٢٢) كتاب المناسك، باب زيارة القبور (٢٠٤١).

كتاب الشفا
بتعريف حقوق المصطفى ﷺ

للعالم العلامة المحقق
القاضي أبي الفضل عياض اليحصبي
المتوفى سنة ٥٤٤ هـ

وقد ذيلناه بالحاشية اللطيفة المسماة
مزيل الخفاء عن ألفاظ الشفاء
للعلامة أحمد بن محمد بن محمد الشمني
المتوفى سنة ٨٧٢ هـ

١ - ٢

اعتنى به وراجعه
هيثم الطعيمي
نجيب ماجدي

ناشر
مكتبة امداد العلوم
ٹی بی ہسپتال روڈ، ملتان، پاکستان

رَمَضَانَ فَلَمْ يُقْبَلْ مِنْهُ فَمَاتَ مِثْلَ ذٰلِكَ وَمَنْ أَدْرَكَ أَبَوَيْهِ أَوْ أَحَدَهُمَا فَلَمْ يَبَرَّهُمَا فَمَاتَ مِثْلَهُ. وَعَنْ عَلِيِّ بنِ أَبِي طَالِبٍ عنه ﷺ أنه قال: «البَخِيلُ الَّذِي ذُكِرْتُ عِنْدَهُ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيَّ أُخْطِئَ بِهِ طَرِيقُ الْجَنَّةِ». وَعَنْ عَلِيِّ بنِ أَبِي طَالِبٍ أَنَّ رسولَ الله ﷺ قَالَ: «إِنَّ البَخِيلَ كُلَّ البَخِيلِ مَنْ ذُكِرْتُ عِنْدَهُ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيَّ» وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ أَبُو القَاسِمِ ﷺ: «أَيُّمَا قَوْمٍ جَلَسُوا مَجْلِساً ثُمَّ تَفَرَّقُوا قَبْلَ أَنْ يَذْكُرُوا الله وَيُصَلُّوا عَلَى النَّبِيِّ ﷺ كَانَتْ عَلَيْهِمْ مِنَ الله تِرَةٌ[١] إِنْ شَاءَ عَذَّبَهُمْ وَإِنْ شَاءَ غَفَرَ لَهُمْ» وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ الله عنه: «مَنْ نَسِيَ الصَّلَاةَ عَلَيَّ نَسِيَ طَرِيقَ الجَنَّةِ» وَعَنْ قَتَادَةَ عَنْهُ ﷺ: «مِنَ الجَفَاءِ[٢] أَنْ أُذْكَرَ عِنْدَ الرَّجُلِ فَلَا يُصَلِّي عَلَيَّ» وَعَنْ جَابِرٍ عنه ﷺ: «مَا جَلَسَ قَوْمٌ مَجْلِساً ثُمَّ تَفَرَّقُوا عَلَى غَيْرِ صَلَاةٍ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ إِلَّا تَفَرَّقُوا عَلَى أَنْتَنِ مِنْ رِيحِ الجِيفَةِ» وعن أبي سَعِيدٍ عنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «لَا يَجْلِسُ قَوْمٌ مَجْلِساً لَا يُصَلُّونَ فِيهِ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ إِلَّا كَانَ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً وَإِنْ دَخَلُوا الجَنَّةَ لِمَا يَرَوْنَ مِنَ الثَّوَابِ» وَحَكَىٰ أبو عيسى التِّرْمِذِيُّ عَنْ بَعْضِ أَهْلِ العِلْمِ قَالَ: إِذَا صَلَّى الرَّجُلُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ مَرَّةً في المَجْلِسِ أَجْزَأَ عَنْهُ مَا كَانَ فِي ذٰلِكَ المَجْلِسِ.

فصل في تخصيصه ﷺ بتبليغ صلاةِ من صلى عليه أو سلم من الأنام

حَدَّثَنَا الْقَاضِي أبو عَبْدِ الله التَّمِيمِي حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بنُ محمَّدٍ حَدَّثَنَا أَبُو عُمَرَ الحافِظُ حَدَّثَنَا ابنُ عبد الْمُؤْمِنِ حَدَّثَنَا ابنُ دَاسَةَ حَدَّثَنَا أَبُو داودَ حَدَّثَنَا ابنُ عَوْفٍ[٣] حَدَّثَنَا الْمُقْرِئُ[٤] حَدَّثَنَا حَيْوَةُ عَنْ أَبِي صَخْرٍ حُمَيْدِ بنِ زِيادٍ عَنْ يَزِيدَ بنِ عبدِ الله بنِ قُسَيْطٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ الله عنه أن رسولَ الله ﷺ قَالَ: «مَا مِنْ أَحَدٍ يُسَلِّمُ عَلَيَّ إِلَّا رَدَّ الله عَلَيَّ رُوحِي حَتَّى أَرُدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ» وَذَكَرَ أَبُو بَكْرِ بنُ أَبِي شَيْبَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ الله ﷺ: «مَنْ صَلَّى عَلَيَّ عِنْدَ قَبْرِي سَمِعْتُهُ وَمَنْ صَلَّى عَلَيَّ نَائِياً[٥] بُلِّغْتُهُ»[٦]. وَعَنِ ابنِ مسعودٍ[٧]: «إِنَّ لله مَلَائِكَةً سَيَّاحِينَ فِي الأَرْضِ يُبَلِّغُونِي عَنْ أُمَّتِي السَّلَامَ» وَنحوُهُ عَنْ أَبِي هُرَيرة. وَعَنِ ابنِ عُمَرَ: «أَكْثِرُوا مِنَ السَّلَامِ عَلَى نَبِيِّكُمْ كُلَّ جُمُعَةٍ فَإِنَّهُ يُؤْتَى بِهِ مِنْكُمْ فِي كُلِّ جُمُعَةٍ». وفي روايةٍ: فَإِنَّ أَحَداً لَا يُصَلِّي عَلَيَّ إِلَّا عُرِضَتْ صَلَاتُهُ عَلَيَّ حِينَ يَفْرُغُ مِنْهَا. وعن الحسنِ عنه ﷺ: «حَيْثُمَا كُنْتُمْ فَصَلُّوا عَلَيَّ فَإِنَّ صَلَاتَكُمْ تَبْلُغُنِي» وَعَنِ ابنِ عباس لَيْسَ أَحَدٌ مِنْ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ ﷺ يُسَلِّمُ عَلَيْهِ وَيُصَلِّي عَلَيْهِ إِلَّا بُلِّغَهُ[٨]. وَذكر

---

(١) قوله: (ترة) بكسر المثناة الفوقية وفتح الراء المخففة أي نقص وقيل تبعة.
(٢) قوله: (من الجفاء) بفتح الجيم والمد هو ترك البر والصلة.
(٣) قوله: (ابن عوف) هو محمد بن عوف بن سفيان الحمصي شيخ أبي داود والنسائي.
(٤) قوله: (المقري) هو أبو عبد الرحمن عبد الله بن بريد أحد شيوخ البخاري.
(٥) قوله: (نائياً) أي بعيداً.
(٦) قوله: (بلغته) بضم الباء الموحدة وكسر اللام المشددة.
(٧) قوله: (وعن أبي مسعود) كذا وقع في كثير من النسخ والصواب ابن مسعود.
(٨) قوله: (إلا بلغه) بضم الموحدة وكسر اللام المشددة.

فَتْحُ البَارِي

بِشَرْحِ صَحِيحِ البُخَارِيّ

لِلإمَامِ أحْمَدَ بْنِ عَلِيّ بْنِ حَجَرٍ العَسْقَلانِيّ

موافقة لترقيم وتبويب

الشيخ/محمد فؤاد عبد الباقي

مع تعليقات العلامة

عَبْدِ العَزِيزِ بْنِ بَاز

مع:

١ – ذكر أطراف الحديث في صحيح البخاري.
٢ – بيان ما اتفق عليه الشيخان البخاري ومسلم.
٣– بيان من أخرج الحديث من أصحاب الكتب التسعة.
٤ – بيان ما انفرد به البخاري عنهم.

اعتنى به

أبو عبد الله / محمود بن الجميل

الجزء السادس

مكتبة الصفا

٢٧٨٢– وأخرجه.

النظر كون الشهداء أحياء بنص القرآن، والأنبياء أفضل من الشهداء . ومن شواهد الحديث ما أخرجه أبو داود من حديث أبي هريرة رفعه وقال فيه: « وصلوا على فإن صلاتكم تبلغني حيث كنتم » سنده صحيح ، وأخرجه أبو الشيخ في « كتاب الثواب » بسند جيد بلفظ « من صلى على عند قبري سمعته، ومن صلى على نائيًا بلغته » وعند أبي داود والنسائي وصححه ابن خزيمة وغيره عن أوس بن أوس رفعه في فضل يوم الجمعة «فأكثروا على من الصلاة فيه فإن صلاتكم معروضة على . قالوا يا رسول الله وكيف تعرض صلاتنا عليك وقد أرمت ؟ قال : إن الله حرم على الأرض أن تأكل أجساد الأنبياء» ومما يشكل على ما تقدم ما أخرجه أبو داود من وجه آخر عن أبي هريرة رفعه « ما من أحد يسلم على إلا رد الله على روحي حتى أرد عليه السلام » ورواته ثقات . ووجه الإشكال فيه أن ظاهره أن عود الروح إلى الجسد يقتضي انفصالها عنه وهو الموت ، وقد أجاب العلماء عن ذلك بأجوبة : أحدها أن المراد بقوله «رد الله على روحي» إن رد روحه كانت سابقة عقب دفنه لا أنها تعاد ثم تنزع ثم تعاد . الثاني سلمنا ، لكن ليس هو نزع موت بل لا مشقة فيه . الثالث أن المراد بالروح الملك الموكل بذلك . الرابع المراد بالروح النطق فتجوز فيه من جهة خطابنا بما نفهمه . الخامس أنه يستغرق في أمور الملأ الأعلى ، فإذا سلم عليه رجع إليه فهمه ليجيب من سلم عليه . وقد استشكل ذلك من جهة أخرى ، وهو أنه يستلزم استغراق الزمان كله في ذلك لاتصال الصلاة والسلام عليه في أقطار الأرض ممن لا يحصى كثرة . وأجيب بأن أمور الآخرة لا تدرك بالعقل ، وأحوال البرزخ أشبه بأحوال الآخرة والله أعلم .

قوله : (سبط الشعر) تقدم ما فيه .

قوله : (يهادى) أي يمشي متمايلا بينهما .

قوله : (ينطف) بكسر الطاء المهملة أي يقطر ومنه النطفة ؛ كذا قال الداودي ، وقال غيره النطفة الماء الصافي . وقوله « أو يهراق » هو شك من الراوي .

قوله : (أعور عينه اليمنى) كذا هو بالإضافة وعينه بالجر للأكثر وهو من إضافة الموصوف إلى صفته وهو جائز عند الكوفيين وتقديره عند البصريين عين صفحة وجهه اليمنى ، ورواه الأصيلي «عينه » بالرفع كأنه وقف على وصفه إنه أعور وابتدأ الخبر عن صفة عينه فقال « عينه كأنها كذا » وأبرز الضمير . وفيه نظر لأنه يصير كأنه قال عينه كأن عينه ، ويحتمل أن يكون رفع على البدل من الضمير في أعور الراجع على الموصوف وهو بدل بعض من كل، وقال السهيلي : لا يجوز أن يرتفع بالصفة كما ترفع الصفة المشبهة باسم الفاعل لأن أعور لا يكون نعتًا إلا لمذكر ، ويجوز أن تكون عينه مرتفعة بالابتداء وما بعدها الخبر ، وقوله « كأن عنبة « طافية » بالنصب على اسم كان والخبر مقدر محذوف تقديره كأن في وجهه وشاهده قول الشاعر « إن محلا وإن مرتحلا » أي إن لنا محلا وإن لنا مرتحلا .

قوله : (كأن عنبة طافية) كذا للكشميهني ولغيره « كأن عينه عنبة طافية » وقد تقدم ضبطه قبل .

قوله : (وأقرب الناس به شبهًا ابن قطن ، قال الزهري) أي بالإسناد المذكور (رجل) أي ابن قطن (من خزاعة هلك في الجاهلية) . قلت : اسمه عبد العزى بن قطن بن عمرو بن جندب بن سعيد

بسم الله الرحمن الرحيم

الزواجر
عن اقتراف الكبائر

للامام ابن حجر المكى الهيتمى بل الله ثراه بالرحمة
والرضوان وأسكنه أعلى فراديس الجنان آمين

وبهامشه كتاب كف الرعاع عن محرمات اللهو والسماع ثم يليه
كتاب الأعلام بقواطع الاسلام وهما له أيضاً رحمه الله

الجزء الأول

سنة ١٣٥٦ هـ

يطلب من المكتبة التجارية الكبرى بأول شارع محمد علي بمصر
لصاحبها : مصطفى محمد

مطبعة حجازى بالقاهرة

الله قال من ذكرت عنده فلم يصل على فذلك أبخل الناس (تنبيه) عدهذا هو صريح هذه الأحاديث لأنه صلى الله عليه وسلم ذكر فيها وعيدا شديدا كدخول النار وتكرر الدعاء من جبريل والنبي صلى الله عليه وسلم بالعبد والسحق ومن النبي صلى الله عليه وسلم بالذل والهوان والوصف بالبخل بل يكون أبخل الناس وهذا كله وعيد شديد جدا فاقتضى أن ذلك كبيرة لكن هذا انما يأتي على القول الذي قال به جمع من الشافعية والمالكية والحنفية والحنابلة أنه تجب الصلاة عليه صلى الله عليه وسلم كلما ذكر وهو صريح هذه الأحاديث وان قيل إنه مخالف للاجماع قبل هؤلاء على أنها لا تجب مطلقا في غير الصلاة فعلى القول بالوجوب يمكن أن يقال ان ترك الصلاة عليه صلى الله عليه وسلم عند سماع ذكر كبيرة وأما على ما عليه الأكثرون من عدم الوجوب فهو مشكل مع هذه الأحاديث الصحيحة اللهم الا ان يحمل الوعيد فيها على من ترك الصلاة على وجه يشعر بعدم تعظيمه صلى الله عليه وسلم كان يتركها الاشتغال بلهو ولعب محرم فهذه الهيئة الاجتماعية لا يبعد أن يقال انه حقها من القبح والاستهتار بحقه صلى الله عليه وسلم ما اقتضى ان الترك حينئذ لما اقترن به كبيرة مفسق لحينئذ يتضح أنه لا معارضة بين هذه الأحاديث وما قاله الأئمة من عدم الوجوب بالكلية فتأمل ذلك فانه مهم ولم أر من نبه على شيء منه ولا بأدنى اشارة

(خاتمة في سرد أحاديث صحيحة وحسنة في فضل الصلاة
والسلام على نبينا صلى الله عليه وسلم)

وقد استوفيت جميع ما فيها وما يتعلق بها في كتابي الدر المنضود في فضائل الصلاة والسلام على صاحب المقام المحمود . قال صلى الله عليه وسلم من صلى على واحدة صلى الله عليه عشرا . من ذكرت عنده فليصل على ومن صلى على مرة صلى الله عليه عشرا . من صلى على صلاة واحدة صلى الله عليه عشر صلوات وحط عنه بها عشر سيئات ورفعه بها عشر درجات . وفي رواية للطبراني من صلى على صلاة واحدة صلى الله عليه عشرا . ومن صلى على عشر صلى الله عليه مائة ومن صلى على مائة كتب الله بين عينيه براءة من النفاق وبراءة من النار وأسكنه يوم القيامة مع الشهداء . ان جبريل قال لي ألا أبشرك ان الله عز وجل يقول من صلى عليك صليت عليه ومن سلم عليك سلمت عليه فسجدت لله شكرا وفي رواية لأبي يعلى سجدت لربي شكرا فيما أبلاني أي أنعم في أمتي من صلى على صلاة من أمتي كتب الله له عشر حسنات ومحا عنه عشر سيآت زاد ابن أبي عاصم ورفعه بها عشر درجات وكن له عدل عشر رقاب . وفي أخرى للنسائي والطبراني والبزار من صلى على من أمتي صلاة مخلصا من قلبه صلى الله عليه بها عشر صلوات ورفعه بها عشر درجات وكتب له بها عشر حسنات ومحا عنه عشر سيئات . اذا سمعتم المؤذن فقولوا مثل ما يقول ثم صلوا على فانه من صلى على صلاة صلى الله عليه عشرا ثم سلوا الله لي الوسيلة فانها منزلة في الجنة لا تنبغي الا لعبد من عباد الله وأرجو أن أكون أنا هو فمن سأل الله لي الوسيلة حلت عليه الشفاعة أي وجبت وتحتمت منه صلى الله عليه وسلم له من صلى على النبي صلى الله عليه وسلم واحدة صلى الله عليه وملائكته سبعين صلاة قاله ابن عمر رضي الله عنهما ومثله لا يقال من قبل الرأي فهو في حكم المرفوع أكثروا من الصلاة على يوم الجمعة فانه أتاني جبريل آنفا عن ربه عز وجل فقال ما على الأرض من مسلم يصلي عليك مرة واحدة إلا صليت أنا وملائكتي عليه عشرا . ان لله ملائكة سياحين يبلغوني عن أمتي السلام حيثما كنتم فصلوا على فان صلاتكم تبلغني . من صلى بلغتني صلاته وصليت عليه وكتب له سوى ذلك عشر حسنات . ما من أحد يسلم على إلا رد الله إلى روحي عن نطاقي إذ الأنبياء أحياء في قبورهم حتى أرد عليه السلام وفي رواية فيها مجهول ان الله وكل بقبري ملكا أعطاه أسماع الخلائق فلا يصلي على أحد الى يوم القيامة الا بلغني باسمه واسم أبيه هذا فلان بن فلان قد صلى عليك . إن أولى الناس بي يوم القيامة أكثرهم على صلاة . من صلى على صلاة لم تزل الملائكة تصلي عليه ما صلى فليقل عبد من ذلك أو ليكثر كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا ذهب ربع الليل قام فقال يا أيها

رأيت الماوردي والشاشي وصاحبي الاستقصاء والكافي الحقوه بما قبله وهو صريح فيما ذكرته وانه يجري فيه خلال القضيب والأصح منه الحل فيكون هذا كذلك ومن ثم صرح الحليمي لكرهته وأقره ابن الرفعة وغيره لكنه عقبه بما يومىء إلى أنها كراهة تحريم على الرجال لما فيه من التشبه بالنساء ويوفقه ذم ابن عبد السلام لمتعاطيه قال قد حرفه بعض العلماء لخبر وانما التصفيق للنساء اه وأنت خبير بأنه لا دلالة في خبر إذ أل فيه للتصفيق الذي يؤمرون به في الصلاة وليس هذا منه وبأن التشبه بهن انما يحرم فيما يختص النساء به وهذ ليس كذلك فالوجه انه مكروه كراهة تنزيه لا تحريم انتهت عبارة الشرح المذكور (القسم التاسع الضرب بالأقلام على الصيني أو باحدى قطعتين منه على الأخرى) اعلم أن هذا النوع قد اشتهر في هذه الأزمنة بين أهل الفسوق والشربة للخمور حتى صار من أظهر شعارهم في معاصيهم وعلى شربهم واجتماعهم بالقينات والغلمان وتركوا من أجله كثيرا

الأذكار

من كلام سيد الأبرار

تأليف

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

« أَوْلى النَّاسِ بي يومَ القيامَةِ أكْثَرُهُمْ عليَّ صَلاةً »(١) قال الترمذي : حديث حسن . قال الترمذي : وفي الباب عن عبد الرحمن بن عوف ، وعامر بن ربيعة ، وعمار ، وأبي طلحة ، وأنس ، وأبي بن كعب، رضي الله عنهم (٢) .

وروينا في سنن أبي داود ، والنسائي ، وابن ماجه بالأسانيد الصحيحة (٣) عن أوس بن أوس رضي الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ: « إنَّ مِنْ أفْضَلِ أيَّامِكُمْ يَوْمَ الجُمُعَةِ ، فأكْثِروا عَليَّ منَ الصَّلاةِ فيه ، فإنَّ صلاتَكُمْ مَعْرُوضةٌ عليَّ » ، فقالوا: يارسول الله،وكيف تعرض صلاتنا عليك وقد أرَمْتَ ؟ قال: يقول بليت ، قال : إنَّ اللهَ حَرَّمَ على الأرْض أجْسادَ الأنْبياءِ »(٤).

قلت : أرمت بفتح الراء وإسكان الميم وفتح التاء المخففة . قال الخطابي : أصله: أرممت ، فحذفوا إحدى الميمين،وهي لغة لبعض العرب، كما قالوا : ظلت أفعل كذا : أي ظللت ، في نظائر لذلك . وقال غيره : إنما هو أرَمَّت بفتح الراء والميم المشددة وإسكان التاء : أي : أرمَّت العظام ، وقيل : فيه أقوال أخر ، والله أعلم(٥) .

وروينا في «سنن أبي داود» في آخر كتاب الحجّ في باب زيارة القبور بالإسناد الصحيح ، عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ : « لا تَجْعَلُوا قَبْري عِيداً ، وَصَلُّوا عليَّ ، فإنَّ صَلاتَكُمْ تَبْلُغُني حيثُ كُنْتُمْ » (٦) .

وروينا فيه أيضاً بإسناد صحيح (٧) عن أبي هريرة أيضاً ، أن رسول الله ﷺ قال : « ما من أحَدٍ يُسَلِّمُ عليَّ إلا رَدَّ اللهُ عَليَّ رُوحي حتى أرُدَّ عليْهِ السلامَ » .

---

(١) والحديث رواه أيضاً ابن حبان في صحيحه رقم (٢٣٨٩) موارد . قال ابن علان في شرح الاذكار : قال السيوطي : قال ابن حبان : « أولى الناس بي » أي : أقربهم مني في القيامة ، قال : فيه بيان أن أولام به صلى الله عليه وسلم أهل الحديث ، إذ ليس من هذه الامة قوم أكثر صلاة عليه منهم ، وقال الخطيب البغدادي: قال لنا أبو نعيم : هذه منقبة شريفة يختص بها رواة الآثار ونقلتها، لانه لايعرف لعصابة من العلماء من الصلاة على النبي صلى الله عليه وسلم أكثر مما يعرف لهذه العصابة نسخاً وذكراً ، وكذا قال غيره : في ذلك بشارة عظيمة لهم ، لانهم يصلون عليه صلى الله عليه وسلم قولاً وفعلاً نهاراً وليلاً وعند القراءة والصلاة ، فهم أكثر الناس صلاة، فأخرج الحافظ عن سفيان الثوري: لولم يكتب لصاحب الحديث فائدة إلا الصلاة على النبي صلى الله عليه وسلم فانه يصلي عليه مادام في الكتاب .

(٢) قول الترمذي: وفي الباب..الخ،قاله عقب حديث أبي هريرة «من صلى علي صلاة صلى الله عليه عشراً» بعد حديث ابن مسعود .

(٣) قال ابن علان في «شرح الاذكار» : نظر فيه الحافظ بأنه يوهم أن للحديث في السنن الثلاثة طرقاً إلى أوس ، وليس كذلك كما عرفت ، إذ مداره عندهم وعند غيرهم على الجعفي تفرد به عن شيخه ، وكذا من نعرفه، وكأن الشيخ ـ يعني النووي ـ قصد بالاسانيد شيوخهم خاصة .

(٤) وهو حديث صحيح .

(٥) وحكى فيه ابن دحية فتح الهمزة وكسر الراء .

(٦) قال الحافظ في «تخريج الاذكار» : حديث حسن.

(٧) قال الحافظ في «تخريج الاذكار» : وسنده حسن .

تفسير القرآن العظيم

للإمام الجليل الحافظ عماد الدين أبي الفداء
إسماعيل بن كثير الدمشقي
المتوفى سنة ٧٧٤ هـ

هذه الطبعة أول طبعة مقابلة على النسخ الأزهرية
وكذلك على نسخة كاملة بدار الكتب المصرية

تحقيق

مصطفى السيد محمد — محمد السيد رشاد
محمد فضل العجماوي — علي أحمد عبد الباقي
حسن عباس قطب

المجلد الحادي عشر

مؤسسة قرطبة
طباعة . نشر . توزيع
جيزة - ت : ٥٨١٥٠٢٧

مكتبة أولاد الشيخ للتراث
٣٦ ش اليابان - عمرانية غربية - جيزة
ت : ٥٦٢٨٣١٨ - ٥٦١١٤٤٢

وسلم قال : « إذا كان يوم الجمعة وليلة الجمعة ، فأكثروا الصلاة عليّ » . هذا مرسل .

وهكذا يجب علىٰ الخطيب أن يصلي علىٰ النبي صلىٰ الله عليه وسلم يوم الجمعة علىٰ المنبر في الخطبتين ، ولا تصح الخطبتان إلا بذلك ، لأنها عبادة ، و[١]ذكر الله فيها شرط ، فوجب ذكر الرسول صلىٰ الله عليه وسلم فيها كالأذان والصلاة . هذا مذهب الشافعي وأحمد رحمهما الله .

ومن ذلك أنه[٢] يستحب الصلاة والسلام عليه عند زيارة قبره صلوات الله وسلامه عليه ، قال أبو داود (٢٦٥) : حدثنا[٣] ابن عوف - هو محمد - حدثنا المقريّ ، حدثنا حيوة ، عن أبي صخر حميد بن زياد ، عن يزيد بن عبد الله بن قسيط ، عن أبي هريرة أن رسول الله صلىٰ الله عليه وسلم قال : « ما من أحد يسلم عليّ إلا رَدّ الله عليّ روحي حتىٰ أرد عليه السلام » .

تفرد به أبو داود ، وصححه النووي في « الأذكار » ، ثم قال أبو داود (٢٦٦) :

حدثنا أحمد بن صالح؛ قال: قرأت على عبد الله بن نافع، أخبرني ابن أبي ذئب، عن سعيد المقبُري، عن أبي هريرة؛ قال: قال رسولُ الله صلى الله عليه وسلم: « لا تجعلوا بيوتكم قُبورًا ، ولا تجعلوا قبري عيدًا ، وصلوا عليّ؛ فإن صلاتكم تبلغني حيثما كنتم » .

تفرد به أبو داود أيضًا .

وقد رواه الإمام أحمد (٢٦٧) عن سُرَيج[٤] ، عن عبد الله بن نافع - وهو الصائغ - به . وصححه النووي أيضًا .

وقد روي من وجه آخر عن علي - رضي الله عنه - قال القاضي إسماعيل بن إسحاق في كتابه « فضل الصلاة على النبي صلى الله عليه وسلم » (٢٦٨) :

حدثنا إسماعيل بن أبي أويس ، حدثنا جعفر بن إبراهيم بن محمد بن علي بن عبد الله بن جعفر ابن أبي طالب [عمن أخبره][٥] من أهل بيته ، عن علي بن الحسين بن[٦] علي ؛ أن رجلًا كان

---

(٢٦٥) سنن أبي داود ، كتاب المناسك ، باب : زيارة القبور برقم (٢٠٤١) .

(٢٦٦) سنن أبي داود ، كتاب المناسك ، باب : زيارة القبور برقم (٢٠٤٢) .

(٢٦٧) المسند (٢/٣٦٧) .

(٢٦٨) فضل الصلاة على النبي - صلى الله عليه وسلم - برقم (٢٠) .

---

[١] - سقط من : ز ، خ .
[٢] - في ز ، خ: « أن » .
[٣] - سقط من : ز ، خ .
[٤] - في ز ، خ : « شريح » .
[٥] - ما بين المعكوفتين في خ ، ز : « عن أخيه » .
[٦] - في ز ، خ: « عن » .

شِفَاءُ السِّقَامِ

فِي زِيَارَةِ خَيْرِ الأَنَامِ ﷺ

تَأْلِيفُ

الإمام المحقق ناصر السنة شيخ الإسلام المجتهد النظار

تقي الدين علي بن عبد الكافي بن علي السبكي الشافعي

ولد سنة ٦٨٣هـ - وتوفي سنة ٧٥٦هـ

رحمة الله تعالى عليه ورضوانه

طبعة مخرجة على نسخة ابن المصنف ومقروءة عليهما

تشرف بخدمته والعناية به

حسين محمد علي شكري

دار الكتب للنشر والتوزيع

دكان ١٣-١٤، صدف بلازا، محله جنگي، بشاور، باكستان

رقم الجوال: 0092-333-9084990

أنّ رسول الله ﷺ قال: «ما مِنْ أحدٍ يُسلِّمُ عليَّ؛ إلاّ رَدّ الله عَليّ روحي حتىٰ أرُدَّ عليه السّلام».

أخبرنا بذلك، وبجميع «سنن أبي داود» شيخنا الحافظ أبو محمّد الدمياطي بقراءتي عليه لبعضها، وقُرِئ عليه وأنا أسمع لباقيها، قال: أنا بجميعها أبو الحسن ابن أبي عبد الله بن أبي الحسن البغدادي قِراءةً عليه وأنا أسمع، عن أبي المعالي الفضل بن سهل بن بشر الإسفراييني، عن الخطيب أبي بكر أحمد بن علي بن ثابت الحافظ.

قال شيخنا: وأبنا أيضاً أبو الحسن، عن الحافظ أبي الفضل محمّد بن ناصر بن محمّد بن علي الفارسي الأصل السَّلامي، قال: أخبرنا الشيخان أبو عبد الله محمّد بن أحمد بن عمر بن السمرقندي المُقرئ، والعَدلُ الفقيه أبو الحسين محمد بن محمد بن الحسين بن محمد الفرّاء الحنبلي، قالا: أنا الخطيب ـ وفات ابن السمرقندي الجزء «السابع والعشرون» فَرَواهُ

---

(٢٥٥) بلفظ: «من صلّىَ عليَّ. . .» والباقي سواء، وكذا هو عند الإمام الخطيب البغدادي في «تاريخ بغداد» ٣: ٢٩٢، وعند الإمام ابن عساكر في «تاريخ دمشق» ٥٦: ٣٠٢.

وذكر الإمام السخاوي في «القول البديع» ص٣١٦ أنه رواه ـ عدا من ذكرناه ـ عباس التُّرقفي، ومن طريقه أبو اليمن بن عساكر، وقال: «بإسناد حسن»، وأنّ الإمام النووي صححه في «الأذكار».

ولفظ الإمام النووي في «الأذكار» ص ٢١١ حديث (٣٤٦): «وروينا فيه ـ يعني «سنن أبي داود» ـ بإسناد صحيح عن أبي هريرة رضي الله عنه، فذكره...»، انتهى منه.

ورواه الإمام ابن عساكر في «تاريخ دمشق» (مختصر تاريخ دمشق) ٢: ٤٠٦.

عن الخطيب بالإجازة ـ. قال ابن ناصر: وقَرأت هـذا الكتـاب مِـراراً علـىٰ الشيخ الصالح أبي غالب محمّد بن الحسن بن علـي البـصري المـاوردي، قالا: أنا أبو علي بن أحمد بن علي التُستري، قالا: أنا أبو عمر القاسم بـن جعفر بن عبد الواحد الهاشمي، أنا أبو علي محمد بـن أحمـد بـن عمـرو اللؤلؤي، ثنا أبو داود سليمان بن الأشعث بن إسحاق السِّجستاني، قـال: ثنا محمّد بن عوف، ثنا المُقرئ، ثنا حَيوة، عن أبي صخر حُميد بن زياد، عن يزيد بن عبد الله بن قُسيط، عـن أبي هريـرة رضـي الله عنـه، فـذَكَره بلفظه.

وهذا إسنادٌ صحيح، فإنَّ محمّد بـن عـوف شـيخ أبي داود؛ جَلِيـلٌ، حَافِظٌ لا يُسأل عنه.

وقد رَواهُ معه عن المُقرئ: عباس بن عبد الله التُّرقفي، رَواهُ من جهته أبو بكر البيهقي.

والمُقرئ، وحَيوةُ، ويزيد بن عبد الله بن قُسيط؛ مُتفقٌ عليهم.

وحُميد بن زياد رَوىٰ له مُسلم، وقال أحمد: «ليس به بأس»، وكذلك قال أبو حاتم.

وقال يحيىٰ بن معين: «ثِقَةٌ ليس به بأس»، ورُوِيَ عن ابـن معـين فيـه رِوَاية: إنه ضعيفٌ، ورواية التَّوثيق ترجحُ عليها؛ لموافقتـها أحمـد، وأبـا حاتم، وغيرهما.

وقال ابن عَدي: «هـو عنـدي صـالحُ الحـديث، وإنمـا أنكـرتُ عليـه

اقتضاء الصراط المستقيم

لمخالفة أصحاب الجحيم

تأليف

شيخ الإسلام أحمد بن عبد الحليم بن عبد السلام بن تيمية

المتوفى سنة ٧٢٨ هـ

تحقيق وتعليق

د. ناصر بن عبد الكريم العقل

طبعة جديدة مصححة ومنقحة

الجزء الثاني

دار إشبيليا
للنشر والتوزيع

وفي الصحيحين عن ابن عمر رضي الله عنهما، أن النبي ﷺ قال: «اجعلوا من صلاتكم في بيوتكم، ولا تتخذوها قبوراً»[1].

وروى مسلم عن أبي هريرة، عن النبي ﷺ قال: «لا تجعلوا بيوتكم مقابر، فإن الشيطان يفر من البيت الذي يسمع سورة البقرة تُقرأ فيه»[2]، ثم إنه ﷺ أعقب النهي عن اتخاذه عيداً بقوله: «صلوا علي فإن صلاتكم تبلغني حيثما كنتم»[3]. وفي الحديث الآخر: «فإن تسليمكم يبلغني أينما كنتم». يشير بذلك ﷺ إلى أن ما ينالني منكم من الصلاة والسلام يحصل مع قربكم من قبري وبُعدكم منه، فلا حاجة بكم إلى اتخاذه عيداً، والأحاديث عنه بأن صلاتنا وسلامنا تعرض عليه كثيرة.

مثل ما روى أبو داود من حديث أبي صخر حميد بن زياد[4]، عن يزيد بن عبد الله بن قسيط[5]، عن أبي هريرة أن رسول الله ﷺ قال: «ما من

(١) أخرجه البخاري في كتاب الصلاة، باب كراهية الصلاة في المقابر، الحديث رقم (٤٣٢)، (١/ ٥٢٨، ٥٢٩) من فتح الباري ولفظه: «اجعلوا في بيوتكم من صلاتكم ولا تتخذوها قبوراً»، وكذلك الحديث رقم (١١٨٧)، (٣/ ٦٢)، واللفظ الذي ذكره المؤلف هو لفظ مسلم في صحيحه، كتاب صلاة المسافرين وقصرها، باب استحباب صلاة النافلة في بيته، الحديث رقم (٧٧٧)، (١/ ٥٣٨).

(٢) أخرجه مسلم في الكتاب والباب السابقين، الحديث رقم (٧٨٠)، (١/ ٥٣٩) ولفظه: «لا تجعلوا بيوتكم مقابر إن الشيطان ينفر من البيت الذي تقرأ فيه سورة البقرة».

(٣) من هنا حتى قوله: أينما كنتم (نصف سطر): سقط من (أ).

(٤) هو حميد بن زياد بن أبي المخارق، الخراط، أبو صخر، صاحب العباء، مدني، صدوق يهم، من الطبقة السادسة، مات سنة (١٨٩هـ).
انظر: تقريب التهذيب (١/ ٢٠٢)، (ت ٥٩٤).

(٥) هو يزيد بن عبد الله بن قسيط بن أسامة الليثي أبو عبد الله المدني الأعرج ثقة من الطبقة الرابعة أخرج له الستة، ومات سنة (١٢٢هـ)، وعمره (٩٠) سنة.
انظر: تقريب التهذيب (٢/ ٣٦٧)، (ت ٢٨١).

أحد يسلم علي إلا رد الله عليّ روحي حتى أرد عليه السلام»[١] ﷺ. وهذا الحديث على شرط مسلم.

ومثل ما روى أبو داود أيضاً عن أوس بن[٢] أوس[٣] رضي الله عنه، أن رسول الله ﷺ قال: «أكثروا من الصلاة عليّ يوم الجمعة وليلة الجمعة، فإن صلاتكم معروضة عليّ»، قالوا: يا رسول الله كيف تُعرض صلاتنا عليك وقد أرمت؟ فقال: «إن الله حرم على الأرض أن تأكل لحوم الأنبياء»[٤].

[أرم أي صار رميماً، أي عظماً بالياً، فإذا اتصلت به تاء الضمير فأفصح اللغتين أن يفك الإدغام فيقال: أرمت. وفيه لغة أخرى كما في الرواية: أرمّت بتشديد الميم، وقد يخفف، فيقال: أرمت][٥].

---

(١) سنن الترمذي، كتاب المناسك، باب زيارة القبور، الحديث رقم (٢٠٤١)، (٢/ ٥٣٤)، وقد بين المؤلف أنه على شرط مسلم.

(٢) في (د): بن أبي أوس. لكنه في أبي داود وابن ماجه: أوس بن أوس، كما في النسخ المخطوطة الأخرى.

(٣) هو الصحابي الجليل، أوس بن أوس الثقفي، وقد اختلف في اسمه، عداده في أهل الشام. انظر: أسد الغابة (١/ ١٣٩، ١٤٠)؛ وتهذيب التهذيب (١/ ٣٨١، ٣٨٢)، (ت ٣٩٧، ٣٩٨).

(٤) انظر: سنن أبي داود، كتاب الصلاة، باب فضل يوم الجمعة وليلة الجمعة، الحديث رقم (١٠٤٧)، (١/ ٦٣٥) وفيه زيادة قليلة فليراجع، كما أخرجه أبو داود أيضاً في كتاب الصلاة، باب الاستغفار، الحديث رقم (١٥٣١)، (٢/ ١٨٤) باختلاف يسير في أول السياق عما ذكره المؤلف. وأخرجه ابن ماجه في كتاب الجنائز، باب (٦٥)، الحديث رقم (١٦٣٦)، (١/ ٥٢٤)، وأحمد في مسنده (٤/ ٨).

(٥) ما بين المعكوفين من المخطوطة (أ). ولم تذكره النسخ الأخرى كما في المتن لكن ذكره في النسخة (ط) في الحاشية، وقال: حاشية بخط المصنف. ثم ذكره، وبعده رمز بالإشارة: (ن).

مجموع الفتاوى

لشيخ الإسلام
تقيّ الدين أبي العبّاس أحمد بن عبد الحليم بن عبد السّلام
ابن تيميّة الحرّاني
المتوفّى سنة ٧٢٨ هـ

تحقيق
مصطفى عبد القادر عطا

المجلّد الأوّل

المحتوى:

سائر العلماء، إذ كان أحد منهم لم يستقبل القبر للدعاء لنفسه فضلاً عن أن يستقبله ويستشفع به يقول له: يا رسول الله، اشفع لي، أو: ادع لي، أو: يشتكي إليه مصائب الدين والدنيا، أو: يطلب منه أو من غيره من الموتى من الأنبياء والصالحين أو من الملائكة الذين لا يراهم أن يشفعوا له، أو يشتكي إليهم المصائب، فإن هذا كله من فعل النصارى وغيرهم من المشركين ومن ضاهاهم من مبتدعة هذه الأمة؛ ليس هذا من فعل السابقين الأولين من المهاجرين والأنصار والذين اتبعوهم بإحسان، ولا مما أمر به أحد من أئمة المسلمين، وإن كانوا يسلمون عليه إذ كان يسمع السلام عليه من القريب ويُبَلَّغُ سلام البعيد.

وقد احتج أحمد وغيره بالحديث الذي رواه أحمد، وأبو داود بإسناد جيد من حديث حيوة بن شريح المصري حدثنا أبو صخر، عن يزيد بن قسيط، عن أبي هريرة رضي الله عنه، عن رسول الله ﷺ أنه قال: «ما من أحد يسلم علي إلا رد الله علي روحي حتى أرد عليه السلام»(١).

وعلى هذا الحديث اعتمد الأئمة في السلام عليه عند قبره صلوات الله وسلامه عليه، فإن أحاديث زيارة قبره كلها ضعيفة لا يعتمد على شيء منها في الدين. ولهذا لم يرو أهل الصحاح والسنن شيئاً منها، وإنما يرويها من يروي الضعاف كالدارقطني والبزار وغيرهما.

وأجود حديث فيها ما رواه عبد الله بن عمر العمري ـ وهو ضعيف والكذب ظاهر عليه ـ مثل قوله: «من زارني بعد مماتي فكأنما زارني في حياتي»(٢) فإن هذا كذبه ظاهر مخالف لدين المسلمين، فإن من زاره في حياته وكان مؤمناً به كان من أصحابه لا سيما إن كان من المهاجرين إليه المجاهدين معه، وقد ثبت عنه ﷺ أنه قال: «**لا تسبوا أصحابي، فوالذي نفسي بيده لو أنفق أحدكم مثل أحد ذهباً ما بلغ مد أحدهم ولا نصيفه**»(٣) أخرجاه في الصحيحين.

---

(١) أخرجه أحمد ٢/٥٢٧ و «أبو داود» ٢٠٤١ قال: حدثنا محمد بن عوف. كلاهما (أحمد بن حنبل، ومحمد بن عوف) عن عبد الله بن يزيد المقرىء. قال: حدثنا حيوة، عن أبي صخر حميد بن زياد، عن يزيد بن عبد الله بن قسيط، عن أبي هريرة.

(٢) أخرجه الطبراني في المعجم الكبير (٣/٢٠٣/٢)، وفي الأوسط (١/١٢٦/٢)، والدارقطني في سننه (ص ٢٧٩)، والبيهقي في السنن الكبرى (٥/٢٤٦). وأورده الألباني في الأحاديث الضعيفة (١/١٢٠/٤٧).

(٣) أخرجه أحمد ٣/١١ قال: حدثنا أبو معاوية. وفي ٣/٥٤ قال: حدثنا وكيع. وفي ٣/٥٤ قال: حدثنا محمد بن جعفر قال: حدثنا شعبة. وفي ٣/٥٥ قال: حدثنا أبو النضر قال: حدثنا شعبة. وفي ٣/١٣ قال: حدثنا هاشم قال: حدثنا شعبة. و «عبد بن حميد» ٩١٨ قال: حدثني أحمد بن يونس قال: أخبرنا أبو بكر بن عياش و «البخاري» ٥/١٠ قال: حدثنا آدم بن أبي إياس، حدثنا شعبة. و «مسلم» ٧/٨٨، قال: حدثنا عثمان بن أبي شيبة. قال: حدثنا جرير (ح) وحدثنا أبو سعيد الأشج، وأبو كريب قالا حدثنا وكيع (ح) وحدثنا عبيد الله بن معاذ قال: حدثنا أبي، عن شعبة (ح) وحدثنا ابن المثنى، وابن بشار قالا: حدثنا ابن أبي عدي، عن شعبة. و «أبو داود» ٤٦٥٨ قال: حدثنا مسدد قال: حدثنا أبو معاوية. و «الترمذي» ٣٨٦١ قال: حدثنا محمود بن غيلان قال: حدثنا أبو داود قال: أنبأنا شعبة. (ح) وحدثنا الحسن بن علي الخلال، وكان حافظاً، قال: حدثنا أبو معاوية. و «النسائي» في (فضائل الصحابة) ٢٠٣ قال: أخبرنا محمد بن هشام، عن خالد (وهو ابن الحارث) قال: حدثنا شعبة خمستهم (أبو معاوية، ووكيع، وشعبة، وأبو بكر بن عياش، وجرير) عن الأعمش، عن أبي صالح

﴿ الجزء الرابع ﴾

من شرح خاتمة المحققين وامام العارفين العلامة سيدى محمد الزرقانى على صحيح الموطأ لامام الائمة وعالم المدينة مالك بن أنس نفعنا الله به والمسلمين آمين

وبهامشه صحيح سنن المصطفى صلى الله عليه وسلم جمع امام المحدثين الامام أبى داود سليمان بن الاشعث السجستانى رحمه الله تعالى ونفعنا به آمين

﴿ طبع ﴾

﴿ بالمطبعة الخيرية ﴾

﴿باب المرأة التي أمر النبي صلى الله عليه وسلم برجمها من جهينة﴾ * حدثنا مسلم بن ابراهيم ان هشاما الدستوائي وأبان بن يزيد حدثاهم المعنى عن يحيى عن أبي قلابة عن أبي المهلب عن عمران بن حصين ان امرأة قال (۱۲۳) في حديث أبان من جهينة أتت النبي صلى الله عليه وسلم فقالت انها زنت وهي حبلى فدعا النبي صلى الله عليه وسلم وليا لها فقال له رسول الله صلى الله عليه وسلم أحسن اليها فاذا وضعت فجئ بها فلما ان وضعت جاء بها فامر بها النبي صلى الله عليه وسلم فشكت عليها ثيابها ثم أمر بها فرجمت ثم أمرهم فصلوا عليها فقال عمر يا رسول الله يصلى عليها وقد زنت قال والذي نفسي بيده لقد تابت توبة لو قسمت بين سبعين من أهل المدينة لوسعتهم وهل وجدت أفضل من أن جادت بنفسها لم يقل عن أبان فشكت عليها ثيابها * حدثنا محمد بن الوزير الدمشقي ثنا الوليد عن الاوزاعي قال فشكت عليها ثيابها يعني فشدت * حدثنا ابراهيم بن موسى الرازي أنا عيسى عن بشير بن المهاجر ثنا عبدالله بن بريدة عن أبيه ان امرأة يعني من غامد أتت النبي صلى الله عليه وسلم فقالت اني قد فجرت فقال ارجعي فرجعت فلما كان الغد أتته فقالت لعلك ان تردني كما رددت ماعز بن مالك فوالله اني لحبلى فقال لها ارجعي فرجعت فلما كان الغد أتته فقال لها ارجعي حتى تلدي فرجعت فلما ولدت أتته بالصبي فقالت هذا قد ولدته فقال لها ارجعي فأرضعيه حتى تفطميه فجاءت به وقد فطمته وفي يده شيء يأكله فأمر بالصبي فدفع الى رجل من المسلمين وأمر بها فحفر لها وامر بها فرجمت وكان خالد فيمن يرجمها فرجمها بحجر فوقعت قطرة من دمها على وجنته فسبها فقال له النبي صلى الله عليه وسلم مهلا يا خالد والذي نفسي بيده لقد تابت توبة لو تابها صاحب مكس لغفر له وأمر بها فصلى عليها ودفنت * حدثنا عثمان بن أبي شيبة ثنا وكيع بن الجراح عن زكريا أبي عمران قال سمعت

منهم فلذا أدخل حرف التثنية في رواية وحيث أطلقها فهي محمولة على ذلك وجمع البيهقي كتابا لطيفا في حياة الانبياء وروى فيه باسناد صحيح عن أنس مرفوعا الانبياء أحياء في قبورهم يصلون وأخرج أيضا من رواية محمد بن أبي ليلى عن ثابت عن أنس رفعه ان الانبياء لا يتركون في قبورهم بعد أربعين ليلة ولكنهم يصلون بين يدي الله حتى ينفخ في الصور ومحمد سيء الحفظ وذكر الغزالي ثم الرافعي حديثا مرفوعا أنا أكرم على ربي من أن يتركني في قبري بعد ثلاث ولا أصل له الا ان أخذ من رواية ابن أبي ليلى وليس الاخذ بجيد لانها قابلة للتأويل قال البيهقي ان صح فالمراد انهم لا يتركون يصلون الا هذا القدر ثم يكونون مصلين بين يدي الله فقد ثبتت حياة الانبياء لكن يشكل عليه حديث أبي هريرة رفعه ما من أحد يسلم علي الا رد الله علي روحي حتى أرد عليه السلام أخرجه أبو داود ورجاله ثقات ووجه الاشكال ظاهر لان عود الروح في الجسد يقتضي انفصالها عنه وهو الموت وأجاب العلماء بأن المراد ان روحه كانت سابقة عقب دفنه لا انها تعاد ثم تنزع ثم تعاد لكن ليس بنزع موت بل لا مشقة فيه وبأن المراد بالروح الملك الموكل بذلك أو النطق فتجوز فيه من جهة خطابنا بما نفهمه وبأنه يستغرق في أمور الملا الاعلى فاذا سلم عليه رجع اليه فهمه ليجيب من يسلم عليه وقد أشكل ذلك من جهة أخرى هي استلزام استغراق الزمان كله في ذلك لاتصال الصلاة والسلام عليه في أقطار الارض ممن لا يحصر كثرة وأجيب بأن أمور الآخرة لا تدرك بالعقل وأحوال البرزخ أشبه بأحوال الآخرة انتهى ملخصا وحديث الباب رواه البخاري في اللباس عن عبدالله بن يوسف وفي التعبير عن القعنبي ومسلم في الايمان عن يحيى الثلاثة عن مالك به وتابعه موسى بن عقبة عن نافع بنحوه في الصحيحين وله طرق

﴿ما جاء في السنة في الفطرة﴾

بكسر الفاء أي السنة القديمة التي اختارها الانبياء واتفقت عليها الشرائع فكأنها أمر جبلي فطروا عليه هذا أحسن ما قيل في تفسيرها قاله أبو عمر (مالك عن سعيد بن أبي سعيد المقبري عن أبيه) كيسان (عن أبي هريرة قال) موقوفا لجميع رواة الموطا قال ابن عبد البر وهو الصحيح عن مالك ورواه بشر بن عمر عن مالك بهذا السند ورفعه أخرجه ابن الجارود وقاسم بن أصبغ وكذا رفعه حبيد ابن أبي الجهم العدوي عن مالك باسناده أخرجه ابن عبد البر وهو في الصحيحين من طريق الزهري عن سعيد بن المسيب عن أبي هريرة عن النبي صلى الله عليه وسلم (قال خمس) صفة موصوف محذوف أي خصال خمس ثم فسرها أو على الاضافة أي خمس خصال أو الجملة خبر مبتدا محذوف أي الذي شرع لكم خمس (من الفطرة) بكسر فسكون (تقليم الاظفار) تفعيل من القلم وهو القطع قال الجوهري قلمت ظفري بالتخفيف وقلمت أظفاري بالتشديد للتكثير والمبالغة أي ازالة ما طال منها عن اللحم بمقص أو سكين لا غيرهما من الآلة ويكره بالاسنان والمعنى فيه ان الوسخ يجتمع تحته فيستقذر وقد ينتهي الى حد يمنع من وصول الماء الى ما يجب غسله في الطهارة ويستحب كيفما احتاج اليه قال الحافظ ولم يثبت في استحباب قص الظفر يوم الخميس حديث وكذا لم يثبت في كيفيته شيء ولا في تعيين يوم له عن النبي صلى الله عليه وسلم وأخرج البيهقي من مرسل أبي جعفر الباقر قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يستحب ان يأخذ من أظفاره وشاربه يوم الجمعة وله شاهد موصول عن أبي هريرة لكن سنده ضعيف قال كان صلى الله عليه وسلم يقلم أظفاره ويقص شاربه يوم الجمعة قبل أن يروح الى الصلاة أخرجه البيهقي وقال عقبه قال أحمد في

وفاء الوفا
بأخبار دار المصطفى ﷺ

تأليف
الشيخ العلامة نور الدين علي بن أحمد السمهودي
المتوفى ٩١١هـ

اعتنى به ووضع حواشيه
خالد عبد الغني محفوظ

٣ - ٤

مكتبة معروفية
کانسی روڈ شالدرہ کوئٹہ پاکستان
0333-7807152

بكر بن عبد الله رضي الله تعالى عنه عن النبي ﷺ قال «من أتى المدينة زائراً لي وجبت له شفاعتي يوم القيامة، ومن مات في أحد الحرمين بعث آمناً» ولم يتكلم عليه السبكي.

ومحمد بن يعقوب هو أبو عمر الزبيري المدني، صدوق. وعبد الله بن وهب ثقة، ففيه الرجل المبهم. وبكر بن عبد الله إن كان المزني فهو تابعي جليل؛ فيكون مرسلاً، وإن كان هو بكر بن عبد الله بن الربيع الأنصاري فهو صحابي.

الفصل الثاني

في بقية أدلة الزيارة، وإن لم تتضمّن لفظ الزيارة نصّاً

وبيان تأكد مشروعيتها وقربها من درجة الوجوب، حتى أطلقه بعضهم عليها، وبيان حياة النبي ﷺ في قبره، ومشروعية شدّ الرحال إليه، وصحة نذر زيارته ﷺ، والاستئجار للسلام عليه.

روى أبو داود بسند صحيح كما قال السبكي عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه أن رسول الله ﷺ قال: «ما من أحد يسلم عليّ إلا ردّ الله عليّ روحي حتى أرد عليه السلام» وقد صدّر به البيهقي باب زيارة قبر النبي صلى الله تعالى عليه وسلم، واعتمد عليه جماعة من الأئمة فيها منهم الإمام أحمد، قال السبكي: وهو اعتماد صحيح؛ لتضمنه فضيلة ردّ النبي صلى الله تعالى عليه وسلم، وهي عظيمة.

وذكر ابن قدامة الحديث من رواية أحمد بلفظ «ما من أحد يسلّم عليّ عند قبري» فإن ثبت فهو صريح في تخصيص هذه الفضيلة بالمسلم عند القبر، وإلا فالمسلّم عند القبر امتاز بالمواجهة بالخطاب ابتداء وجواباً، ففيه فضيلة زائدة على الرد على الغائب، مع أن السلام عليه صلى الله تعالى عليه وسلم على نوعين: الأول ما يقصد الدعاء منا بالتسليم عليه من الله، سواء كان بلفظ الغيبة أو الحضور، كقولنا: صلى الله تعالى عليه وسلم، والصلاة والسلام عليك يا رسول الله، سواء كان من الغائب عنه أو الحاضر عنده، وهذا هو الذي قيل باختصاصه به ﷺ عن الأمة، حتى لا يُسلم على غيره من الأمة إلا تبعاً كالصلاة عليه، فلا يقال: فلان عليه السلام. الثاني: ما يقصد به التحية كسلام الزائر إذا وصل إلى قبره، وهو غير مختص، بل يعم الأمة، وهو مبتدع للرد على المسلم بنفسه أو برسوله فيحصل ذلك منه عليه السلام. وأما الأول فالله أعلم، فإن ثبت امتاز الثاني بالقرب والخطاب، وإلا فقد حرم من لم يزر هذه الفضيلة، وهو مقتضي ما فسر به الحديث الإمام الجليل أبو عبد الرحمن عبد الله بن زيد المقبري أحد أكابر شيوخ البخاري، حيث قال في قوله «ما من أحد يسلم عليّ الحديث» : هذا في الزيارة إذا زارني فسلّم عليّ رد الله عليّ

فتح الملهم

بشرح صحيح الإمام مسلم بن الحجاج القشيري رحمه الله

تأليف

العلامة المحدث المفسر المتكلم الكبير الشيخ شبير أحمد العثماني رحمه الله

بتعليقات نافعة

من فضيلة العلامة المفتي محمد رفيع العثماني رئيس دار العلوم كراتشي

التخريج والترقيم

نور البشر بن نور الحق

المجلد الثاني

الناشر

مكتبة دار العلوم كراتشي ١٤

. . . . .

فلهذا أدخل حرف التشبيه فى الرواية ، وحيث أطلقها فهى محمولة على ذلك ، والله أعلم .

وقد جمع البيهقى كتابا لطيفا فى حياة الأنبياء فى قبورهم أورد فيه حديث أنس : «الأنبياء أحياء فى قبورهم يصلون» أخرجه من طريق يحيى بن أبى كثير – وهو من رجال الصحيح – عن المستلم بن سعيد – وقد وثقه أحمد وابن حبان – عن الحجاج الأسود – وهو ابن أبى زياد البصرى وقد وثقه أحمد وابن معين – عن ثابت عنه ، وأخرجه أيضا أبويعلى فى مسنده من هذا الوجه وشاهد هذا الحديث ما ثبت فى صحيح مسلم من رواية حماد بن سلمة ، عن ثابت ، عن أنس رفعه : «مررت بموسى ليلة أسرى بى عند الكثيب الأحمر وهو قائم يصلى فى قبره» وأخرجه أيضا من وجه آخر ، عن أنس ، فإن قيل : هذا خاص بموسى ، قلنا : قد وجدنا له شاهدا من حديث أبى هريرة أخرجه مسلم أيضا من طريق عبد الله بن الفضل عن أبى سلمة عن أبى هريرة رفعه : «لقد رأيتنى فى الحجر وقريش تسألنى عن مسراى» الحديث ، وفيه : «وقد رأيتنى فى جماعة من الأنبياء ، فإذا موسى قائم يصلى ، فإذا رجل ضرب جعد كأنه» وفيه : «وإذا عيسى بن مريم قائم يصلى أقرب الناس به شبها عروة بن مسعود ، وإذا إبراهيم قائم يصلى ، أشبه الناس به صاحبكم ، فحانت الصلاة فأممتهم» .

ومن شواهد الحديث أيضا ما أخرجه أبوداود من حديث أبى هريرة رفعه ، وقال فيه : «وصلوا علىّ ، فإن صلاتكم تبلغنى حيث كنتم» سنده صحيح ، وأخرجه أبو الشيخ فى كتاب الثواب بسند جيد «من صلى علىّ عند قبرى سمعته ، ومن صلى على نائيا بلغته» وعند أبى داؤد والنسائى ، وصححه ابن خزيمة وغيره ، عن أوس بن أوس رفعه فى فضل يوم الجمعة «فأكثروا فيه علىّ من الصلاة ، فإن صلاتكم معروضة علىّ ، قالوا : يا رسول الله ، وكيف تعرض صلاتنا عليك وقد أرمت ؟ قال : إن الله حرم على الأرض أن تأكل أجساد الأنبياء» .

ومما يشكل على ما تقدم ما أخرجه أبوداود من وجه آخر عن أبى هريرة رفعه : «ما من أحد يسلم علىّ إلا ردّ الله علىّ روحى ، حتى أرد عليه السلام» ورواته ثقات . وجه الإشكال فيه أن ظاهره أن عود الروح إلى الجسد يقتضى انفصالها عنه ، وهو الموت . وقد أجاب العلماء

فيض القدير

شرح الجامع الصغير

للعلامة المناوى

وهو شرح نفيس للعلامة المحدث

محمد المدعو بعبد الرؤف المناوى

على كتاب «الجامع الصغير» من أحاديث البشير النذير

للحافظ جلال الدين عبد الرحمن السيوطى

نفعنا الله بعلومهما

الجزء الخامس

صححت هذه الطبعة وقوبلت على عدة نسخ من أهمها نسخة نفيسة مخطوطة فى سنة ١٠٩٣ هـ
وعلق عليها تعليقات قيمة نخبة من العلماء الأجلاء

تنبيه : قد جعلنا متن الجامع الصغير بأعلى الصفحات ، والشرح بأسفلها
مفصولا بينهما بجدول
ولتمام الفائدة قد ضبطنا الأحاديث بالشكل الكامل

١٣٩١ هـ — ١٩٧٢ م

الطبعة الثانية

دار المعرفة
للطباعة والنشر
بيروت — لبنان

تَكَبَّرَ قِيلَ لِلْمَلَكِ : ضَعْ حِكْمَتَهُ - (طب) عن ابن عباس ، البزار عن أبي هريرة - (ح)

٧٩٨٥ ــ مَا مِنْ أَحَدٍ يَدْعُو بِدُعَاءٍ إِلَّا آتَاهُ اللَّهُ مَا سَأَلَ ، أَوْ كَفَّ عَنْهُ مِنَ السُّوءِ مِثْلَهُ ، مَا لَمْ يَدْعُ بِإِثْمٍ ، أَوْ قَطِيعَةِ رَحِمٍ - (حم ت) عن جابر - (ح)

٧٩٨٦ ــ مَا مِنْ أَحَدٍ يُسَلِّمُ عَلَيَّ إِلَّا رَدَّ اللَّهُ عَلَيَّ رُوحِي حَتَّى أَرُدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ - (د) عن أبي هريرة - (ض)

وهى بالتحريك مايجعل تحت حنك الدابة يمنعها المخالفة كاللجام والحنك متصل بالرأس (بيد ملك) موكل به (فإذا تواضع) للحق والخلق (قيل للملك) من قبل الله تعالى (ارفع حكمته) أى قدره ومنزلته يقال فلان عالى الحكمة ، فرفعها كناية عن الاعذار (فإذا تكبر قيل للملك ضع حكمته) كناية عن إذلاله فإن من صفة الذليل تنكيس رأسه فثمرة التكبر فى الدنيا الذلة بين عباد الله وفى الآخرة نار الإيثار وهى عصارة أهل النار كما جاء فى بعض الأخبار (طب عن ابن عباس ، البزار عن أبى هريرة) رمز لحسنه وهو كما قال فقد قال المنذرى والهيثمى إسنادهما حسن لكن قال ابن الجوزى حديث لايصح

(مامن أحد يدعو بدعاء إلا آتاه الله ماسأل) قال الكرمانى هو استثناء من أعم الصفات أى ماأحد يدعو كائناً بصفة إلا بصفة الإيتاء الخ (أو كف عنه من السوء مثله مالم يدع بإثم أو قطيعة رحم) فكل داع يستجاب له لكن تتنوع الإجابة فتارة تقع بعين مادعابه وتارة بعوضه بحسب ماتقتضيه مصلحته وحاله فأشار به إلى أن من رحمة الله بعبده أن يدعو بأمر دنيوى فلايستجاب له بل يعوضه خيراً منه من صرف سوء عنه أو ادخار ذلك له فى الآخرة أو مغفرة ذنبه وفيه تنبيه على شرف الدعاء وعظم فائدته أعطى العبد المسئول أو منع ، وكفى بالدعاء شرفاً أنه تعالى جعل قلبه بالرغبة إليه ولسانه بالثناء عليه وجوارحه بالمسئول بين يديه فلو أعطى الملك كله كان ماأعطى من الدعاء أكثر فدل على أن الداعى مجاب لامحالة كما تقرر (حم ت) فى الدعوات وكذا الحاكم (عن جابر) بن عبدالله رمز لحسنه وفيه ابن لهيعة وقال الصدر المناوى فى سنده مقال

(مامن أحد يسلم عليّ إلا ردّ الله عليّ) وفى رواية إليّ قال القسطلانى وهو ألطف وأنسب إذ بين التعديتين فرق لطيف فإن رد يتعدى كما قال الراغب بعلى فى الاهانة وبإلى فى الاكرام (روحى) يعنى ردّ عليّ نطق لأنه حىّ على الدوام وروحه لاتفارقه أبداً لما صح أن الأنبياء أحياء فى قبورهم (حتى أرد) غاية لرد فى معنى التعليل أى من أجل أن أرد (عليه السلام) هذا ظاهر فى استمرار حياته لاستحالة أن يخلو الوجود كله من أحد يسلم عليه عادة ومن خص الرد بوقت الزيارة فعليه البيان فالمراد كما قال ابن الملقن وغيره بالروح النطق مجازاً وعلاقة المجاز أن النطق من لازمه وجود الروح كما أن الروح من لازمه وجود النطق بالفعل أو القوة وهو فى البرزخ مشغول بأحوال الملكوت مستغرق فى مشاهدته مأخوذ عن النطق بسبب ذلك ، ولهذا قال ابن حجر الأحسن أن يؤول رد الروح بحضور الفكر كما قالوه فى خبر يغان على قلبى وقال الطيبى لعل معناه تكون روحه القدسية فى شأن ما فى الحضرة الالهية فإذا بلغه سلام أحد من الأمة رد الله روحه من تلك الحالة إلى رد سلام من سلم عليه وكذا شأنه وعادته فى الدنيا يفيض على أمته من سبحات الوحى الالهى ماأفاضه الله عليه ولا يشغله هذا الشأن وهو شأن إفاضة الأنوار القدسية على أمته عن شغله بالحضرة كما كان فى عالم الشهادة لايشغله شأن عن شأن والمقام المحمود فى الآخرة عبارة عن هذا المعنى فهو فى الدنيا والبرزخ والعقبى فى شأن أمته وههنا أجوبة كثيرة هذا أرجحها ورده المصنف وغيره بما لاطائل تحته (د عن أبى هريرة) قال فى الأذكار والرياض إسناده صحيح وقال ابن حجر رواته ثقات ورواه عنه أيضاً الامام أحمد فى المسند لكن لفظه إلىّ بدل علىّ ولم يخرجه من الستة غير أبى داود فقوله : فى الفجر المنير خرجه الترمذى : وهم

تاسیس الاسلام

مکتوبات شیخ الاسلام

حصہ اول

یعنی

شیخ العرب والعجم حضرت مولانا الحافظ الحاج السید حسین احمد مدنی دامت برکاتہم شیخ الحدیث دار العلوم دیوبند کے ان خطوط کا مجموعہ جو انہوں نے اپنے دوستوں، عزیزوں، اور ارادتمندوں کو لکھے جن میں مذہبی، علمی، فقہی، ملکی، سیاسی خیالات و افکار و مسائل کا بڑا عظیم الشان ذخیرہ موجود ہے

((مرتبہ))

نجم الدین اصلاحی

باہتمام مولوی مسعود علی صاحب ندوی

در مطبع معارف اعظم گڈھ طبع گردید

سنہ ۱۹۵۲ء

(۲۔ الف) ابوداؤد کی روایت میں ردّ اللّٰہ علی روحی فرمایا گیا ہے، حدیث کے الفاظ یہ ہیں ما من مسلم یسلم علی الا رد اللّٰہ علی روحی حتی اسلم علیہ او کما قال۔ اگر لفظ الی روحی فرمایا گیا ہوتا۔ تو

(بقیہ حاشیہ ص ۲۴۱) کے یہ تجربہ وغیرہ کی بنا پر کسی چیز کا اختیار کرنا اس تعریف کی روسے قرآن کا جمع کرنا، سورتوں کی ترتیب، نماز تراویح ہیئت مخصوصہ کے ساتھ، اعراب قرآن مجید، اہل باطل سے مناظرہ و دلائل نقلیہ کیساتھ، حدیث و فقہ کی کتابوں کی تصنیف قواعد نحو، رجال اور استنباط احکام فقہی، مدارس اور مدارس کا قیام گیہوں اور میدے کی روٹی کھانا، شادی میں پلاؤ پکانا وغیرہ۔ ان پر لغوی اعتبار سے بدعت کا اطلاق بادی النظر میں ہوتا ہے لیکن بقول علامہ دقیق العیدؒ ان میں سے کوئی چیز بدعت نہیں، بلکہ اکثر ملحق بالسنۃ ہیں، یا تو ایسی ہیں کہ ان کے کرنے کا حکم صاحب شریعت ہی سے سمجھا جاتا ہے، اس لیے حسنہ اور سیئہ کی تقسیم ایک فنی تقسیم ہے، صاحب شریعت نے تو ہر بدعت کو گمراہی فرمایا ہے، پس جسکو بدعت حسنہ کہا جاتا ہے فی الحقیقت وہ بدعت ہے ہی نہیں کیونکہ بدعت شرعیہ بجمیع افراد مذموم ہے، اس نکتے کو امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے خوب سمجھا ہے، آپ کے سارے مکتوبات رد بدعت پر حجۃ بالغہ ہیں۔ فرماتے ہیں "فقیر در ہیچ بدعتے از ین بدعتہا حسن و نورانیت مشاہدہ نمی کند و جز ظلمت و کدورت احساس نمی نماید الخ (فقیر ان بدعتوں میں کسی میں خوبی اور روشنی نہیں دیکھتا ہے اور سوائے تاریکی اور تیرگی کے کوئی چیز محسوس نہیں ہوتی الخ) لہذا رسول اللہ صلعم کے ارشاد کل محدث بدعۃ وکل بدعۃ ضلالۃ سے تمام بدعات سے بچنا چاہیے اور منطقی طور پر اس حدیث سے یہ نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ کل محدث ضلالۃ۔ اور یہ بات بدیہی ہے کہ لا شئی من الضلالۃ بھدایۃ فلا شئی من المحدث بھدایۃ۔ اور اس حدیث میں لفظ کل افرادی ہے نہ کہ مجموعی، اس لیے ہر بدعت گمراہی ہو جائے گی، چنانچہ حضرات مشائخ رحمہم اللہ فرماتے ہیں ان القول لا یقبل ما لم یعمل بہ وکلاھما یقبلان بدون النیۃ والقول والعمل والنیۃ لا یقبل ما لم توافق السنۃ۔ (درباعی المرتاض) مفہوم یہ ہے کہ قول بلا عمل کے قبول نہ کیا جائیگا اور قول اور عمل بغیر نیت کے غیر مقبول اور اسی طرح قول، عمل اور نیت جبتک سنت نبوی صلعم کے مطابق نہ ہوں مقبول نہ ہوں گی، پس! وہ اعمال جو سنت کے مطابق ادا نہ کیے جائیں مقبول نہ ہوں گے تو پھر ثواب کہاں سے ہو سکتا ہے، خوب سمجھ لیا جائے۔ بدعت ایک طاعون ہے اور بدعتی وہ چوہا ہے جو اس وبا کے جراثیم لیے پھرتا ہے، اسلیے بدعت کو پرورش کرنا ساری سوسائٹی کو تباہ کرنا ہے، آنحضرت صلعم تو اپنے حکیمانہ فقرہ میں یہاں تک فیصلہ سنا دیتے ہیں کہ جس شخص نے کسی صاحب بدعت کی تعظیم و توقیر کی وہ دراصل اسلام کی عمارت ڈھانے میں مددگار ہوا۔" (معاذ اللہ) اس نکتہ کو متقدمین صوفیہ نے سمجھا، چنانچہ ابو محمد سہل بن عبداللہ تستریؒ جو حضرت ذوالنون مصریؒ کے خلیفہ ہیں فرماتے ہیں "جس کا ایمان و توحید خالص ہے وہ کسی مبتدع (بدعتی) سے انس نہیں رکھ سکتا"۔ یہ بھی آپ ہی کا ارشاد ہے "جو بدعتی سے دوستی رکھتا ہے اس سے سنت علیحدہ ہو جاتی ہے..... اور جو بدعتی کیساتھ ہنسے گا اس سے اللہ تعالیٰ ایمان چھین لیگا" خلاصہ یہ ہے کہ محبت اور تعظیم رسول وہی معتبر اور مقبول ہوگی جس طرح اللہ کے رسول نے محبت کرنے کا سلیقہ بتایا اور تعظیم کا حکم دیا ہے، اصحاب رسول صلعم کی زندگیاں ہمارے لیے نزد شمع راہ ہیں، ان کے جیسی محبت اور تعظیم نہ کسی نے کی ہے اور نہ کر سکتا ہے صحابہ نے سمجھا تھا کہ آپ کے اندر اتنی محبوبیت ہے کہ جو شخص آپ کی اتباع کرتا ہے وہ بھی محبوب بنجاتا ہے، مدارج کی ترقی، مراتب کی بلندی اور ولایت کے مقامات تک رسائی بدون پیروی سنت نبوی صلعم غیر ممکن بلکہ محال ہے ع

محال است سعدی کہ راہ صفا توان رفت جز برپئے مصطفیٰ

مکتوبات شیخ الاسلام ٢٤٣ جلد اول

تو آپ کا شبہ وارد ہو سکتا ہے الی اور علی کے فرق سے آپ نے ذہول فرمایا، علی استعلاء کے لیے ہے اور الی نہایت ظرف کے لیے ہے، اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ صلوٰۃ وسلام سے پہلے روح کا استعلاء نہ تھا، نہ یہ کہ وہ جسم اطہر سے بالکل خارج ہو گئی تھی، اور اب اس کو جسم اطہر کی طرف لوٹایا گیا ہے۔

چونکہ آنحضرت علیہ السلام مدارج قرب و معرفت میں ہر وقت ترقی پذیر ہیں، اس لیے توجہ الی اللہ کا انہماک اور استغراق دوسری جانب کی توجہ کو کمزور کر دیتا ہے، چنانچہ اہل استغراق کی حالتیں روزانہ مشاہد ہوتی ہیں، مگر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رحمۃ اللعالمین بنایا گیا ہے اسلیے بارگاہ الوہیت سے درود بھیجنے والے پر رحمتیں نازل فرمانے کے لیے متعدد فرمایا ہیں ایک زمیت یہ بھی عطا فرمائی گئی کہ خود سرور کائنات علیہ السلام کو اس استغراق سے منقطع کر کے درود والے کی طرف متوجہ کر دیا جاتا ہے اور آپ اس کے لیے متوجہ ہو کر دعا فرماتے ہیں،

(ب) اگر بالفرض وہی معنی لیے جائیں جو آپ سمجھے ہیں اور علی اور الی میں کوئی فرق نہ کیا جائے تب بھی یہ روایت دوام حیات پر دلالت کرتی ہے۔ اس لیے کہ دن رات میں کوئی گھڑی اور کوئی گھنٹہ بلکہ کوئی منٹ اس سے خالی نہیں رہتا کہ آپ پر اندرون نماز اور بیرون نماز درود نہ بھیجا جاتا ہو،

(حاشیہ ص ۲۴۲) ۱؎ ایک شبہ باقی ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر مبارک میں باحیات ہیں، یہی ہمارا عقیدہ ہے پھر سلام کا جواب دینے کے لیے روح کا واپس آنے کے کیا معنی؟

ابن قیم نے احمد سے روایت کیا ہے جس کے الفاظ یہ ہیں ما من احد یسلم علی عند قبری الحدیث کی بنا پر آنحضرت صلعم کا زائر کے سلام کا جواب دینا یقینی اور متفق علیہ ہے اور غیر زائر کو جواب دینا علماء کے نزدیک مختلف فیہ ہے، مگر بعض روایات کی بنا پر علماء نے تجمیع کی صورت یہ بیان فرمائی ہے کہ سلام غائب کی صرف بذریعہ ملائکہ تبلیغ ہوتی ہے اور سلام حاضر کی تبلیغ بھی ہوتی ہے اور سماعت بھی ہوتی ہے، لہذا قرب سے صلوٰۃ وسلام کو ترجیح اور فضیلت حاصل ہوتی ہے کیونکہ زائر کی آواز کا آنحضرت صلعم کے گوش مبارک تک پہنچنا بڑی شرف و مجد کی بات ہے، اس گرامی نامہ میں حضرت امام العصر دامت برکاتہم نے جو خاص تحقیق فرمائی ہے وہ اپنی جگہ پر ایسی تحقیق ہے جو عرفاء اور کاملین ہی کا حصہ ہے اور اہل نظر کے لیے اس میں وہ کچھ ہے جو آپ دوسری جگہ سننے میں نہ آئیگا، بقول خواجہ نظامی

• صحبت نیکان زجہان دور شد خانۂ عسل خانۂ زنبور شد

خواجہ صاحب عام حالت کہہ گئے ہیں، مگر خواص بقول شیخ احمد عبدالحق اس میں نہیں ہیں بلکہ انکو آنحضرت صلعم کی صحبت گویا اسیطرح حاصل ہوتی ہے جسطرح صحابہ کو حاصل تھی، ہمارے حضرت بھی تو ارباب حال اور محبان ذوالجلال میں سے ہیں یہ مکتوب اسی کا گواہ ہے۔
(اصلاحی)

اس لیے دوام حیاۃ لازم آئے گا،

(ج) سیدی عبدالعزیز دباغ رحمۃ اللہ علیہ (قطب العصر) کے مجموعہ ملفوظات مسمی بہ ابریز میں درج ہے کہ میں نے مشاہدہ کیا کہ سینہ مبارکہ میں سے نہایت باریک دھاگے نورانی بے شمار نکلے ہوئے ہیں، اور ہر مسلمان کے قلب کے ساتھ ایک ایک دھاگے کا تعلق ہے، اور اسی تعلق کی بنا پر وہ اسلام اور ایمان پر ثابت ہے اگر وہ منقطع ہو جائے تو ایمان باقی نہیں رہ سکتا، اس کشف پر معتقد واہل عصر نے انکار کیا تو سیدی عبدالعزیز نے کہا کہ اچھا مجھکو اجازت دو کہ میں تم لوگوں کے دھاگے کو توڑ دوں اور تمہارے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان میں حائل ہو جاؤں، انھوں نے کہا کہ آپ ضرور یہ کریں، چنانچہ سیدی عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے ایسا کیا تو وہ لوگ اسلام پر قائم نہ رہ سکے، کوئی یہودی کوئی نصرانی کوئی دھریہ ہو گیا، معاذ اللہ۔ بناءً علی ذلک حدیث مذکور کے معنی یہ ہوں گے کہ وہ شعبہ جو کہ اس درود بھیجنے والے سے تعلق رکھتا تھا، اس کی طرف روح پر فتوح کی توجہ شدید ہو جاتی ہے، اور آنجناب علیہ السلام اس کی طرف مزید اور خصوصی توجہ فرما کر دعا فرماتے ہیں،

(د) حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے رسالہ آب حیات صفحہ ۲۲۱ میں اس پر طویل بحث کی ہے جو کہ دقت مضمون اور طول کی وجہ سے اس وقت نقل نہیں کی جا سکتی، البتہ اس کے خلاصہ کو نقل کرتا ہوں،

اس صورت میں معنی حدیث شریف کے یہ ہوں گے کہ جب کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام بھیجتا ہے تو خداوند کریم آپ کی روح پر فتوح کو اس حالت استغراق فی ذات اللہ تعالیٰ و تجلیات اللہ سے جو بوجہ محبوبیت و محبیت تامہ آپ کو حاصل رہتی ہے، ہوش عطا فرما دیتا ہے، یعنی مبدأ انکشاف نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو جو انبساط الی اللہ حاصل تھا،

نشر الطیب

فی

ذکر النبی الحبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حکیم الامۃ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ

ولادت: ۱۲۸۰ھ، وفات: ۱۳۶۲ھ

مشتاق بک کارنر الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور

لائیں گے کہ وہ آپ کو لے چلیں گے' روایت کیا اس کو دارمی نے۔

ف : اس سے آپ کا شرف عظیم برزخ میں ظاہر ہے۔

پانچویں روایت : مشکوۃ میں ابوداؤد و بیہقی سے بروایت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ارشاد نبوی نقل کیا ہے کہ جو شخص مجھ پر سلام بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ مجھ پر میری روح کو واپس کر دیتا ہے یہاں تک کہ میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔

ف : اس سے حیات میں شبہ نہ کیا جائے کیونکہ مراد یہ ہے کہ میری روح جو ملکوت و جبروت میں مستغرق تھی جس طرح کہ دنیا میں نزول وحی کے وقت کیفیت ہوتی تھی اس سے افاقہ ہو کر سلام کی طرف متوجہ ہو جاتا ہوں' اس کو رد روح سے تعبیر فرما دیا۔ (کذا فی اللمعات)

تلخیص : مجموعہ روایات سے علاوہ فضیلت حیات و اکرام ملائکہ کے برزخ میں آپ کے یہ مشاغل ثابت ہوتے ہیں۔ (۱) اعمال امت کا ملاحظہ فرمانا (۲) نماز پڑھنا (۳) غذا مناسب اس عالم کے نوش فرمانا (۴) سلام کا سننا نزدیک سے خود اور دور سے بذریعہ ملائکہ۔ سلام کا جواب دینا یہ تو دائما ثابت ہیں اور احیاناً بعض خواص امت سے یقظہ میں کلام اور ہدایت فرمانا بھی آثار و اخبار میں مذکور ہے اور حالت رویا و کشف میں تو ایسے واقعات حصر و احصاء سے متجاوز ہیں اور ان مشاغل کے ایک وقت میں اجتماع سے تزاحم کا وسوسہ نہ کیا جائے کیونکہ برزخ میں روح کو پھر خصوصا روح مبارک کو بہت وسعت ہوتی ہے مگر اس وسعت سے امور غیر ثابتہ بالدلیل الصحیح یعنی منفیہ یا مسکوت عنہا کو ثابت یا ثابتہ احیاناً کو ثابت بالدوام ماننا جائز نہیں ہو گا خوب سمجھ لیا جائے۔

مِنَ الرَّوْضِ

تَاللّٰهِ اُقْسِمُ مَاوَا فَاكَ مُنْكَسِرٌ ... اِلَّا وَاَصْبَحَ مِنْهُ الْكَسْرُ يَنْجَبِرُ
وَلَا احْتَمٰى بِحِمَاكَ الْمُحْتَمِىْ فَزَعًا ... اِلَّا وَعَادَ بِاَمْنٍ مَالَهٗ خَطَرُ
وَلَا اَتَاكَ فَقِيْرُ الْحَالِ ذُوْ اَمَلٍ ... اِلَّا وَفَاضَ مِنَ الْاِثْرِ لَهٗ نَهَرُ
وَلَا اَتَاكَ امْرُءٌ مِنْ ذَنْبِهٖ وَجِلٌ ... اِلَّا وَعَادَ بِعَفْوٍ وَهُوَ مُغْتَفَرُ
وَلَا دَعَاكَ لَهِيْفٌ عِنْدَ نَازِلَةٍ ... اِلَّا وَلَبَّاهُ مِنْكَ الْعَوْنُ وَالْيُسْرُ

احادیث مبارکہ دلیل نمبر 4

دِيوانُ الحَدِيثِ النَّبَوِيّ

(٥)

كِتابُ المُجتَبَى

المَعرُوفُ بِالسُّنَنِ الصُّغرَى

للإمامِ أبي عبدِ الرحمنِ
أحمدَ بنِ شُعَيبٍ النَّسائيّ
المتوفى سنة ٣٠٣ هجرية

المجلّد الثالث

تحقيق ودراسة

مَركَزُ البُحوثِ وتقنيةِ المعلوماتِ
دارُ التأصيلِ

٤٣- بَابُ السَّلَامِ (١) عَلَى النَّبِيِّ ﷺ

• [١٢٩٨] أَخبـرنا (٢) عَبْدُالْوَهَّابِ بْنُ عَبْدِ الْحَكَمِ (٣) الْوَرَّاقُ ، قَالَ : حَدَّثَنَا (٤) مُعَاذُ ابْنُ مُعَاذٍ (٥) ، عَنْ سُفْيَانَ بْنِ سَعِيدٍ . ح (٦) وَأَخْبَرَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ ، قَالَ : حَدَّثَنَا وَكِيعٌ ، (قَالَ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ) (٧) وَعَبْدُالرَّزَّاقِ ، عَنْ سُفْيَانَ ، عَنْ عَبْدِاللَّهِ ابْنِ السَّائِبِ ، عَنْ زَاذَانَ ، عَنْ عَبْدِاللَّهِ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : «إِنَّ لِلَّهِ مَلَائِكَةً سَيَّاحِينَ فِي الْأَرْضِ ، يُبَلِّغُونِي مِنْ أُمَّتِي السَّلَامَ» .

---

(١) صحح عليه في (ت) ، وفي (د) ، (ص) ، (هـ) ، وحاشية (ت) منسوبًا لنسخة : «التسليم» .
(٢) في حاشية (س) منسوبًا لنسخة : «نا» .
(٣) قوله : «عبد الحكم» صحح عليه في (ت) ، ووقع بحاشيتها منسوبًا لنسخة : «الحكم» ، وهو وجه في اسمه .
(٤) في (د) ، (ص) ، وحاشية (س) منسوبًا لنسخة : «أخبرنا» .
(٥) قوله : «بن معاذ» ليس في (ك) ، وأشار في حاشية (س) أنه ليس في نسخة الطبري .
(٦) من (د) ، (ت) ، (ص) ، (هـ) ، وحاشية (س) ، ونسبه لنسخة الطبري .
(٧) ما بين القوسين ليس في (د) ، (ت) ، (هـ) ، وفي حاشية (ت) كتب : «قوله : «حدثنا وكيع وعبدالرزاق» ، في نسخة شيخنا : «حدثنا وكيع ، قال : حدثنا سفيان» ، وضرب على : «قال : حدثنا سفيان» ، ثم قال : «قوله : حدثنا سفيان» . هو موجود في أصول ، غير موجود في بعضها ، ولم يذكره المزي ، وعبارة : وعن محمود بن غيلان ، عن وكيع وعبدالرزاق ؛ فلذا ضرب عليها» .

* [١٢٩٨] [التحفة : س ٩٢٠٤] [الكبرى : ١٢٩٨] • أخرجه أحمد (١/ ٣٨٧ ، ٤٤١) من طرق عن سفيان الثوري ، وتابعه عليه الأعمش عند الحاكم (٢/ ٤٢١) ، وحسين الخلقاني عند البزار (٥/ ٣٠٧) بلفظ : «يطوفون في الطرق» ، لفظ حسين .

قال البزار : «وهذا الحديث لا نعلم يروى عن عبدالله إلا من هذا الوجه بهذا الإسناد» . اهـ .

والحديث صححه ابن حبان (٩١٤) ، والحاكم (٢/ ٤٢١) ، وقال : «صحيح الإسناد ، ولم يخرجاه ، وقد علونا في حديث الثوري ؛ فإنه مشهور عنه ، فأما حديث الأعمش عن عبدالله بن السائب ، فإنا لم نكتبه إلا بهذا الإسناد» . اهـ .

والحديث مشهور من حديث الثوري ، تفرد به عبدالله بن السائب ، عن زاذان ، عن ابن =

صحيح ابن حبان

المسند الصحيح

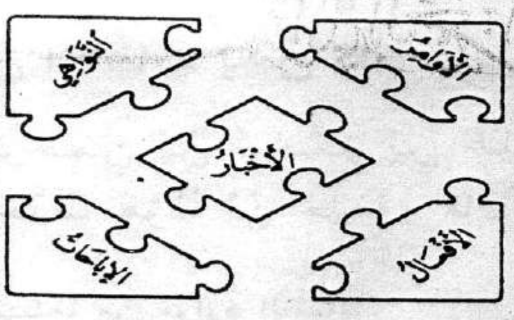
على

التقاسيم والأنواع

من غير وجود قطع في سندها ولا ثبوت جرح في ناقليها

للحافظ أبي حاتم محمد بن حبان بن أحمد التميمي البستي

المتوفى سنة ٣٥٤هـ



المجلد الأول

تحقيق

الأستاذ الدكتور
محمد علي سونمز

الأستاذ المشارك الدكتور
خالص آي دمير

مكتبة العلوم الإسلامية
العلامة محمد يوسف بنوري تاون كراتشي باكستان

خَرَجَ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَهُوَ مَسْرُورٌ، فَقَالَ: «إِنَّ الْمَلَكَ جَاءَنِي فَقَالَ لِي[1]: يَا مُحَمَّدُ، إِنَّ اللهَ تَعَالَى[2] يَقُولُ لَكَ[3]: أَمَا تَرْضَى أَنْ لَا يُصَلِّيَ عَلَيْكَ عَبْدٌ مِنْ عِبَادِي صَلَاةً[4]، إِلَّا صَلَّيْتُ عَلَيْهِ بِهَا عَشْراً، وَلَا يُسَلِّمُ عَلَيْكَ تَسْلِيمَةً، إِلَّا سَلَّمْتُ عَلَيهِ بِهَا عَشْراً؟ قُلْتُ: بَلَى أَيْ رَبِّ»[5]. [٩١٥]

ذِكْرُ البَيَانِ بِأَنَّ سَلَامَ الْمُسَلِّمِ عَلَى الْمُصْطَفَى ﷺ يَبْلُغُهُ[6] إِيَّاهُ ذَلِكَ فِي قَبْرِهِ

٤٦٢ ـ أخبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ الْمُثَنَّى، قَالَ[7]: حَدَّثَنَا أَبُو خَيْثَمَةَ، قَالَ[8]: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ السَّائِبِ، عَنْ زَاذَانَ، عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ، قَالَ:

قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنَّ للهِ مَلَائِكَةً سَيَّاحِينَ فِي الْأَرْضِ يُبَلِّغُونِي عَنْ أُمَّتِي السَّلَامَ»[9]. [٩١٤]

ذِكْرُ رَجَاءِ النَّجَاةِ مِنَ الآفَاتِ لِمَنْ دَامَ عَلَى الدُّعَاءِ فِي أَوْقَاتِهِ

٤٦٣ ـ أخبَرَنَا عَبْدُ الرَّحْمنِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ زُهَيْرٍ الجُرْجَانِيُّ[10]، قَالَ[11]: حَدَّثَنَا أَبِي، قَالَ[12]: حَدَّثَنَا هَوْذَةُ بْنُ خَلِيفَةَ، قَالَ[13]: حَدَّثَنَا عُمَرُ[14] بْنُ مُحَمَّدٍ

---

(١) «لي» سقطت من (ب) و(د)، وأثبتناها من موارد الظمآن.
(٢) «تعالى» سقطت من (ب) و(د)، وأثبتناها من موارد الظمآن.
(٣) «لك» سقطت من (ب) و(د)، وأثبتناها من موارد الظمآن.
(٤) «صلاة» سقطت من موارد الظمآن، وأثبتناها من (ب) و(د).
(٥) انظر: صحيح موارد الظمآن للألباني، ٢/ ٤٤٠ (٢٠٢٩)؛ وللتفصيل انظر: الصحيحة للألباني، (٨٢٩).
(٦) في (د): «ملبغ» بدل «يبلغ»، وما أثبتناه من (ب).
(٧) «قال» سقطت من موارد الظمآن ٥٩٤ (٢٣٩٣)، وأثبتناها من (ب) و(د).
(٨) «قال» سقطت من موارد الظمآن، وأثبتناها من (ب) و(د).
(٩) انظر: صحيح موارد الظمآن للألباني، ٢/ ٤٤٠ (٢٠٣١)؛ وللتفصيل انظر: المشكاة للألباني، (٥٢٤).
(١٠) في موارد الظمآن ٥٩٥ (٢٣٩٨): «بجرجان» بدل «الجرجاني»، وما أثبتناه من (ب) و(د).
(١١) «قال» سقطت من موارد الظمآن، وأثبتناها من (ب) و(د).
(١٢) «قال» سقطت من موارد الظمآن، وأثبتناها من (ب) و(د).
(١٣) «قال» سقطت من موارد الظمآن، وأثبتناها من (ب) و(د).
(١٤) في موارد الظمآن: «عمر أو عمرو» بدل «عمر»، وما أثبتناه من (ب) و(د).

مُسْنَدُ الإمَامِ أحْمَدَ بْنِ حَنْبَل

طَبْعَةٌ فَرِيدَةٌ، مُحَقَّقَةٌ، مُنَقَّحَةٌ، مُخَرَّجَةٌ،
مَضْبُوطَةٌ بِالشَّكْلِ الكَامِلِ
مُقَابَلَةٌ عَلَى المَخْطُوطَاتِ وَالمَطْبُوعَاتِ

شرحه وخرج أحاديثه
أَحْمَد مُحَمَّد شَاكِر

ضَبَطَ نَصَّهُ، وَقَارَنَ بَيْنَ نُسَخِهِ المَطْبُوعَةِ وَالمَخْطُوطَةِ وَعَلَّقَ عَلَيْهَا
فَضِيلَةُ الشَّيْخ مَحْمُود خَلِيل الصَّعِيدِيّ

المُجَلَّدُ الثَّانِي

٢٢٣٦ - ٤٩٢٢

المكتبة الطارق
ادرس: جاده میوند نزد مسجد جامعه پخته فروشی کابل افغانستان
فون: Cell: 0093-786948599
E-mail: tariqbook2014@gmail.com

مكتبة معروفيه
کوئٹہ: کاسی روڈ شالدہ کوئٹہ پاکستان
لاہور: ہادیہ حلیمہ سنٹر، غزنی سٹریٹ، اُردو بازار لاہور

٣٧٣٦- حَدَّثنا عَبْدُ اللهِ، حَدَّثَنِي أَبِي، حَدَّثنا يَحْيَى، عَنْ شُعْبَةَ، حَدَّثَنِي أَبُو إِسْحَاقَ، عَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: مَرَّ بِي رَسُولُ اللهِ صَلى الله عَليه وَسَلم وَأَنَا أُصَلِّي فَقَالَ سَلْ تُعْطَهْ يَا ابْنَ أُمِّ عَبْدٍ فَابْتَدَرَ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ رَضِي الله عَنهما قَالَ عُمَرُ مَا بَادَرَنِي أَبُو بَكْرٍ إِلَى شَيْءٍ إِلاَّ سَبَقَنِي إِلَيْهِ أَبُو بَكْرٍ فَسَأَلاَهُ عَنْ قَوْلِهِ فَقَالَ مِنْ دُعَائِي الَّذِي لاَ أَكَادُ أَدَعُ اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ نَعِيمًا لاَ يَبِيدُ وَقُرَّةَ عَيْنٍ لاَ تَنْفَدُ وَمُرَافَقَةَ النَّبِيِّ صَلى الله عَليه وَسَلم مُحَمَّدٍ فِي أَعْلَى الجَنَّةِ جَنَّةِ الخُلْدِ. [كتب، ورسالة (٣٦٦٢)]

٣٧٣٧- قَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ أَحْمَدَ سَمِعْتُ أَبِي، قَالَ: سَمِعْتُ يَحْيَى، قَالَ: سَمِعْتُ سُلَيْمَانَ، قَالَ: سَمِعْتُ زَيْدَ بْنَ وَهْبٍ، قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ، قَالَ: قَالَ لَنَا رَسُولُ اللهِ صَلى الله عَليه وَسَلم إِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ بَعْدِي أَثَرَةً وَأُمُورًا تُنْكِرُونَهَا قَالَ قُلْنَا مَا تَأْمُرُنَا قَالَ أَدُّوا إِلَيْهِمْ حَقَّهُمْ وَسَلُوا اللهَ حَقَّكُمْ. [كتب، ورسالة (٣٦٦٣)]

٣٧٣٨- حَدَّثنا عَبْدُ اللهِ، حَدَّثَنِي أَبِي، حَدَّثنا ابْنُ نُمَيْرٍ عَنْ مُجَالِدٍ عَنْ عَامِرٍ عَنِ الأَسْوَدِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ أُقِيمَتِ الصَّلاَةُ فِي المَسْجِدِ فَجِئْنَا نَمْشِي مَعَ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ فَلَمَّا رَكَعَ النَّاسُ رَكَعَ عَبْدُ اللهِ وَرَكَعْنَا مَعَهُ وَنَحْنُ نَمْشِي فَمَرَّ رَجُلٌ بَيْنَ يَدَيْهِ فَقَالَ السَّلاَمُ عَلَيْكَ يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ فَقَالَ عَبْدُ اللهِ وَهُوَ رَاكِعٌ صَدَقَ اللهُ وَرَسُولُهُ فَلَمَّا انْصَرَفَ سَأَلَهُ بَعْضُ القَوْمِ لِمَ قُلْتَ حِينَ سَلَّمَ عَلَيْكَ الرَّجُلُ صَدَقَ اللهُ وَرَسُولُهُ قَالَ إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلى الله عَليه وَسَلم يَقُولُ: إِنَّ مِنْ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ إِذَا كَانَتِ التَّحِيَّةُ عَلَى المَعْرِفَةِ. [كتب، ورسالة (٣٦٦٤)]

٣٧٣٩- حَدَّثنا عَبْدُ اللهِ، حَدَّثَنِي أَبِي، حَدَّثنا ابْنُ نُمَيْرٍ، أَخْبَرَنَا مَالِكُ بْنُ مِغْوَلٍ عَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ عَدِيٍّ، عَنْ طَلْحَةَ عَنْ مُرَّةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: لَمَّا أُسْرِيَ بِرَسُولِ اللهِ صَلى الله عَليه وَسَلم انْتُهِيَ بِهِ إِلَى سِدْرَةِ المُنْتَهَى وَهِيَ فِي السَّمَاءِ السَّادِسَةِ إِلَيْهَا يَنْتَهِي مَا يُعْرَجُ بِهِ مِنَ الأَرْضِ فَيُقْبَضُ مِنْهَا وَإِلَيْهَا يَنْتَهِي مَا يُهْبَطُ بِهِ مِنْ فَوْقِهَا فَيُقْبَضُ مِنْهَا قَالَ: ﴿إِذْ يَغْشَى ٱلسِّدْرَةَ مَا يَغْشَىٰ ﴿١٦﴾﴾ قَالَ فَرَاشٌ مِنْ ذَهَبٍ قَالَ فَأُعْطِيَ رَسُولُ اللهِ صَلى الله عَليه وَسَلم ثَلاَثًا أُعْطِيَ الصَّلَوَاتِ الخَمْسَ وَأُعْطِيَ خَوَاتِيمَ سُورَةِ البَقَرَةِ وَغُفِرَ لِمَنْ لاَ يُشْرِكُ بِاللهِ مِنْ أُمَّتِهِ شَيْئًا المُقْحِمَاتُ. [كتب، ورسالة (٣٦٦٥)]

٣٧٤٠- حَدَّثنا عَبْدُ اللهِ، حَدَّثَنِي أَبِي، حَدَّثنا ابْنُ نُمَيْرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ السَّائِبِ،

[كتب: ٣٦٦٢] إسناده ضعيف. أبو عبيدة لم يسمع من أبيه.

[كتب: ٣٦٦٣] إسناده صحيح، وهو مكرر ٣٦٤١ بإسناده.

[كتب: ٣٦٦٤] إسناده حسن. مجالد: هو ابن سعيد. عامر: هو الشعبي. والحديث سيأتي معناه مطولًا بإسناد آخر ٣٨٧٠. وذكر الهيثمي في مجمع الزوائد ٧: ٣٢٨، ٣٢٩ الحديث المطول وأشار إلى اختلاف رواياته، ونسبه لأحمد، والبزار ببعضه، وكذلك الطبراني، ثم قال: «ورجال أحمد والبزار رجال الصحيح» في الموطأ ١: ١٧٩: «مالك: أنه بلغه أن عبد الله بن مسعود كان يدب راكعًا». وهذا البلاغ لم أجدُ أحدًا خرج وصله، لا السيوطي ولا الزرقاني ١: ٢٩٧، ولم يذكره ابن عبد البر في التقصي. فيستفاد وصله من المسند.

[كتب: ٣٦٦٥] إسناده صحيح. طلحة: هو ابن مصرف. مرة: هو ابن شراحيل الهمداني الكوفي، وهو ثقة من كبار التابعين. والحديث نقله ابن كثير في التفسير ٨: ١٠٦ عن هذا الموضع، وقال: «انفرد به مسلم». وذكره فيه أيضًا ٥: ١٢٨ من البيهقي من طريق ابن نمير عن مالك بن مغول، وقال: «ورواه مسلم في صحيحه عن محمد بن عبد الله بن نمير وزهير بن حرب، كلاهما عن عبد الله بن نمير، به».

عَنْ زَاذَانَ، قَالَ: قَالَ عَبْدُ اللهِ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلى الله عَليه وَسَلم: إِنَّ للهِ فِي الأَرْضِ مَلاَئِكَةً سَيَّاحِينَ يُبَلِّغُونِي مِنْ أُمَّتِي السَّلاَمَ. [كتب، ورسالة (٣٦٦٦)]

٣٧٤١- حَدَّثنا عَبْدُ اللهِ، حَدَّثَني أَبِي، حَدَّثنا ابْنُ نُمَيْرٍ عَنِ الأَعْمَشِ عَنْ شَقِيقٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلى الله عَليه وَسَلم: الجَنَّةُ أَقْرَبُ إِلَى أَحَدِكُمْ مِنْ شِرَاكِ نَعْلِهِ وَالنَّارُ مِثْلُ ذَلِكَ. [كتب، ورسالة (٣٦٦٧)]

٣٧٤٢- حَدَّثنا عَبْدُ اللهِ، حَدَّثَني أَبِي، حَدَّثنا ابْنُ نُمَيْرٍ، حَدَّثنا الأَعْمَشُ عَنْ شَقِيقٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلى الله عَليه وَسَلم: لاَ تُبَاشِرِ المَرْأَةُ المَرْأَةَ لِتَنْعَتَهَا لِزَوْجِهَا كَأَنَّهُ يَنْظُرُ إِلَيْهَا. [كتب، ورسالة (٣٦٦٨)]

٣٧٤٣- حَدَّثنا عَبْدُ اللهِ، حَدَّثَني أَبِي، حَدَّثنا أَبُو خَالِدٍ الأَحْمَرُ، قَالَ: سَمِعْتُ عَمْرَو بْنَ قَيْسٍ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ شَقِيقٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلى الله عَليه وَسَلم: تَابِعُوا بَيْنَ الحَجِّ وَالعُمْرَةِ فَإِنَّهُمَا يَنْفِيَانِ الفَقْرَ وَالذُّنُوبَ كَمَا يَنْفِي الكِيرُ خَبَثَ الحَدِيدِ وَالذَّهَبِ وَالفِضَّةِ وَلَيْسَ لِلْحَجَّةِ المَبْرُورَةِ ثَوابٌ دُونَ الجَنَّةِ. [كتب، ورسالة (٣٦٦٩)]

٣٧٤٤- حَدَّثنا عَبْدُ اللهِ، حَدَّثَني أَبِي، حَدَّثنا أَبُو دَاوُدَ الحَفَرِيُّ عُمَرُ بْنُ سَعْدٍ، حَدَّثنا سُفْيَانُ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ مُهَاجِرٍ عَنْ مُسْلِمٍ البَطِينِ، عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلى الله عَليه وَسَلم، ثُمَّ تَغَيَّرَ وَجْهُهُ، ثُمَّ قَالَ نَحْوًا مِنْ ذَا، أَوْ قَرِيبًا مِنْ ذَا. [كتب (٣٦٦٧٠)، رسالة (٣٦٧٠)]

٣٧٤٥- حَدَّثنا عَبْدُ اللهِ، حَدَّثَني أَبِي، حَدَّثنا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ، حَدَّثنا أَبَانُ بْنُ إِسْحَاقَ، عَنِ

[كتب: ٣٦٦٦] إسناده صحيح. عبد الله بن السائب الكندي: ثقة، وثقه ابن معين وأبو حاتم والنسائي وغيرهم. زاذان: هو أبو عمر الكندي، سبق توثيقه ٦٤١ . والحديث رواه النسائي ١: ١٨٩ بأسانيد عن سفيان الثوري. وهو في مجمع الزوائد ٩: ٢٤ مطولًا، وقال: «رواه البزار، ورجاله رجال الصحيح».

[كتب: ٣٦٦٧] إسناده صحيح. ورواه البخاري ١١: ٢٧٥ من طريق منصور والأعمش عن أبي وائل، وهو شقيق.

[كتب: ٣٦٦٨] إسناده صحيح، وهو مكرر ٣٦٠٩ .

[كتب: ٣٦٦٩] إسناده صحيح. عمرو بن قيس: هو الملائي. عاصم: هو ابن أبي النجود. والحديث رواه الترمذي ٢: ٧٨ والنسائي ٢: ٤ كلاهما من طريق أبي خالد الأحمر. قال الترمذي: «حديث حسن صحيح غريب من حديث عبد الله بن مسعود»، وقال شارحه: «وأخرجه ابن خزيمة وابن حبان في صحيحيهما».

[كتب: ٣٦٧٠] إسناده صحيح. عمر بن سعد أبو داود الحفري: ثقة حافظ ثبت، قال أبو داود: «كان جليلًا جدًّا». «الحفري» - بفتح الحاء والفاء- نسبه إلى «حفر السبيع» وهو موضع بالكوفة، والسبيع -بفتح السين-: اسم قبيلة. وفي ح «الحضري» بالضاد، وهو تصحيف. أبو عبد الرحمن: هو السلمي. والحديث روى ابن ماجة نحوه مطولًا ١: ٨ من طريق ابن عون عن مسلم البطين عن إبراهيم التيمي عن أبيه عن عمرو بن ميمون. قال السندي: «وهذا الحديث قد انفرد به المصنف. وفي الزوائد: إسناده صحيح، احتج الشيخان بجميع رواته. ورواه الحاكم من طريق ابن عمرو [كذا]! قلت: وقد اختُلف فيه على مسلم بن عمران البطين، قيل: عنه عن أبي عبيدة عن عبد الله بن مسعود، وقيل: عنه عن أبي عبد الرحمن السلمي، وقيل: عنه عن إبراهيم التيمي». وهو في المستدرك ٣: ٣١٤ مختصرًا من طريق أبي العميس عن مسلم البطين عن عمرو بن ميمون، صححه على شرط الشيخين، ووافقه الذهبي. وأنا أخشى أن يكون سقط من الإسناد عند الحاكم «عن إبراهيم التيمي عن أبيه» بين مسلم البطين وعمرو بن ميمون. وعلى كل فالخلاف بين رواية المسند ورواية ابن ماجة، ليس خلافًا، فالظاهر أن يكون مسلم البطين سمع الحديثين، الذي في المسند من أبي عبد الرحمن السلمي، والذي في ابن ماجة من إبراهيم التيمي، وكل صحيح.

سنن الدارمي

الإمام الحافظ عبد الله بن عبد الرحمن الدارمي السمرقندي
(١٨١-٢٥٥هـ/ ٧٩٧-٨٦٩م.)

المجلد الثاني

حقق نصه وخرج أحاديثه وفهرسه

فواز أحمد زمرلي
خالد السبع العلمي

صحح هذه النسخة بكل دقة
معراج محمد

مقابلة على النسخة المطبوعة في دهلي بالمطبع الرحاني سنة ١٣٣٧هـ

قديمي كتب خانه
مقابل آرام باغ - كراچی

٢٧٧٤ - حدثنا محمد بن يوسف، ثنا سفيان، عن عبد الله بن السائب، عن زاذان، عن عبد الله بن مسعود، قال: قال: قال رسول الله - ﷺ -: إنَّ لله ملائكةً سيَّاحين في الأرض يبلغوني عن أمتي السَّلام(١).

«٥٩»

باب في أسماء النّبي ﷺ

٢٧٧٥ - أخبرنا الحكم بن نافع، أخبرنا شعيب بن أبي حمزة، عن الزهري، قال: أخبرني محمد بن جبير بن مطعم، عن أبيه، قال: سمعت رسول الله - ﷺ - يقول: إن لي أسماءً: أنا محمد، وأنا أحمد، ، وأنا الماحي، الذي يمحو الله بي الكُفر، وأنا الحاشر الذي يُحشر الناس على قدمي، وأنا العاقب والعاقب الذي ليس بعده أحد(٢).

«٦٠»

باب في أكل السّحت

٢٧٧٦ - أخبرنا حجاج بن منهال، ثنا حماد بن سلمة، ثنا عبد الله بن عثمان بن خثيم، عن عبد الرحمن بن سابط، عن جابر بن عبد الله، أن رسول الله - ﷺ - قال: يا كعب بن عجرة إنّه لن يدخل الجنّة لحمٌ نَبَتَ من سُحْت(٣).

«٦١»

باب المؤمن يؤجر في كلّ شيء

٢٧٧٧ - أخبرنا أبو حاتم البصري، ثنا حماد بن سلمة، أنا ثابت،

---

(١) رواه النسائي وأحمد وابن حبان والحاكم. قال الألباني في صحيح الجامع ٢/٢٣٤: «صحيح» ا. هـ.

(٢) رواه الشيخان ومالك والنسائي والترمذي وأحمد في المسند.

(٣) رواه الترمذي، وفي المطبوعة: خيثم.

وفاء الوفا باخبار دار المصطفى ﷺ

تأليف

الشيخ العلامة نور الدين علي بن أحمد السمهودي

المتوفى ٩١١ هـ

اعتنى به ووضع حواشيه

خالد عبد الغني محفوظ

٣ - ٤

مكتبة معروفية

كانسي روڈ شالدره کوئٹہ پاکستان

0333-7807152

استثنى الله عز وجل» قال البيهقي: وهذا إنما يصح على أن الله عز وجل يردّ على الأنبياء صلوات الله وسلامه عليهم أرواحهم، فهم أحياء عند ربهم كالشهداء، فإذا نفخ في الصور النفخة الأولى صعقوا فيمن صعق، ثم لا يكون ذلك موتاً في جميع معانيه، إلا في ذهاب الاستشعار في تلك الحالة. ويقال: إن الشهداء ممن استثنى الله عز وجل بقوله: ﴿إلا من شاء الله﴾ قال: وروينا في ذلك خبراً مرفوعاً، وذكر أيضاً حديث أوس بن أوس مرفوعاً «أفضل أيامكم يوم الجمعة، فيه خلق آدم، وفيه قبض، وفيه النفخة، وفيه الصعقة، فأكثروا عليّ من الصلاة فيه، فإن صلاتكم معروضة علي» قالوا: وكيف تعرض صلاتنا عليك وقد أرمت؟ يقولون بليت، فقال «إن الله حرّم على الأرض أن تأكل أجساد الأنبياء» أخرجه أبو داود وابن ماجه وابن حبان في صحيحه والحاكم وصححه، وذكر البيهقي له شواهد، ثم ذكر حديث «إن لله ملائكة سيّاحين يبلغون عن أمتي السلام» وغيره.

وروى ابن ماجه بإسناد جيد - كما قال المنذري - عن أبي الدرداء قال: قال رسول الله ﷺ «أكثروا الصلاة عليّ يوم الجمعة فإنه مشهود تشهده الملائكة، وإن أحدً يصليّ علي إلا عرضت عليّ صلاته حين يفرغ منها» قال: قلت: وبعد الموت؟ قال «وبعد الموت، إن الله حرم عليّ الأرض أن تأكل أجساد الأنبياء عليهم الصلاة والسلام» فنبي الله ﷺ حي يرزق، هذا لفظ ابن ماجه، قال السبكي: وفي إسناده زيد بن أيمن عن عبادة بن نسيء، إلا أنه يتقوى باعتضاده بغيره.

وروى البزار برجال الصحيح عن عبد الله بن مسعود رضي الله تعالى عنه عن النبي ﷺ قال «إن لله ملائكةً سيّاحين يبلغوني عن أمتي» قال: وقال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم «حياتي خير لكم، تحدثون ويحدث لكم، ووفاتي خير لكم، تعرض علي أعمالكم، فما رأيت من خير حمدت الله عليه، وما رأيت من شر استغفرت الله لكم».

وقال الأستاذ أبو منصور البغدادي في أجوبة مسائل الجاجرميين: قال المتكلمون المحققون من أصحابنا: إن نبينا محمداً ﷺ حي بعد وفاته، يسرّ بطاعات أمته، وإن الأنبياء صلوات الله وسلامه عليهم لا يَبْلَوْن، وسيأتي في الفصل الثالث قول ابن حبيب: فإنه ﷺ يسمع ويعلم وقوفك بين يديه.

وقال البيهقي في كتاب الاعتقاد: الأنبياء عليهم الصلاة والسلام بعد ما قبضوا ردّت إليهم أرواحهم؛ فهم أحياء عند ربهم كالشهداء، وقد رأى نبيّنا صلى الله تعالى عليه وسلم ليلة المعراج جماعة منهم، قال: وقد أفردنا لإثبات حياتهم كتاباً.

قلت: ويؤيد ذلك حديث «إن عيسى ابن مريم عليه السلام مار بالمدينة حاجاً أو معتمراً، وإن سلم عليّ لأردّنّ عليه».

بسم الله الرحمن الرحيم

القول البديع

في الصلاة على الحبيب الشفيع

(صلى الله عليه وسلم)

للإمام الحافظ المؤرخ محمد بن عبد الرحمن السخاوي
ولد سنة ٨٣٩ﻫ - وتوفي سنة ٩٠٢ﻫ
رحمه الله تعالى

النص الكامل

قابله بأصل مصنفه وبأربعة أصول أخرى

محمد عوامة

المكتبة المعروفية
کاسی روڈ شالدرہ کوئٹہ پاکستان

الباب الرابع

في تبليغه صلى الله عليه وسلم سلامَ من يسلِّم عليه وردِّه السلام وغير ذلك من الفوائد والتتمات

حديث عمار وأنس وأبي أمامة وأبي هريرة وغيرهم مما يصلُح لهذا الباب: تقدمت في الباب الثاني[١]. وحديث أبي قِرْصافة يأتي في الباب الأخير[٢].

وعن ابن مسعود رضي الله عنه، عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: «إن لله ملائكةً سيّاحينَ يبلِّغوني عن أمتي السلام». رواه أحمد والنسائي والدارمي وأبو نعيم، والبيهقي والخِلَعي، وابن حبان والحاكم في صحيحهما وقال: صحيح الإسناد.

وأسنده أبو اليمن ابن عساكر من طريق معاذ بن معاذ العنبري، وعبد الرحمن بن مهدي، ومحمد بن كثير، وفي بعض ألفاظه: «لله ملائكةٌ سيّاحون» وأشار إلى أنه عند وكيع وعبد الرزاق والفِريابي ستتهُم عن الثوري، عن عبد الله بن السائب، عن زاذان، عن ابن مسعود، وقال: إنه حسنٌ من حديث الثوري.

وعن علي رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: «إن لله ملائكةً يَسيحون في الأرض يبلِّغوني صلاة من صلَّى عليَّ من أمتي». أخرجه الدارقطني فيما انتقاه من حديث أبي إسحاق المزكِّي من روايته، من

---

(١) هي بالترتيب في صفحة ٢٥١، ٢٧٥، ٢٥٢، ٢٥٥، ولأنس حديث آخر يأتي ص٣٣٠.

(٢) ص٤٣١.

مَجْمَعُ الزَّوَائِدِ

وَمَنْبَعُ الفَوَائِدِ

لِلإِمَامِ الحَافِظِ العَالِم

أَبِي الحَسَنِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي بَكْرِ بْنِ سُلَيْمَانَ الشَّافِعِيِّ

نُورِ الدِّينِ الهَيْثَمِيِّ

رَحِمَهُ اللهُ تَعَالَى

(٧٣٥ - ٨٠٧ هـ)

حَقَّقَهُ وَخَرَّجَ أَحَادِيثَهُ

حسين سليم أسد الدّاراني

المُجَلَّدُ السَّابِعَ عَشَرَ

كتاب فيه ذكر الأنبياء - وعلامات النبوة

١٣٧٦٩ - ١٤٢٩٩

دَارُ المِنْهَاج

قَالَ : فَرَكِبَ وَمَشَيْتُ حَتَّى ٱنْتَهَىٰ إِلَيْهِمْ ، فَنَزَلَ عَنْ دَابَّتِهِ[1] وَأَمْسَكْتُ ٱلدَّابَّةَ قُلْتُ : . . . . . فَذَكَرَ نَحْوَهُ .

رواه أحمد[2] والطبراني بإسنادين ورجال أحدهما ثقات ، إلا أن الإسناد الثَّانِي عن عُبَيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ ، عن عبد الله بن عمرو بن العاص : عن أبي مُوَيْهِبَةَ .

وَالأولُ : عَنْ عُبَيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ ، عَنْ أَبِي مُوَيْهِبَةَ .

١٤٢٦٢ ـ وَعَنْ أَبِي وَاقِدٍ ٱللَّيْثِيِّ ، قَالَ : قَالَ رَسُولُ ٱللهِ صَلَّى ٱللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : « خُيِّرَ عَبْدٌ مِنْ عِبَادِ ٱللهِ بَيْنَ ٱلدُّنْيَا وَمُلْكِهَا وَنَعِيمِهَا وَبَيْنَ ٱلآخِرَةِ ، فَٱخْتَارَ ٱلآخِرَةَ » .

فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ : نَفْدِيكَ يَا رَسُولَ ٱللهِ بِأَمْوَالِنَا وَأَنْفُسِنَا .

رواه الطبراني[3] وفيه يحيى بن عبد الحميد الحماني ، وهو ضعيف .

٧٢ ـ بَابُ مَا يَحْصُلُ لأُمَّتِهِ صَلَّى ٱللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنِ ٱسْتِغْفَارِهِ بَعْدَ وَفَاتِهِ

١٤٢٦٣ ـ عَنْ عَبْدِ ٱللهِ بْنِ مَسْعُودٍ ، عَنِ ٱلنَّبِيِّ صَلَّى ٱللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، قَالَ :

---

(١) في (د) : « الدابة » .

(٢) في المسند ٣/ ٤٨٩ وهو حديث جيد ، وقد تقدم برقم (٤٣٦٠) ، وانظر التعليق الأسبق .

(٣) في الكبير ٣/ ٢٤٥ برقم (٣٢٩٥) من طريق يحيى الحماني ، حدثني أبي ، حدثنا عبد الرحمٰن بن آمين ـ ويقال : يامين ـ عن سعيد بن المسيب ؛ أنه سمع أبا واقد الليثي . . . . وهٰذا إسناد ضعيف عبد الرحمٰن بن آمين قال أبو حاتم في « الجرح والتعديل » ٥/ ٢١١ : « هو منكر الحديث لا يشبه حديثه حديث الثقات » .

وأما يحيى بن عبد الحميد الحماني فقد فصلنا القول فيه عند الحديث (٤٧٦٥) في « مسند الموصلي » وقد تقدم برقم (٣٦٤) .

وانظر « كنز العمال » برقم (٣٢١٩٢) .

تنبيه : سقط من (د) قوله : « يا رسول الله » بعد قوله : « نفديك » .

« إِنَّ للهِ مَلَائِكَةً سَيَّاحِينَ يُبَلِّغُونَ عَنْ أُمَّتِي ٱلسَّلَامَ » (مص : ٤٩) قَالَ : وَقَالَ رَسُولُ ٱللهِ صَلَّى ٱللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : « حَيَاتِي خَيْرٌ لَكُمْ ، تُحَدِّثُونَ وَيُحْدَثُ لَكُمْ ، وَوَفَاتِي خَيْرٌ لَكُمْ ، تُعْرَضُ عَلَيَّ أَعْمَالُكُمْ ، فَمَا رَأَيْتُ مِنْ خَيْرٍ حَمِدْتُ ٱللهَ عَلَيْهِ ، وَمَا رَأَيْتُ مِنْ شَرٍّ ٱسْتَغْفَرْتُ ٱللهَ لَكُمْ » .

رواه البزار[١] ورجاله رجال الصحيح .

---

(١) في « البحر الزخار » برقم (١٩٢٣ ، ١٩٢٥) ـ وهو في « كشف الأستار » ١/ ٣٩٧ برقم (٨٤٥) ـ ومن طريقه أخرجه ابن كثير في « البداية » ٥/ ٢٧٥ ـ من طريق عبد المجيد بن عبد العزيز بن أبي رواد ، عن سفيان ، عن عبد الله بن السائب ، عن زاذان ، عن عبد الله بن مسعود . . .

وقال البزار : « وهـٰذا الحديث آخر لا نعلمه يروىٰ عن عبد الله إلا من هـٰذا الوجه ، بهـٰذا الإسناد » .

نقول : أما الحديث : « إن لله ملائكة سياحين . . . » فهو حديث صحيح ، وقد استوفينا تخريجه في « مسند الموصلي » برقم (٥٢١٣) وفي « صحيح ابن حبان » برقم (٩١٤) ، وفي « موارد الظمآن » برقم (٢٣٩٢) ، وفي « مسند الدارمي » برقم (٢٨١٦) .

وأما حديث « حياتي خير لكم . . . . » فقد أخرجه الحارث بن أبي أسامة ـ ذكره الهيثمي في « بغية الباحث » برقم (٩٥٣) ـ ومن طريقه أورده ، البوصيري في « إتحاف الخيرة المهرة » برقم (٦٥٣) ، والحافظ في « المطالب العالية » برقم (٤٢٣٦) ـ من طريق الحسن بن قتيبة ، حدثنا جسر بن فرقد ، عن بكر بن عبد الله المزني ، قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم . . . .

وقال البوصيري : « هـٰذا مرسل ضعيف ، جسر بن فرقد القصاب أبو جعفر مجمع علىٰ ضعفه ، ولم أرَ مَنْ وثَّقه » .

ونضيف هنا : أن الحسن بن قتيبة قال فيه ابن عدي : « أرجو أنه لا بأس به » وتعقبه الذهبي بقوله : « بل هو هالك » .

وقال الدارقطني : متروك الحديث ، وقال أبو حاتم : ضعيف . وقال العقيلي : كثير الوهم .

وقد توبع جسر بن فرقد عليه ، فقد أخرجه ابن سعد في الطبقات ٢/ ١٩٤ من طريق يونس بن محمد المؤدب ، عن حماد بن زيد ، عن غالب القطان ، عن بكر بن عبد الله المزني ، مرسلاً ، وإسناده صحيح . وانظر « فضل الصلاة على النبي صلى الله عليه وسلم » (٢٦) . ←

المستدرك على الصحيحين

للإمام الحافظ أبي عبدالله محمد بن عبدالله الحاكم النيسابوري رحمه الله

نسخة محققة على ثلاثة أصول مخطوطة وبها زيادات

تحقيق وتقديم ودراسة

الدكتور محمود مطرجي

وبهامشه

١- كتاب تلخيص المستدرك

للامام شمس الدين الذهبي رحمه الله

٢- المستدرك على التلخيص

للامام سراج الدين ابن الملقن رحمه الله

الجزء الثالث

الأحاديث: ٣٥٢٧ - ٥٣٣٠

قديمي كتب خانة
آرام باغ كراچي

الحاكم، ثنا وكيع، عن ابن أبي ذئب، عن عطاء ومحمَّد بن المنكدر، عن جابر بن عبد الله رضي الله عنه قال: قالَ رسولُ الله ﷺ: «لا طَلاقَ قبلَ نِكَاحٍ».

قال الحاكم: مدار سندُ هذا الحديث على إسنادين واهيين: جريرٌ، عن الضحاك، عن النزال بن سبرة، عن علي، وعمرو بن شعيب عن أبيه عن جده، فلذلك لم يقع الاستقصاء من الشيخين في طلبِ هذه الأسانيد الصحيحة والله أعلم.

٣٦٢٥ ـ أخبرنا أبو العبّاس محمَّد بن أحمد المحبوبي بمرو، ثنا سعيد بن مسعود، ثنا عبيد الله بن موسى، أنبأ إسرائيل، عن السدي، عن أبي صالح، عن أم هانيء رضي الله عنها قالَتْ: «خطَبَنِي النبيُّ ﷺ فاعتذَرْتُ إليه فعَذَرَنِي وأنزلَ الله عزّ وجل: ﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّبِيُّ إِنَّآ أَحْلَلْنَا لَكَ أَزْوَٰجَكَ﴾ إلى قوله تعالى: ﴿ٱلَّٰتِي هَاجَرْنَ مَعَكَ﴾ [الأحزاب: ٥٠] قالت: فلم أكُنْ أُحِلُّ له، لم أهاجِرْ معهُ، كنتُ مِنَ الطُّلَقَاءِ». هذا حديث صحيح الإسناد ولم يخرجاه.

٣٦٢٦ ـ حدَّثني محمَّد بن صالح بن هانيء، ثنا الحسين بن الفضل البجلي، ثنا عفان بن مسلم، ثنا حماد بن سلمة، أنبأ ثابت البناني أنّه تلا قول الله عزّ وجل: ﴿إِنَّ ٱللَّهَ وَمَلَٰٓئِكَتَهُۥ يُصَلُّونَ عَلَى ٱلنَّبِيِّۚ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ صَلُّواْ عَلَيْهِ وَسَلِّمُواْ تَسْلِيمًا ﴿٥٦﴾﴾ [الأحزاب: ٥٦] فقال ثابت: قدِمَ علينا سليمانُ مولى الحسن بن علي، فحدَّثنا عن عبد الله بن أبي طلحة الأنصاري، عن أبيه، أن رسول الله ﷺ جاءَ ذاتَ يوم والبُشْرَى تُرَى في وجهِهِ فقُلنا: يا رَسُولَ الله إنّا لَنَرَى البُشْرَى في وجهك فقال: «إنَّه اتانِي المَلَكُ فقال: يا محمَّدُ إنَّ ربَّكَ يقولُ: أمَا تَرْضَى، ما أحَدٌ من أمَّتِكَ صلَّى عليكَ إلا صلَّيْتُ عليه عشْرَ صلواتٍ، ولا سلَّم عليكَ أحَدٌ من أمَّتِكَ إلا ردَدْتُ عليه عشْرَ مرَّاتٍ؟ فقال: بلى». هذا حديث صحيح الإسناد ولم يخرجاه.

٣٦٢٧ ـ أخبرنا أبو النضر الفقيه وأبو الحسن العنبري قالا: ثنا عثمان بن سعيد الدارمي، ثنا أبو صالح محبوب بن موسى، ثنا أبو إسحاق الفزاري، عن الأعمش وسفيان، عن عبد الله بن السائب، عن زاذان، عن ابن مسعود رضي الله عنه، عن النبيّ ﷺ قال: «إنَّ لله ملائِكَةً سيَّاحِينَ في الأرْضِ يُبلِّغُونِي عَنْ أُمَّتِي السَّلامَ».

صحيح الإسناد ولم يخرجاه، وقد علونا في حديث الثوري فإنّه مشهور عنه، فأما حديث الأعمش، عن عبد الله بن السائب، فإنّا لم نكتبُه إلا بهذا الإسناد.

٣٦٢٨ ـ حدَّثنا الشيخ أبو بكر بن إسحاق الفقيه، أنبأ أحمد بن علي الأبار، ثنا أحمد بن

[٣٦٢٥] وافقه الذهبي في التلخيص: صحيح.

[٣٦٢٦] وافقه الذهبي في التلخيص: صحيح.

[٣٦٢٧] وافقه الذهبي في التلخيص: صحيح.

[٣٦٢٨] قال الذهبي في التلخيص: وأبو رافع هو إسماعيل بن رافع ضعّفوه. وهو قول ابن الملقن.

احادیث مبارکہ دلیل نمبر 5

ديوان الحديث النبوي

(٥)

كِتَابُ المُجْتَبَى

المَعْرُوفُ بِالسُّنَنِ الصُّغْرَى

للإمام أبي عبد الرحمن
أحمد بن شعيب النسائي

المتوفى سنة ٣٠٣ هجرية

المجلد الثالث

تحقيق ودراسة

مركز البحوث وتقنية المعلومات
دار التأصيل

٤- بَابُ ذِكْرِ فَضْلِ يَوْمِ الْجُمُعَةِ

• [١٣٨٩] أَخْبَرَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُاللَّهِ، عَنْ يُونُسَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: حَدَّثَنَا[١] عَبْدُالرَّحْمَنِ الْأَعْرَجُ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «خَيْرُ يَوْمٍ طَلَعَتْ فِيهِ[٢] الشَّمْسُ يَوْمُ الْجُمُعَةِ؛ فِيهِ خُلِقَ آدَمُ، وَفِيهِ أُدْخِلَ الْجَنَّةَ، وَفِيهِ أُخْرِجَ مِنْهَا».

٥- بَابُ[٣] إِكْثَارِ الصَّلَاةِ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ يَوْمَ الْجُمُعَةِ

• [١٣٩٠] أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا[٤] حُسَيْنُ الْجُعْفِيُّ، عَنْ عَبْدِالرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيدَ بْنِ جَابِرٍ، عَنْ أَبِي الْأَشْعَثِ الصَّنْعَانِيِّ، عَنْ أَوْسِ بْنِ أَوْسٍ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «إِنَّ مِنْ أَفْضَلِ أَيَّامِكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ؛ فِيهِ خُلِقَ آدَمُ،

= قال الإمام أحمد: «ورواه خالدبن قيس عن قتادة فوافق همامًا في متن الحديث، وخالفه في إسناده». اهـ.

وطريق خالد المشار إليه أخرجه النسائي في «الكبرى» (١٨٢٧)، وأخرجه ابن ماجه (١١٢٨)، والبخاري في «التاريخ» (٤/ ١٧٧)، والبيهقي في «الكبرى» (٣/ ٢٤٨)، وخالد ابن قيس يروي عن قتادة مناكير، وخولف فيه، خالفه همام وغيره، كما تقدم في الإسناد.

ورجح البخاري في «تاريخه» طريق همام، وقال: «هو أصح». اهـ. وفي «العلل» لابن أبي حاتم (٥٧٧): «قال أبي: «يروون هذا الحديث عن قتادة، عن قدامة بن وبرة، عن النبي ﷺ»». اهـ. وانظر: «العلل المتناهية» (١/ ٤٦٧).

(١) في (د): «عن».

(٢) في حاشية (س) منسوبًا لنسخة: «عليه».

* [١٣٨٩] [التحفة: م س ١٣٩٥٩] [الكبرى: ١٨٢٨] • أخرجه مسلم (٨٥٤/ ١٧) من طريق ابن وهب، عن يونس، به.

وسيأتي من وجه آخر عن أبي هريرة برقم (١٤٤٦).

(٣) من (ص). (٤) في (س)، (ت)، (هـ): «حدثنا».

وَفِيهِ قُبِضَ، وَفِيهِ النَّفْخَةُ، وَفِيهِ الصَّعْقَةُ؛ فَأَكْثِرُوا عَلَيَّ مِنَ الصَّلَاةِ[(١)] فَإِنَّ صَلَاتَكُمْ مَعْرُوضَةٌ عَلَيَّ». قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، كَيْفَ تُعْرَضُ صَلَاتُنَا عَلَيْكَ وَقَدْ أَرَمْتَ[(٢)]؟!، أَيْ: يَقُولُونَ[(٣)]: قَدْ بَلِيتَ، قَالَ: «إِنَّ اللَّهَ ﷻ قَدْ[(٤)] حَرَّمَ عَلَى الْأَرْضِ أَنْ تَأْكُلَ أَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ».

---

(١) بعده في (د)، (ص): «فيه».

(٢) بفتح الراء في (ف)، (ت)، (هـ)، وبالفتح والكسر معًا في (س)، (د)، ونسب الفتح في (س) لنسخة الوزيري، والوجهين للطبري والعلوي، وفي حاشية (س) منسوبًا لنسخة: «أزمَمْت».

(٣) في (س) بالمثناة التحتية والفوقية معًا، ونسب التحتية للطبري، والفوقية للعلوي.

(٤) ليس في (د)، (ص).

* [١٣٩٠] [التحفة: د س ق ١٧٣٦] [الكبرى: ١٨٣١] • أخرجه أحمد (٤/ ٨)، والدارمي (١٥٧٢)، وأبو داود (١٠٤٧، ١٥٣١)، وابن ماجه (١٠٨٥، ١٦٣٦)، وابن خزيمة (١٧٣٣، ١٧٣٤) – جميعًا – من طريق حسين بن علي الجعفي، عن عبد الرحمن بن يزيد بن جابر، عن أبي الأشعث، به. فذكره.

وفي رواية الإمام أحمد: أوس بن أبي أوس. وفي رواية ابن ماجه (١٠٨٥)، والبزار (٨/ ٤١١) سماه: شداد بن أوس. وجزم المزي في «التحفة» بوهم ذلك.

وقال البزار: «هذا الحديث بهذا اللفظ لا نعلم أحدا يرويه إلا شداد بن أوس، ولا نعلم له طريقًا غير هذا الطريق عن شداد، ولا رواه إلا حسين بن علي الجعفي، ويقال: إن عبد الرحمن بن يزيد هذا هو عبد الرحمن بن يزيد بن تميم، ولكن أخطأ فيه أهل الكوفة أبو أسامة والحسين الجعفي، على أن عبد الرحمن بن يزيد بن تميم لا نعلم روى عن أبي الأشعث، وإنما قالوا ذلك لأن عبد الرحمن بن يزيد بن جابر ثقة، وعبد الرحمن بن يزيد بن تميم لين الحديث...». اهـ.

وقال الطبراني في «الأوسط» (٤٧٨٠): «لم يرو هذا الحديث عن ابن جابر، إلا حسين بن علي الجعفي». اهـ.

قال أبو حاتم – كما في «العلل» لابنه (١/ ١٩٧): «هذا حديث منكر، لا أعلم أحدًا رواه غير حسين الجعفي». اهـ. وبنحوه قال البخاري في «التاريخ الكبير» (٥/ ٣٦٥).

« رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ ءَايَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ »
(٢ / سورة البقرة / الآية ١٢٩)

سُنَن

الحَافِظِ أَبِي عَبْدِ اللهِ مُحَمَّدِ بْنِ يَزِيدَ القَزْوِينِيِّ

ابْنِ مَاجَة

٢٠٧ – ٢٧٥ هـ

الجُزْءُ الأَوَّل

حقق نصوصه، ورقم كتبه،
وأبوابه، وأحاديثه، وعلق عليه
محمد فؤاد عبد الباقي

فيصل عيسى البابي الحلبي
مطبعة
دار احياء الكتب العربية

وَلَا جِبَالٍ وَلَا بَحْرٍ إِلَّا وَهُنَّ يُشْفِقْنَ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ » .

في الزوائد : إسناده حسن .

* * *

١٠٨٥ — حدّثنا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ . ثنا الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيدَ ابْنِ جَابِرٍ ، عَنْ أَبِي الْأَشْعَثِ الصَّنْعَانِيِّ ، عَنْ شَدَّادِ بْنِ أَوْسٍ ؛ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ « إِنَّ مِنْ أَفْضَلِ أَيَّامِكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ . فِيهِ خُلِقَ آدَمُ . وَفِيهِ النَّفْخَةُ . وَفِيهِ الصَّعْقَةُ . فَأَكْثِرُوا عَلَيَّ مِنَ الصَّلَاةِ فِيهِ ؛ فَإِنَّ صَلَاتَكُمْ مَعْرُوضَةٌ عَلَيَّ » فَقَالَ رَجُلٌ : يَا رَسُولَ اللهِ ! كَيْفَ تُعْرَضُ صَلَاتُنَا عَلَيْكَ وَقَدْ أَرَمْتَ ، يَعْنِي بَلِيتَ ؟ فَقَالَ « إِنَّ اللهَ قَدْ حَرَّمَ عَلَى الْأَرْضِ أَنْ تَأْكُلَ أَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ » .

* * *

١٠٨٦ — حدّثنا مُحْرِزُ بْنُ سَلَمَةَ الْمَدَنِيُّ . ثنا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي حَازِمٍ ، عَنِ الْعَلَاءِ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ؛ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ « الْجُمُعَةُ إِلَى الْجُمُعَةِ كَفَّارَةُ مَا بَيْنَهُمَا . مَا لَمْ تُغْشَ الْكَبَائِرُ » .

١٠٨٤ — (يشفقن) من الإشفاق ، بمعنى الخوف .

١٠٨٥ — (أرمت) قال السندي : أرمت كضربت . أصله أرممت ، بتشديد الميم . إذا صار رميما . فحذفوا إحدى الميمين ، كما في ظلت . ولفظه أما على الخطاب أو على الغيبة على أنه مستند إلى العظام . وقيل من أرم بتخفيف الميم أى فنى . وكثيرا ما يروى بتشديد الميم والخطاب فقيل هي لغة ناس من العرب . وقيل بل خطأ ، والصواب سكون تاء التأنيث للعظام . أو أرممت بفك الإدغام . (بليت) أى صرت باليا عتيقا .

١٠٨٦ — (لم تغش) أى لم ترتكب .

مُسْنَدُ الإِمَامِ أَحْمَدَ بْنِ حَنْبَل

طَبْعَةٌ فَرِيدَةٌ، مُحَقَّقَةٌ، مُنَقَّحَةٌ، مُخَرَّجَةٌ،
مَضْبُوطَةٌ بِالشَّكْلِ الكَامِلِ
مُقَابَلَةٌ عَلَى المَخْطُوطَاتِ وَالمَطْبُوعَاتِ

ضَبَطَ نَصَّهُ، وَقَارَنَ بَيْنَ نُسَخِهِ المَطْبُوعَةِ وَالمَخْطُوطَةِ وَعَلَّقَ عَلَيْهَا
فَضِيلَةُ الشَّيْخِ مَحْمُود خَلِيل الصَّعِيدِيّ

خرج أحاديثه
مَكْتَبُ التَّبْيِيلِ
للدراسات الإسلامية وتحقيق التراث

المُجَلَّدُ الثَّامِن
١٦٠٦٧ - ١٨٣١٣

المكتبة الطارق
ادرس: جاده میوند نزد مسجد جامعه پخته فروشی کابل افغانستان
فون: Cell: 0093-786948599
E-mail: tariqbook2014@gmail.com

مكتبه معروفيه
کوئٹہ: کاسی روڈ شالدرہ کوئٹہ پاکستان
لاہور: ہادیہ حلیمہ سنٹر، غزنی سٹریٹ، اُردو بازار لاہور

عَليه وَسَلم قَالَ: إِذَا كَانَ يَوْمُ الجُمُعَةِ فَغَسَلَ أَحَدُكُمْ رَأْسَهُ وَاغْتَسَلَ، ثُمَّ غَدَا أَوِ ابْتَكَرَ(١)، ثُمَّ دَنَا فَاسْتَمَعَ وَأَنْصَتَ، كَانَ لَهُ بِكُلِّ خُطْوَةٍ خَطَاهَا كَصِيَامِ سَنَةٍ، وَقِيَامِ سَنَةٍ[١]. [كتب (١٦٢٦١)، رسالة (١٦١٦١)]

١٦٤١٣- حَدثنا عَبدُ الله، حَدثَني أَبي، حَدَّثنا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ الجُعْفِيُّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيدَ بْنِ جَابِرٍ، عَنْ أَبِي الأَشْعَثِ الصَّنْعَانِيِّ، عَنْ أَوْسِ بْنِ أَبِي أَوْسٍ(٢)، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلى الله عَليه وَسَلم: مِنْ أَفْضَلِ أَيَّامِكُمْ يَوْمُ الجُمُعَةِ، فِيهِ خُلِقَ آدَمُ، وَفِيهِ قُبِضَ، وَفِيهِ النَّفْخَةُ، وَفِيهِ الصَّعْقَةُ، فَأَكْثِرُوا عَلَيَّ مِنَ الصَّلاَةِ فِيهِ، فَإِنَّ صَلاَتَكُمْ مَعْرُوضَةٌ عَلَيَّ، فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ، وَكَيْفَ تُعْرَضُ عَلَيْكَ صَلاَتُنَا، وَقَدْ أَرَمْتَ، يَعْنِي، وَقَدْ بَلِيتَ؟ قَالَ: إِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ حَرَّمَ عَلَى الأَرْضِ أَنْ تَأْكُلَ أَجْسَادَ الأَنْبِيَاءِ، صَلَوَاتُ اللهِ عَلَيْهِمْ[٢]. [كتب (١٦٢٦٢)، رسالة (١٦١٦٢)]

١٦٤١٤- حَدثنا عَبدُ الله، حَدثَني أَبي، حَدَّثنا عَبْدُ اللهِ بْنُ بَكْرٍ السَّهْمِيُّ، قَالَ: حَدَّثنا حَاتِمُ بْنُ أَبِي صَغِيرَةَ، عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ سَالِمٍ، أَنَّ عَمْرَو بْنَ أَوْسٍ أَخْبَرَهُ، أَنَّ أَبَاهُ أَوْسًا أَخْبَرَهُ، قَالَ: إِنَّا لَقُعُودٌ عِنْدَ رَسُولِ اللهِ صَلى الله عَليه وَسَلم فِي الصُّفَّةِ، وَهُوَ يَقُصُّ عَلَيْنَا وَيُذَكِّرُنَا، إِذْ جَاءَهُ(٣) رَجُلٌ فَسَارَّهُ، فَقَالَ: اذْهَبُوا فَاقْتُلُوهُ، قَالَ: فَلَمَّا وَلَّى الرَّجُلُ دَعَاهُ رَسُولُ اللهِ صَلى الله عَليه وَسَلم قَالَ: أَيَشْهَدُ أَنْ لاَ إِلَهَ إِلاَّ اللهُ؟ قَالَ الرَّجُلُ: نَعَمْ يَا رَسُولَ اللهِ، فَقَالَ اذْهَبُوا فَخَلُّوا سَبِيلَهُ، فَإِنَّمَا أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ، حَتَّى يَشْهَدُوا أَنْ لاَ إِلَهَ إِلاَّ اللهُ، فَإِذَا فَعَلُوا ذَلِكَ، حَرُمَتْ عَلَيَّ دِمَاؤُهُمْ وَأَمْوَالُهُمْ، إِلاَّ بِحَقِّهَا[٣]. [كتب (١٦٢٦٣)، رسالة (١٦١٦٣)]

١٦٤١٥- حَدثنا عَبدُ الله، حَدثَني أَبي، حَدَّثنا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الأَنْصَارِيُّ، قَالَ: حَدَّثنا أَبُو يُونُسَ، حَاتِمُ بْنُ أَبِي صَغِيرَةَ، قَالَ: حَدَّثَنِي النُّعْمَانُ بْنُ سَالِمٍ، أَنَّ عَمْرَو بْنَ أَوْسٍ أَخْبَرَهُ، عَنْ أَبِيهِ أَوْسٍ، قَالَ: إِنَّا لَقُعُودٌ عِنْدَ رَسُولِ اللهِ صَلى الله عَليه وَسَلم يُحَدِّثُنَا وَيُوصِينَا، إِذْ أَتَاهُ رَجُلٌ . . ، فَذَكَرَ مِثْلَهُ. [كتب (١٦٢٦٤)، رسالة (١٦١٦٤)]

١٦٤١٦- حَدثنا عَبدُ الله، حَدثَني أَبي، حَدَّثنا بَهْزُ بْنُ أَسَدٍ، حَدَّثنا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، أَخْبَرَنَا يَعْلَى بْنُ عَطَاءٍ، عَنْ أَوْسِ بْنِ أَبِي أَوْسٍ، قَالَ: رَأَيْتُ أَبِي يَوْمًا يَمْسَحُ(٤) عَلَى النَّعْلَيْنِ، فَقُلْتُ لَهُ: أَتَمْسَحُ عَلَيْهِمَا؟ فَقَالَ: هَكَذَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلى الله عَليه وَسَلم يَفْعَلُ[٤]. [كتب (١٦٢٦٥)، رسالة (١٦١٦٥)]

---

(١) في طبعة عالم الكتب: «ثم غدا وابتكر».
(٢) في نسخة الظاهرية الخطية للمسند: «أوس بن أوس».
(٣) في طبعة عالم الكتب: «جاء».
(٤) في طبعة الرسالة: «رأيت أبي يومًا توضأ فمسح».

---

[١] أبو داود، بَابٌ فِي الغُسْلِ يَوْمَ الجُمُعَةِ، برقم (٣٤٥).
[٢] أبو داود، بَابُ فَضْلِ يَوْمِ الجُمُعَةِ وَلَيْلَةِ الجُمُعَةِ، برقم (١٠٤٧).
[٣] النسائي في الكبرى، تَحْرِيمِ الدَّمِ، برقم (٣٤٢٧).
[٤] أبو داود، بَابُ المَسْحِ عَلَى الجَوْرَبَيْنِ، برقم (١٦٠).

عُمدة القاري

شرح

صحيح البخاري

تأليف
الإمام العلامة بدر الدين أبي محمد محمود بن أحمد العيني
المتوفى سنة ٨٥٥ هـ

ضبطه وصححه
عبد الله محمود محمد عمر

طبعة جديدة مرقمة الكتب والأبواب والأحاديث
حسب ترقيم المعجم المفهرس لألفاظ الحديث النبوي الشريف

الجزء الثاني عشر

يحتوي على الكتب التالية:
تتمة البيوع ـ السلم ـ الشفعة ـ السلم في الشفعة ـ الإجارة
الحوالات ـ الوكالة ـ المزارعة ـ المساقاة ـ الاستقراض وأداء الديون
والحجر والتفليس ـ الخصومات ـ اللقطة ـ المظالم والغصب
من الحديث (٢١٩٣) ـ إلى الحديث (٢٤٥٤)

ناشر: حمد الله
مكتبة إمدادية
كانسی روڈ کوئٹہ بلوچستان

على بعض﴾ [البقرة: ٢٥٣]. وأغرب ابن قتيبة فأجاب بأنه سيد ولد آدم يوم القيامة، لأنه الشافع يومئذ، وله لواء الحمد والحوض. **قوله: «يصعقون»**، يعني يخرون صراعاً بصوت يسمعونه يوجب فيهم ذلك، من صعق يصعق من باب علم يعلم، وقال ابن الأثير: الصعق أن يغشى على الإنسان من صوت شديد يسمعه، وربما مات منه ثم استعمل في الموت كثيراً، والصعقة المرة الواحدة منه، وقال النووي: الصعق والصعقة: الهلاك والموت، يقال منه: صعق الإنسان بفتح الصاد وضمها، وأنكر بعضهم الضم، منهم القزاز فإنه قال: لا يقال: صعق ولا هو مصعوق. وقال الطبري، بإسناده عن ابن عباس: ﴿فلما تجلى ربه للجبل جعله دكا﴾ تراباً. ﴿وخر موسى صعقا﴾ [الأعراف:١٤٣]. قال: مغشياً عليه، وفي رواية: «فلم يزل صعقاً ما شاء الله». وقال ابن الجوزي: وهو بالموت أشبه، وفي (تفسير الطبري): عن قتادة وابن جريج: ﴿وخر موسى صعقا﴾ [الأعراف: ١٤٣]. قالا: ميتاً.. وفي (التهذيب) للأزهري: قوله تعالى: ﴿فلما أفاق﴾ [الأعراف: ١٤٣]. دليل الغشي لأنه يقال للمغشي عليه وللذي ذهب عقله: قد أفاق، وفي الميت: بعث ونشر.

قوله: **«فأكون أول من يفيق»**، وفي لفظ: «أول من تنشق عنه الأرض»، قيل: هو مشكل، لأن الأحاديث دالة على أن موسى قد توفي، وأنه ﷺ زاره في قبره، وجه الإشكال أن نفخة الصعق إنما يموت بها من كان حياً في هذه الدار، فأما من مات فيستحيل أن يموت ثانياً وإنما ينفخ في الموتى نفخة البعث، وموسى قد مات فلا يصح أن يموت مرة أخرى، ولا يصح أن يكون مستثنى من نفخة الصعق، لأن المستثنين أحياء لم يموتوا ولا يموتون، ولا يصح استثناؤهم من الموتى. وقال بعضهم: يحتمل أن يكون المراد بهذه الصعقة صعقة فزع بعد الموت حين تنشق السموات والأرض. وقال النووي: يحتمل أن يكون موسى ممن لم يمت من الأنبياء، وهو باطل. وقال القاضي: يحتمل أن يكون المراد بهذه الصعقة صعقة فزع بعد الموت حين تنشق السموات والأرض، وقال النووي: يحتمل أنه، ﷺ، قال هذا قبل أن يعلم أنه أول من تنشق عنه الأرض، إن كان هذا اللفظ على ظاهره، وأن نبينا، ﷺ، أول من تنشق عنه الأرض، فيكون موسى، عليه الصلاة والسلام، من تلك الزمرة، وهي والله أعلم: زمرة الأنبياء عليهم الصلاة والسلام.

فإن قلت: إذا جعلت له تلك عوضاً من الصعقة فيكون حياً حالة الصعق، وحينئذ لم يصعق. قلت: الموت ليس بعدم، إنما هو انتقال من دار إلى دار، فإذا كان هذا للشهداء كان الأنبياء بذلك أحق وأولى، مع أنه صح عنه، ﷺ، أن الأرض لا تأكل أجساد الأنبياء، عليهم الصلاة والسلام، وأن النبي، ﷺ، قد اجتمع بهم ليلة الإسراء ببيت المقدس والسماء خصوصاً بموسى عليه الصلاة والسلام، فتحصل من جملة هذا القطع بأنهم غيبوا عنا بحيث لا ندركهم، وإن كانوا موجودين أحياء، وذلك كالحال في الملائكة، عليهم الصلاة والسلام، فإنهم موجودون أحياء لا يراهم أحد من نوعنا إلاَّ من خصه الله تعالى بكرامته.

وإذا تقرر أنهم أحياء فهم فيما بين السموات والأرض، فإذا نفخ في الصور نفخة

مرقاۃ المفاتیح

شرح

مشکوۃ المصابیح

للمحدث الشهير و الفقيه النبيل

علي بن سلطان محمد القاري رحمه الباري

المتوفى ١٠١٤هـ

الجزء الثالث

مکتبہ امدادیہ ملتان
پاکستان

قال يقولون بليت قال ان الله حرم على الارض أجساد الانبياء رواه أبو داود و النسائى و ابن ماجه و الدارمى و البيهقى فى الدعوات الكبير

فى كتاب الاذكار للامام النووى نقله السيد جمال الدين (قال) أى أوس الراوى (يقولون) أى الصحابة أى يريدون بهذا القول (بليت) و يؤيده ما وقع فى المصابيح بلفظ يقول بليت فلا يعرج على قول الطيبى على ما ورد فى المصابيح و هو قوله أرمت يقول بليت و أما فى المشكاة فلفظ الحديث هكذا قال يقولون بليت فهو ظاهر لان القائل رسول الله صلى الله عليه وسلم قاله استبعادا تامل ذكره السيد جمال الدين و وجه التأمل أنه يمكر عليه الغيبة فى يقولون و تكرار قال و ينافيه ما فى المصابيح و قد أرمت يقول قال التوربشتى أى قال الراوى بليت من أرم المال و الناس أى فنوا و أرض أرمة لا تنبت شيأ فمعنى ما فى المشكاة قال الراوى يقولون أى يعنون بأرمت بليت أى معناه و هذا ظاهر لا غبار عليه كما لا يخفى و هذه الجملة معترضة لبيان مشكل الحديث بين السؤال و الجواب أعنى (قال) أى رسول الله صلى الله عليه وسلم (ان الله حرم على الارض) أى منعها و فيه مبالغة لطيفة (أجساد الانبياء) أى من أن تأكلها فان الانبياء فى قبورهم أحياء قال الطيبى فان قلت ما وجه الجواب بقوله ان الله حرم على الارض أجساد الانبياء فان المانع من العرض و السماع هو الموت و هو قائم قلت لا شك أن حفظ أجسادهم من ان ترم خرق للعادة المستمرة فكما أن الله تعالى يحفظها منه فكذلك يمكن من العرض عليهم و من الاستماع منهم صلوات الامة و يؤيده ما سيرد فى الحديث الثالث من الفصل الثالث فنبى الله حى يرزق اه قال السيد جمال الدين لا حاجة فى وجه مطابقة الجواب الى هذا التطويل فان قوله ان الله حرم الخ مقابل قوله فقد أرمت و أيضا فمحصل الجواب أن الانبياء أحياء فى قبورهم فيمكن لهم سماع صلاة من صلى عليهم تأمل تم كلامه فتأمل فى كلامه فان الذى ذكره أنه محصل الجواب هو خلاصة ما ذكره الطيبى من السؤال و الجواب غايته أنه على وجه التوضيح و الاطناب و أما قوله فان قوله ان الله حرم مقابل قوله و قد أرمت كلام حسن لا يحتاج الى بيان و هو أن الصحابة رضى الله عنهم سألوا بيان كيفية العرض بعد اعتقاد جواز أن العرض كائن لا محالة لقول الصادق فان صلاتكم معروضة على لكن حصل لهم الاشتباه أن العرض هل هو على الروح المجرد أو على المتصل بالجسد و حسبوا أن جسد النبى كجسد كل أحد فكفى فى الجواب ما قاله على وجه الصواب و أما على ما قدمه الطيبى فانما يفيد حصر العرض و السماع بعد الموت بالانبياء و ليس الامر كذلك فان سائر الاموات أيضا يسمعون السلام و الكلام و تعرض عليهم أعمال أقاربهم فى بعض الايام نعم ان الانبياء تكون حياتهم على الوجه الاكمل و يحصل لبعض وراثهم من الشهداء و الاولياء و العلماء الحظ الاوفى بحفظ أبدانهم الظاهرة بل بالتلذذ بالصلاة و القراءة و نحوهما فى قبورهم الطاهرة الى قيام الساعة الآخرة و هذه المسائل كلها ذكرها السيوطى فى كتاب شرح الصدور فى أحوال القبور بالاخبار الصحيحة و الآثار الصريحة قال ابن حجر و ما أفاده من ثبوت حياة الانبياء حياة بها يتعبدون و يصلون فى قبورهم مع استغنائهم عن الطعام و الشراب كالملائكة أمر لا مرية فيه و قد صنف البيهقى جزأ فى ذلك (رواه أبو داود و النسائى و ابن ماجه و الدارمى) قال ميرك و رواه ابن حبان فى صحيحه و الحاكم و صححه و زاد ابن حجر بقوله و قال صحيح على شرط البخارى و رواه ابن خزيمة فى صحيحه (و البيهقى فى الدعوات الكبير) قال النووى اسناده صحيح و قال المنذرى له علة دقيقة أشار اليها البخارى نقله ميرك قال ابن دحية انه صحيح بنقل العدل عن العدل و من قال انه منكر أو غريب لعلة خفية به فقد استروح

سنن النسائي

بشرح الحافظ جلال الدين السيوطي

"ت: ٩١١ هـ"

وحاشية الإمام السندي

"ت: ١١٣٨ هـ"

الجزء الثالث

حققه ورقمه ووضع فهارسه

مكتب تحقيق التراث الإسلامي

دار المعرفة

بيروت - لبنان

الْأَعْرَجُ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «خَيْرُ يَوْمٍ طَلَعَتْ فِيهِ الشَّمْسُ يَوْمُ الْجُمُعَةِ، فِيهِ خُلِقَ آدَمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ، وَفِيهِ أُدْخِلَ الْجَنَّةَ، وَفِيهِ أُخْرِجَ مِنْهَا».

(٥) إكثار الصلاة على النبي ﷺ يوم الجمعة

٣/٩١ ١٣٧٣ ـ أَخْبَرَنَا إِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ: حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ الْجُعْفِيُّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيدَ بْنِ جَابِرٍ، عَنْ

١٣٧٣ ـ أخرجه أبو داود في الصلاة، باب فضل يوم الجمعة وليلة الجمعة (الحديث ١٠٤٧)، وباب في الاستغفار (الحديث ١٥٣١) مختصراً. وأخرجه النسائي في الجمعة من الكبرى، الأمر بإكثار الصلاة على النبي صلى الله عليه وسلم في يوم الجمعة (الحديث ١٢). وأخرجه ابن ماجه في إقامة الصلاة والسنة فيها، باب في فضل الجمعة (الحديث ١٠٨٥)، وفي الجنائز، باب ذكر وفاته ودفنه صلى الله عليه وسلم (الحديث ١٦٣٦). تحفة الأشراف (١٧٣٦).

= خلق آدم الذي هو أصل البشر ومن ولده الأنبياء والأولياء والصالحون ومنها إخراجه من الجنة التي حصل عنده إظهار معرفة الله تعالى وعبادته في هذا النوع الآدمي مع احترامه ومخالفته ومنها موته الذي بعده وفي به أجره ووصل إلى مأمنه ورجع إلى المستقر الذي خرج منه ومن فهم هذه المعاني فهم فضيلة هذا اليوم وخصوصيته.

سندي ١٣٧٢ ـ قوله (خير يوم طلعت فيه الشمس يوم الجمعة) جملة طلعت صفة يوم للتنصيص على التعميم كما قالوا في قوله تعالى ﴿ولا طائر بجناحيه﴾ فإنَّ الشيء إذا وصف بصفة تعم جنسه يكون تنصيصاً على اعتبار استغراقه أفراد الجنس، قيل: هو خير أيام الأسبوع وأما بالنظر إلى أيام السنة فخيرها يوم عرفة (فيه خلق الخ) قيل: هذه القضايا ليست لذكر فضيلة لأن إخراج آدم وقيام الساعة لا يعد فضيلة، وقيل بل جميعها فضائل وخروج آدم سبب وجود الذرية من الرسل والأنبياء والأولياء والساعة سبب تعجيل جزاء الصالحين وموت آدم سبب لنيله إلى ما أعدَّ له من الكرامات.

سيوطي ١٣٧٣ ـ(وقد أرمت) بوزن ضربت، قال الخطابي: أصله أرممت أي صرت رميماً فحذفوا أحد الميمين كما قالوا في ظللت وأحسست ظلت وأحست.

سندي ١٣٧٣ ـ قوله (وفيه النفخة) أي الثانية (وفيه الصعقة) الصوت الهائل يفزع له الإنسان والمراد النفخة الأولى أو صعقة موسى عليه الصلاة والسلام وعلى هذا فالنفخة يحتمل الأولى أيضاً (فأكثروا عليَّ من الصلاة) فيه تفريع على كون الجمعة من أفضل الأيام. وقوله (فإن صلاتكم الخ) تعليل للتفريع أي هي معروضة عليَّ كعرض الهدايا على من أهديت إليه فهي من الأعمال الفاضلة ومقربة لكم إلى كما يقرب الهدية المهدي إلى المهدي إليه وإذا كانت بهذه المثابة فينبغي إكثارها في الأوقات الفاضلة فإن العمل الصالح يزيد فضلاً بواسطة فضل الوقت وعلى هذا لا حاجة إلى تقييد العرض بيوم الجمعة كما قيل (قالوا الخ) لا بد ههنا أولاً من تحقيق لفظ أرمت ثم النظر في السؤال والجواب وبيان انطباقهما، فأما أرمت فبفتح الراء كضربت أصله أرممت من أرم بتشديد الميم إذا صار رميماً فحذفوا إحدى الميمين كما في ظلت ولفظه إما على الخطاب أو الغيبة على أنه مستند إلى العظام وقيل من أرم بتخفيف الميم أي فني وكثيراً ما يُروى بتشديد الميم والخطاب، فقيل: هي لغة ناس من العرب وقيل بل خطأ والصواب سكون التاء لتأنيث العظام أو أرممت بفك الادغام وأما تحقيق السؤال فوجهه أنهم فهموا عموم الخطاب في قوله: فإن صلاتكم معروضة للحاضرين ولمن يأتي بعده صلى الله تعالى عليه وسلم ورأوا أن الموت في الظاهر مانع عن السماع والعرض=

أَبِي الْأَشْعَثِ الصَّنْعَانِيِّ، عَنْ أَوْسِ بْنِ أَوْسٍ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «إِنَّ مِنْ أَفْضَلِ أَيَّامِكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فِيهِ خُلِقَ آدمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ، وَفِيهِ قُبِضَ، وَفِيهِ النَّفْخَةُ، وَفِيهِ الصَّعْقَةُ، فَأَكْثِرُوا عَلَيَّ مِنَ الصَّلَاةِ، فَإِنَّ
٣/٠ صَلَاتَكُمْ مَعْرُوضَةٌ عَلَيَّ، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ وَكَيْفَ[1] تُعْرَضُ صَلَاتُنَا عَلَيْكَ وَقَدْ أَرَمْتَ؟ أَيْ يَقُولُونَ: قَدْ بَلِيتَ؟ قَالَ: إِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ قَدْ حَرَّمَ عَلَى الْأَرْضِ أَنْ تَأْكُلَ أَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ».

(٦) باب الأمر بالسواك يوم الجمعة

١٣٧٤ ـ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحرِثِ أَنَّ سَعِيدَ بْنَ أَبِي هِلَالٍ

١٣٧٤ ـ أخرجه مسلم في الجمعة، باب الطيب والسواك يوم الجمعة (الحديث٧). وأخرجه أبو داود في الطهارة، باب في الغسل يوم الجمعة (الحديث ٣٤٤). وأخرجه النسائي في الجمعة، باب الهيأة للجمعة (الحديث ١٣٨٢)، وفي الجمعة من الكبرى، السواك يوم الجمعة (الحديث ١٣)، والهيئة للجمعة (الحديث ٣٤). ـ والحديث عزاه المزي في تحفة الأشراف للبخاري (٨٨٠ تعليقاً) عقيب حديث شعبة عن أبي بكر بن المنكدر عن عمرو بن سليم عن أبي سعيد ـ ورواه الليث عن خالد عن ابن أبي هلال عن أبي بكر بن المنكدر عن عمرو بن سليم، عن عبد الرحمن بن أبي سعيد عن ابيه به. وتعقبه الحافظ في الفتح (٢/ ٣٦٥) بقوله: لم أقف على هذا التعليق في شيء من النسخ التي وقعت لنا من الصحيح، ولا ذكره أبو مسعود ولا خلف. تحفة الأشراف (٤١١٦).

= فسألوا عن كيفية عرض صلاة من يصلي بعد الموت وعلى هذا فقولهم وقد أرمت كناية عن الموت والجواب بقوله صلى الله تعالى عليه وسلم: إنَّ الله حرم الخ كناية عن كون الأنبياء أحياء في قبورهم أو بيان لما هو خرق للعادة المستمرة ويحتمل أن المانع من العرض عندهم فناء البدن لا مجرد الموت ومفارقة الروح البدن لجواز عود الروح إلى البدن ما دام سالماً عن التغيير الكثير فأشار صلى الله تعالى عليه وسلم إلى بقاء بدن الأنبياء عليهم الصلاة والسلام وهذا هو ظاهر السؤال والجواب بقي أن السؤال منهم على هذا الوجه يشعر بأنهم ما علموا أن العرض على الروح المجرد ممكن فينبغي أن يبين لهم النبي صلى الله تعالى عليه وسلم أنه يمكن العرض على الروح المجرد ليعلموا ذلك ويمكن الجواب عن ذلك بأن سؤالهم يقتضي أمرين مساواة الأنبياء عليهم السلام وغيرهم بعد الموت وأن العرض لا يمكن على الروح المجرد والاعتقاد الأول أسوأ فأرشدهم صلى الله تعالى عليه وسلم بالجواب إلى ما يزيله وأخر ما يزيل الثاني إلى وقت يناسبه تدريجاً في التعليم والله تعالى أعلم. وقوله(بليت) بفتح الباء أي صرت بالياً عتيقاً.

سيوطي ١٣٧٤ ـ (ويمس) بفتح الميم على الأفصح (من الطيب ما قدر عليه) قال عياض: يحتمل إرادة التأكيد ليفعل ما أمكنه ويحتمل إرادة الكثرة والأول أظهر ويؤيده قوله (ولو من طيب المرأة) لأنه يكره استعماله للرجل وهو ما ظهر لونه وخفي ريحه فإباحته للرجل لأجل عدم غيره يدل على تأكيد[2] الأمر في ذلك.

سندي ١٣٧٤ ـ قوله (الغسل يوم الجمعة واجب) أي أمر مؤكد أو هو كان واجباً أول الأمر ثم نسخ وجوبه (على كل =

(١) سقط الحرف (و) من النسخة النظامية.

(٢) وقعت في نسختي النظامية ودهلي: (تأكد) بدلاً من: (تأكيد)

شرح سنن ابن ماجه

المسمّى

مرشد ذوي الحجا والحاجة إلى سنن ابن ماجه
والقول المكتفى على سنن المصطفى

جمع وتأليف
محمد الأمين بن عبد الله بن يوسف بن حسن الأرمي
العلوي الأثيوبي الهرري الكري البويطي
نزيل مكة المكرمة والمجاور بها والمدرس في دار الحديث الخيرية

مراجعة لجنة من العلماء
برئاسة
الأستاذ الدكتور هاشم محمد علي حسين مهدي
المستشار برابطة العالم الإسلامي سابقاً - مكة المكرمة

المجلد السابع

تتمة كتاب الأذان (٢)

دار المنهاج   دار طوق النجاة

فَقَالَ رَجُلٌ : يَا رَسُولَ ٱللهِ ؛ كَيْفَ تُعْرَضُ صَلَاتُنَا عَلَيْكَ وَقَدْ أَرَمْتَ ؟ ـ يَعْنِي : بَلِيتَ ـ فَقَالَ : « إِنَّ ٱللهَ حَرَّمَ عَلَى ٱلْأَرْضِ أَنْ تَأْكُلَ أَجْسَادَ ٱلْأَنْبِيَاءِ » .

بحضرته ، وقد جاءت أحاديث كثيرة في فضل الصلاة يوم الجمعة وليلتها وفضيلة الإكثار منها علىٰ سيد الأبرار . انتهىٰ من « العون » .

(**فقال رجل**) من الحاضرين لم أر من ذكر اسم هـٰذا الرجل : (**يا رسول الله ؛ كيف تُعرض صلاتنا عليك وقد أرمت ؟**) ـ بفتح الراء وسكون الميم وفتح التاء المخففة علىٰ وزن ضربت ـ جملة حالية ، ويُروىٰ بكسر الراء ، وفسره الراوي بقوله : (**يعني**) الرجل السائل بقوله : وقد أرمت بمعنىٰ : (**بليت**) ـ بفتح الباء وكسر اللام وسكون الياء وفتح التاء الفوقانية ـ أي : صرت بالياً قديماً ، ويُروىٰ بكسر الراء ؛ أي : بليت ، وقيل : على البناء للمفعول من الأرم وهو الأكل ؛ أي : صرت مأكولاً للأرض .

(**فقال**) رسول الله صلى الله عليه وسلم في جواب السائل : (**إن الله**) عز وجل (**حرم على الأرض أن تأكل أجساد الأنبياء**) أي : منعها من أن تأكلها ؛ فإن الأنبياء في قبورهم أحياء ، قال ابن حجر المكي : وما أفاده من ثبوت حياة الأنبياء حياة بها يتعبدون ويصلون في قبورهم مع استغنائهم عن الطعام والشراب كالملائكة . . أمر لا مرية فيه ، وقد صنف البيهقي في ذٰلك جزءاً .

وفي « النيل » بعد سرد الأحاديث في هـٰذا الباب ما نصه : وهـٰذه الأحاديث فيها مشروعية الإكثار من الصلاة على النبي صلى الله عليه وسلم يوم الجمعة ، وأنها تُعرض عليه صلى الله عليه وسلم ، وأنه حي في قبره ، وقد أخرج ابن ماجه بإسناد جيد أنه صلى الله عليه وسلم قال لأبي الدرداء : « إن الله عز وجل حرّم على الأرض أن تأكل أجساد الأنبياء » ، وفي رواية الطبراني : « وليس من عبد يصلي عليّ إلا بلغني صلاته » قلنا : وبعد وفاتك ؟ قال : « وبعد وفاتي ؛

إن الله عز وجل حرّم على الأرض أن تأكل أجساد الأنبياء » ، وقد ذهب جماعة من المحققين إلىٰ أن رسول الله صلى الله عليه وسلم حي بعد وفاته ، وأنه يسر بطاعات أمته ، وأن الأنبياء لا يبلون مع أن مطلق الإدراك كالعلم والسماع ثابت لسائر الموتىٰ .

وقد صح عن ابن عباس مرفوعاً : « وما من أحد يمر علىٰ قبر أخيه المؤمن » ، وفي رواية : « بقبر الرجل كان يعرفه في الدنيا ، فيسلّم عليه . . إلا عرفه ورد عليه » ، ولابن أبي الدنيا : « إذا مر الرجل بقبر يعرفه فيُسلِّم عليه . . رد عليه السلام وعرفه ، وإذا مر بقبر لا يعرفه . . رد عليه السلام » ، وصح أنه صلى الله عليه وسلم كان يخرج إلى البقيع لزيارة الموتىٰ ويُسلِّم عليهم ، وورد النص في كتاب الله في حق الشهداء أنهم أحياء يرزقون ، وأن الحياة فيهم متعلقة بالجسد ، فكيف بالأنبياء والمرسلين ؟! وقد ثبت في الحديث : « الأنبياء أحياء في قبورهم » رواه المنذري ، وصححه البيهقي ، وفي « صحيح مسلم » عن النبي صلى الله عليه وسلم قال : « مررت بموسىٰ ليلة أُسري بي عند الكثيب الأحمر ، وهو قائم يصلي في قبره » . انتهىٰ ، انتهىٰ من « العون » .

وهٰذا الحديث انفرد به ابن ماجه ، وكذا رواه أبو داوود والترمذي والنسائي وابن حبان والحاكم من حديث الحسين بن علي الجعفي عن أوس بن أوس .

فدرجته : أنه صحيح ؛ لصحة سنده ، وله شاهد من الحديث الذي أخرجه أبو داوود ومن ذكرنا بعده آنفاً ، وغرضه بسوقه : الاستشهاد به .

❀ ❀ ❀

ثم استشهد المؤلف رحمه الله تعالىٰ ثانياً لحديث أبي لبابة بحديث أبي هريرة رضي الله عنهما ، فقال :

فَتْحُ الوَدُودِ

فِي شَرْحِ سُنَنِ أَبِي دَاوُد

لخاتمة المحققين وعمدة المدققين العالم العامل الورع الكامل

الشَّيْخِ أَبِي الحَسَنِ السِّنْدِيِّ

رَحِمَهُ اللهُ تَعَالَى رَحْمَةَ الأَبْرَار .. آمِين

تحقيق

محمد زكي الخولي

الجزء الأوّل

مَكْتَبَةُ لِينَة
مصر - دمنهور
٠١٢٦٤٨٢٠٥٣

مكتبة أضواء المنار
السعودية - المدينة النبوية
٠٥٥٤٨٩٨٥٤٢

١٠٤٧ ـ حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيدَ بْنِ جَابِرٍ عَنْ أَبِي الأَشْعَثِ الصَّنْعَانِيِّ عَنْ أَوْسِ بْنِ أَوْسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّ مِنْ أَفْضَلِ أَيَّامِكُمْ يَوْمَ

١٠٤٧ ـ قوله: «**وفيه النفخة**» أي الثانية، و«**الصعقة**» الصوت الهائل يفزع له الإنسان، والمراد النفخة الأولى أو صعقة موسى عليه الصلاة والسلام، وعلى هذا فالنفخة تحتمل الأولى أيضًا. وقوله: «**فأكثروا عليَّ من الصلاة فيه**» تفريع على كون الجمعة من أفضل الأيام.

وقوله: «**فإن صلاتكم....**» إلخ تعليل للتفريع أي هي معروضة عليَّ كعرض الهدايا على من أهديت إليه فهي من الأعمال الفاضلة ومقربة لكم إليَّ كما تقرب الهدية المهدى إلى المهدي إليه، وإذا كانت بهذه المثابة فينبغي إكثارها في الأوقات الفاضلة فإن العمل الصالح يزيد فضلاً بواسطة فضل الوقت وعلى هذا لاحاجة إلى تقييد العرض بيوم الجمعة كما قيل، وقوله: «**قالوا...**» إلخ لابد هاهنا أولا من تحقيق لفظ «**أرمت**» ثم النظر في السؤال والجواب وبيان انطباقهما؛ فأما «أرمت» فبفتح الراء صلة أرممت من أرمَّ بتشديد الميم إذا صار رميماً فحذفوا إحدى الميمين كما في ظلت، ولفظه إما على الخطاب أو الغيبة على أنه مسند إلى العظام وكثيرًا ما روي بتشديد الميم والخطاب فقيل: هي لغة ناس من العرب وقيل: بل خطأ والصواب سكون التاء لتأنيث العظام، أو هي أرممت بفك الإدغام، وأما تحقيق السؤال فوجهه أنهم فهموا عموم الخطاب في قوله: «**فإن صلاتكم معروضة**» للحاضرين ولمن يأتي بعده صلى الله تعالى عليه وسلم ورأوا أن الموت في الظاهر مانع عن السماع والعرض فسألوا عن كيفية عرض صلاة من يصلي بعد الموت، وعلى هذا فقولهم: «**وقد أرمت**» كناية عن الموت، والجواب

الْجُمُعَةِ فِيهِ خُلِقَ آدَمُ وَفِيهِ قُبِضَ وَفِيهِ النَّفْخَةُ وَفِيهِ الصَّعْقَةُ فَأَكْثِرُوا عَلَيَّ» مِنَ الصَّلَاةِ فِيهِ فَإِنَّ صَلَاتَكُمْ مَعْرُوضَةٌ عَلَيَّ قَالَ قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ وَكَيْفَ تُعْرَضُ صَلَاتُنَا عَلَيْكَ وَقَدْ أَرِمْتَ يَقُولُونَ بَلِيتَ فَقَالَ: «إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ حَرَّمَ عَلَى الأَرْضِ أَجْسَادَ الأَنْبِيَاءِ».

باب الإجابة أية ساعة هي في يوم الجمعة

١٠٤٨ ـ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي عَمْرٌو يَعْنِي

بقوله صلى الله تعالى عليه وسلم: «إن الله تعالى حرم» إلخ كناية عن كون الأنبياء أحياء في قبورهم وبيان لما هو خرق للعادة المستمرة بطريق التمثيل أي ليجعلوه مقيساً عليه للعرض بعد الموت الذي هو خلاف العادة المستمرة، ويحتمل أن المانع من العرض عندهم فناء البدن لا مجرد الموت، ومفارقة الروح البدن لجواز عود الروح إلى البدن مادام سالماً عن التغيير الكثير، فأشار صلى الله تعالى عليه وسلم إلى بقاء بدن الأنبياء عليهم الصلاة والسلام وهذا هو ظاهر السؤال والجواب، بقي أن السؤال منهم على هذا الوجه يشعر بأنهم ماعلموا أن العرض على الروح المجرد ممكن، فينبغي أن يبين لهم النبي صلى الله تعالى عليه وسلم أنه يمكن العرض على الروح المجرد ليعلموا ذلك، ويمكن الجواب عن ذلك بأن السؤال لهم يقتضي أمرين: مساواة الأنبياء عليهم السلام وغيرهم بعد الموت، وأن العرض لا يمكن على الروح المجرد، والاعتقاد الأول أسوأ فأرشدهم صلى الله تعالى عليه وسلم بالجواب إلى ما يزيله، وآخر مايزيل الثاني إلى وقت يناسبه تدريجاً في التعليم والله تعالى أعلم.

[باب الإجابة أية ساعة هي في يوم الجمعة]

١٠٤٨ ـ قوله: «ثنتا عشرة» إلخ المراد هاهنا الساعة النجومية والمراد أنها في

لمعات التنقيح
في شرح
مشكاة المصابيح
للخطيب التبريزي (ت: ٧٤١هـ)

تأليف
العلامة المحدث عبد الحق الدهلوي
عبد الحق بن سيف الدين بن سعد الله البخاري الدهلوي الحنفي
المولود بدهلي في الهند سنة (٩٥٨هـ) والمتوفى بها سنة (١٠٥٢هـ)
رحمه الله تعالى

تحقيق وتعليق
الأستاذ الدكتور تقي الدين الندوي

طبع على نفقة سمو الشيخ
سلطان بن زايد آل نهيان
ممثل صاحب السمو رئيس دولة الإمارات العربية المتحدة

المجلد الثالث

دار النوادر

قَالَ: يَقُولُونَ: بَلِيتَ، قَالَ: «إِنَّ اللهَ حَرَّمَ عَلَى الأَرْضِ أَجْسَادَ الأَنْبِيَاءِ». رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَهْ وَالدَّارِمِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ فِي «الدَّعْوَاتِ الْكَبِيرِ».

[د: ١٠٤٧، ن: ١٣٧٤، جه: ١٠٨٥، دي: ١/ ٣٦٩، الدعوات الكبير: ٥٢٥].

١٣٦٢ ـ [٩] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «الْيَوْمُ الْمَوْعُودُ يَوْمُ الْقِيَامَةِ، وَالْيَوْمُ الْمَشْهُودُ يَوْمُ عَرَفَةَ، وَالشَّاهِدُ يَوْمُ الْجُمُعَةِ، وَمَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ وَلاَ غَرَبَتْ عَلَى يَوْمٍ أَفْضَلَ مِنْهُ، . . . .

كذا رووه، ولا أعرف وجهه، قاله في (مجمع البحار)(١).

وقوله: (قال) أي: قال الراوي: (يقولون) أي: يعنون، أي: الصحابة، من قولهم: أَرِمْتَ: بليت بفتح الباء وكسر اللام، وهذا الكلام من الراوي أدرجه لبيان معنى (أرمت)، وقد يجعل ضمير (قال) لرسول الله ﷺ و(يقولون) مقوله، أي: يزعمون أني بليت، قاله استبعاداً لقولهم، ولا يناسبه زيادة (قال) قبل قوله: (إن الله) إلا أن يكون تأكيداً.

وقوله: (إن الله حرم على الأرض أجساد الأنبياء) كناية عن حياتهم كما يأتي من حديث أبي الدرداء في (الفصل الثالث)، والمذهب أن الأنبياء أحياء حياة حقيقية دنياوية، وقد حققنا هذه المسألة في (تاريخ المدينة).

١٣٦٢ ـ [٩] (أبو هريرة) قوله: (اليوم الموعود يوم القيامة) لأن الله تعالى وعد الناس بإتيانه، أو لأنه وعد المؤمنين بعد إتيانه بنعيم الجنة، (واليوم المشهود يوم عرفة) لأن المؤمنين يشهدون ويحضرون فيه من الآفاق، وكذا تشهده الملائكة، (والشاهد يوم الجمعة)، وكأنه إنما سمى يوم عرفة مشهوداً ويوم الجمعة شاهداً؛ لأن الخلائق يذهبون إلى عرفة ويشهدون فيها، فكان مشهوداً، وفي يوم الجمعة هم على مكانهم، فكأن اليوم

---

(١) «مجمع البحار» (١/ ٦٨).

الأذكار

من كلام سيد الأبرار

تأليف

[illegible]

[illegible]

تحقيق وتخريج

[illegible]

[illegible]

« أَوْلَى النَّاسِ بي يومَ القيامةِ أكْثَرُهُمْ عليَّ صَلاةً »(١) قال الترمذي : حديث حسن . قال الترمذي : وفي الباب عن عبد الرحمن بن عوف ، وعامر بن ربيعة ، وعمار ، وأبي طلحة ، وأنس ، وأبي بن كعب، رضي الله عنهم (٢) .

وروينا في سنن أبي داود ، والنسائي ، وابن ماجه بالأسانيد الصحيحة (٣) عن أوس بن أوس رضي الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ: « إنَّ مِنْ أفْضَلِ أيَّامِكُمْ يَوْمَ الجُمُعَةِ ، فأكْثِرُوا عَلَيَّ مِنَ الصَّلاةِ فيهِ ، فإنَّ صلاتَكُمْ مَعْرُوضَةٌ عليَّ ، فقالوا: يارسول الله، وكيف تعرض صلاتنا عليك وقد أرَمْتَ ؟ قال: يقول بليت ، قال : إنَّ اللهَ حَرَّمَ على الأرْضِ أجْسادَ الأنْبِياءِ »(٤).

قلت : أرمت بفتح الراء وإسكان الميم وفتح التاء المخففة . قال الخطابي : أصله: أرممت ، فحذفوا إحدى الميمين، وهي لغة لبعض العرب، كما قالوا : ظلت أفعل كذا : أي ظللت ، في نظائر لذلك . وقال غيره : إنما هو أرَمَّت بفتح الراء والميم المشددة وإسكان التاء : أي : أرمَّت العظام ، وقيل : فيه أقوال أخر ، والله أعلم(٥) .

وروينا في «سنن أبي داود» في آخر كتاب الحجّ في باب زيارة القبور بالإسناد الصحيح ، عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ : « لا تَجْعَلُوا قَبْرِي عِيداً ، وَصَلُّوا عليَّ ، فإنَّ صَلاتَكُمْ تَبْلُغُنِي حيثُ كُنْتُمْ » (٦) .

وروينا فيه أيضاً بإسناد صحيح (٧) عن أبي هريرة أيضاً ، أن رسول الله ﷺ قال : « ما مِنْ أحَدٍ يُسَلِّمُ عليَّ إلا رَدَّ اللهُ عَلَيَّ رُوحي حتى أرُدَّ عليْهِ السلامَ » .

---

(١) والحديث رواه أيضاً ابن حبان في صحيحه رقم (٢٣٨٩) موارد . قال ابن علان في شرح الاذكار : قال السيوطي : قال ابن حبان : « أولى الناس بي » أي : أقربهم مني في القيامة ، قال : فيه بيان أن أولاهم به صلى الله عليه وسلم أهل الحديث ، إذ ليس من هذه الامة قوم أكثر صلاة عليه منهم ، وقال الخطيب البغدادي: قال لنا أبو نعيم : هذه منقبة شريفة يختص بها رواة الآثار ونقلتها، لانه لا يعرف لعصابة من العلماء من الصلاة على النبي صلى الله عليه وسلم أكثر مما يعرف لهذه العصابة نسخاً وذكراً ، وكذا قال غيره : في ذلك بشارة عظيمة لهم ، لانهم يصلون عليه صلى الله عليه وسلم قولاً وفعلاً نهاراً وليلاً وعند القراءة والصلاة ، فهم أكثر الناس صلاة، فأخرج الحافظ عن سفيان الثوري: لولم يكتب لصاحب الحديث فائدة إلا الصلاة على النبي صلى الله عليه وسلم فانه يصلي عليه مادام في الكتاب .

(٢) قول الترمذي: وفي الباب.. الخ، قاله عقب حديث أبي هريرة « من صلى علي صلاة صلى الله عليه عشراً » بعد حديث ابن مسعود .

(٣) قال ابن علان في «شرح الاذكار» : نظر فيه الحافظ بأنه يوهم أن للحديث في السنن الثلاثة طرقاً إلى أوس ، وليس كذلك كما عرفت ، إذ مداره عندهم وعند غيرهم على الجعفي تفرد به عن شيخه ، وكذا من نعرفه، وكأن الشيخ ـ يعني النووي ـ قصد بالاسانيد شيوخهم خاصة .

(٤) وهو حديث صحيح . (٥) وحكى فيه ابن دحية فتح الهمزة وكسر الراء .

(٦) قال الحافظ في «تخريج الاذكار» : حديث حسن.

(٧) قال الحافظ في «تخريج الاذكار» : وسنده حسن .

تفسير القرآن العظيم

للإمام الجليل الحافظ عماد الدين أبي الفداء
إسماعيل بن كثير الدمشقي
المتوفى سنة ٧٧٤ هـ

هذه الطبعة أول طبعة مقابلة على النسخة الأزهرية
وكذلك على نسخة كاملة بدار الكتب المصرية

تحقيق

مصطفى السيد محمد — محمد السيد رشاد
محمد فضل العجماوي — علي أحمد عبد الباقي
حسن عباس قطب

المجلد الحادي عشر

مكتبة أولاد الشيخ للتراث
٣٦ ش اليابان - عمرانية غربية - جيزة
ت : ٥٦٢٨٣١٨ - ٥٦١١٤٤٢

مؤسسة قرطبة
طباعة . نشر . توزيع
جيزة - ت : ٥٨١٥٠٢٧

الأشعث الصنعاني ، عن أوس بن أوس الثقفي - رضي الله عنه - قال : قال رسول الله صلىٰ الله عليه وسلم : « **من أفضل أيامكم يوم الجمعة ، فيه خلق آدم ، وفيه قبض ، وفيه النفخة ، وفيه الصعقة ، فأكثروا عليّ من الصلاة فيه ، فإن صلاتكم معروضة عليّ** » . قالوا : يا رسول الله ؛ وكيف تعرض عليك صلاتنا وقد أرمْتَ ؟ - يعني : وقد بليت - قال : « **إن الله حرم على الأرض أن تأكل أجساد الأنبياء** » .

ورواه أبو داود والنسائي وابن ماجة من حديث حسين بن على الجعفى . وقد صحح هذا الحديث ابنُ خزيمة ، وابن حبان ، والدارقطني ، والنووي في « الأذكار » .

(حديث آخر) قال أبو عبد الله بن ماجة (٢٦٢) : حدثنا عمرو بن سوّاد المصري ، حدثنا عبد الله ابن وهب ، عن عمرو بن الحارث ، عن سعيد[١] بن أبي هلال ، عن زيد بن أيمن ، عن عبادة بن نُسيّ ، عن أبي الدرداء قال : قال رسول الله صلىٰ الله عليه وسلم : « **أكثروا الصلاة عليّ يوم الجمعة ، فإنه مشهود تشهده الملائكة . وإن أحدًا لن يصلي عليّ إلا عرضت [عَلَيّ صلاته][٢] حتىٰ يفرغ منها** ». قال: قلت: وبعد الموت ؟ قال : « [**وبعد الموت**][٣] . **إن الله حرم على الأرض أن تأكل أجساد الأنبياء** » [فنبى الله حى يرزق][٤] . هذا حديث غريب[٥] من هذا الوجه وفيه انقطاع بين عبادة بن نسيّ وأبي الدرداء فإنه لم يدركه ، والله أعلم .

وقد روىٰ البيهقي(٢٦٣) من حديث أبي أمامة وابن مسعود ، عن النبي صلىٰ الله عليه وسلم في الأمر بالإكثار من الصلاة عليه ليلة الجمعة ويوم الجمعة ، ولكن في إسنادهما ضعف ، والله أعلم .

ورُوي مرسلًا عن الحسن البصرى فقال إسماعيل القاضي (٢٦٤) : حدثنا سليمان بن حرب ، حدثنا جرير بن حازم ، سمعت الحسنَ - هو البصري - يقول : قال رسول الله صلىٰ الله عليه وسلم : « **لا تأكل الأرض جسدَ من كَلَّمهُ روحُ القدس** » . مرسل حسن .

وقال الشافعي : أخبرنا إبراهيم بن محمد ، أخبرنا صفوان بن سليم أن النبي صلىٰ الله عليه

(٢٦٢) سنن ابن ماجة برقم (١٦٣٧) . وفيه أيضًا انقطاعصا آخر بين زيد وعبادة ، قاله البخاري .

(٢٦٣) السنن الكبرى للبيهقي (٢٤٩/٣) من حديث أبي أمامة ، رضي الله عنه ، ولم أجده عنده من حديث أبي مسعود وإنما هو من حديث أنس ، رضي الله عنه .

(٢٦٤) فضل الصلاة على النبي - صلى الله عليه وسلم - برقم (٢٣) .

[١] - في ز ، خ: « شعيب » .

[٢] - ما بين المعكوفتين في ز : « صلاته عَلَيّ » .

[٣] - ما بين المعكوفتين سقط من : ز .

[٤] - ما بين المعكوفتين سقط من : خ ، ز .

[٥] - سقط من : خ ، ز .

فتح الباري

بشرح صحيح البخاري

للإمام أحمد بن علي بن حجر العسقلاني

موافقة لترقيم وتبويب

الشيخ/ محمد فؤاد عبد الباقي

مع تعليقات العلامة

عبد العزيز بن باز

مع:
١- ذكر أطراف الحديث في صحيح البخاري.
٢- بيان ما اتفق عليه الشيخان البخاري ومسلم.
٣- بيان من أخرج الحديث من أصحاب الكتب التسعة.
٤- بيان ما انفرد به البخاري عنهم.

اعتنى به

أبو عبد الله / محمود بن الجميل

الجزء السادس

مكتبة الصفا

٢٧٨٢- وأخرجه.

النظر كون الشهداء أحياء بنص القرآن، والأنبياء أفضل من الشهداء . ومن شواهد الحديث ما أخرجه أبو داود من حديث أبي هريرة رفعه وقال فيه: « وصلوا على فإن صلاتكم تبلغنى حيث كنتم » سنده صحيح ، وأخرجه أبو الشيخ فى « كتاب الثواب » بسند جيد بلفظ « من صلى على عند قبرى سمعته، ومن صلى على نائيًا بلغته » وعند أبى داود والنسائى وصححه ابن خزيمة وغيره عن أوس بن أوس رفعه فى فضل يوم الجمعة «فأكثروا على من الصلاة فيه فإن صلاتكم معروضة على . قالوا يا رسول الله وكيف تعرض صلاتنا عليك وقد أرمت ؟ قال : إن الله حرم على الأرض أن تأكل أجساد الأنبياء» ومما يشكل على ما تقدم ما أخرجه أبو داود من وجه آخر عن أبى هريرة رفعه « ما من أحد يسلم على إلا رد الله على روحى حتى أرد عليه السلام » ورواته ثقات . ووجه الإشكال فيه أن ظاهره أن عود الروح إلى الجسد يقتضى انفصالها عنه وهو الموت ، وقد أجاب العلماء عن ذلك بأجوبة : أحدها أن المراد بقوله «رد الله على روحي» إن رد روحه كانت سابقة عقب دفنه لا أنها تعاد ثم تنزع ثم تعاد . الثانى سلمنا ، لكن ليس هو نزع موت بل لا مشقة فيه . الثالث أن المراد بالروح الملك الموكل بذلك . الرابع المراد بالروح النطق فتجوز فيه من جهة خطابنا بما نفهمه . الخامس أنه يستغرق فى أمور الملأ الأعلى ، فإذا سلم عليه رجع إليه فهمه ليجيب من سلم عليه . وقد استشكل ذلك من جهة أخرى ، وهو أنه يستلزم استغراق الزمان كله فى ذلك لاتصال الصلاة والسلام عليه فى أقطار الأرض ممن لا يحصى كثرة ، وأجيب بأن أمور الآخرة لا تدرك بالعقل ، وأحوال البرزخ أشبه بأحوال الآخرة والله أعلم .

قوله : (سبط الشعر) تقدم ما فيه .

قوله : (يهادى) أى يمشى متمايلا بينهما .

قوله : (ينطف) بكسر الطاء المهملة أى يقطر ومنه النطفة ؛ كذا قال الداودى ، وقال غيره النطفة الماء الصافى . وقوله « أو يهراق » هو شك من الراوى .

قوله : (أعور عينه اليمنى) كذا هو بالإضافة وعينه بالجر للأكثر وهو من إضافة الموصوف إلى صفته وهو جائز عند الكوفيين وتقديره عند البصريين عين صفحة وجهه اليمنى ، ورواه الأصيلى «عينه » بالرفع كأنه وقف على وصفه إنه أعور وابتدأ الخبر عن صفة عينه فقال « عينه كأنها كذا » وأبرز الضمير . وفيه نظر لأنه يصير كأنه قال عينه كأن عينه ، ويحتمل أن يكون رفع على البدل من الضمير فى أعور الراجع على الموصوف وهو بدل بعض من كل، وقال السهيلى : لا يجوز أن يرتفع بالصفة كما ترفع الصفة المشبهة باسم الفاعل لأن أعور لا يكون نعتًا إلا لمذكر ، ويجوز أن تكون عينه مرتفعة بالابتداء وما بعدها الخبر ، وقوله « كأن عنبة « طافية » بالنصب على اسم كأن والخبر مقدر محذوف تقديره كأن فى وجهه وشاهده قول الشاعر « إن محلا وإن مرتحلا » أى إن لنا محلا وإن لنا مرتحلا .

قوله : (كأن عنبة طافية) كذا للكشميهنى ولغيره « كأن عينه عنبة طافية » وقد تقدم ضبطه قبل .

قوله : (وأقرب الناس به شبهًا ابن قطن ، قال الزهرى) أى بالإسناد المذكور (رجل) أى ابن قطن (من خزاعة هلك فى الجاهلية) . قلت : اسمه عبد العزى بن قطن بن عمرو بن جندب بن سعيد

المستدرك

على الصحيحين

للإمام الحافظ أبي عبدالله محمد بن عبدالله الحاكم النيسابوري

نسخة محققة على ثلاثة أصول مخطوطة وبها زيادات

تحقيق وتقديم ودراسة

الدكتور محمود مطرجي

وبهامشه

١- كتاب تلخيص المستدرك

للامام شمس الدين الذهبي

٢- المستدرك على التلخيص

للامام سراج الدين ابن الملقن

الجزء الأول

الأحاديث: ١ - ١٦٤٢

قديمي كتب خانه
آرام باغ كراچی

قرثع، سمعت أبا علي القاري يقول: أردتُ أن أجمعَ مسانيد قرثع الضبّي، فإنه من زهاد التابعين، فلم يسند تمام العشرة.

١٠٥٧ ـ **حدّثنا** أبو العبّاس محمّد بن يعقوب، **حدّثنا** أبو جعفر أحمد بن عبد الحميد الحارثي، **ثنا** الحسين بن علي الجعفي، **ثنا** عبد الرَّحمٰن بن يزيد بن جابر، عن أبي الأشعث الصنعاني، عن أوس بن أوس الثقفي قال: قال لي رسول الله ﷺ: «إنَّ مِنْ أفضَلِ أيَّامِكُم يَوْمَ الجُمُعَةِ، فيهِ خُلِقَ آدَمُ، وفِيهِ قُبِضَ، وفِيْهِ النَّفْخَةُ، وفيهِ الصَّعْقَةُ، فأكْثِرُوا عليَّ مِنَ الصَّلوةِ فيهِ، فإنَّ صلاتَكُم معروضَةٌ عليَّ» قالوا: وكيفَ صلاتُنا تُعْرَضُ عليْكَ وقَدْ أرِمْتَ؟ فقال: «إنَّ الله عزَّ وجل قدْ حَرَّم على الأرْضِ أنْ تأكُلَ أجسَادَ الأنبيَاءِ». هذا حديث صحيح على شرط البخاري، ولم يخرجاه.

١٠٥٨ ـ **حدّثنا** أبو العبّاس محمّد بن يعقوب، أنبأ الربيع بن سليمان، أنبأ الشافعي، أنبأ مالك. **وحدّثنا** أبو بكر أحمد بن سلمان الفقيه، **ثنا** أحمد بن محمّد بن عيسى البرقي وإسماعيل بن إسحاق القاضي **قالا**: **ثنا** القعنبي، عن مالك. **وأخبرنا** أحمد بن جعفر القطيعي، **ثنا** عبد الله بن أحمد بن حنبل، **حدّثني** أبي، **ثنا** عبد الرَّحمٰن، عن مالك، عن يزيد بن عبد الله بن الهاد، عن محمّد بن إبراهيم التيمي، عن أبي سلمة بن عبد الرَّحمٰن، عن أبي هريرة قال: قال رسولُ الله ﷺ: «خَيْرُ يَوْمٍ طَلَعَتْ فيهِ الشَّمْسُ يومُ الجُمُعةِ، فيه خُلِقَ آدَمُ، وفيه أُهْبِطَ، وفيه تِيْبَ عليهِ، وفيهِ ماتَ، وفيهِ تقومُ السَّاعةُ، وما مِنْ دابَّةٍ إلا وهيَ مُصيخَةٌ[(١)] يومَ الجمعةِ مِنْ حين يُصْبِحُ حتَّى تَطْلَع الشَّمْسُ شفقاً مِنَ السَّاعةِ، إلا الجنَّ والإنس، وفيها ساعةٌ لا يصادِفُها عَبْدٌ مسلِمٌ وهو يصلِّي يسألُ الله شيئاً إلا أعْطَاهُ إيَّاهُ» قال كعب: [كيف][(٢)] ذلكَ؟ في كلّ سَنَةٍ يوم؟ فقلتُ: بل في كلّ جمعةٍ قال: فقرأ كعبُ التوراةَ فقال: صدقَ رسولُ الله ﷺ قال أبو هريرة: ثم لقيْتُ عبدَ الله بن سلام فحدَّثْتُه بمجلِسِيْ مع كعبٍ، فقال عبدُ الله بن سلام: قَدْ علمْتُ أيَّةَ ساعَةٍ هي؟ قال أبو هريرة: فقلتُ لهُ: فأخْبِرْني بها، فقال عبدُ الله بنُ سلام: هي آخِرُ ساعَةٍ في يوم الجمُعةِ فقلت: كيفَ هي آخرُ ساعةٍ في يوم الجمعةِ وقد قالَ رسولُ الله ﷺ: «لا يصادِفُها عَبْدٌ مُسْلِمٌ، وهو يصلي» وتلكَ السَّاعةُ لا يُصَلَّى فيها؟ فقال عبد الله بن سلام: ألَمْ يَقُلْ رسولُ الله ﷺ: «مَنْ جَلَسَ مجلِساً ينتظِرُ الصَّلوةَ فهوَ في صَلوةٍ حتَّى يُصَلِّي»؟.

هذا حديث صحيح على شرط الشيخين ولم يخرجاه، إنما اتفقا على أحرف من أوّله في

[١٠٥٧] وافقه الذهبي في التلخيص: على شرط البخاري.

[١٠٥٨] قال الذهبي في التلخيص: على شرطهما. وأخرجا منه من حديث الأعرج عن أبي هريرة.

(١) مصيخة: أي منصتة ومستمعة.

(٢) ما بين معقوفتين مثبت من المخطوطة، وقد سقط من المطبوعة.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

القول البديع

في الصلاة على الحبيب الشفيع

(صلى الله عليه وسلم)

للإمام الحافظ المؤرخ محمد بن عبد الرحمن السخاوي
ولد سنة ٨٣١هـ - وتوفي سنة ٩٠٢هـ
رحمه الله تعالى

النص الكامل

قابله بأصل مصنفه وبأربعة أصول أخرى

محمد عوامة

المكتبة المعروفية
کاسی روڈ شالدہ کوئٹہ پاکستان

وعنه أيضًا رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: «لُقِّن السَّمعَ ثلاثةٌ: فالجنة تسمع، والنار تسمع، وملَك عند رأسي يسمع، فإذا قال عبدٌ من أمتي كائنًا من كان: اللهم إني أسألك الجنة، قالت الجنة: اللهم أسكنه إياي، وإذا قال عبدٌ من أمتي كائنًا من كان: اللهم أجرني من النار، قالت النار: اللهم أجره مني، وإذا سلّم عليّ رجلٌ من أمتي قال الملك الذي عند رأسي: يا محمد! هذا فلانٌ يسلِّم عليك فرُدَّ عليه السلام، ومن صلى عليَّ صلاةً صلى الله عليه وملائكته عشرًا، ومن صلى عليَّ عشرًا، صلى الله عليه وملائكته مئةً، ومن صلى عليَّ مئة صلى الله عليه وملائكته ألف صلاةٍ ولم يَمَسَّ جسدَه النار» أخرجه ابن بَشْكُوال بسندٍ لا يصح.

وعن أوس بن أوس رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: «مِن أفضلِ أيامكم يومُ الجمعة، فيه خُلِقَ آدم، وفيه قُبِض، وفيه النَّفخة، وفيه الصَّعقة، فأكثروا عليَّ من الصلاة فيه، فإن صلاتكم معروضة عليَّ» قالوا: يا رسول الله! وكيف تُعرض صلاتُنا عليك وقد أرِمتَ؟! ـ يعني: بَليت[1] ـ قال: «إن الله عز وجل حرَّم على الأرض أن تأكل أجساد الأنبياء».

رواه أحمد في «مسنده»، وابن أبي عاصم في «الصلاة» له، والبيهقي في «حياة الأنبياء» و«شُعب الإيمان» وغيرِهما من تصانيفه، وأبو داود والنسائي وابن ماجه في سننهم، والطبراني في «معجمه»، وابن حبان وابن خزيمة والحاكم في صحاحهم، وقال: هذا حديث صحيح على شرط البخاري ولم يخرجاه، وكذا صححه النووي في «الأذكار»[2] وقال الحافظ عبد الغني: إنه حسن صحيح، وقال المنذري: إنه حسن، وقال ابن دِحية: إنه صحيح محفوظ بنقل العدل عن العدل، في كلام له، فيه تطويل وتهويل.

---

(١) وينظر ص٣٤٥ الآتية.

(٢) انظره بشرحه لابن علاّن ٣: ٣٠٩.

التذكرة

في أحوال الموتى وأمور الآخرة

تأليف
شمس الدين أبي عبد الله محمد بن أحمد بن أبي بكر بن فرح
الأنصاري القرطبي
المتوفى سنة ٦٧١هـ

حققه وخرج أحاديثه وعلق عليه
فواز أحمد زمرلي

منشورات
عبد التواب شيخ صابر

المكتبة المعروفية
كاسی روڈ شالدره کوئٹہ پاکستان

وروي عن النبي ﷺ: «المؤذن المحتسب كالمتشحط في دمه قتيلاً. وإن مات لم يدوّد في قبره»[1] وظاهر هذا: أن المؤمن المحتسب لا تأكله الأرض أيضاً.

وخرّج أبو داود وابن ماجه في سننهما عن أوس بن أوس قال: قال رسول الله ﷺ: «إن أفضل أيامكم يوم الجمعة. فيه خلق آدم. وفيه قبض. وفيه النفخة. وفيه الصعقة، فأكثروا عليّ من الصلاة فيه. فإن صلاتكم معروضة عليّ» قالوا: يا رسول الله وكيف تعرض صلاتنا عليك وقد أرمت؟ - يقولون بليت - فقال: «إن الله عز وجل حرّم على الأرض أن تأكل أجساد الأنبياء»[2] لفظ أبي داود وقال ابن العربي حديث حسن.

قلت: وخرّجه أبو بكر البزار عن شداد بن أوس، واتفقوا في السند، عن حسين بن علي، عن عبد الرحمن بن يزيد بن جابر، عن أبي الأشعث الصنعاني فقال، عن أوس بن أوس أو عن شداد بن أوس، وقال البزار: لا يعلم أحداً يرويه بهذا اللفظ إلا شداد بن أوس، ولا نعلم له طريقاً غير هذا الطريق، عن شداد بن أوس، ولا رواه إلا حسين بن علي الجعفي، وقال أبو محمد عبد الحق، ويقال: إن عبد الرحمن هذا هو ابن يزيد بن تميم. قاله البخاري وأبو حاتم وهو منكر الحديث ضعيفه.

قلت: وقد خرّجه ابن ماجه من غير هذا الطريق فقال: حدثنا عمرو بن سواد المصري، حدثنا عبد الله بن وهب عن عمرو بن الحارث، عن سعيد بن أبي هلال، عن زيد بن أيمن عن عبادة بن نسي، عن أبي الدرداء، قال: قال رسول الله ﷺ: «أكثروا عليّ الصلاة يوم الجمعة، فإنه مشهود تشهده الملائكة وإن أحداً لن يصلي عليّ إلا عرضت عليّ صلاته حتى يفرغ منها» قال قلت: وبعد الموت؟ قال: وبعد الموت إن الله حرّم على الأرض أن تأكل أجساد الأنبياء»[3] فنبي الله حي يرزق ﷺ. ورواه أبو جعفر الطبري في (تهذيب الآثار) من حديث سعيد بن أبي هلال، عن زيد بن أيمن عن عبادة بن نسي عن أبي الدرداء. قال أبو محمد عبد الحق: وزيد بن أيمن لا أعلم رواه عنه إلا سعيد بن هلال. قال المؤلف: قال البخاري في التاريخ: زيد بن أيمن عن عبادة بن نسي مرسل روى عنه سعيد بن أبي هلال. والله أعلم.

---

(١) عزاه السيوطي في الجامع الصغير ٦/ ٢٥٠ للطبراني عن ابن عمرو. قال في فيض القدير ٦/ ٢٥٠: «ضعفه المنذري. وقال الهيثمي: فيه إبراهيم بن رستم ضعفه ابن عدي، ووثقه غيره، وفيه أيضاً من لا يعرف ترجمته انتهى. وأقول - أي المناوي -: فيه أيضاً سالم الأفطس. قال ابن حبان: يقلب الأخبار ويتفرد بالمعضلات». وقال الألباني في ضعيف الجامع ٦/ ٣: «ضعيف» اهـ.

(٢) رواه أبو داود (١٥٣١) والنسائي (١٣٧٦) وابن ماجه (١٠٨٥) والدارمي (١٥٧٢) وأحمد ٤/ ٨.

(٣) رواه ابن ماجه (١٦٣٧) قال في مصباح الزجاجة ٢/ ٥٩: «هذا إسناد رجاله ثقات، إلا أنه منقطع في موضعين عبادة بن نسيء روايته عن أبي الدرداء مرسلة، قاله العلاء؛ وزيد بن أيمن عن عبادة بن نسيء مرسلة، قاله البخاري» اهـ. وقال الألباني في ضعيف الجامع ١/ ٣٤١: «ضعيف» اهـ.

احادیث مبارکہ دلیل نمبر 5

﴿ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ إِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴾
(٢ / سورة البقرة / الآية ١٢٩)

سُنَن

الحَافِظِ أَبِي عَبْدِاللهِ مُحَمَّدِ بْنِ يَزِيدَ القَزْوِينِيّ

ابْنِ مَاجَة

٢٠٧ — ٢٧٥ هـ

الجُزْءُ الأَوَّل

حقق نصوصه ، ورقم كتبه ،
وأبوابه ، وأحاديثه ، وعلق عليه
محمد فؤاد عبد الباقي

فيصل عيسى البابي الحلبي
مطبعة دار احياء الكتب العربية

أُمِّ أَيْمَنَ نَزُورُهَا كَمَا كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَزُورُهَا . قَالَ ، فَلَمَّا انْتَهَيْنَا إِلَيْهَا بَكَتْ . فَقَالَا لَهَا: مَا يُبْكِيكِ؟ فَمَا عِنْدَ اللهِ خَيْرٌ لِرَسُولِهِ . قَالَتْ : إِنِّي لَأَعْلَمُ أَنَّ مَا عِنْدَ اللهِ خَيْرٌ لِرَسُولِهِ . وَلٰكِنْ أَبْكِي لِأَنَّ الْوَحْيَ قَدِ انْقَطَعَ مِنَ السَّمَاءِ . قَالَ ، فَهَيَّجَتْهُمَا عَلَى الْبُكَاءِ ، فَجَعَلَا يَبْكِيَانِ مَعَهَا .

في الزوائد : إسناده صحيح على شرط الشيخين ، فقد احتجا بجميع رواته.

* * *

١٦٣٦ — حدثنا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ . ثنا الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيدَ ابْنِ جَابِرٍ ، عَنْ أَبِي الْأَشْعَثِ الصَّنْعَانِيِّ ، عَنْ أَوْسِ بْنِ أَوْسٍ ؛ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ « إِنَّ مِنْ أَفْضَلِ أَيَّامِكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ . فِيهِ خُلِقَ آدَمُ . وَفِيهِ النَّفْخَةُ . وَفِيهِ الصَّعْقَةُ . فَأَكْثِرُوا عَلَيَّ مِنَ الصَّلَاةِ فِيهِ ، فَإِنَّ صَلَاتَكُمْ مَعْرُوضَةٌ عَلَيَّ » ، فَقَالَ رَجُلٌ : يَا رَسُولَ اللهِ ! كَيْفَ تُعْرَضُ صَلَاتُنَا عَلَيْكَ وَقَدْ أَرِمْتَ؟ يَعْنِي بَلِيتَ . فَقَالَ « إِنَّ اللهَ حَرَّمَ عَلَى الْأَرْضِ أَنْ تَأْكُلَ أَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ » .

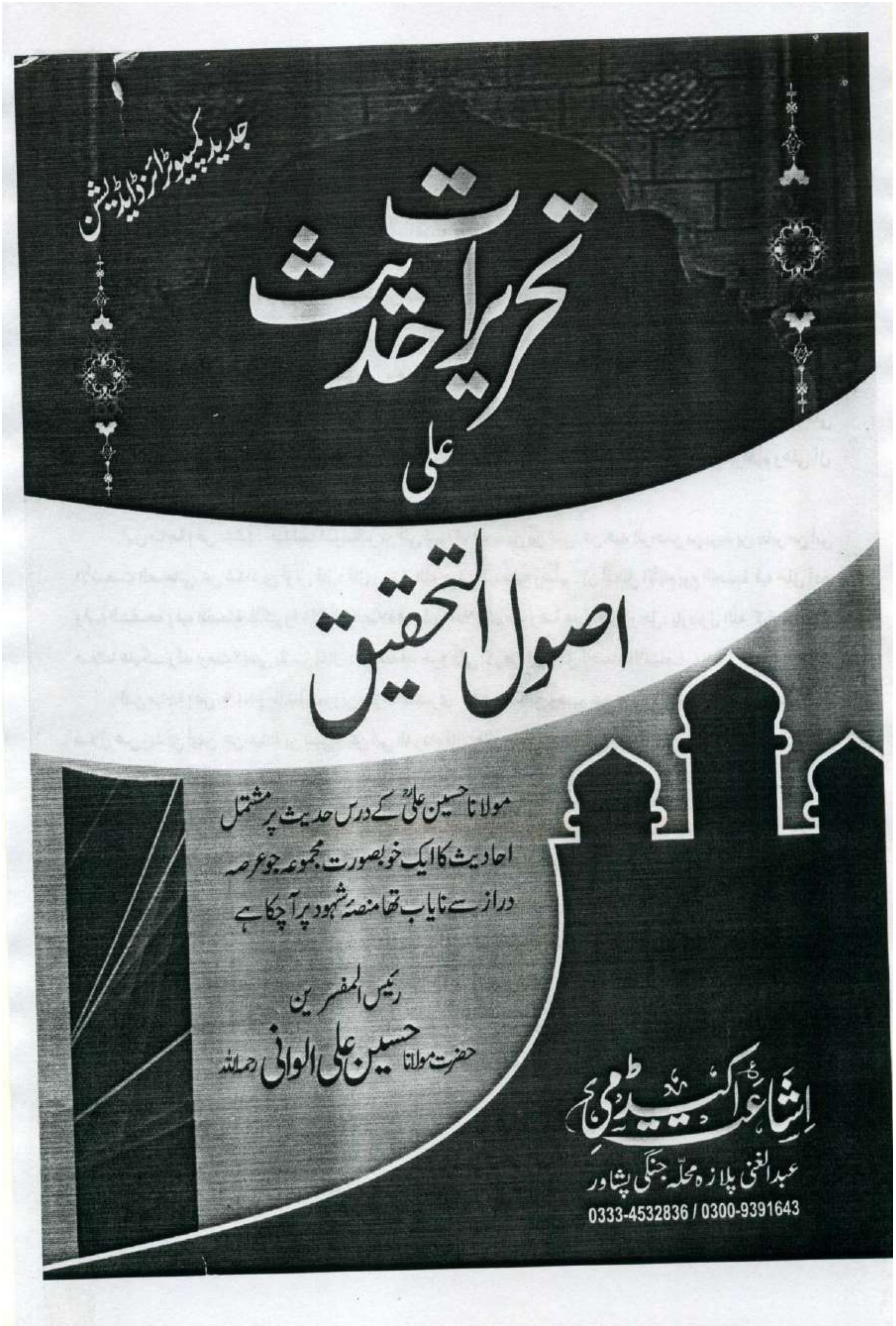
* * *

١٦٣٧ — حدثنا عَمْرُو بْنُ سَوَّادٍ الْمِصْرِيُّ . ثنا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ ، عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحٰرِثِ ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي هِلَالٍ ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَيْمَنَ ، عَنْ عُبَادَةَ بْنِ نُسَيٍّ ، عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ ؛ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ « أَكْثِرُوا الصَّلَاةَ عَلَيَّ يَوْمَ الْجُمُعَةِ . فَإِنَّهُ مَشْهُودٌ تَشْهَدُهُ الْمَلَائِكَةُ . وَإِنَّ أَحَدًا لَنْ يُصَلِّيَ عَلَيَّ إِلَّا عُرِضَتْ عَلَيَّ صَلَاتُهُ حَتَّى يَفْرُغَ مِنْهَا » قَالَ قُلْتُ : وَبَعْدَ الْمَوْتِ؟ قَالَ « وَبَعْدَ الْمَوْتِ . إِنَّ اللهَ حَرَّمَ عَلَى الْأَرْضِ أَنْ تَأْكُلَ أَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ . فَنَبِيُّ اللهِ حَيٌّ يُرْزَقُ » .

في الزوائد : هذا الحديث صحيح إلا أنه منقطع في موضعين . لأن عبادة ، روايته عن أبي الدرداء مرسلة ، قاله العلاء . وزيد بن أيمن عن عبادة مرسلة ، قاله البخاري .

١٦٣٥ — (فهيجتهما على البكاء) أي صارت لهما سبباً للبكاء .

١٦٣٦ — (أرمتَ) أي بليتَ .


جدید کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن
تحریرات حدیث
علی
اصول التحقیق
مولانا حسین علیؒ کے درس حدیث پر مشتمل
احادیث کا ایک خوبصورت مجموعہ جو عرصہ
دراز سے نایاب تھا منصۂ شہود پر آچکا ہے
رئیس المفسرین
حضرت مولانا حسین علی الوانی رحمہ اللہ
اشاعت اکیڈمی
عبدالغنی پلازہ محلہ جنگی پشاور
0333-4532836 / 0300-9391643

حدثنا وكيع وعبدالرزاق عن سفيان عن عبدالله بن السائب عن زاذان عن عبدالله قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : إن لله ملائكة سياحين في الإرض يبلغوني من أمتي السلام.

النسائي [ص: ٨٩] ابن ماجة [٦٥] : حدثنا الحسين بن بيان ثنا زياد بن عبد الله ثنا المسعودي عن عون ابن عبدالله عن أبي فاختة عن الأسود بن يزيد عن عبدالله بن مسعود قال: اذا صليتم على رسول الله صلى الله عليه وسلم فاحسنوا الصلاة عليه فإنكم لا تدرون لعل ذلك يعرض عليه قال : فقالوا : فعلمنا قال : قوله: اللّهم اجعل صلواتك ورحمتك وبركاتك على سيد المرسلين وإمام المتقين وخاتم النبيين محمد عبدك ورسولك امام الخير وقائد الخير و رسول الرحمة اللّهم ابعثه مقاما محمودا يغبط به الأولون والآخرون .اللّهم صلى على محمد وعلى آل محمد كما صليت على إبراهيم وعلى آل ابراهيم انك حميد مجيد اللّهم بارك على محمد وعلى آل محمد كماباركت على ابراهيم وعلى آل إبراهيم انك حميد مجيد.

ابن ماجة [ص:٧٧] : حدثنا ابوبكر بن أبي شيبة ثنا الحسين بن علي عن عبد الرحمن بن يزيد بن جابر عن أبي الأشعث الصنعاني عن شداد بن أوس قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : إن أفضل الأيام يوم الجمعة فيه خلق آدم وفيه النفخة وفيه الصعقة فأكثروا عليَّ من الصلاة فيه فان صلاتكم معروضة عليَّ فقال رجل: يارسول الله كيف تعرض صلاتنا عليك وقد ارمت؟ يعني بليت فقال : ان الله قد حرم على الارض ان تأكل أجساد الانبياء.

ابن ماجة [ص. ١١٩] حدثنا عمروبن سواد المصرى ثنا عبدالله بن وهب عن عمروبن الحارث عن سعيد بن أبي هلال عن زيد بن أيمن عن عبادة بن نسيء عن أبي الدرداء قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : أكثروا الصلاة عليَّ يوم الجمعة فانه مشهود تشهده الملائكة ان واحدا لن يصلي علي إلا عرضت على صلاته حين يفرغ منها قال: قلت: وبعد الموت قال: وبعد الموت إن الله حرم على الأرض أن تأكل أجساد الأنبياء فنبي الله حي يرزق وقد صنف السيوطي رسالة إنباء الأذكياء في حياة الأنبياء وبين فيها مسالك العلماء في بيان حديث رد الله على روحي حتى أرد عليه السلام. والأوجه لك أن تفوض إلى الله تعالىٰ ماهية تلك الأمور لم يتيقن لفظ رسول الله صلى الله عليه وسلم أى هو؟ نصلي على النبي صلى الله عليه وسلم صلاة كثيرة دائما وفي هذا بحث لم أرمنا سبا أن أذكره الآن وإن وفقني الله تعالىٰ احرره في أوراق عليحدة إن شاء ربي عزو جل حررته في كتابي المسمى بتضحية.

قال أبوداود: باب قبلة الجسد قوله: عن أسيد بن حضير رجل من الأنصار: قال: بينما إلخ رجل مبتدأ قال خبره والجملة من المبتدأ والخبر هو مروى أسيد هذا ماقاله سيدنا وشيخنا رحمه الله تعالىٰ وجزاء عنا أفضل جزاء وأتمه وأدومه ورحمة فوق مانتمنى ويتمى وإيانه معه آمين يارب العالمين فيرحم الله عبدا قال آمينا سبحانك اللّهم وبحمدك أشهد أن لا إله إلا أنت أستغفرك وأتوب إليك ثلاثا.

قوله: نزع رجل لم يعمل خيرا قط غصن شوك فأماطه عن الطريق فشكر الله له هي والله اعلم اعطاه توفيق

کتاب السراج المنیر شرح الجامع الصغیر
فی حدیث البشیر النذیر للعالم العلامہ
الشیخ علی بن الشیخ احمد بن الشیخ
نور الدین بن محمد بن الشیخ
ابراہیم الشہیر بالعزیزی
تغمدہ اللہ برحمتہ
آمین
٢م

(٢٨٢)

ای نقصوا بذکرہ لذاتکم حتی ینقطع رکونکم الیہا فتقبلوا علی اللہ (فانہ) ای الاکثار منہ (لا یکون فی کثیر) ای من الامل والدنیا (الا قللہ) ای صیرہ قلیلا (ولا فی قلیل) ای من العمل (الا اجزلہ) ای صیرہ جزیلا عظیما (ھب) عن ابن عمر بن الخطاب رمز المؤلف لحسنہ ٥ (اکثروا ذکر ھاذم اللذات) بالذال المعجمۃ ای قاطع (فانہ لم یذکرہ احد فی ضیق من العیش الا وسعہ علیہ) لانہ اذا ذکرہ قل املہ واذا قل املہ قنع بالیسیر (ولا ذکرہ فی سعۃ) ای من الدنیا (الا ضیقہا علیہ) لان ذکرہ مکدر اللذات کما تقدم قال الغزالی وللعارف فی ذکرہ فائدتان النفرۃ عن الدنیا والثانیۃ الشوق الی لقاء اللہ ولا یجز الی اقبال الخلق علی الدنیا الا قلۃ التفکر فی الموت (حب ھب) عن ابی ھریرۃ البزار عن انس وھو حدیث صحیح ٥ (اکثروا ذکر الموت فانہ یمحص الذنوب) ای یزیلہا (ویزھد فی الدنیا فان ذکرتموہ عند الغنی) بکسر ففتح (ھدمہ) لانہ قاطع کل لذۃ (وان ذکرتموہ عند الفقر ارضاکم بعیشکم) لما تقدم (ابن ابی الدنیا عن انس) واسنادہ ضعیف ٥ (اکثروا الصلاۃ علی فی اللیلۃ الغراء) ای النیرۃ المشرقۃ (والیوم الازھر) ای المضیء ای لیلۃ الجمعۃ ویومہا کذا جاء مفسرا فی الحدیث قال المناوی وقدم اللیلۃ لسبقہا فی الوجود ووصفہا بالغراء لکثرۃ نزول الملائکۃ فیہا الی الارض لانہم انوار والیوم بالازھر لانہ افضل ایام الاسبوع (فان صلاتکم تعرض علی) وکفی بالعبد شرفا وفخرا أن یذکر اسمہ بین یدیہ صلی اللہ علیہ وسلم (ھب) عن ابی ھریرۃ (عد) عن انس بن مالک (ص) عن الحسن البصری (وخالد بن معدان) بفتح المیم وسکون العین المھملۃ قال المناوی ورواہ الطبرانی عن ابی ھریرۃ وبتعدد طرقہ صار حسنا ٥ (اکثروا من الصلاۃ علی یوم الجمعۃ فانہ یوم مشہود تشھدہ الملائکۃ) ای تحضرہ فتقف علی ابواب المساجد یکتبون الاول فالاول ویصافحون المصلین ویستغفرون لہم (وان احدا لن یصلی علی الا عرضت علی صلاتہ حین یفرغ منہا) تتمۃ کما فی الکبیر قال ابو الدرداء قلت وبعد الموت یا رسول اللہ قال وبعد الموت ان اللہ حرم علی الارض أن تاکل اجساد الانبیاء فنبی اللہ حی یرزق والوارد فی الصلاۃ علیہ الفاظ کثیرۃ وأشھرہا اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد کما صلیت علی ابراھیم قال ابو طالب المکی واقل ذلک أی الاکثار ثلاثمائۃ مرۃ (٥) عن ابی الدرداء ورجالہ ثقات ٥ (اکثروا من الصلاۃ علی فی کل یوم جمعۃ فان صلاۃ امتی) ای امۃ الاجابۃ (تعرض علی فی کل یوم جمعۃ فمن کان اکثرھم علی صلاۃ کان اقربھم منی منزلۃ) قال المناوی وما تقدم من مطلق العرض محمول علی ھذا المقید أو أن ھذا عرض خاص (ھب) عن ابی امامۃ رضی اللہ عنہ ٥ (اکثروا من الصلاۃ علی فی یوم الجمعۃ ولیلۃ الجمعۃ فمن فعل ذلک کنت لہ شہیدا أو شافعا) وفی نسخۃ شہیدا وشافعا بالواو بدل أو (یوم القیامۃ) قال المناوی انما خص یوم الجمعۃ ولیلۃ الجمعۃ لان یوم الجمعۃ سید الایام والمصطفی سید الانام فللصلاۃ علیہ فیہ مزیۃ (ھب) عن انس ویؤخذ من کلام المناوی

لنہ

مرقاة المفاتيح

شرح

مشكوة المصابيح

للمحدث الشهير و الفقيه النبيل

علی بن سلطان محمد القاری رحمه الباری

المتوفی ١٠١٤ھ

الجزء الثانی

مكتبه امداديه ملتان
پاكستان

طينة أبيک آدم و فيها الصعقة و البعثة و فيها البطشة و فی آخر ثلاث ساعات منها ساعة من دعا الله فيها استجيب له رواه أحمد ★ و عن أبی الدرداء قال قال رسول الله صلی الله عليه وسلم أكثروا الصلاة على يوم الجمعة فانه مشهود يشهده الملائكة و ان أحدا لم يصل علیّ الا عرضت علیّ صلاته حتى يفرغ منها قال قلت و بعد الموت قال ان الله حرم على الارض أن تأكل أجساد الانبياء فنبی الله حی يرزق رواه ابن ماجه

(طينة أبيک آدم) ای الذی هو مجموعة العالم و الخطاب للقائل السائل (و فيها الصعقة) ای الصيحة الاولى التی بها يموت جميع أهل الدنيا (و البعثة) بكسر الباء و تفتح ای العفخة الثانية التی بها تحيا جميع الاجساد الفانية (و فيها البطشة) ای الاخذة الشديدة يوم القيامة الطامة التی للخلائق عامة و ما قيل انها القيامة فهو ضعيف لان التأسيس أولى من التاكيد قال الطيبی سئل عن سبب التسمية فاجاب بانه انما سمی بها لاجتماع الامور العظام فيها اه و لا يخفی أن فيما قدمناه أشارة الى ان معنی الجمعية موجود فی كل من الامور المذكورة مع قطع النظر عن الهيئة المجموعية (و فی آخر ثلاثساعات منها) أی من يوم الجمعة (ساعة) قال الطيبی فی هذه تجريدية اذ الساعة هی نفس آخر ثلاث ساعات كما فی قولک فی البيضة عشرونَ منا من حديد و البيضة نفس الارطال اه و تعقبه ابن حجر بما لا طائل تحته و لعل العدول عن أن يقول و فی آخرها ساعة (من دعا الله فيها استجيب له) اشارة الى المحافظة على الساعتين قبل تلک الساعة لقربها و الله أعلم (رواه أحمد) أی من رواية على بن أبی طلحة عن أبی هريرة و لم يسمع منه و رواته محتج بهم فی الصحيح نقله ميرك عن المنذری (و عن أبی الدرداء قال قال رسول الله صلی الله عليه وسلم أكثروا الصلاة على يوم الجمعة فانه) أی يوم الجمعة (مشهود يشهده الملائكة) بالياء و التاء هذا الحديث يؤيد تفسير ابن عباس بان المشهود هو الجمعة كما ان الحديث السابق يؤيد تفسير على بان الشاهد هو الجمعة و هو الاصح الموافق لتفسيره عليه الصلاة والسلام الالفاظ كلها و لاينافيه اطلاق المشهود هنا عليه باعتبار آخر فتدبر مع انه يحتمل أن يكون ضمير فانه فی هذا الحديث راجع الى اكثار الصلاة المفهوم من أكثروا و يؤيده السياق المكتنف بالسباق و اللحاق (و ان أحدا لم يصل علیّ) يحتمل الاطلاق و التقييد (الا عرضت علیّ) اما بالمكاشفة أو بواسطة الملائكة (صلاته) أی و ان طالت المدة من ابتداء شروعه (حتى يفرغ منها) أی من الصلاة يعنی الصلوات كلها معروضة علیّ (قال) أی أبو الدرداء ظنا ان هذا مختص بحال الحياة الظاهرة (قلت و بعد الموت) أی أيضا و الاستفهام مقدر و يبعد الحمل على الاستبعاد لمخالفته حسن الاعتقاد أو و بعد الموت ما الحكم فيه (قال ان الله حرم على الارض) أی منعها منعا كليا (أن تأكل أجساد الانبياء) أی جميع أجزائهم فلا فرق لهم فی الحالين و لذا قيل أولياء الله لا يموتون و لكن ينتقلون من دار الى دار و فيه اشارة الى أن العرض على مجموع الروح و الجسد منهم بخلاف غيرهم و من فی معناهم من الشهداء و الاولياء فان عرض الامور و معرفة الاشياء انما هو بارواحهم مع أجسادهم (فنبی الله) يحتمل الجنس و الاختصاص بالفرد الاكمل و الظاهر هو الاول لانه رأی موسى قائما يصلی فی قبره و كذلک ابراهيم كما فی حديث مسلم و صح خبر الانبياء أحياء فی قبورهم يصلون قال البيهقی و حلولهم فی أوقات مختلفة فی أماكن متعددة جائز عقلا كما ورد به خبر الصادق (حی) أی دائما (يرزق) رزقا معنويا فان الله تعالى قال فی حق الشهداء من أمته بل أحياء عند ربهم يرزقون فكيف سيدهم بل رئيسهم لانه حصل له أيضا مرتبة الشهادة مع مزيد السعادة باكل الشاة المسمومة وعود سمها المغمومة و انما عصمه الله تعالى من الشهادة الحقيقية لابشاعة الصورية و لاظهار القدرة الكاملة بحفظ فرد من بين أعدائه

عَوْنُ المَعْبُود

شَرْح

سُنَن أبي دَاوُد

لِلعَلاّمَة أبي الطَّيّب محمّد شَمْس الحقّ العَظيم آبادي

طبعة جديدة مدقّقة ومصححة ومُرَقَّمة
الكتب والأبواب على كتاب تيسير المنفعة للسيد المرحوم
محمد فؤاد عبد الباقي وموافقة للمعجم المفهرس لألفاظ الحديث النبوي الشريف

تحقيق وتصحيح
عبد الرحمن محمد عثمان

الجزء الثالث

قديمي كتب خانة
مقابل آرام باغ - كراچي

الأرضِ أجْسَادَ الأنْبِيَاءِ».

٢٠١، ٢٠٢ ـ باب الإجابة أية ساعة هي في يوم الجمعة

١٠٤٤ ـ حدثنا أَحْمَدُ بنُ صَالِح أخبرنا ابنُ وَهْبٍ أخبرني عَمْرٌو ـ يَعْنِي ابنَ الحَارِثِ ـ أنَّ الْجُلاَحَ مَوْلَى عَبْدِالعَزِيزِ حَدَّثَهُ أنَّ أبَا سَلَمَةَ ـ يَعْنِي ابنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ ـ حَدَّثَهُ عن جَابِرِ بنِ عَبْدِ الله عن رسولِ الله ﷺ أنَّهُ قال: «يَوْمُ الْجُمُعَةِ ثِنْتَا عَشْرَةَ ـ يُرِيدُ سَاعَةً ـ لاَ يُوجَدُ مُسْلِمٌ يَسْألُ الله شَيْئاً إلاَّ أتَاهُ الله عَزَّ وَجَلَّ، فَالْتَمِسُوهَا آخِرَ سَاعَةٍ بَعْدَ الْعَصْرِ».

(الأرض): أي منعها وفيه مبالغة لطيفة (أجساد الأنبياء): أي من أن تأكلها فإن الأنبياء في قبورهم أحياء. قال ابن حجر المكي: وما أفاده من ثبوت حياة الأنبياء حياة بها يتعبدون ويصلون في قبورهم مع استغنائهم عن الطعام والشراب كالملائكة أمر لا مرية فيه، وقد صنف البيهقي جزءاً في ذلك. قال المنذري: وأخرجه النسائي وابن ماجه وله علة دقيقة أشار إليها البخاري وغيره وقد جمعت طرقه في جزء. وفي النيل بعد سرد الأحاديث في هذا الباب ما نصه: وهذه الأحاديث فيها مشروعية الإكثار من الصلاة على النبي ﷺ يوم الجمعة وأنها تعرض عليه ﷺ وأنه حي في قبره. وقد أخرج ابن ماجه بإسناد جيد أنه ﷺ قال لأبي الدرداء «إن الله عز وجل حرم على الأرض أن تأكل أجساد الأنبياء» وفي رواية للطبراني «ليس من عبد يصلي علي إلا بلغني صلاته قلنا وبعد وفاتك قال وبعد وفاتي إن الله عز وجل حرم على الأرض أن تأكل أجساد الأنبياء» وقد ذهب جماعة من المحققين إلى أن رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم حي بعد وفاته وأنه يسر بطاعات أمته، وأن الأنبياء لا يبلون، مع أن مطلق الإدراك كالعلم والسماع ثابت سائر الموتى. وقد صح عن ابن عباس مرفوعاً «ما من أحد يمر على قبر أخيه المؤمن وفي رواية بقبر الرجل كان يعرفه في الدنيا فيسلم عليه إلا عرفه ورد عليه» ولابن أبي الدنيا إذا مر الرجل بقبر يعرفه فيسلم عليه السلام وعرفه وإذا مر بقبر لا يعرفه رد عليه السلام» وصح أنه ﷺ كان يخرج إلى البقيع لزيارة الموتى ويسلم عليهم. وورد النص في كتاب الله في حق الشهداء أنهم أحياء يرزقون وأن الحياة فيهم متعلقة بالجسد فكيف بالأنبياء والمرسلين. وقد ثبت في الحديث «الأنبياء أحياء في قبورهم» رواه المنذري وصححه البيهقي. وفي صحيح مسلم عن النبي ﷺ قال «مررت بموسى ليلة أسري بي عند الكثيب الأحمر وهو قائم يصلي في قبره» انتهى.

٢٠١، ٢٠٢ ـ باب الإجابة أية ساعة هي في يوم الجمعة

١٠٤٤ ـ (ثنتا عشرة يريد ساعة): ولفظ النسائي يوم الجمعة اثنتا عشرة ساعة، والمراد ههنا الساعة النجومية والمراد أنها في عدد الساعات كسائر الأيام (يسأل الله): أي في ساعة منها، وهذه الساعات عرفية، وضمير التمسوها راجع إلى هذه الساعة (آخر ساعة): ظرف لالتمسوا والمراد بها الساعة النجومية فلا إشكال في الظرفية بأن يقال كيف يلتمس الساعة. كذا في حاشية النسائي للسندي. قال القاضي: اختلف السلف في وقت هذه الساعة وفي معنى قائم يصلي، فقال بعضهم

نَيْلُ الأَوْطَار

شَرْح

مُنْتَقَى الأَخْبَار مِنْ أَحَادِيث سَيِّد الأَخْيَار

المجتهد قاضي قضاة القطر اليماني

محمد بن علي بن محمد الشوكاني

(ت ١٢٥٠ هـ)

تقديم

الدكتور محمد عبد الرحمن المرعشلي

تحقيق

الشيخ عز الدين خطاب

الجزء الثالث

دار إحياء التراث العربي

بيروت - لبنان

الثالثُ والرابعُ مُرْسَلانِ كما قال المصنِّفُ لأنَّ خالدَ بنَ مَعْدَانَ وصَفْوَانَ بنَ سليم لم يُدْرِكَا النَّبيّ ﷺ. (وفي الباب) عنْ شدَّادِ بنِ أوْسٍ عندَ ابنِ ماجَهْ قالَ: قالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «إنَّ مِنْ أفْضَلِ أيامِكُم يومُ الجمعةِ» بنحوِ حديثِ أوْسِ بنِ أوْسٍ هكَذَا وقَعَ عندَ ابنِ ماجَهْ في الصلاةِ. وَوَقَعَ عندَه في الجنائزِ أوسُ بنُ أوسٍ وهو الصَّوابُ. وعنْ أبي مسعودٍ الأنصاريِّ عندَ البيهقيِّ في كتابِ «**حياةُ الأنبياءِ في قبورِهم**» عنِ النَّبيِّ ﷺ قالَ: «أكْثِرُوْا عليَّ مِنَ الصلاةِ يومَ الجُمُعَةِ فإنه ليسَ يُصَلِّي عليَّ أحدٌ يومَ الجمعةِ إلاَّ عُرِضَتْ عليَّ صلاتُهُ». قال البيهقيُّ: قالَ أبو عبدِ اللَّهِ يعني الحاكِمَ: أبو رافعَ هذا يَعْني المذكورَ في السَّنَدِ هو إسماعيلُ بنُ نافعٍ. قالَ العراقيُّ: وثَّقَهُ البخاريُّ وضعَّفَهُ النَّسائيُّ ورواهُ البيهقيُّ أيضاً في «**شُعَبِ الإيمان**» وابنُ أبي عاصمٍ مِنْ هذا الوجْهِ. وأخرجَ البيهقيُّ في «**السُّنَنِ**» أيضاً حديثاً آخرَ بلفظِ؛ «أكْثِرُوا عليَّ الصلاةَ يومَ الجُمُعَةِ وليلةَ الجُمُعَةِ فَمَنْ صلَّىٰ عليَّ صلاةً صلَّى اللَّهُ عليهِ عَشْراً». **قولُهُ**: (وقدْ أرِمْتَ) بهمزةٍ مفتوحةٍ وراءٍ مكسورةٍ وميم ساكنةٍ بعدَها تاءُ المخاطَبِ المفتوحةُ. **(والأحاديثُ)** فيها مَشْرُوْعِيَّةُ الإكْثَارِ مِنَ الصلاةِ على النَّبيِّ ﷺ يومَ الجُمُعَةِ وأنَّها تُعْرَضُ عليهِ ﷺ وأنَّهُ حَيٌّ في قَبْرِهِ. وقد أخرجَ ابنُ ماجَهْ بإسنادٍ جيِّدٍ أنَّهُ ﷺ قالَ لأبي الدَّرْدَاءِ: «إنَّ اللَّهَ عزَّ وجلَّ حرَّمَ على الأرضِ أنْ تَأْكُلَ أجْسَادَ الأنبياءِ» وفي روايةٍ للطبرانيِّ «ليسَ مِنْ عبدٍ يُصَلِّي عليَّ إلاَّ بَلَغَني صلاتُهُ قلْنا وبعدَ وفاتِكَ قالَ وبعدَ وَفَاتي إنَّ اللَّهَ عزَّ وجلَّ حرَّم على الأرضِ أنْ تأكُلَ أجْسَادَ الأنبياءِ». وقد ذَهَبَ جماعةٌ مِنَ المحقِّقين إلى أنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ حيٌّ بعدَ وَفاتِهِ، وأنَّهُ يُسَرُّ بطاعاتِ أُمَّتِهِ، وأنَّ الأنبياءَ لا يَبْلُوْنَ مَع أنَّ مطلقَ الإدراكِ كالعِلْمِ والسَّماعِ ثابتٌ لِسَائِرِ الموتَى. وقد صحَّ عنِ ابنِ عباسٍ مرفوعاً «ما مِنْ أحَدٍ يمرُّ على قَبْرِ أخِيْهِ المؤمِنِ» وفي روايةٍ بِقَبْرِ الرَّجُلِ كانَ يعرفُه في الدُّنيا فيسلِّمُ عليهِ إلاَّ عَرَفَهُ وردَّ عليهِ. ولابنِ أبي الدُّنيا إذا مرَّ الرجلُ بقبرٍ يَعْرِفُهُ فَيُسَلِّمُ عليهِ ردَّ عليهِ السَّلامَ وعَرَفَهُ وإذا مرَّ بِقَبْرٍ لا يَعْرِفُهُ ردَّ عليهِ السلامَ وصحَّ أنَّهُ ﷺ كانَ يَخْرُجُ إلى البَقِيْعِ لزيارةِ الموْتَى ويُسَلِّمُ عليهِمْ. وَوَرَدَ النَّصُّ في كتابِ اللَّهِ في حقِّ الشهداءِ أنَّهم أحياءٌ يُرْزَقُونَ وأنَّ الحياةَ فِيْهِم مُتَعَلِّقَةٌ بالجسدِ فكيفَ بالأنبياءِ والمرْسَلِيْنَ. (وقد ثَبَتَ) في الحديثِ أنَّ الأنبياءَ أحياءٌ في قُبُورِهم رواهُ المنذريُّ وصححهُ البيهقيُّ. وفي «**صحيحِ مسلم**» عنِ النَّبيِّ ﷺ قالَ: «مَرَرْتُ بموسَىٰ ليلةَ أُسْرِيَ بي عندَ الكَثِيْبِ الأحْمَرِ وهو قائِمٌ يُصَلِّي في قَبْرِهِ».

٦ ـ بابُ الرجلِ أحقُّ بِمَجْلِسِهِ وآدابِ الجلوسِ والنهي عن التخطي إلا لحاجة

١/١٢٠٩ ـ عَنْ جابرٍ رضي الله عنه قالَ: قالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لاَ يَقِيمُ أحَدُكُمْ أخَاهُ يَوْمَ الجُمعَةِ ثمَّ يخَالِفُهُ إلى مَقْعَدِهِ وَلكِنْ لِيَقُلِ افْسَحُوا. رَوَاهُ أحمَدُ ومُسلمٌ.

١٢٠٩ ـ أخرجه مسلم في «**صحيحه**» (٢١٧٨)، وأحمد في «**مسنده**» (٣/ ٢٩٥)، والبيهقي في «**سننه**» (٣/ ٢٣٣).

فيض القدير

شرح الجامع الصغير

للعلامة المناوى

وهو شرح نفيس للعلامة المحدث

محمد المدعو بعبد الرؤف المناوى

على كتاب «الجامع الصغير» من أحاديث البشير النذير :

للحافظ جلال الدين عبد الرحمن السيوطى

نفعنا الله بعلومهما

الجزء الثاني

صححت هذه الطبعة وقوبلت على عدة نسخ من أهمها نسخة نفيسة مخطوطة فى سنة ١٠٩٣ هـ
وعلق عليها تعليقات قيمة نخبة من العلماء الأجلاء.

تنبيه : قد جعلنا متن الجامع الصغير بأعلى الصفحات ، والشرح بأسفلها
مفصولا بينهما بجدول
ولتمام الفائدة قد ضبطنا الأحاديث بالشكل الكامل

١٣٩١ هـ — ١٩٧٢ م

الطبعة الثانية

دار المعرفة
للطباعة والنشر
بيروت — لبنان

١٤٠٢ — أَكْثِرُوا الصَّلَاةَ عَلَيَّ فِي اللَّيْلَةِ الْغَرَّاءِ وَالْيَوْمِ الْأَزْهَرِ ؛ فَإِنَّ صَلَاتَكُمْ تُعْرَضُ عَلَيَّ - (هب) عن أبي هريرة (عد) عن أنس (ص) عن الحسن وخالد بن معدان مرسلا - (ح)

١٤٠٣ — أَكْثِرُوا مِنَ الصَّلَاةِ عَلَيَّ فِي يَوْمِ الْجُمُعَةِ ؛ فَإِنَّهُ يَوْمٌ مَشْهُودٌ تَشْهَدُهُ الْمَلَائِكَةُ ، وَإِنَّ أَحَدًا لَنْ يُصَلِّيَ عَلَيَّ إِلَّا عُرِضَتْ عَلَيَّ صَلَاتُهُ حَتَّى يَفْرُغَ مِنْهَا - (ه) عن أبي الدرداء - (ح)

١٤٠٤ — أَكْثِرُوا مِنَ الصَّلَاةِ عَلَيَّ فِي كُلِّ يَوْمِ جُمُعَةٍ ؛ فَإِنَّ صَلَاةَ أُمَّتِي تُعْرَضُ عَلَيَّ فِي كُلِّ يَوْمِ جُمُعَةٍ ، فَمَنْ كَانَ أَكْثَرَهُمْ عَلَيَّ صَلَاةً كَانَ أَقْرَبَهُمْ مِنِّي مَنْزِلَةً - (هب) عن أبي أمامة

١٤٠٥ — أَكْثِرُوا مِنَ الصَّلَاةِ عَلَيَّ فِي يَوْمِ الْجُمُعَةِ وَلَيْلَةِ الْجُمُعَةِ ، فَمَنْ فَعَلَ ذَلِكَ كُنْتُ لَهُ شَهِيدًا وَشَافِعًا يَوْمَ

العسكری وغيره قال دخل النبی صلى الله عليه وسلم يصلی فوجد الناس يكثرون فذكره

(أكثروا الصلاة علي فی الليلة الغراء واليوم الأزهر) أی ليلة الجمعة ويومها قدم الليلة على اليوم لسبقها فی الوجود ووصفها بالغراء لكثرة الملائكة فيها وهم أنوار لخصوصيتها بتجل خاص واليوم بالأزهر لأنه أفضل أيام الأسبوع هذا قصاری ماقيل فی توجيهه وأقول إنما سمی أزهر لأنه يضیء لأهله لأجل أن يمشوا فی ضوئه يوم القيامة يرشد إلى ذلك ماقال الحاكم عن أبی موسى مرفوعا إن الله يبعث الأيام يوم القيامة على هيأتها وتبعث الجمعة زهراء منيرة لأهلها يحفون بها كالعروس تهدى إلى كريمها تضیء لهم يمشون فی ضوئها ألوانهم كالثلج بياضا وريحهم يسطع كالمسك يخوضون فی جبال الكافور ينظر إليهم الثقلان لايطرفون تعجباً حتى يدخلون الجنة لايخالطهم أحد إلا المؤذنون المحتسبون قال الحاكم خبر شاذ صحيح السند وأقره الذهبی (فإن صلاتكم تعرض علي) وكفى بالعبد شرفا ونبلا وفخراً ورفعة قدر أن يذكر اسمه بالخير بين يديه صلى الله عليه وسلم وتتمته كما فی شرح مسند الشافعی للرافعی وغيره قالوا وكيف تعرض صلاتنا عليك وقد أرمت أی بليت فقال إن الله حرم على الأرض أن تأكل أجساد الأنبياء أی لأن أجسادهم نور والنور لايتغير بل ينتقل من حالة إلى حالة (هب عن أبی هريرة عد عن أنس) بن مالك (ص) فی سننه (عن الحسن) البصری (وخالد بن معدان) بفتح الميم وسكون المهملة وفتح النون الكلاعی بفتح الكاف (مرسلا) فقيه كبير ثبت مهاب مخلص يسبح فی اليوم والليلة أربعين ألف تسبيحة ورواه الطبرانی فی الأوسط عن أبی هريرة قال الحافظ العراقی وفيه عبد المنعم بن بشير ضعفه ابن معين وحبان وقال ابن حجر متفق على ضعفه

(أكثروا من الصلاة علي يوم الجمعة فإنه يوم مشهود تشهده الملائكة وإن أحداً لن يصلی علي إلا عرضت علي صلاته حين يفرغ منها) وذكر أبو طالب أن أقل الأكثرية ثلاثمائة مرة والوارد فی الصلاة عليه صلى الله عليه وسلم ألفاظ كثيرة أشهرها اللهم صل على محمد وعلى آل محمد كما صليت على إبراهيم وعلى آل إبراهيم (ه عن أبی الدرداء) تتمته قلت وبعد الموت قال وبعد الموت إن الله حرم على الأرض أن تأكل أجساد الأنبياء قال الدميری رجاله ثقات

(أكثروا من الصلاة علي فی كل يوم جمعة فإن صلاة أمتی) والمراد أمة الإجابة (تعرض علي فی كل يوم جمعة فمن كان أكثرهم علي صلاة كان أقربهم مني منزلة) فإن قلت هذا العرض مقيد بكل جمعة وماسبق مطلق فكيف الجمع قلنا إما أن يحمل المطلق على المقيد إن صحت الطرق أو يقال العرض يوم الجمعة على وجه خاص وقبول خاص لأنه أفضل الأيام بالنسبة لأيام الأسبوع (هب) من حديث مكحول (عن أبی أمامة) رمز المصنف لحسنه وليس كما قال فقد أعله الذهبی فی المهذب بأن مكحولا لم يلق أبا أمامة فهو منقطع

(أكثروا من الصلاة علي فی يوم الجمعة فمن فعل ذلك كنت له شهيداً) أی بأعماله التی منها الصلاة باستحقاق رفعة

ترجمان السنۃ

مجموعہ

عربی - اردو

جلد سوم

دورِ حاضر کی ضرورتوں کے مطابق جدید عنوانات اور قدیم مباحث کے ہمراہ

احادیثِ طیبہ کا جامع و مستند عظیم الشان مجموعہ

تالیف

زبدۃ المحدثین حضرت مولانا بدر عالم صاحب میرٹھی مہاجر مدنی قدس سرہٗ

استاذ الحدیث دارالعلوم دیوبند و رفیق ندوۃ المصنفین دہلی

ادارہ اسلامیات
پبلشرز، بک سیلرز، ایکسپورٹرز

★ دینا ناتھ مینشن، مال روڈ، لاہور
فون ۷۳۲۴۴۱۲-۷۲۳۲۴۱۲ - فیکس ۹۲-۴۲-۷۳۲۴۸۵

★ ۱۹۰، انارکلی، لاہور، پاکستان
فون ۷۲۴۴۹۹۱ - ۷۳۵۳۲۵۵

★ موہن روڈ
چوک اردو بازار، کراچی فون ۷۷۲۲۴۰۱

فِي قُبُورِهِمْ يُصَلُّونَ رواه ابو يعلى والبزار قال الهيثمي ورجال ابي يعلى ثقات كما في المجمع وعزاه السهيلي في المسند كما في الروض وقال انفرد به ثابت البناني عن انس وقد روي ان ثابتا الحفر في قبره بعد ما دفن فلم يوجد فذكر ذلك لبنته فقالت كان يصلي فلم تروه لان كنت اسمعه اذا تهجد بالليل يقول اللهم اجعلني ممن يصلي في قبره بعد الموت - وقد صنف البيهقي في حياة الانبياء رسالة مستقلة.

١٠٧٢ - عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - أَكْثِرُوا عَلَيَّ الصَّلٰوةَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَإِنَّهُ يَوْمٌ مَشْهُودٌ تَشْهَدُهُ الْمَلَائِكَةُ وَإِنَّ أَحَدًا لَا يُصَلِّي عَلَيَّ إِلَّا عُرِضَتْ عَلَيَّ صَلٰوتُهُ حَتَّى يَفْرُغَ مِنْهَا قَالَ قُلْتُ وَبَعْدَ الْمَوْتِ؟ قَالَ: إِنَّ اللهَ حَرَّمَ عَلَى الْأَرْضِ أَنْ تَأْكُلَ أَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ فَنَبِيُّ اللهِ حَيٌّ يُرْزَقُ - رواه ابن ماجة قال السخاوي رجاله ثقات لكنه منقطع

١٠٧٣ - عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - قَالَ مَا مِنْ أَحَدٍ يُسَلِّمُ

قبروں میں نمازیں پڑھتے ہیں۔ ابو یعلی۔

١٠٧٢ - ابوالدرداء روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ جمعہ کے دن مجھ پر کثرت کے ساتھ درود بھیجا کرو کیونکہ اس دن کا لقب مشہود ہے کیونکہ اس میں فرشتوں کی بکثرت آمد ہوتی ہے اور جو شخص اس دن مجھ پر درود بھیجتا ہے اس کی درود جب تک وہ اس میں مشغول رہتا ہے میرے سامنے پیش ہوتی رہتی ہے۔ راوی کہتا ہے میں نے عرض کی یا رسول اللہ! کیا موت کے بعد بھی؟ آپ نے فرمایا اللہ تعالے نے زمین پر یہ بات حرام کردی ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کے جسموں کو گلا سڑا دے۔ لہذا خدا تعالیٰ کا نبی زندہ ہی رہتا ہے اور اس کو رزق بھی دیا جاتا ہے۔ (ابن ماجہ)

١٠٧٣ - ابوہریرہؓ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے جب کوئی شخص مجھ

١٠٧٢ - اہل جنت کی حیات اور دائمی عبادت ذکر حدیث سے ثابت ہے۔ حدیث مذکورہ سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی وفات کے بعد بھی عبادات اور نیک اعمال سے معطل نہیں رہتے بلکہ دوسروں کی درود بھی ان کے سامنے پیش کی جاتی ہے ان کے جسموں کو زمین نقصان نہیں پہنچاتی اور ان کو رزق بھی ملتا ہے یہ جملہ صفات حیات کی صفات ہیں اس لیے ان کی حیات اور عبادت اس عالم میں بھی اہل جنت کی حیات اور عبادت کی شان رکھتی ہے۔ لہذا جب اس مسئلہ پر غور کرنا ہو تو احادیث کی روشنی میں کرنا چاہیے یہاں صرف اتنی ہی باتوں کو سامنے رکھنا حیات کی حقیقت سمجھنے کے لیے کافی ہے اس سے زیادہ اپنی جانب سے محض قیاس آرائیاں کرنا بے وجہ عقائد کو خطرہ میں ڈالنا ہے۔ اور ان کی موت کو بالکل عام انسانوں جیسی موت سمجھنا بھی محققین علماء کے خلاف ہے جبکہ حدیث میں ان کے غسل، ان کے دفن، ان کی نماز، ان کے ترکہ اور ان کی بیویوں سے حرمت نکاح کے مسائل صاف صاف موجود ہیں تو ان کے حق میں بالکل عام موت کا عقیدہ رکھنا بھی کیسے صحیح ہو سکتا ہے۔

١٠٧٣ - اس مقام پر حافظ سیوطی نے اپنے فتاوی میں بڑی طویل بحث کی ہے اور لفظ "ردّ علی روحی" کے جملہ کی بہت مفصل

تهذيب التهذيب

للإمام الحافظ أحمد بن علي بن حجر العسقلاني

(٧٧٣ - ٨٥٢ هـ)

مركز الرسالة للدراسات وتحقيق التراث

باعتناء

إبراهيم الزيبق — عادل مرشد

الجزء الأول

مؤسسة الرسالة

يجلس الرجل إلى مَن ينفعه في دينه.

وقال حمّاد بن زيد، عن عُبيدالله بن عُمر: لا أعلم به بأساً إلّا أنّه يُفسِّر برأيه القرآن ويكثرُ منه.

وقال السّاجي: حدثنا أحمد بن محمد، حدثنا المُعَيْطي قال: قال ابن عُيَينة: كان زيد بن أسلم رجلاً صالحاً، وكان في حفظه شيء.

وقال ابن سعد: كان كثير الحديث، توفي قبل خروج محمد بن عَبدالله بن الحسن.

وقال أبو زُرعة: لم يسمع مِن سعْد ولا مِن أبي أمامة. قال: وزيد بن أسلم، عن عَبدالله بن زياد أو زياد، عن علي مُرسل.

وقال أبو حاتم: زيد، عن أبي سعيد مُرسل.

وذكره ابن حِبّان في «الثِّقات».

وذكر ابن عَبد البر في مقدمة «التمهيد» ما يدلُّ على أنّه كان يُدلِّس.

وقال في موضع آخر: لم يَسمع مِن محمود بن لبيد.

ع - زَيد بن أبي أُنَيسة، واسمُه زيد الجَزَرِيُّ، أبو أُسامة، الرُّهاويُّ، كوفيُّ الأصل، غَنَوي مَوْلاهم.

روى عن: أبي إسحاق السَّبيعي، وعطاء بن أبي رباح، وعطاء بن السّائب، وأبي الزُّبَير، وأبي الزِّناد، والحكم بن عُتَيبة، وسعيد بن أبي بردة، وطَلْحة بن مُصَرِّف، وأبي زيد عَبدالملك بن مَيْسَرة الزَّرّاد، وعدي بن ثابت، وعَمرو بن مُرّة، والمِنْهال بن عَمرو، ويحيى بن الحُصَين، ويونُس بن خبّاب، والزُّهْري، وغيرهم.

وعنه: مالك، ومِسعر، ومَعْقِل بن عُبيدالله، وأبو عَبدالرحيم الحَرّاني، وعُبيدالله بن عَمرو الرَّقّيُّ - وهو راويته - وغيرُهم، وروى عنه مُجالد بن سعيد وهو في عِداد شيوخه.

قال ابن مَعين: ثقة.

وقال النَّسائي: ليس به بأس.

وقال عَمرو بن عَبدالله الأودي: حدثنا وكيع، عن جعفر بن بُرْقان، عن زيد بن أبي أُنَيسة: وكان ثقة.

وقال ابن سعد: كان يسكن الرُّها، ومات بها، وكان ثقة، كثير الحديث، فقيهاً، راويةً للعلم.

وقال عُبيدالله بن عَمرو: أتيت الأعمش فحدَّثني عشرةَ أحاديث فاستزدته فأبى، فقيل له: إنَّه صاحب زيد بن أبي أُنَيسة، قال فحدَّثني بنحو خمسين حديثاً.

قال ابن سعد: سمعتُ رجلاً مِن أهل حَرّان يقول: مات سنة تسع عشرة ومئة.

وقال محمد بن عمر: مات سنة خمس وعشرين ومئة.

وقال غيرُه: سنة أربع وعشرين ومئة.

وذكر ابن زَبْر أنّه ولد سنة إحدى وتسعين.

قلت: وقال العِجْلي: ثقة.

وذكره ابن حِبّان في «الثِّقات»، وقال: مات سنة (١٢٥)، وهو ابن (٣٦) سنة، وكان فقيهاً ورعاً.

وقال الآجُري، عن أبي داود: ثقة.

وقال يعقوب بن سفيان: ثقة.

وحكى العُقَيلي، عن أحمد أنّه قال: حديثُه حسنٌ مقارب، وإنَّ فيها لبعضَ النُّكْرة، وهو على ذلك حسنُ الحديث.

وقال المَرُّوذي: سألته عنه، فحرَّك يدَه وقال: صالح، وليس هو بذاك.

وذكر ابن خَلْفون أنَّ الذُّهلي، وابنَ نُمَير والبُرقي وَثّقوه.

ق - زَيد بن أيمن.

روى عن: عُبادة بن نُسَيّ.

وعنه: سعيد بن أبي هِلال.

ذكره ابن حِبّان في «الثِّقات».

روى له ابن ماجه حديثاً واحداً في فَضل الصَّلاة على النبيِّ صلى الله عليه وآله وسلم.

قلت: رجاله ثقات، لكن قال البخاري: زيد بن أيمن، عن عُبادة بن نُسَيٍّ مُرْسل.

ع - زَيد بن ثابت بن الضَّحّاك بن زَيد بن لُوذان بن عَمرو بن عَبد عَوْف بن غَنْم بن مالك بن النَّجّار، الأنصاريُّ، أبو سعيد، ويُقال: أبو خارجة، المدنيُّ. قدِم النبيُّ صلى الله عليه وآله وسلم المدينة وهو ابن إحدى عشرة سنة، وكان يكتُبُ له الوحي.

وفاء الوفا

بأخبار دار المصطفى ﷺ

تأليف

الشيخ العلامة نور الدين علي بن أحمد السمهودي

المتوفى ٩١١ هـ

اعتنى به ووضع حواشيه

خالد عبد الغني محفوظ

٣ - ٤

مكتبة معروفية

کانسی روڈ شالدرہ کوئٹہ پاکستان

0333-7807152

استثنى الله عز وجل» قال البيهقي: وهذا إنما يصح على أن الله عز وجل يردّ على الأنبياء صلوات الله وسلامه عليهم أرواحهم، فهم أحياء عند ربهم كالشهداء، فإذا نفخ في الصور النفخة الأولى صعقوا فيمن صعق، ثم لا يكون ذلك موتاً في جميع معانيه، إلا في ذهاب الاستشعار في تلك الحالة. ويقال: إن الشهداء ممن استثنى الله عز وجل بقوله: (إلا من شاء الله) قال: وروينا في ذلك خبراً مرفوعاً، وذكر أيضاً حديث أوس بن أوس مرفوعاً «أفضل أيامكم يوم الجمعة، فيه خلق آدم، وفيه قبض، وفيه النفخة، وفيه الصعقة، فأكثروا عليّ من الصلاة فيه، فإن صلاتكم معروضة علي» قالوا: وكيف تعرض صلاتنا عليك وقد أرمت؟ يقولون بليت، فقال «إن الله حرّم على الأرض أن تأكل أجساد الأنبياء» أخرجه أبو داود وابن ماجه وابن حبان في صحيحه والحاكم وصححه، وذكر البيهقي له شواهد، ثم ذكر حديث «إن لله ملائكة سيّاحين يبلغون عن أمتي السلام» وغيره.

وروى ابن ماجه بإسناد جيد - كما قال المنذري - عن أبي الدرداء قال: قال رسول الله ﷺ «أكثروا الصلاة عليّ يوم الجمعة فإنه مشهود تشهده الملائكة، وإن أحدٌ يصليّ علي إلا عرضت عليّ صلاته حين يفرغ منها» قال: قلت: وبعد الموت؟ قال «وبعد الموت، إن الله حرم على الأرض أن تأكل أجساد الأنبياء عليهم الصلاة والسلام» فنبي الله ﷺ حي يرزق، هذا لفظ ابن ماجه، قال السبكي: وفي إسناده زيد بن أيمن عن عبادة بن نسيء، إلا أنه بتقوى باعتضاده بغيره.

وروى البزار برجال الصحيح عن عبد الله بن مسعود رضي الله تعالى عنه عن النبي ﷺ قال «إن لله ملائكةً سيّاحين يبلغونّي عن أمتي» قال: وقال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم «حياتي خير لكم، تحدثون ويحدث لكم، ووفاتي خير لكم، تعرض علي أعمالكم، فما رأيت من خير حمدت الله عليه، وما رأيت من شر استغفرت الله لكم».

وقال الأستاذ أبو منصور البغدادي في أجوبة مسائل الجاجرميين: قال المتكلمون المحققون من أصحابنا: إن نبينا محمداً ﷺ حي بعد وفاته، يسرّ بطاعات أمته، وإن الأنبياء صلوات الله وسلامه عليهم لا يَبْلَوْن، وسيأتي في الفصل الثالث قول ابن حبيب: فإنه ﷺ يسمع ويعلم وقوفك بين يديه.

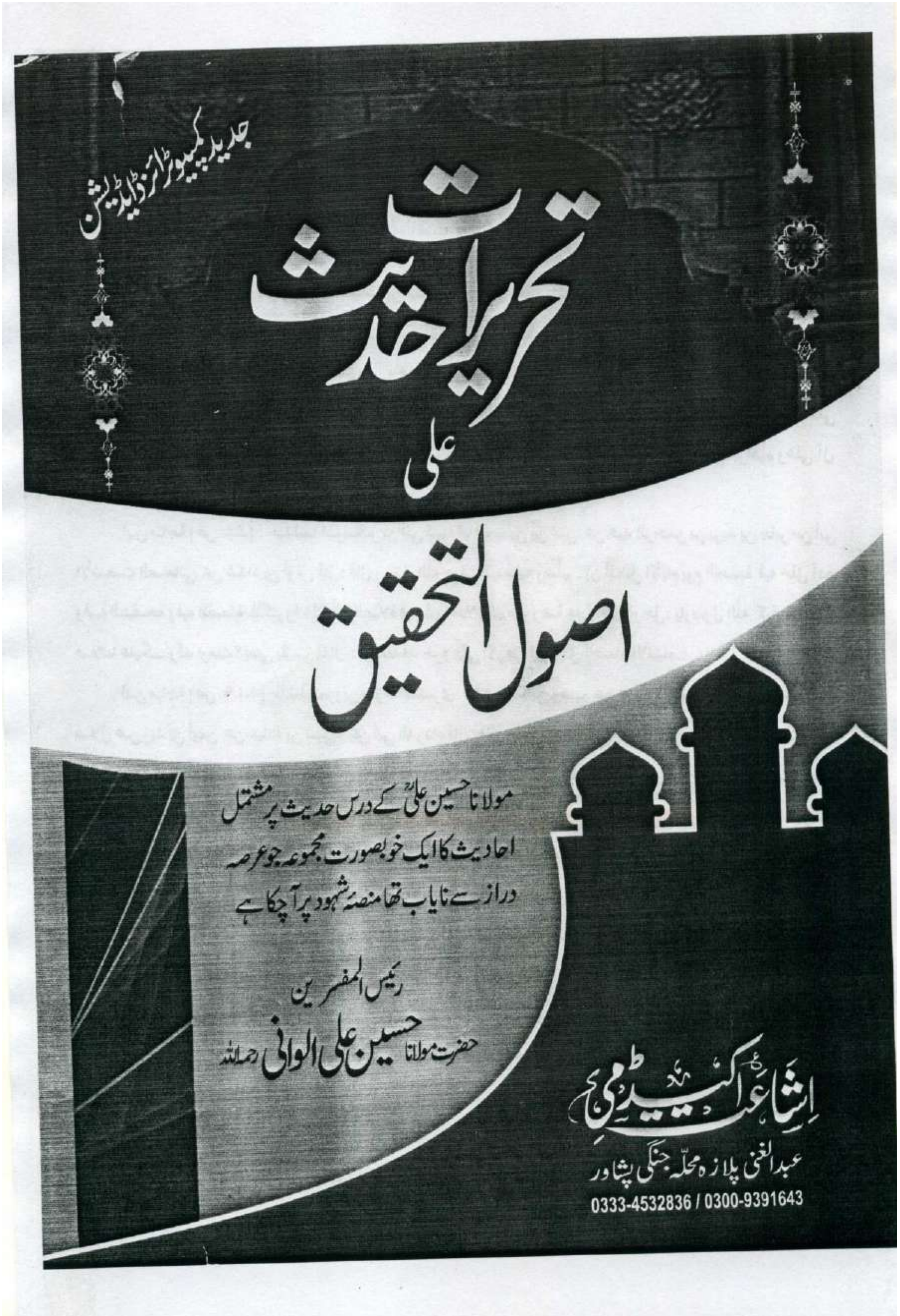
وقال البيهقي في كتاب الاعتقاد: الأنبياء عليهم الصلاة والسلام بعد ما قبضوا ردّت إليهم أرواحهم؛ فهم أحياء عند ربهم كالشهداء، وقد رأى نبيّنا صلى الله تعالى عليه وسلم ليلة المعراج جماعة منهم، قال: وقد أفردنا لإثبات حياتهم كتاباً.

قلت: ويؤيد ذلك حديث «إن عيسى ابن مريم عليه السلام مار بالمدينة حاجاً أو معتمراً، وإن سلم عليّ لأردّنّ عليه».

احادیث مبارکہ دلیل نمبر 7






جدید کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن
تحریرات حدیث
علی
اصول التحقیق
مولانا حسین علیؒ کے درس حدیث پر مشتمل
احادیث کا ایک خوبصورت مجموعہ جو عرصہ
دراز سے نایاب تھا منصۂ شہود پر آچکا ہے
رئیس المفسرین
حضرت مولانا حسین علی الوانی رحمہ اللہ
اشاعت اکیڈمی
عبدالغنی پلازہ محلہ جنگی پشاور
0333-4532836 / 0300-9391643

نستحبها إذا أتاه مايسره من وصول نعمة أو دفع نقمة وبه قال الشافعي أما بغير سبب فليس بقربة ولا مكروه وما يفعل عقيب الصلاة فمكروه والجهال يعتقدونها سنة أو واجبة وكل مباح يؤدى إليه فمكروه انتهى.

قال صاحب الهداية: عندى أن قول أبى حنيفة محمول على الإيجاب وقول محمد محمول على الجواز والاستحباب فيعمل بهما لا يجب لكل نعمة كما قال أبو حنيفة لكن يجوز أن يسجد سجدة الشكر فى وقت يسر بنعمة وقد وردت فيه روايات عن النبى صلى الله عليه وسلّم فلا يمنع العباد عن سجدة الشكر لما فيه من الخضوع وعليه الفتوى انتهى.

بسم الله الرحمن الرحيم

رساله درود شريف

الحمد لله حمدا كثيرا طيبا مباركا فيه مباركا عليه كما يحب ربنا ويرضاه اللّهم صلى على محمد النبى الأمى وعلىٰ آله وأزواجه وذرياته وأهل بيته وأصحابه وعلينا معهم أجمعين .[آمين يا رب العالمين].

[ص: ٢٠٢٠] حدثنا محمد بن عوف لنا المقبرى لنا حيوة عن أبى صخر حميد بن زياد عن يزيد بن عبدالله ابن قسيط عن أبى هريرة أن رسول الله صلى الله عليه وسلّم قال: مامن أحد سلّم علىّ إلا رد الله علىّ روحى حتى أرد عليه السلام.

حدثنا أحمد بن صالح قرأت على عبدالله بن نافع أخبرنى ابن أبى ذئب عن سعيد المقبرى عن أبى هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلّم: لا تجعلوا بيوتكم قبورا ولا تجعلوا قبرى عيدا وصلّوا علىّ فإن صلاتكم تبلغنى حيث كنتم حدثنا الحسن بن على لنا الحسين بن على الجعفى عن عبدالرحمن بن يزيد بن جابر عن ابى أشعث الصنعانى عن أوس بن أوس قال: قال النبى صلى الله عليه وسلّم: إن من أفضل أيامكم يوم الجمعة فاكثروا علىّ من الصلاة فيه فإن صلا تكم معروضة علىّ قال: فقالوا: يارسول الله كيف تعرض صلاتنا عليك وقد أرمت؟ قال: يقولون: بليت قال: الله تبارك وتعالىٰ حرم على الأرض أجساد الأنبياء عن أبى هريرة قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وعلى آله وأصحابه وسلّم: من صلى علىّ عندقبرى سمعته ومن صلى علىّ غائبا أبلغته [رواه البيهقى فى شعب الإيمان]

مشكوٰة ص: ١٥٢ وكذا فى ص: ١٠٥: عن هارون عن حسين بن على إلخ و روى النسائى كذا عن أسحاق بن منصور عن حسين [: ص٢٠٣] حدثنا عبد الوهاب بن عبدالحكيم الخزاز أنا عبدالمجيد بن عبدالعزيز بن أبى داود عن ابن جريج عن المطلب بن عبدالله بن حنطب عن أنس بن مالک قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلّم: عرضت على أجور أمتى حتى القذاة يخرجها الرجل من المسجد وعرضت على ذنوب أمتى فلم أرذنبا أعظم من سورة من القرآن أوآية أوتيه رجل ثم نسيها.

أخبرنا عبدالوهاب بن عبدالحكم قال: أخبرنا معاذ بن معاذ عن سفيان بن سعيد ح و أخبرنا محمود بن غيلان قال:

جلاء الأفهام

في فضل الصلاة والسلام على محمد خير الأنام

لابن قيم الجوزية

الإمام شمس الدين أبي عبد الله محمد بن أبي بكر الزرعي الدمشقي

٦٩١ - ٧٥١هـ

حققه وخرج أحاديثه وعلق عليه

الدكتور أيمن عبده الشوا — يوسف علي بديوي

المكتبة المعروفية

کاسی روڈ شالدہ کوئٹہ پاکستان

«لا تجعلوا بيوتكم قُبوراً ، ولا تجعلوا قبري عِيْدَاً ، وصلُّوا عليَّ ، فإنَّ صَلاَتَكُم تبلُغني حَيثما كُنتم»[1].

ومن حديثه أيضاً ما رواه مسلم بن إبراهيم : حدَّثنا عبدُ السَّلام بن عَجْلان ، حدَّثنا أبو عثمان النَّهدي ، عن أبي هريرة قال : قال رسول الله ﷺ : «إنَّ لله سيَّارةً من الملائكة إذا مرُّوا بحِلَق الذِّكْر ، قال بعضُهم لبعضٍ : اقعدُوا ، فإذا دعا القومُ أمَّنُوا على دعائِهم ، فإذا صلُّوا على النَّبيِّ ﷺ صَلُّوا معهم حتى يَفرُغوا ، ثم يقولُ بعضُهم لبعضٍ : طُوبى[2] لهؤلاء يَرجِعُون مَغفُوراً لهم» رواه أبو سعيد القاصُّ في «فوائده»[3].

ومن حديثه أيضاً ما رواه الإمام أحمد ، وأبو داود ، قال أحمد : حدَّثنا عبدُ الله بن يزيد ، حدَّثنا حَيْوَةُ ، حدَّثنا أبو صخر ، أن يزيدَ بن عبد الله بن قسيط أخبرَه ، عن أبي هريرة عن رسول الله ﷺ قال : «ما مِنْ أَحَدٍ يُسَلِّم عليَّ إلاَّ ردَّ الله عليَّ رُوحي حتى أرُدَّ إليه السَّلامَ»[4].

أبو صخرٍ : اسمه حُميد بن زياد .

ورواه أبو داود ، عن محمَّد بن عوف ، عن عبد الله بن يزيد المُقرىء ، وقد صحَّ إسنادُ هذا الحديث .

وسألت شيخنا عن سماع يزيد بن عبد الله من أبي هريرة ، فقال : ما كأنه أدركَه وهو ضعيفٌ ، ففي سماعه منه نَظَرٌ .

وقال أبو الشيخ في كتاب «الصَّلاة على النَّبيِّ ﷺ» : حدَّثنا عبدُ الرحمن بن

---

(١) رواه أبو داود (٢٠٤٢) وأحمد (٢/ ٣٦٧) .

(٢) «طوبى» : اسم للجنة ، وقيل : هي شجرة فيها .

(٣) ذكر السخاويُّ طرفه في القول البديع (ص ٣٤٨) وقال : أخرجه أبو سعيد القاص في فوائده ، وأصل الحديث في مسلم (٢٦٨٩) وليس في رواية مسلم ذكر الصلاة على النبي ﷺ .

(٤) رواه أبو داود (٢٠٤١) وأحمد (٢/ ٥٢٧) .

أحمد الأعرج ، حدَّثنا الحسين بن الصَّباح ، حدَّثنا أبو معاوية ، حدَّثنا الأعمش ، عن أبي صالحٍ ، عن أبي هريرة قال : قال رسولُ الله ﷺ : «من صلَّى عليَّ عندَ قبري سمعتُه ، ومَنْ صلَّى عليَّ من بعيدٍ أُعْلِمْتُه»[١]. وهذا الحديث غريبٌ جداً.

ومن حديثه أيضاً ما رواه أبو نُعيم ، عن الطَّبراني : حدثنا عبيدُ الله[٢] بن محمد العُمَريُّ ، حدَّثنا أبو مصعب ، حدَّثنا مالكٌ ، عن أبي الزِّناد ، عن الأعرج ، عن أبي هريرةَ قال : قال رسولُ الله ﷺ : «ما مِنْ مُسلمٍ يُسَلِّم عليَّ في شرقٍ ولا في غربٍ ، إلا أنا وملائكةُ ربِّي نردُّ عليه السَّلام ، فقال له قائلٌ : يا رسولَ الله! ما بالُ أهلِ المدينةِ؟ قال : وما يُقال لكريمٍ في جيرتِه وجيرانِه ، إنَّه ممَّا أُمِرَ به من حفظِ الجِوَارِ وحفظِ الجيرانِ»[٣].

قال محمَّد بن عثمان الحافظ : هذا وضعَه العُمريُّ . وهو كما قال ، فإنَّ هذا الإسنادَ لا يحتملُ هذا الحديث .

وأمَّا حديث بُريدة بن الحُصَيْب ؛ فرواه الحَسَنُ بن شاذان ، عن عبد الله بن إسحاق الخراساني : حدَّثنا الحسنُ بن مكرم ، حدثنا يزيدُ بن هارون ، حدَّثنا إسماعيلُ بن أبي خالد ، عن أبي داود ، عن بُريدة قال : قلنا : يا رسولَ الله! قد عُلِّمنا السلامَ عليكَ ، فكيف الصَّلاةُ عليكَ؟ قال : «قولُوا : اللهم اجعلْ صَلواتِكَ ، ورحمَتَكَ على محمَّدٍ ، وعلى آلِ محمَّدٍ

---

(١) لم نجده بهذا اللفظ ، ويُوجد بنحوه وبألفاظ متقاربة عدة روايات ضعيفة ، منها قوله ﷺ : «من صلَّى عليَّ عند قبري سمعتُه ، ومَنْ صلَّى عليَّ نائياً أُبْلِغتُه». ذكره السيوطي في الجامع الصغير (٨٨٣٨) والألباني في ضعيف الجامع (٥٦٧٠). وانظر : القول البديع للسخاوي (ص ٢٢٧).

(٢) في الأصل : عبد الله ، والمثبت من مصادر التخريج ، وكتب الرجال.

(٣) رواه أبو نعيم في حلية الأولياء (٦/ ٣٤٩) وذكره السخاوي في القول البديع (ص ٢٣٠) والألباني في الضعيفة برقم (٢٠٥) وانظر : ميزان الاعتدال (٥٣٩٢) ولسان الميزان (٤/ ١١٢).

فيض القدير

شرح الجامع الصغير

للعلامة المناوى

وهو شرح نفيس للعلامة المحدث

محمد المدعو بعبد الرؤف المناوى

على كتاب «الجامع الصغير» من أحاديث البشير النذير

للحافظ جلال الدين عبد الرحمن السيوطى

نفعنا الله بعلومهما

الجزء السادس

صححت هذه الطبعة وقوبلت على عدة نسخ من أصحها نسخة نفيسة مخطوطة فى سنة ١٠٩٢ هـ
وعلق عليها تعليقات قيمة نخبة من العلماء الأجلاء

تنبيه : قد جعلنا متن الجامع الصغير بأعلى الصفحات ، والشرح بأسفلها
مفصولا بينهما بجدول
ولتمام الفائدة قد ضبطنا الأحاديث بالشكل الكامل

١٣٩١ هـ — ١٩٧٢ م

الطبعة الثانية

دار المعرفة
للطباعة والنشر
بيروت — لبنان

٨٨١٢ — مَنْ صَلَّى عَلَيَّ عِنْدَ قَبْرِي سَمِعْتُهُ ، وَمَنْ صَلَّى عَلَيَّ نَائِيًا أُبْلِغْتُهُ - (هب) عن أبي هريرة - (ض)

٨٨١٣ — مَنْ صَلَّى عَلَيَّ صَلَاةً كَتَبَ اللهُ لَهُ قِيرَاطًا ، وَالْقِيرَاطُ مِثْلُ أُحُدٍ - (عب) عن علي - (ح)

٨٨١٤ — مَنْ صَلَّى عَلَيَّ صَلَاةً لَمْ يُتِمَّهَا زِيدَ عَلَيْهَا مِنْ سُبْحَاتِهِ حَتَّى تَتِمَّ - (طب) عن عائذ بن قرط - (ح)

٨٨١٥ — مَنْ صَلَّى خَلْفَ إِمَامٍ فَلْيَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ - (طب) عن عبادة - (ح)

أفضل الأعمال وأجل الأذكار بموافقة الجبار على ماقال «إن الله وملائكته يصلون على النبي» صلى الله عليه وسلم ولو لم يكن للصلاة عليه ثواب إلا رجاء شفاعته لكفى (طب عن أبي الدرداء) رمز لحسنه قال الحافظ العراقي وفيه انقطاع وقال الهيثمي رواه الطبراني بأسنادين أحدهما جيد لكن فيه انقطاع لأن خالدا لم يسمع من أبي الدرداء .

(من صلى علي عند قبري سمعته ومن صلى علي نائيا) أي بعيدا عني (أبلغته) اي اخبرت به من أحد من الملائكة وذلك لأن لروحه تعلقا بمقر بدنه الشريف وحرام على الأرض أن تأكل اجساد الأنبياء فحاله كحال النائم الذي ترقى روحه بحسب قواها إلى ماشاء الله له بما اختص به من بلوغه غاية القدرة له بحسب قدره عند الله في الملكوت الأعلى ولها بالبدن تعلق فلذا أخبر بسماعه صلاة المصلي عليه عند قبره ؛ وذا لاينافيه مامر في خبر «حيثما كنتم فصلوا علي» من أن معناه لاتتكلفوا المعاودة إلى قبري فان صلاتكم تبلغني حيث كنتم ماذاك إلا لأن الصلاة في الحضور مشافهة أفضل من الغيبة لكن المنهي عنه هو الاعتياد الرافع للحشمة المخالف لكمال المهابة والإجلال (هب عن أبي هريرة) قال ابن حجر في الفتح سنده جيد وهو غير جيد قال البيهقي رواه في الشعب وفي كتاب حياة الأنبياء من حديث محمد بن مروان عن الأعمش عن أبي هريرة وضعفه في كتاب حياة الأنبياء بابن مروان هذا وأشار إلى أن له شواهد اه . وقال العقيلي حديث لا أصل له وقال ابن دحية موضوع تفرد به محمد بن مروان السدي قال وكان كذابا وأورده ابن الجوزي في الموضوع وفي الميزان ابن مروان السدي تركوه واتهم بالكذب ثم أورد له هذا الخبر

(من صلى علي صلاة كتب الله له قيراطا) أصله قراط بالتشديد قلب احد المتجانسين ياء بدليل جمعه على قراريط كدينار ودنانير (والقيراط مثل أحد) أي مثل جبل أحد في عظم القدر وهذا يستلزم دخول الجنة لأن من لايدخلها لاثواب له والمراد بالقيراط هنا نصيب من الأجر وهو من مجاز التشبيه ؛ شبه المعنى العظيم بالجسم العظيم وخص القيراط بالذكر لأن غالب ماتقع به المعاملة إذ ذاك كان به فالمراد تعظيم الثواب فمثل للعيان بأعظم الجبال خلقا وأكثرها إلى النفوس المؤمنة حبا ويمكن كونه حقيقة بأن يجعل الله عمله يوم القيامة جسما قدر أحد ويوزن ، كذا قرروه ، وقال ابن العربي تقدير الأعمال بنسبة الأوزان تقريبا للأفهام وذلك لفقه بليغ وهو أن أصغر القراريط إذا كان من ثلاث حبات فالذرة التي يخرج بها من النار جزء من ألف وأربعة وعشرين جزءا من حبة من قيراط أكبره أكبر من جبل أحد وهو أكبر من هذا البلد قال وقراريط الحسنات هذا تقديرها أما قيراط السيئات فهو من ثلاث حبات لاتزيد بل تمحقه الحسنة وتسقطه (عب عن علي) أمير المؤمنين رمز المصنف لحسنه .

(من صلى صلاة لم يتمها زيد عليها من سبحاته حتى تتم) الظاهر أن المراد إذا صلى صلاة مفروضة وأخل بشيء من أبعاضها أو هيئاتها كملت من نوافله حتى تصير صلاة مفروضة مكملة السنن والآداب ويحتمل أن المراد أنه إذا حصل منه خلل في بعض الشروط أو الأركان ولم يعلم به في الدنيا يتمم له من تطوعه ولا مانع من شموله الأمرين فتدبر (طب عن عائذ) بمثناة تحتية ومعجمة (ابن قرط) شامي روى عنه السكوني وغيره رمز لحسنه قال الهيثمي رجاله ثقات .

(من صلى خلف إمام فليقرأ بفاتحة الكتاب) أي ولا تجزيه قراءة الإمام وهذا مذهب الشافعي وذهب الحنفية إلى أنه تجزيه قراءة إمامه مطلقا تمسكا بخبر «من صلى خلف إمام فقراءة الإمام له قراءة» قال في الفتح وهو حديث ضعيف

التفسير المظهري

تأليف

الشيخ القاضي محمد ثناء الله
العثماني الحنفي المظهري الپاني پتي
المتوفى ١٢٢٥هـ

وضع حواشيه وخرج آياته وأحاديثه
إبراهيم شمس الدين

الجزء الخامس

المحتوى:
من أول سورة الحج - إلى آخر سورة الأحزاب

مكتبة فاروقية
خيبر ماركيت كوئٹه

﴿مُسْتَئْنِسِينَ لِحَدِيثٍ﴾ مجرور معطوف على ناظرين أو منصوب أي لا تدخلوها مستأنسين وقيل تقديره ولا تمكثوا مستأنسين فهو عطف جملة على جملة نهوا أن يطيلوا الجلوس يستأنس بعضهم ببعض، لأجل حديث يحدثه به ﴿إِنَّ ذَٰلِكُمْ﴾ اللبث ﴿كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ﴾ لتضيق المنزل عليه وعلى أهله واشتغاله بما لا يعنيه تعليل لما سبق ﴿فَيَسْتَحْيِي مِنكُمْ﴾ ولا يخرجكم عطف على الجملة الاسمية السابقة ﴿وَاللَّهُ لَا يَسْتَحْيِي مِنَ الْحَقِّ﴾ عطف أو حال أو معترضة أي لا يترك الله تأديبكم حياءً فإن التأديب حق، وقال البيضاوي يعني إخراجكم حق فينبغي أن لا يترك حياءً كما لا يترك الله الحق فيأمركم بالخروج ﴿وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ﴾ أي نساء النبيّ ﷺ لدلالة بيوت النبي عليهن لأن فيها نساؤه ﴿مَتَاعًا﴾ أي شيئاً ينتفع به استعارةً أو استيهاباً أو ردًّا للعارية ﴿فَاسْأَلُوهُنَّ﴾ المتاع ﴿مِن وَرَاءِ حِجَابٍ﴾ أي الستر الجملة الشرطية معطوفة على قوله ﴿لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ﴾ قال البغوي فبعد آية الحجاب لم يكن لأحد أن ينظر إلى امرأة من نساء رسول الله ﷺ منتقبة كانت أو غير منتقبة ﴿ذَٰلِكُمْ﴾ أي السؤال من وراء الحجاب ﴿أَطْهَرُ لِقُلُوبِكُمْ وَقُلُوبِهِنَّ﴾ من الخواطر الشيطانية الجملة تعليل لما سبق.

أخرج ابن أبي حاتم عن ابن زيد قال بلغ النبيّ ﷺ أن رجلاً يقول لو توفي النبيّ ﷺ تزوجتُ فلانة من بعده فنزلت ﴿وَمَا كَانَ﴾ أي ما صح ﴿لَكُمْ أَن تُؤْذُوا رَسُولَ اللَّهِ﴾ أي تفعلوا ما يكرهه ﴿وَلَا أَن تَنكِحُوا أَزْوَاجَهُ مِن بَعْدِهِ﴾ أي من بعد وفاته أو فراقه ﴿أَبَدًا﴾ وأخرج ابن أبي حاتم عن ابن عباس قال نزلت في رجل هَمَّ أن يتزوج بعض نساء النبيّ ﷺ بعده، قال سفيان ذكر أنها عائشة وأخرج عن السديّ قال بلغنا أن طلحة بن عبيد الله قال أيحجبنا محمد عن بنات عمنا ويتزوج نساءنا من بعدنا لئن حَدَثَ حَدْثٌ لنتزوجن نساءه من بعده فأنزلت هذه الآية، وأخرج ابن سعد عن أبي بكر بن محمد بن عمرو بن حزم قال نزلت في طلحة بن عبيد الله لأنه قال إذا توفي رسول الله ﷺ تزوجتُ عائشة، وأخرج جويبر عن ابن عباس أن رجلاً أتي بعض أزواج النبيّ ﷺ فكلمها وهو ابن عمها فقال النبيّ ﷺ لا تقومن هذا المقام بعد يومك هذا فقال يا رسول الله إنها ابنة عمي والله ما قلتُ لها منكراً ولا قالت لي، قال النبيّ ﷺ قد عرفتُ ذلك إنَّه ليس أحدٌ أغيرُ من الله وإنَّه ليس أحد أغير مني فمضى فقال يمنعني من كلام ابنة عمي لأتزوجها من بعده فأنزل الله تعالى هذه الآية، قال ابن عباس فأعتق ذلك الرجل رقبة وحمل عشرة أبعرة في سبيل الله وحج ماشياً توبة من كلمته، قال البغوي روى معمر عن الزهري أن العالية بنت ظبيان التي طلقها النبيّ ﷺ تزوجت رجلاً وولدت له وذلك قبل تحريم أزواج النبيّ ﷺ على الناس قال البيضاوي خصمت التي لم يدخل بها النبي ﷺ، روي أن الأشعث بن قيس تزوج المستعيذة في أيام عمر رضي الله عنه فهمّ عمر برجمها فأخبر أنه ﷺ فارقها قبل أن يمسها فتركه من غير نكير ﴿إِنَّ ذَٰلِكُمْ كَانَ عِندَ اللَّهِ عَظِيمًا﴾ أي ذنباً عظيماً قلتُ وجاز أن يكون ذلك لأجل أن النبيّ ﷺ حيٌّ في قبره ولذلك لم يورث ولم يتئم أزواجه عن أبي هريرة قال قال رسول الله ﷺ: «من صلّى عليَّ عند قبري سمعتُه ومن صلّى عليَّ نائياً أبلغتُه» رواه البيهقي فی شعب الایمان۔

جواہر الفقہ

فقہی رسائل و مقالات
کا نادر مجموعہ

مفتی اعظم پاکستان
حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ

جلد اوّل

مکتبہ دار العلوم کراچی ۱۴

طرف جھوٹی بات منسوب کرے، اس کو چاہئے کہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں سمجھ لے، اور اگر اس طرح کا کوئی بھی غلط عقیدہ نہ ہو، تب بھی موہم الفاظ ہیں، جن میں اس عقیدۂ فاسدہ کو راہ ملتی ہے۔ اس لئے بھی ان سے اجتناب ضروری ہے۔ جیسا کہ صحیح مسلم کی حدیث میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے غلام کو یا عبدی کہہ کر پکارنے سے اسی لئے منع فرمایا کہ یہ الفاظ موہم شرک ہیں۔

البتہ روضۂ اقدس کے سامنے الفاظ خطاب کے ساتھ سلام پڑھنا سنت سے ثابت اور مستحب ہے، کیونکہ وہاں براہ راست حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سلام سننا اور جواب دینا روایات حدیث سے ثابت ہے۔

الغرض روضہ اقدس کے علاوہ دوسرے مقامات میں اگر ان الفاظ خطاب کے ساتھ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حاضر و ناظر ہونے کا عقیدہ ہے، تو کھلا ہوا شرک ہے۔ اور مجلس میں تشریف لانے کا عقیدہ ہے، تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر افتراء اور بہتان ہے۔ اور دونوں میں سے کوئی غلط عقیدہ نہیں، تو بھی موہم شرک ہونے کی وجہ سے ایسے الفاظ ممنوع ہیں۔ پھر اس ناجائز عمل پر اصرار کرنا دوسرا گناہ ہے، اور فرض و واجب کی طرح اس کو ضروری سمجھنا تیسرا گناہ ہے، اور اس میں شریک نہ ہونے والے بے گناہ مسلمانوں کو برا بھلا کہنا اور مطعون کرنا چوتھا گناہ ہے۔ اور مساجد میں بآواز بلند کہہ کر دوسرے مشغول لوگوں کے شغل میں خلل انداز ہونا پانچواں گناہ ہے۔

افسوس ہے کہ بہت سے نیک دل مسلمان قرآن کریم اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات سے ناواقف ہونے کے سبب اس کام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و عظمت کا نشان سمجھ کر اس میں شریک ہوتے ہیں۔ یہ جذبۂ محبت و عظمت بلاشبہ قابلِ قدر و مبارکباد ہے، مگر اس کا بے جا استعمال ایسا ہی ہے، جیسے کوئی اللہ تعالیٰ کی محبت میں مغرب کی نماز تین کے بجائے چار رکعت پڑھے اور اپنے دل میں یہ حساب لگائے کہ ایک رکعت زیادہ پڑھی ہے، تو مجھے ثواب اوروں سے زیادہ ملے گا، حالانکہ وہ کمبخت اپنی

تنزيه الشريعة المرفوعة

عن الأخبار الشنيعة الموضوعة

لأبى الحسن على بن محمد بن عراق الكنانى
٩٠٧ – ٩٦٣ هـ

حققه وراجع أصوله وعلق عليه

عبد الوهاب عبد اللطيف
الحائز للعالمية من درجة أستاذ
والمدرس بكلية العربية

عبد الله محمد الصديق
من علماء الأزهر والقرويين
ومتخصص فى علم الحديث والإسناد

دار الكتب العلمية
بيروت - لبنان

التعقب هو ما فى اللآلى المصنوعة . وأما فى النكت البديعات . فبيض له ولم يبد شيئاً والله أعلم .

(٢١) [حديث] من صلى على عندى قبرى سمعته ، ومن صلى على نائيا وكل الله بها ملكا يبلغنى ، وكفى أمر دنياه وآخرته ، وكنت له شهيدا وشفيعا (خط) من حديث أبى هريرة ولا يصح ، فيه محمد بن مروان وهو السدى الصغير ، وقال العقيلى لا أصل لهذا الحديث . (تعقب) بأن البيهقى أخرجه فى الشعب من هذا الطريق ، وتابع السدى عن الأعمش فيه أبو معاوية ، أخرجه أبو الشيخ فى الثواب . (قلت) وسنده جيد كما نقله السخاوى عن شيخه الحافظ ابن حجر والله أعلم ، وله شواهد من حديث ابن مسعود وابن عباس وأبى هريرة ، أخرجها البيهقى ، ومن حديث أبى بكر الصديق أخرجه الديلمى . ومن حديث عمار أخرجه العقيلى من طريق على بن قاسم الكندى . وقال : على بن القاسم شيعى فيه نظر ، لا يتابع على حديثه انتهى . وفى لسان الميزان أن ابن حبان ذكر على ابن القاسم فى الثقات ، وقد تابعه عبد الرحمن بن صالح وقبيصة بن عقبة . أخرجهما الطبرانى .

(٢٢) [حديث] ما من نبى يموت فيقيم فى قبره إلا أربعين يوما حتى ترد إليه روحه ، (حب) من حديث أنس ، وفيه الحسن بن يحيى الخشنى منكر الحديث جداً (تعقب) بأن الخشنى من رجال ابن ماجه . ضعفه الأكثر ولم ينسب إلى وضع ولا كذب . وقال دحيم وأبو داود لا بأس به . وقال أبو حاتم صدوق سيء الحفظ . وقال ابن عدى تحتمل رواياته ، ومن هذه حالته لا يحكم على حديثه بالوضع ، ولحديثه هذا شواهد يرتقى بها إلى درجة الحسن ، وقال الحافظ ابن حجر فى تخريج أحاديث الرافعى : قد ألف البيهقى جزءاً فى حياة الأنبياء فى قبورهم . وأورد فيه عدة أحاديث تؤيد هذا . (قلت) منها حديث أنس : الأنبياء أحياء فى قبورهم يصلون . أخرجه من طرق وصححه من بعضها والله أعلم وقال فى دلائل النبوة : الأنبياء أحياء عند ربهم كالشهداء . وقال فى كتاب الاعتقاد . الأنبياء بعد ما قبضوا ردت إليهم أرواحهم ، فهم أحياء عنـــد ربهم كالشهداء انتهى .

فَتْحُ البَارِي

بِشَرْحِ صَحِيحِ البُخَارِيّ

لِلإِمَامِ أَحْمَدَ بْنِ عَلِيّ بْنِ حَجَر العَسْقَلَانِيّ

موافقة لترقيم وتبويب

الشيخ/محمد فؤاد عبد الباقي

مع تعليقات العلامة

عبد العزيز بن باز

مع:
١ – ذكر أطراف الحديث في صحيح البخاري.
٢ – بيان ما اتفق عليه الشيخان البخاري ومسلم.
٣ – بيان من أخرج الحديث من أصحاب الكتب التسعة.
٤ – بيان ما انفرد به البخاري عنهم.

اعتنى به

أبو عبد الله / محمود بن الجميل

الجزء السادس

مكتبة الصفا

٢٧٨٢ – وأخرجه .

النظر كون الشهداء أحياء بنص القرآن، والأنبياء أفضل من الشهداء . ومن شواهد الحديث ما أخرجه أبو داود من حديث أبي هريرة رفعه وقال فيه: « وصلوا على فإن صلاتكم تبلغني حيث كنتم » سنده صحيح ، وأخرجه أبو الشيخ في « كتاب الثواب » بسند جيد بلفظ « من صلى على عند قبري سمعته، ومن صلى على نائيًا بلغته » وعند أبي داود والنسائي وصححه ابن خزيمة وغيره عن أوس بن أوس رفعه في فضل يوم الجمعة «فأكثروا على من الصلاة فيه فإن صلاتكم معروضة على . قالوا يا رسول الله وكيف تعرض صلاتنا عليك وقد أرمت ؟ قال : إن الله حرم على الأرض أن تأكل أجساد الأنبياء» ومما يشكل على ما تقدم ما أخرجه أبو داود من وجه آخر عن أبي هريرة رفعه « ما من أحد يسلم على إلا رد الله على روحي حتى أرد عليه السلام » ورواته ثقات . ووجه الإشكال فيه أن ظاهره أن عود الروح إلى الجسد يقتضي انفصالها عنه وهو الموت ، وقد أجاب العلماء عن ذلك بأجوبة : أحدها أن المراد بقوله «رد الله على روحي» إن رد روحه كانت سابقة عقب دفنه لا أنها تعاد ثم تنزع ثم تعاد . الثاني سلمنا ، لكن ليس هو نزع موت بل لا مشقة فيه . الثالث أن المراد بالروح الملك الموكل بذلك . الرابع المراد بالروح النطق فتجوز فيه من جهة خطابنا بما نفهمه . الخامس أنه يستغرق في أمور الملأ الأعلى ، فإذا سلم عليه رجع إليه فهمه ليجيب من سلم عليه . وقد استشكل ذلك من جهة أخرى ، وهو أنه يستلزم استغراق الزمان كله في ذلك لاتصال الصلاة والسلام عليه في أقطار الأرض ممن لا يحصى كثرة ، وأجيب بأن أمور الآخرة لا تدرك بالعقل ، وأحوال البرزخ أشبه بأحوال الآخرة والله أعلم .

قوله : (سبط الشعر) تقدم ما فيه .

قوله : (يهادى) أي يمشي متمايلا بينهما .

قوله : (ينطف) بكسر الطاء المهملة أي يقطر ومنه النطفة ؛ كذا قال الداودي ، وقال غيره النطفة الماء الصافي . وقوله « أو يهراق » هو شك من الراوي .

قوله : (أعور عينه اليمنى) كذا هو بالإضافة وعينه بالجر للأكثر وهو من إضافة الموصوف إلى صفته وهو جائز عند الكوفيين وتقديره عند البصريين عين صفحة وجهه اليمنى ، ورواه الأصيلي «عينه » بالرفع كأنه وقف على وصفه إنه أعور وابتدأ الخبر عن صفة عينه فقال « عينه كأنها كذا » وأبرز الضمير . وفيه نظر لأنه يصير كأنه قال عينه كأن عينه ، ويحتمل أن يكون رفع على البدل من الضمير في أعور الراجع على الموصوف وهو بدل بعض من كل، وقال السهيلي : لا يجوز أن يرتفع بالصفة كما ترفع الصفة المشبهة باسم الفاعل لأن أعور لا يكون نعتًا إلا لمذكر ، ويجوز أن تكون عينه مرتفعة بالابتداء وما بعدها الخبر ، وقوله « كأن عنبة « طافية » بالنصب على اسم كأن والخبر مقدر محذوف تقديره كأن في وجهه وشاهده قول الشاعر « إن محلا وإن مرتحلا » أي إن لنا محلا وإن لنا مرتحلا .

قوله : (كأن عنبة طافية) كذا للكشميهني ولغيره « كأن عينه عنبة طافية » وقد تقدم ضبطه قبل .

قوله : (وأقرب الناس به شبهًا ابن قطن ، قال الزهري) أي بالإسناد المذكور (رجل) أي ابن قطن (من خزاعة هلك في الجاهلية) . قلت : اسمه عبد العزى بن قطن بن عمرو بن جندب بن سعيد

بسم الله الرحمن الرحیم

القول البديع

في الصلاة على الحبيب الشفيع

(صلى الله عليه وسلم)

للإمام الحافظ المؤرخ محمد بن عبد الرحمن السخاوي

ولد سنة ٨٣١هـ - وتوفي سنة ٩٠٢هـ

رحمه الله تعالى

النص الكامل

قابله بأصل مصنفه وبأربعة أصول أخرى

محمد عوامة

المكتبة المعروفية

كاسی روڈ شالدہ کوئٹہ پاکستان

وعن أبي هريرة رضي الله عنه، عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه قال: «لا تجعلوا بيوتكم قبوراً، ولا تجعلوا قبري عيداً، وصلُّوا عليَّ فإن صلاتكم تبلُغني حيثما كنتم» أخرجه أبو داود، وأحمد في «مسنده»، وابن فِيل في «جزئه» المرويّ عنه، وصححه النووي في «الأذكار»، وعند ابن بَشْكُوال من حديثه مرفوعًا بلفظ: «ما من أحد يسلِّم عليَّ إلا ردَّ الله إليَّ روحي حتى أردَّ عليه».

وعنه أيضًا رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: «أكثِروا الصلاةَ عليَّ في الليلة الزَّهراء واليوم الأغرِّ، فإن صلاتكم تُعرض عليَّ». أخرجه الطبراني في «الأوسط» بسند ضعيف، لكن يتقوّى بشواهده.

وعنه أيضًا رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: «من صلى عليَّ عند قبري سمعتُه، ومن صلى عليَّ من بعيد أُعْلِمتُه». أخرجه أبو الشيخ في «الثواب» له من طريق أبي معاوية، عن الأعمش، عن أبي صالح، عنه، ومن طريقه الديلمي، وقال ابن القيم: إنه غريب.

قلت: وسنده جيد، كما أفاده شيخنا.

وعنه أيضًا رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: «من صلّى عليَّ عند قبري سمعتُه، ومن صلّى علي نائيًا وكّل الله به ملكًا يبلِّغني، وكُفِيَ أمرَ دنياه وآخرتِه، وكنتُ له يوم القيامة شهيداً أو شفيعًا»(١). أخرجه العُشاري، وفي سنده محمد بن يونس، وهو الكُدَيمي، متروك الحديث.

وهو عند ابن أبي شيبة، والتيمي في «ترغيبه» والبيهقي في «حياة الأنبياء» له باختصار: «من صلى عليَّ عند قبري سمعته، ومن صلّى علي نائيًا أُبْلغته».

وأخرجه في «الشُعب» بلفظ: «ما من عبد يسلم عليَّ عند قبري إلا

---

(١) في ج: وشفيعًا. وانظر صفحة ٢٣٥، وانظر (التنبيه) ص٣٩٢.

مرقاۃ المفاتیح

شرح

مشکوۃ المصابیح

للمحدث الشهیر و الفقیه النبیل

علی بن سلطان محمد القاری رحمه الباری

المتوفی ١٠١٤ھ

الجزء الثانی

مکتبہ امدادیہ ملتان

پاکستان

و رواه أحمد عن الحسين بن على و قال الترمذى هذا حديث حسن صحيح غريب
★ و عن أبى هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من صلى على عند قبرى سمعته و من صلى على نائيا أبلغته رواه البيهقى فى شعب الايمان ★ و عن عبدالله بن عمرو قال من صلى على النبى صلى الله عليه وسلم واحدة صلى الله عليه و ملائكته سبعين صلاة رواه أحمد ★ و عن رويفع ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال من صلى على محمد و قال اللهم أنزله المقعد المقرب عندك يوم القيامة وجبت له شفاعتى رواه أحمد
★ و عن عبدالرحمن بن عوف قال خرج رسول الله صلى الله عليه وسلم حتى دخل نخلا

فمن لم يصل عليه فقد بخل و منع نفسه من أن يكتال بالمكيال الاوفى فلا يكون أحد أبخل منه كما يدل عليه رواية البخيل كل البخيل (رواه الترمذى) أى عن على قال ابن حجر و البيهقى و ابن أبى عاصم و الطبرانى و ابن حبان و صححه (و رواه أحمد عن الحسين بن على رضى الله عنهما و قال الترمذى هذا حديث حسن صحيح غريب) كذا فى أصول المشكاة و قال ابن حجر و وقع فى نسخة من جامعه زيادة غريب موهم قال ميرك و رواه النسائى و ابن ماجه و الحاكم و أطنب اسمعيل القاضى فى تخريج طرقه و بيان الاختلاف فيه من حديث على و من حديث ابنه الحسين و لا يقصر عن درجة الحسن (و عن أبى هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من صلى على عند قبرى سمعته) أى سمعا حقيقيا بلا واسطة قال الطيبى هذا لاينافى ما تقدم من النهى عن الاعتياد الدافع عن الحشمة ولا شك ان الصلاة فى الحضور أفضل من الغيبة انتهى لان الغالب حضور القلب عند الحضرة و الغفلة عند الغيبة (و من صلى علىّ نائيا) أى من بعيد كما فى رواية أى بعيدا (عن قبرى أبلغته) و فى نسخة صحيحة بلغته من التبليغ أى أعلمته كما فى رواية و الضمير راجع الى مصدر صلى كقوله تعالى اعدلوا هو أقرب للتقوى (رواه البيهقى فى شعب الايمان) قال ميرك نقلا عن الشيخ و رواه أبو الشيخ و ابن حبان فى كتاب ثواب الاعمال بسند جيد (و عن عبدالله بن عمرو قال من صلى على النبى صلى الله عليه وسلم واحدة) أى صلاة واحدة (صلى الله عليه و ملائكته سبعين صلاة) و لعل هذا مخصوص بيوم الجمعة اذ ورد أن الاعمال فى يوم الجمعة بسبعين ضعفا و لهذا يكون الحج الاكبر عن سبعين حجة (رواه أحمد) قال السخاوى و رواه ابن زنجويه فى ترغيبه باسناد حسن و حكمه الرفع اذ لا مجال للاجتهاد فيه (و عن رويفع) بالتصغير و هو ابن ثابت الانصارى (أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال من صلى على محمد و قال) عطف على صلى و هو يحتمل أن يكون عطف تفسير لان المقصود من الصلاة انما هو التعظيم و أن يكون المعنى و قال بعد الصلاة (اللهم أنزله) و هو الظاهر لما فى رواية من قال اللهم صل على محمد و أنزله (المقعد المقرب عندك) هو المقام المحمود لقوله (يوم القيامة) و فى رواية المقرب عندك فى الجنة فيحتمل أن يراد به الوسيلة التى هى أعلى درجة فى الجنة لا تكون الا له عليه السلام قيل لرسول الله صلى الله عليه وسلم مقامان أحدهما مقام حلول الشفاعة عن يمين عرش الرحمن يغبطه الاولون و الآخرون و الثانى مقعده من الجنة و منزله الذى لا منزلة بعده ذكره الطيبى و يحتمل أن يكون الثانى هو المراد و أريد بيوم القيامة الدار الآخرة (وجبت) أى ثبتت و فى رواية حلت و هى بمعناها أى وقعت و تحتمت بمقتضى وعد الله الصادق (له شفاعتى) أى نوع من أنواع شفاعاته عليه السلام الخاصة ببعض أمته من رفع درجته أو نحوها و فيه اشارة الى بشارة حسن الخاتمة (رواه أحمد) قال ميرك و رواه البزار و الطبرانى فى الكبير و الاوسط و بعض أسانيدهم حسن و قال ابن حجر و رواه ابن أبى عاصم و ابن أبى الدنيا و اسمعيل القاضى و ابن بشكوال قال المنذرى و بعض أسانيدهم حسن (و عن عبدالرحمن بن عوف

فتح الملهم

بشرح صحيح الإمام مسلم بن الحجاج القشيري رحمه الله

تأليف

العلامة المحدث المفسر المتكلم الكبير الشيخ شبير احمد العثماني رحمه الله

بتعليقات نافعة

من فضيلة العلامة المفتي محمد رفيع العثماني رئيس دار العلوم كراتشي

التخريج والترقيم

نور البشر بن نور الحق

المجلد الثاني

الناشر

مكتبة دار العلوم كراتشي ١٤

. . . . .

فلهذا أدخل حرف التشبيه فى الرواية ، وحيث أطلقها فهى محمولة على ذلك ، والله أعلم .

وقد جمع البيهقى كتابا لطيفا فى حياة الأنبياء فى قبورهم أورد فيه حديث أنس : «الأنبياء أحياء فى قبورهم يصلون» أخرجه من طريق يحيى بن أبى كثير – وهو من رجال الصحيح – عن المستلم بن سعيد – وقد وثقه أحمد وابن حبان – عن الحجاج الأسود – وهو ابن أبى زياد البصرى وقد وثقه أحمد وابن معين – عن ثابت عنه ، وأخرجه أيضا أبويعلى فى مسنده من هذا الوجه وشاهد هذا الحديث ما ثبت فى صحيح مسلم من رواية حماد بن سلمة ، عن ثابت ، عن أنس رفعه : «مررت بموسى ليلة أسرى بى عند الكثيب الأحمر وهو قائم يصلى فى قبره» وأخرجه أيضا من وجه آخر ، عن أنس ، فإن قيل : هذا خاص بموسى ، قلنا : قد وجدنا له شاهدا من حديث أبى هريرة أخرجه مسلم أيضا من طريق عبد الله بن الفضل عن أبى سلمة عن أبى هريرة رفعه : «لقد رأيتنى فى الحجر وقريش تسألنى عن مسراى» الحديث ، وفيه : «وقد رأيتنى فى جماعة من الأنبياء ، فإذا موسى قائم يصلى ، فإذا رجل ضرب جعد كأنه» وفيه : «وإذا عيسى بن مريم قائم يصلى أقرب الناس به شبها عروة بن مسعود ، وإذا إبراهيم قائم يصلى ، أشبه الناس به صاحبكم ، فحانت الصلاة فأممتهم» .

ومن شواهد الحديث أيضا ما أخرجه أبوداود من حديث أبى هريرة رفعه ، وقال فيه : «وصلوا علىّ ، فإن صلاتكم تبلغنى حيث كنتم» سنده صحيح ، وأخرجه أبو الشيخ فى كتاب الثواب بسند جيد «من صلى علىّ عند قبرى سمعته ، ومن صلى على نائيا بلغته» وعند أبى داؤد والنسائى ، وصححه ابن خزيمة وغيره ، عن أوس بن أوس رفعه فى فضل يوم الجمعة «فأكثروا فيه علىّ من الصلاة ، فإن صلاتكم معروضة علىّ ، قالوا : يا رسول الله ، وكيف تعرض صلاتنا عليك وقد أرمت ؟ قال : إن الله حرم على الأرض أن تأكل أجساد الأنبياء» .

ومما يشكل على ما تقدم ما أخرجه أبوداود من وجه آخر عن أبى هريرة رفعه : «ما من أحد يسلم علىّ إلا ردّ الله علىّ روحى ، حتى أرد عليه السلام» ورواته ثقات . وجه الإشكال فيه أن ظاهره أن عود الروح إلى الجسد يقتضى انفصالها عنه ، وهو الموت . وقد أجاب العلماء

احادیث مبارکہ
دلیل نمبر 8

مُسْنَدُ أَبِي يَعْلَى

للإمام أبي يعلى أحمد بن علي بن المثنى الموصلي
المتوفى سنة ٣٠٧ هـ

حققه أصوله وخرّج أحاديثه
الشيخ خليل بن مأمون شيحا

دار المعرفة
بيروت - لبنان

تأجملوا في الطَّلَبِ، خُذُوا مَا حَلَّ، وَدَعُوا مَا حُرِّمَ». [ق (الحديث: 2144)].

6577/ 744 ـ حدّثنا أحمد بن عيسىٰ، حدّثنا ابن وهب، عن أبي صخر أن سعيدًا المقبري أخبره، أنّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ الله ﷺ يَقُولُ: «وَالَّذِي نَفْسُ أَبِي القَاسِمِ بِيَدِهِ لَيَنْزِلَنَّ عِيسَىٰ ابْنُ مَرْيَمَ إِمَامًا مُقْسِطًا، وَحَكَمًا عَدْلاً، فَلَيَكْسِرَنَّ الصَّلِيبَ، وَلَيَقْتُلَنَّ الْخِنْزِيرَ، وَلَيُصْلِحَنَّ ذَاتَ الْبَيْنِ، وَلَيُذْهِبَنَّ الشَّحْنَاءَ، وَلَيُعْرَضَنَّ عَلَيْهِ الْمَالُ فَلاَ يَقْبَلُهُ، ثُمَّ لَئِنْ قَامَ عَلَىٰ قَبْرِي فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ لأُجِيبَنَّهُ».

6578/ 745 ـ حدّثنا يحيىٰ بن أيوب، حدّثنا إسماعيل، أخبرني عمرو، عن سعيد، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ انْصَرَفَ مِنَ الصُّبْحِ يَوْمًا فَأَتَى النِّسَاءَ فِي الْمَسْجِدِ، فَوَقَفَ عَلَيْهِنَّ فَقَالَ: «يَا مَعْشَرَ النِّسَاءِ، مَا رَأَيْتُ مِنْ نَوَاقِصِ عُقُولٍ وَدِينٍ أَذْهَبَ بِقُلُوبِ ذَوِي الأَلْبَابِ مِنْكُنَّ وَإِنِّي قَدْ رَأَيْتُ أَنَّكُنَّ أَكْثَرُ أَهْلِ النَّارِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، فَتَقَرَّبْنَ إِلَىٰ الله ﷻ بِمَا اسْتَطَعْتن».

وَكَانَتْ فِي النِّسَاءِ امْرَأَةُ عَبْدِ الله بْنِ مَسْعُودٍ، فَانْطَلَقَتْ إِلَىٰ عَبْدِ الله بْنِ مَسْعُودٍ فَأَخْبَرَتْهُ بِمَا سَمِعَتْ مِنْ رَسُولِ الله ﷺ وَأَخَذَتْ حُلِيًّا لَهَا، فَقَالَ ابْنُ مَسْعُودٍ: أَيْنَ تَذْهَبِينَ بِهٰذَا الْحُلِيِّ؟ قَالَتْ: أَتَقَرَّبُ بِهِ إِلَىٰ الله ﷻ وَرَسُولِهِ ﷺ لَعَلَّ الله أَنْ لاَ يَجْعَلَنِي مِنْ أَهْلِ النَّارِ. فَقَالَ: هَلُمِّي وَيْلَكِ، تَصَدَّقِي بِهِ عَلَيَّ وَعَلَىٰ وَلَدِي، فَإِنَّا لَهُ مَوْضِعٌ. فَقَالَتْ: لاَ وَالله حَتَّىٰ أَذْهَبَ بِهِ إِلَىٰ رَسُولِ الله ﷺ فَذَهَبَتْ تَسْتَأْذِنُ عَلَىٰ رَسُولِ الله ﷺ فَقَالُوا: هٰذِهِ زَيْنَبُ تَسْتَأْذِنُ يَا رَسُولَ الله؟ فَقَالَ: «أَيُّ الزَّيَانِبِ هِيَ؟» قَالَ: امْرَأَةُ عَبْدِ الله بْنِ مَسْعُودٍ. قَالَ: «ائْذَنُوا لَهَا». فَدَخَلَتْ عَلَىٰ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ الله، إِنِّي سَمِعْتُ مِنْكَ مَقَالَةً فَرَجَعْتُ إِلَىٰ ابْنِ مَسْعُودٍ فَحَدَّثْتُهُ، وَأَخَذْتُ حُلِيًّا أَتَقَرَّبُ بِهِ إِلَىٰ الله ﷻ وَإِلَيْكَ، رَجَاءَ أَنْ لاَ يَجْعَلَنِيَ الله مِنْ أَهْلِ النَّارِ، فَقَالَ لِيَ ابْنُ مَسْعُودٍ: تَصَدَّقِي بِهِ عَلَيَّ وَعَلَىٰ بَنِيَّ فَإِنَّا لَهُ مَوْضِعٌ. فَقُلْتُ: حَتَّىٰ أَسْتَأْذِنَ رَسُولَ الله ﷺ فَقَالَ رَسُولُ الله ﷺ: «تَصَدَّقِي عَلَيْهِ وَعَلَىٰ بَنِيهِ، فَإِنَّهُمْ لَهُ مَوْضِعٌ». ثُمَّ قَالَتْ: يَا رَسُولَ الله، أَرَأَيْتَ مَا سَمِعْتُ مِنْكَ حِينَ وَقَفْتَ عَلَيْنَا: «مَا رَأَيْتُ مِنْ نَوَاقِصِ عُقُولٍ قَطُّ وَلاَ دِينٍ أَذْهَبَ بِقُلُوبِ ذَوِي الأَلْبَابِ مِنْكُنَّ» يَا رَسُولَ الله، فَمَا نُقْصَانُ دِينِنَا وَعُقُولِنَا؟ قَالَ: «أَمَّا مَا ذَكَرْتُ مِنْ نُقْصَانِ دِينِكُنَّ فَالْحَيْضَةُ الَّتِي تُصِيبُكُنَّ، تَمْكُثُ إِحْدَاكُنَّ مَا شَاءَ الله أَنْ تَمْكُثَ لاَ تُصَلِّي وَلاَ تَصُومُ، فَذٰلِكَ نُقْصَانُ دِينِكُنَّ. وَأَمَّا مَا ذَكَرْتُ مِنْ نُقْصَانِ عُقُولِكُنَّ إِنَّمَا شَهَادَةُ الْمَرْأَةِ نِصْفُ شَهَادَةٍ». [م (الحديث: 80)، حم (الحديث: 2/ 373) و(الحديث: 2/ 374)].

6579/ 746 ـ حدّثنا محمد بن بكار، حدّثنا أبو معشر، عن سعيد، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ الله ﷺ: «إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ اسْتَشْفَعَ الْمَلاَئِكَةُ وَالنَّبِيُّونَ حَتَّىٰ يُقَالَ لأَحَدِهِمْ: مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ دِينَارٍ، ثُمَّ يُقَالُ: نِصْفُ دِينَارٍ، ثُمَّ يُقَالُ: قِيرَاطٌ، ثُمَّ يُقَالُ: نِصْفُ قِيرَاطٍ، ثُمَّ يُقَالُ: شَعِيرَةٌ. ثُمَّ يُقَالُ: حَبَّةٌ مِنْ خَرْدَلٍ. فَإِذَا دَخَلَ أَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ، وَأَهْلُ النَّارِ النَّارَ يَقُولُ الْجَبَّارُ: اسْتَشْفَعَ الْخَلْقُ لِلْخَلْقِ وَبَقِيَتْ رَحْمَةُ الْخَالِقِ». قَالَ: «فَيَأْخُذُ قَبْضَةً مِنْ جَهَنَّمَ فَيَطْرَحُهَا فِي نَهْرِ الْحَيَاةِ». قَالَ: «فَيَنْبُتُونَ كَمَا يَنْبُتُ الزَّرْعُ، أَلَمْ تَرَ

تاريخ مدينة دمشق

وذكر فضلها وتسمية من حلها من الأماثل أو اجتاز بنواحيها من وارديها وأهلها

تصنيف

الإمام العالم الحافظ أبي القاسم علي بن الحسن
ابن هبة الله بن عبد الله الشافعي
المعروف بابن عساكر
٤٩٩ هـ - ٥٧١ هـ

دراسة وتحقيق

محب الدين أبي سعيد عمر بن غرامة العمروي

الجزء السابع والأربعون

عنبسة - عيسى

دار الفكر
للطباعة والنشر والتوزيع

أَخْبَرَنا أَبو مُحَمَّد بن طاوس، أَنْبَأنَا أَبو الحُسَيْن أَحْمَد بن عَبْد الرَّحمن بن مُحَمَّد الذَّكْوَاني[(١)]، أَنْبَأنَا أَبو الفرج عُثْمَان بن أَحْمَد بن إِسْحَاق البُرْجي[(٢)]، حَدَّثَنَا أَبو جَعْفَر مُحَمَّد بن عمَر بن حفص، حَدَّثَنَا إِسْحَاق بن إِبْرَاهيم شَاذان، حَدَّثَنَا سعد بن الصلت، عن حُمَيد بن صخر[(٣)]، عَن شبيه[(٤)] المدني، عَن أَبي هريرة عن النبي ﷺ قال:

«لا تقوم الساعة حتى ينزل عِيسَىٰ بن مَرْيَم إماماً مقسطاً، وحكماً عَدْلاً، ويقتل الخنزير، ويكسر الصليب، ويُذْهِب الشحناء، ويُصلح السنن، ويفيض المال، فلا يقبله أحدٌ، فإنْ قام عند قبري فقال: يا مُحَمَّد لأجيبه»[١٠٣١١].

أَخْبَرَنا[(٥)] أَبو القَاسم بن الحُصَيْن، أَنْبَأنَا أَبو عَلي بن المُذْهِب، أَنْبَأنَا أَحْمَد بن جَعْفَر، حَدَّثَنَا عَبْد اللّه بن أَحْمَد، حَدَّثَني أَبي[(٦)]، حَدَّثَنَا سُرَيج[(٧)]، حَدَّثَنَا فليح، عَن الحارث بن فُضَيل الأنصاري، عَن زياد بن سعد، عَن أَبي هريرة قال:

قال رَسُول الله ﷺ: «ينزل [عيسى][(٨)] ابن مَرْيَم إماماً عادلاً، وحَكَماً مقسطاً، فيكسر الصليب، ويقتل الخنزيرَ، ويُرجع السَّلْم، ويتخذ السيوف مناجل، وتذهب حُمَة كلّ ذات حمَة[(٩)]، وتنزل السماء رِزْقَها، وتُخرج الأرضُ بركتها حتى يلعب الصبيّ بالثعبان فلا يضرّه، وتراعي الغنمُ الذئبَ فلا يضرّها، ويُراعي الأسدُ البقرَ فلا يضرّها»[١٠٣١٢].

أَخْبَرَنا[(١٠)] أَبو القَاسم الشَحَامي، أَنْبَأنَا أَبو سعد[(١١)] الجنْزَرودي، حَدَّثَنَا جَعْفَر بن أَحْمَد بن نصر الحافظ، حَدَّثَنَا عَلي بن الحُسَيْن بن إِشكاب، حَدَّثَنَا عَلي بن عاصم، عَن خالد، وهشام عن مُحَمَّد، عَن أَبي هريرة قال: قال رَسُول الله ﷺ:

«أوشك مَنْ عاش منكم أنْ يلقى عِيسَىٰ بن مَرْيَم عليه السلام، حَكَماً عَدْلاً، وإماماً

---

(١) ترجمته في سير أعلام النبلاء ١٩/١٠٣.

(٢) غير واضحة بالأصل، والصواب ما أثبت، وقد ذكر الذهبي في مشايخ الذكواني المتقدم: «عثمان البرجي» راجع الحاشية السابقة.

(٣) كذا بالأصل، وهو حميد بن زياد، أبو صخر، ويقال: حميد بن صخر ترجمته في تهذيب الكمال ٥/ ٢٤٢.

(٤) كذا بالأصل.

(٥) كتب فوقها بالأصل: ملحق.

(٦) رواه أحمد بن حنبل في المسند ٣/ ٥٣٠ رقم ١٠٢٦٥ طبعة دار الفكر.

(٧) بدون إعجام بالأصل، والمثبت عن المسند.

(٨) زيادة عن المسند.

(٩) الحمة: الإبرة التي تضرب بها الحية والعقرب والزنبور ونحو ذلك، أو تلدغ بها (اللسان: حمى).

(١٠) كتب فوقها بالأصل: ملحق.

(١١) الأصل: سعيد، تصحيف.

المطالب العالية

بزوائد المسانيد الثمانية

للحافظ أحمد بن علي بن حجر العسقلاني

٧٧٣ - ٨٥٢ هجرية

تحقيق

عبد القادر بن عبد الكريم بن عبد العزيز جوندل

تنسيق

د. سعد بن ناصر بن عبد العزيز الشثري

المجلد الثامن عشر

٣٥ - ٣٦

بقية كتاب الفتن

(الفتوح، الملاحم، أشراط الساعة، البعث، الجنة والنار)

(٤٣٦٤ - ٤٦٢٧)

دار العاصمة للنشر والتوزيع

دار الغيث للنشر والتوزيع

٤٥٠٥ ــ حدثنا(١) أحمد بن عيسى، ثنا ابن وهب، عن أبي صخر قال: إن سعيد المقبري أخبره أنه سمع أبا هريرة رضي الله عنه يقول: سمعت رسول الله ﷺ يقول: والذي نفس أبي القاسم ﷺ بيده لينزلن عيسى بن مريم عليه الصلاة والسلام. . . فذكر الحديث.

وفيه: «وليصلحن ذات البين وليذهبن الشحناء، وليقرضن المال. ثم لئن قام على قبري فقال: يا محمد! لأجيبنَّه».

. . . .

(١) القائل: هو أبو يعلى وقد رواه في مسنده (١١/ ٤٦٢: ٦٥٨٤)، ولفظه: والذي نفس أبي القاسم بيده لينزلن عيسى بن مريم إماماً مقسطاً، وحكماً عدلاً، فليكسرن الصليب، وليقتلن الخنزير، وليصلحن ذات البين، وليذهبن الشحناء، وليعرضن عليه المال فلا يقبله، ثم لئن قام على قبري فقال: يا محمد لأجيبنه».

٤٥٠٥ ــ درجته:

الحديث حسن بهذا الإسناد، رواته ثقات، ما عدا أبا صخر حميد بن زياد وأحمد بن عيسى المصري فهما بمرتبة صدوق، كما تقدم.

وذكره الهيثمي في المجمع (٨/ ٢١١)، وقال: «هو في الصحيح باختصار، رواه أبو يعلى ورجاله رجال الصحيح».

تخريجه:

رواه أبو يعلى في مسنده (١١/ ٤٦٢: ٦٥٨٤)، وأصل الحديث بدون هذه الزيادة في الصحيحين وغيرهما من حديث أبي هريرة رضي الله عنه. ولفظه: «والذي نفسي بيده ليوشكن أن ينزل فيكم ابن مريم حكماً مقسطاً، فيكسر الصليب ويقتل الخنزير ويضع الجزية، ويفيض المال حتى لا يقبله أحد».

أخرجه البخاري في صحيحه كما في الفتح (٤/ ٤٨٣: ٢٢٢٢) ومسلم في صحيحه (١/ ١٣٥: ٢٤٢)، كتاب الإيمان، باب نزول عيسى بن مريم حاكماً، والترمذي في جامعه، (٤/ ٥٠٦: ٢٢٣٣)، كتاب الفتن، باب ما جاء في نزول

عيسى بن مريم عليه السلام، وابن ماجه في سننه (٢/ ١٣٦٣: ٤٠٧٨)، كتاب الفتن، باب فتنة الدجال وخروج عيسى بن مريم ويأجوج ومأجوج، وابن الجعد في المسند (٢/ ١٠٢٥) كلهم من طريق ابن شهاب، عن ابن المسيب، عن أبـي هريرة رضي الله عنه، به، مرفوعاً.

أما حديث الباب الذي رواه أبو يعلى وفيه هذه الزيادة، فقد ورد في صحيح مسلم وأحمد ما يشهد لبعضه:

أما قوله ﷺ: «وليذهبن الشحناء» يشهد له ما جاء في صحيح مسلم وأحمد عن أبـي هريرة رضي الله عنه بلفظ: «والله لينزلن ابن مريم حكماً عادلاً فليكسرن الصليب، وليقتلن الخنزير، وليضعن الجزية، ولتتركن القلاص فلا يسعى عليها ولتذهبن الشحناء والتباغض والتحاسد وليدعون إلى المال فلا يقبله أحد».

أخرجه مسلم في صحيحه (١/ ١٣٦: ٢٤٣)، كتاب الإيمان، باب نزول عيسى بن مريم عليهما السلام، والإمام أحمد في المسند (٢/ ٤٩٣، ٤٩٤) كلاهما من طريق ليث حدثني سعيد بن أبـي سعيد، عن عطاء بن ميناء، مولى ابن أبـي ذباب، عن أبـي هريرة رضي الله عنه، به.

وأما قوله في الحديث: (ثم لئن قام على قبري فقال: يا محمد لأجيبنه) يشهد له.

ما أخرجه الحاكم في المستدرك (٢/ ٥٩٥) من طريق يعلى بن عبيد ثنا محمد بن إسحاق، عن سعيد بن أبـي سعيد المقبري، عن عطاء مولى أم حبيبة، قال سمعت أبا هريرة يقول: قال رسول الله ﷺ: «ليهبطن عيسى بن مريم حكماً عدلاً، وإماماً مقسطاً، وليسلكن فجاً، حاجاً، أو معتمراً أو بنيتهما، وليأتين قبري حتى يسلم علي، ولأردن عليه».

وقال: «هذا حديث صحيح الإسناد ولم يخرجاه بهذه السياقة» ووافقه الذهبـي وقال: سمعه يعلى بن عبيد من محمد بن إسحاق.

وفيه محمد بن إسحاق أبو بكر المطلبي وهو مدلس من المرتبة الرابعة وعنعنته لا تقبل، وقد عنعن في هذا الإسناد، وعليه فإن الإسناد ضعيف.

فالخلاصة أن قوله في الحديث: (وليذهبن الشحناء، وليقرضن المال) صحيح لغيره بطريق مسلم وغيره.

وقوله: (ثم لئن قام على قبري فقال: يا محمد! لأجيبنه) يبقى حسناً لذاته بإسناد أبي يعلى.

هذا والأحاديث الواردة في نزول عيسى بن مريم عليه السلام متواترة. انظر: كتاب (أشراط الساعة) لصاحبه يوسف الوابل (٣٤٨ ــ ٣٥٥).

المستدرك

على الصحيحين

للإمام الحافظ أبي عبدالله محمد بن عبدالله الحاكم النيسابوري

نسخة محققة على ثلاثة أصول مخطوطة وبها زيادات

تحقيق وتقديم ودراسة

الدكتور محمود مطرجي

وبهامشه

١- كتاب تلخيص المستدرك

للامام شمس الدين الذهبي

٢- المستدرك على التلخيص

للامام سراج الدين ابن الملقن

الجزء الثالث

الأحاديث: ٣٥٢٧ - ٥٣٣٠

قديمي كتب خانه
آرام باغ
كراچی

نطعِنَّ فيه ﴿فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُولٍ حَسَنٍ وَأَنۢبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا﴾ وهلكَتْ امُّها فضمَّتها إلى خالتِها امّ يحيى». هذا حديث صحيح الإسناد ولم يخرجاه.

٤٢١١ ـ حدَّثنا أبو بكر محمَّد بن أحمد بن بالويه، ثنا بشر بن موسى، ثنا محمَّد بن سعيد ابن الأصبهاني، ثنا حسين بن علي، عن زائدة، عن ميسرة، عن عكرمة، عن ابن عبّاس رضي الله عنهما: أنّ رَسُولَ الله ﷺ قال: «فيأتُونَ عيسَى بالشَّفاعةِ فيقولُ: هل تعلمونَ احداً هو كلِمَةُ الله ورُوحه ويبرِئُ الاكمَه والابرَصَ ويُحيي المَوْتَى غيري؟ فيقولون: لا». هذا حديث صحيح الإسناد ولم يخرجاه.

٤٢١٢ ـ حدَّثنا أبو بكر بن إسحاق، أنبأ هشام بن علي، ثنا موسى بن إسماعيل، ثنا داود بن أبي الفرات، ثنا علباء بن أحمر، عن عكرمة، عن ابن عبّاس قال: قال رسول الله ﷺ: «افضَلُ نساءِ العالمينَ خديجةُ بنتُ خويلد، وفاطمةُ بنتُ محمَّد، ومريمُ بنتُ عمران، وآسية بنتُ مزاحم امرأة فرعون». هذا حديث صحيح الإسناد ولم يخرجاه بهذا اللفظ.

٤٢١٣ ـ حدَّثنا أبو الطيب محمَّد بن محمَّد الشعيري، ثنا السري بن خزيمة، ثنا مسلم بن إبراهيم، ثنا جرير بن حازم، ثنا محمَّد بن سيرين، عن أبي هريرة ﷺ قال: قالَ رسولُ الله ﷺ: «لم يتكَلَّمْ في المَهْدِ إلا ثلاثَةٌ: عيسى ابنُ مريمَ، وشاهدُ يوسُف، وصاحبُ جريجٍ وابنُ ماشِطة بنت فرعون». هذا حديث صحيح على شرط الشيخين ولم يخرجاه.

٤٢١٤ ـ أخبرني أبو الطيب محمَّد بن أحمد الحيري، ثنا محمَّد بن عبد الوهّاب، ثنا يعلى بن عبيد، ثنا محمَّد بن إسحاق، عن سعيد بن أبي سعيد المقبري، عن عطاء مولى أم حبيبة قال: سمعت أبا هريرة يقول: قال رسول الله ﷺ: «ليهبِطَنَّ عيسى ابنُ مريم حَكَماً عدْلاً وإماماً مقسِطاً، وليسلُكَنَّ فجّاً حاجّاً او معتمراً، وليَاتِيَنَّ قبرِيْ حتَّى يُسَلِّمَ عليَّ، ولأرُدَّنَّ عليه» يقول أبو هريرة: أيْ بني أخِي إنْ رأيتُموه فقولُوا: أبُو هريرة يقرِئُكَ السَّلامَ. هذا حديث صحيح الإسناد ولم يخرجاه بهذه السياقة.

٤٢١٥ ـ أخبرنا أبو عبد الله محمَّد بن عبد الله بن دينار العدل، ثنا السري بن خزيمة والحسن بن الفضل قالا: ثنا عفان بن مسلم، ثنا همام، ثنا قتادة، عن عبد الرَّحمٰن بن آدم، عن أبي هريرة ﷺ، أن النبيّ ﷺ قال: «إنَّ روحَ الله عيسى ابن مريَمَ نازِلٌ فيكُمْ فإذا رأيتُموه

[٤٢١١] وافقه الذهبي في التلخيص: صحيح.

[٤٢١٢] وافقه الذهبي في التلخيص: صحيح.

[٤٢١٣] وافقه الذهبي في التلخيص: على شرط البخاري ومسلم.

[٤٢١٤] وافقه الذهبي في التلخيص: صحيح، سمعه يعلى بن عبيد منه.

[٤٢١٥] وافقه الذهبي في التلخيص: صحيح.

مجمع الزوائد
ومنبع الفوائد

للإمام الحافظ العالم
أبي الحسن علي بن أبي بكر بن سليمان الشافعي
نور الدين الهيثمي
رحمه الله تعالى
(٧٣٥-٨٠٧هـ)

حققه وخرج أحاديثه
حسين سليم أسد الداراني

المجلد السابع عشر

كتاب فيه ذكر الأنبياء - وعلامات النبوة
١٣٧٦٩ - ١٤٢٩٩

دار المنهاج

١٣٨٣٤ ـ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ، قَالَ : سَمِعْتُ رَسُولَ ٱللهِ صَلَّى ٱللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ،

« لسان الميزان » ٢/ ٢٤٦ ـ وتمام في فوائده برقم (٥٨) ، وابن عساكر في « تاريخ دمشق » ١٣/ ٣٢٦ من طريق الحسن بن قتيبة .

جميعاً : حدثنا المستلم ـ تحرف في فوائد تمام إلى : المستنير ـ بن سعيد الثقفي ، حدثنا حجاج بن الأسود ، عن ثابت البناني ، عن أنس. . . . . وهٰذا إسناد رجاله ثقات ، ولٰكن قال الذهبي في « ميزان الاعتدال » ١/ ٤٦٠ : « حجاج بن الأسود ، عن ثابت البناني : نكرة ، ما روىٰ عنه ـ فيما أعلم سوىٰ مستلم بن سعيد ، فأتىٰ بخبر منكر : عنه ، عن أنس في أن الأنبياء أحياء في قبورهم يصلون » .

وتعقبه الحافظ في « لسان الميزان » ٢/ ١٧٥ فقال : « وإنما هو : حجاج بن أبي زياد الأسود يعرف بـ« زق العسل » وهو بصري كان ينزل القسامل. . . .

قال أحمد : « ثقة ، وهو رجل صالح » . وقال ابن معين :« ثقة » . وقال أبو حاتم : « صالح الحديث » . وذكره ابن حبان في الثقات ٦/ ٢٠٢ فقال : « حجاج بن أبي زياد الأسود ، من أهل البصرة كان ينزل القسامل ، روىٰ عن أبي نضرة ، وجابر بن زيد .

روىٰ عنه : عيسى بن يونس ، وجرير بن حازم ، وهو الذي يحدث عنه حماد بن سلمة فيقول : حدثني حجاج بن الأسود » .

وقال عبد الغني بن سعيد في « إيضاح الإشكال » : هو حجاج بن حجاج الباهلي ، لٰكن فرق بينهما ابن أبي حاتم وغيره » . انتهىٰ كلام الحافظ ابن حجر .

والحجاج عند البزار هو : الصواف .

وقال البزار : « لا نعلم رواه عن ثابت ، عن أنس إلا الحجاج ، ولا عن الحجاج إلا المستلم بن سعيد ، ولا نعلم روى الحجاج ، عن ثابت إلا هٰذا » .

والحسن بن قتيبة هالك ، قال الدارقطني : متروك الحديث ، وقال أبو حاتم : ضعيف ، وقال الأزدي : واهي الحديث .

وقال العقيلي : كثير الوهم . وقال ابن عدي : أرجو أنه لا بأس به . ولٰكنه متابع كما تقدم .

وأخرجه البزار في « كشف الأستار » ٣/ ١٠٠ برقم (٢٣٣٩) من طريق الحسن بن قتيبة المدائني ، حدثنا حماد بن سلمة ، عن عبد العزيز ، عن أنس. . . . وهٰذا إسناد ضعيف .

وقال البزار : « لا نعلم أحداً تابع الحسن بن قتيبة علىٰ روايته عن حماد » .

ويشهد له حديث أنس عند مسلم في الفضائل (٢٣٧٥) باب : من فضائل موسىٰ ، ولفظه : « مَرَرْتُ عَلَىٰ مُوسَىٰ لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِي عِنْدَ الْكَثِيبِ الأَحْمَرِ ، وَهُوَ قَائِمٌ يُصَلِّي فِي قَبْرِهِ » .

وقد استوفينا تخريجه في « صحيح ابن حبان » برقم (٤٩ ، ٥٠) .

يَقُولُ : « وَٱلَّذِي نَفْسُ أَبِي ٱلْقَاسِمِ بِيَدِهِ ، لَيَنْزِلَنَّ عِيسَىٰ بْنُ مَرْيَمَ إِمَاماً مُقْسِطاً ، وَحَكَماً عَدْلاً ، فَلَيَكْسِرَنَّ ٱلصَّلِيبَ ، وَيَقْتُلَنَّ ٱلْخِنْزِيرَ ، وَلَيُصْلِحَنَّ ذَاتَ ٱلْبَيْنِ ، وَلَيُذْهِبَنَّ ٱلشَّحْنَاءَ ، وَلَيَعْرِضَنَّ ٱلْمَالَ فَلاَ يَقْبَلُهُ أَحَدٌ ، ثُمَّ لَئِنْ قَامَ عَلَىٰ قَبْرِي ، فَقَالَ : يَا مُحَمَّدُ لأَجَبْتُهُ » .

قلت : هو في الصحيح[(١)] باختصار .

رواه أبو يعلى[(٢)] ، ورجاله رجال الصحيح .

---

(١) عند البخاري في البيوع (٢٢٢٢) باب : قتل الخنزير ـ وأطرافه ـ وعند مسلم في الإيمان (١٥٥) باب : نزول عيسىٰ حاكماً بشريعة نبينا محمد صلى الله عليه وسلم .
وقد استوفينا تخريجه في « مسند الموصلي » برقم (٥٨٧٧) .

(٢) في مسنده برقم (٦٥٨٤) ـ ومن طريقه أورده الهيثمي في « المقصد العلي » برقم (١٢٤٠) ، والبوصيري في « إتحاف الخيرة » برقم (٨٨٠٠) ، وابن حجر في « المطالب العالية » برقم (٥٠٥٩) ـ وابن عساكر في « تاريخ دمشق » ٤٧/ ٤٩٣ من طريق أحمد بن عيسىٰ ، حدثنا ابن وهب ، عن أبي صخر ، عن سعيد المقبري سمع أبا هريرة. . . وهٰذا إسناد صحيح . وابن وهب هو : عبد الله ، وأبو صخر هو : حميد بن زياد .
وعند ابن عساكر طرق وروايات ، ولبيان هٰذه الطرق نقول :
أخرجه ابن عساكر في « تاريخ دمشق » ٤٧/ ٤٩٠ من طريق الليث بن سعد ، والأوزاعي ، وسفيان ، جميعاً : عن الزهري ، عن سعيد بن المسيب ، عن أبي هريرة. . . .
وأخرجه أيضاً ٤٧/ ٤٩١ سفيان ، وعبد العزيز بن عبد الله ، ومحمد بن ميسرة . جميعاً : عن الزهري ، بالإسناد السابق .
وأخرجه ابن عساكر ٤٧/ ٤٩٢ من طريق كعب أبي عبد الله ، عن قتادة ، عن سعيد بن المسيب ، به .
وأخرجه في ٤٧/ ٤٩٢ أيضاً من طريق عيسى بن حماد ، والليث بن سعد ، جميعاً : عن سعيد المقبري ، عن عطاء بن مينا ، عن أبي هريرة. . . .
وأخرجه أيضاً في ٤٧/ ٤٩٣ أيضاً من طريق قتيبة بن سعيد ، حدثنا الليث بن سعد ، عن سعيد المقبري ، عن عطاء بن مينا ، عن أبي هريرة. . . .
وأخرجه أيضاً في ٤٧/ ٤٩٣ من طريق محمد بن إسحاق ، عن سعيد المقبري ، عن أبيه ، عن أبي هريرة. . . .
وأخرجه في ٤٧/ ٤٩٤ عيسى بن يونس ، عن عبيد الله بن عمر ، عن أبي الزناد ، عن ←

ترجمان السنّۃ

عربی - اردو

جلد سوم

دورِ حاضر کی ضرورتوں کے مطابق جدید عنوانات اور قدیم مباحث کے ہمراہ
احادیثِ طیبہ کا جامع و مستند عظیم الشان مجموعہ

تالیف

زبدۃ المحدثین حضرت مولانا بدر عالم صاحب میرٹھی مہاجر مدنی قدس سرہٗ
استاذ الحدیث دار العلوم دیوبند و رفیق ندوۃ المصنفین دہلی

ادارہ اسلامیات
پبلشرز، بک سیلرز، ایکسپورٹرز

★ — دینا ناتھ مینشن، مال روڈ، لاہور
فون ۷۳۲۴۴۱۲ - ۷۳۲۴۷۸۵ فیکس ۷۳۲۴۷۸۵-۴۲-۹۲

★ — ۱۹۰، انارکلی، لاہور، پاکستان
فون — ۷۲۳۲۹۹۱ - ۷۳۵۳۲۵۵

★ — موہن روڈ
چوک اردو بازار، کراچی فون ۷۷۲۲۴۰۱

وَالبِيَاضِ بَيْنَ مُمَصَّرَتَيْنِ كَأَنَّ رَأْسَهُ يَقْطُرُ وَإِنْ لَمْ يُصِبْهُ بَلَلٌ فَيُقَاتِلُ النَّاسَ عَلَى الْإِسْلَامِ فَيَدُقُّ الصَّلِيبَ وَيَقْتُلُ الْخِنْزِيرَ وَيَضَعُ الْجِزْيَةَ وَيُهْلِكُ اللهُ فِي زَمَانِهِ الْمِلَلَ كُلَّهَا إِلَّا الْإِسْلَامَ وَيُهْلِكُ الْمَسِيحَ الدَّجَّالَ فَيَمْكُثُ فِي الْأَرْضِ أَرْبَعِينَ سَنَةً ثُمَّ يُتَوَفَّى فَيُصَلِّي عَلَيْهِ الْمُسْلِمُونَ۔ رواہ ابوداؤد ص۳۵ ج۲ واخرجہ ابن ابی شیبۃ واحمد فی مسندہ ص۴۳۷ ج۲ وابن حبان فی صحیحہ وابن جریر کذا فی الدر المنثور ص۲۴۲ ج۲ وصححہ الحافظ فی الفتح من نزول عیسٰی علیہ السلام۔

حَجّه وَاِتْيَانُهٗ عَلٰى قَبْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسَلَامُهٗ وَرَدُّهٗ عَلَيْهِ عَلَيْهِمَا الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ

۱۲۷۴۔ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيُهِلَّنَّ عِيسَى بْنُ مَرْيَمَ بِفَجِّ الرَّوْحَاءِ بِالْحَجِّ أَوْ بِالْعُمْرَةِ أَوْ لَيُثَنِّيَنَّهُمَا جَمِيعًا (رَوَاهُ مُسْلِمٌ فِي الْحَجِّ) واخرجہ احمد فی مسندہ ولفظہ ینزل عیسٰی بن مریم فیقتل الخنزیر ویمحو الصلیب وَتُجْمَعُ لَهُ الصَّلٰوةُ وَيُعْطِي الْمَالَ حَتّٰى لَا يُقْبَلَ وَيَضَعُ الْخَرَاجَ وَيَنْزِلُ الرَّوْحَاءَ فَيَحُجُّ مِنْهَا أَوْ يَعْتَمِرُ أَوْ يَجْمَعُهُمَا وَتَلَا أَبُو هُرَيْرَةَ وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتٰبِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا فَزَعَمَ حَنْظَلَةُ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ يُؤْمِنُ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِ عِيسٰى فَلَا أَدْرِي هٰذَا كُلُّهُ حَدِيثُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ شَيْءٌ قَالَهُ أَبُو هُرَيْرَةَ

کہ ان کے سر مبارک سے پانی کے قطرے ٹپکتے اگرچہ ان پر پانی کی نمی بھی نہ ہوگی۔ وہ اسلام پر لوگوں سے جنگ کرینگے صلیب کو چور چور کر ڈالینگے سور کو قتل کرینگے جزیہ کی رسم اٹھا دینگے۔ ان کے دور میں اللہ تعالٰی تمام مذاہب ختم کردیگا اور صرف ایک مذہب اسلام باقی رہجائیگا اور ان کے دست مبارک پر اللہ تعالٰی دجال کو قتل کریگا چالیس سال تک وہ زمین پر زندہ رہینگے اسکے بعد آنکی وفات ہوگی اور مسلمان ان پر نماز جنازہ ادا کرینگے۔

(ابوداؤد)

۱۲۷۴۔ ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام ضرور مقام فج روحا پر حج یا عمرہ یا دونوں کا احرام باندھینگے (مسلم شریف) مسند احمد میں حدیث کے پورے الفاظ یہ ہیں کہ عیسٰی بن مریم علیہ الصلوٰۃ والسلام اترینگے سور کو قتل کرینگے، صلیب کا نام ونشان باقی نہ چھوڑینگے اور مال اتنا تقسیم کرینگے کہ اسکو قبول کرنیوالا نہ ملیگا اور جزیہ وخراج اٹھا دینگے اور مقام فج روحا میں حج یا عمرہ یا دونوں کا احرام باندھینگے اسکی شہادت میں ابوہریرہؓ نے قرآن کریم کی یہ آیت تلاوت فرمائی وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتٰبِ

۵۹۲

مسند احمد ص۲۹۰ ج۲ واخرجہ ابن جریر مثلہ والحاکم وصححہ ولفظہ لیھبطن ابن مریم حکما عدلا واماما مقسطا ولیسلکن فجا حاجا او معتمرا ولیأتین قبری حتی یسلم علیّ ولاردن علیہ یقول ابو ھریرۃ رض ای بنی اخی ان رأیتموہ فقولوا ابو ھریرۃ یقرئک السلام۔

(در منثور ص۲۴۵ ج۲)

یتزوج علیہ الصلوۃ والسلام ویولد لہ ثم یتوفی ویدفن بیان موضع دفنہ

۱۲۷۵۔ عن عبد اللہ ابن عمرو مرفوعا ینزل عیسی ابن مریم الی الارض فیتزوج ویولد لہ الحدیث۔ وعزاہ الکتاب الوفاء واخرجہ ابن المراغی فی المدینۃ وابن الجوزی فی المنتظم کذا فی الکنز۔ وھکذا فی المشکوۃ۔

۱۲۷۶۔ عن ابی ھریرۃ رض مرفوعا طوبی لعیش بعد المسیح یوذن للسماء فی القطر . . . . . . ویوذن الارض فی النبات حتی لو تذر حبک فی الصفا لنبت وحتی یمر الرجل علی الاسد فلا یضرہ ویطاء علی الحیۃ فلا تضرہ ولا تشاحن ولا تباغض۔ اخرجہ ابو سعید النقاش فی فوائد العراقیین کذا فی الکنز ص۲۰۲ ج۷ ابو سعید عنہ

الا لیؤمنن بہ قبل موتہ ویوم القیامۃ یکون علیھم شھیدا یعنی اہل کتاب میں کوئی شخص ایسا نہ رہیگا جو انکی وفات سے پہلے یقیناً ان پر ایمان نہ لے آئے اور قیامت میں عیسٰی علیہ السلام ان پر گواہ ہوں گے حنظلہ (راوی حدیث) کہتے ہیں کہ اس آیت کی تفسیر میں ابو ہریرۃ رض نے کہا "قبل موتہ" سے مراد عیسٰی علیہ الصلوۃ والسلام کی موت سے پیشتر ہے اب یہ مجھکو معلوم نہیں کہ یہ تفسیر بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی جانب سے ہے یا یہ خود ابو ہریرۃ رض نے بیان فرمائی ہے۔

حضرت عیسٰی علیہ السلام کا نزول کے بعد شادی کرنا پھر اولاد ہونی اسکے بعد آپکی وفات اور مقام دفن کا ذکر

۱۲۷۵۔ عبد اللہ بن عمرو رض بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا عیسی بن مریم زمین پر اتریںگے اور نکاح کریںگے اور ان کے اولاد ہوگی۔

۱۲۷۶۔ ابو ہریرۃ رض سے . . . ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عیسٰی علیہ السلام کے نزول کے بعد زندگی اور فارغ البالی کے کیا کہنے آسمان کو بارش کا حکم ملجائیگا اور زمین کو پیداوار کا حتی کہ اگر تم پتھر پر دانہ ڈالدوگے تو بھی وہ جم جائیگا اور اتنا امن ہوگا کہ آدمی شیر کے قریب گذریگا اور وہ اسکو ذرا نقصان نہ پہونچائیگا اور بغض وکینہ کہیں نام ونشان نہ رہیگا۔

احادیث مبارکہ دلیل نمبر 9

المجلد (۱)

قال الله تعالیٰ قل ان کنتم تحبون الله فاتبعونی یحببکم الله ویغفر لکم ذنوبکم والله غفور رحیم

قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لا یؤمن احدکم حتی یکون ...

الحمد لله

الذی وفقنی لطبع صحیح البخاری وسعیت فی اداء حقوقه من صحة الکتابة والطباعة ما لا مزید علیه

صحيح البخاري

۱۳۸۱ھ — ۱۹۶۱ء

قد اتفق الائمة علی انه اصح الکتب بعد کتاب الله وعلی ان لیس له نظیر فی علوم الحدیث وعلی ان جامعه محمد بن اسمٰعیل البخاری امیر المؤمنین فی الحدیث ورأس المحدثین فی القدیم والحدیث واستاذ الحفاظ الذی اجمعت الامة شرقاً وغرباً علی توثیقه وامانته وضبطه وصیانته رضی الله تعالیٰ عنه وعنا وعن جمیع المؤمنین والمؤمنات

المحشّٰی

بحواشی الحافظ الشیخ المحدث احمد علی السهارنفوری المشهورة المقبولة بین اهل العلم بلا اختلاف وقد استکمل تصحیح المتن والحواشی مطابقاً للنسخة الصحیحة المصطفائیة المشهورة المطبوعة فی ۱۳۰۵ بعد جهد وسعی بلیغ وصرف کثیر والامر الملحوظ ان خط مطبوعنا هذا وقلمه وطرزه فائق علی جمیع المطبوعات السابقة من اول عهده یومنا هذا

والامر المخصوص الزائد

اثنان احدهما انا اضفنا فی آخر کل صفحة حل لغات بقدر الضرورة والثانی انا الحقنا مع مقدمة الجلد الاول کتاباً لتراجم ابواب البخاری للشیخ المحدث الشاه ولی الله الدهلوی رح فصار فائدته عاماً من بعد انه کان قبل ذلک مع الاساتذة فقط فهذان الامران مخصوصان بمطبوعنا هذا ولا تجدها فی المطبوعات الاخر والحمد لله رب العٰلمین والصلوة والسلام والبرکات علی سیدنا محمد واله واصحابه اجمعین والسلام علینا وعلی عباده الصالحین

خادم العلماء والمشائخ نور محمد نقشبندی چشتی، قادری

ملنے کا پتہ

الطبعة الاولیٰ ـ دہلی ۱۳۵۷ھ ـ ۱۹۳۸ء

قدیمی کتب خانہ

مقابل آرام باغ ـ کراچی

الطبعة الثانیة ـ کراچی ۱۳۸۱ھ ـ ۱۹۶۱ء

ومعه حاشیة علیه للامام ابی الحسن السندی رح

طبعه قدیمی کتب خانه بالاتفاق مع نور محمد ـ اصح المطابع ـ کارخانه تجارت کتب

فقد فیہا القیتہا التی صنع فنسی موسی ہم یقولونہ اخطأ الرب ان لا یرجع الیہم قولا فی العجل حدثنا ھدبۃ بن خالد ثنا ھمام ثنا قتادۃ عن انس بن مالک عن مالک بن صعصعۃ ان نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حدثہم عن لیلۃ اسری بہ حتی اتی السماء الخامسۃ فاذا ھارون قال ھذا ھارون فسلم علیہ فسلمت علیہ فرد ثم قال مرحبا بالاخ الصالح والنبی الصالح تابعہ ثابت وعباد بن ابی علی عن انس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم باب وقال رجل مؤمن من آل فرعون یکتم ایمانہ الی من ھو مسرف کذاب باب قول اللہ عزوجل وھل اتاک حدیث موسی وکلم اللہ موسی تکلیما حدثنا ابراھیم بن موسی ثنا ھشام بن یوسف ثنا معمر عن الزھری عن سعید بن المسیب عن ابی ھریرۃ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لیلۃ اسری بی رأیت موسی واذا ھو رجل ضرب رجل کانہ من رجال شنوءۃ ورأیت عیسی فاذا ھو رجل ربعۃ احمر کانما خرج من دیماس وانا اشبہ ولد ابراھیم صلی اللہ علیہ وسلم بہ ثم اتیت باناءین فی احدھما لبن وفی الآخر خمر فقال اشرب ایہما شئت فاخذت اللبن فشربتہ فقیل اخذت الفطرۃ اما انک لو اخذت الخمر غوت امتک حدثنا محمد بن بشار ثنا غندر ثنا شعبۃ عن قتادۃ قال سمعت ابا العالیۃ ثنا ابن عم نبیکم یعنی ابن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا ینبغی لعبد ان یقول انا خیر من یونس بن متی ونسبہ الی ابیہ وذکر النبی صلی اللہ علیہ وسلم لیلۃ اسری بہ فقال موسی آدم طوال کانہ من رجال شنوءۃ وقال عیسی جعد مربوع وذکر مالکا خازن النار وذکر الدجال حدثنا علی بن عبد اللہ ثنا سفین ثنا ایوب السختیانی عن ابن سعید بن جبیر عن ابیہ عن ابن عباس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لما قدم المدینۃ وجدھم یصومون یوما یعنی یوم عاشوراء فقالوا ھذا یوم عظیم وھو یوم نجی اللہ فیہ موسی واغرق آل فرعون فصام موسی شکرا للہ فقال انا اولی بموسی منہم فصامہ وامر بصیامہ باب قول اللہ عزوجل وواعدنا موسی ثلثین لیلۃ الی قولہ وانا اول المؤمنین یقال دکہ زلزلہ فدکتا فدک یکن جعل الجبال کالواحدۃ کما قال اللہ تعالی ان السموات والارض کانتا رتقا ولم یقل کن رتقا ملتصقتین اشربوا ثوب مشرب مصبوغ قال ابن عباس انبجست انفجرت واذ نتقنا الجبل رفعنا حدثنا محمد بن یوسف ثنا سفین عن عمرو بن یحیی عن ابیہ عن ابی سعید عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال الناس یصعقون یوم القیمۃ فاکون اول من یفیق فاذا انا بموسی آخذ بقائمۃ من قوائم العرش فلا ادری افاق قبلی ام جوزی بصعقۃ الطور حدثنا عبد اللہ بن محمد الجعفی ثنا عبد الرزاق ثنا معمر عن ھمام عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لولا بنو اسرائیل لم یخنز اللحم ولولا حواء لم تخن انثی زوجہا الدھر باب طوفان من السیل یقال للموت الکثیر الطوفان القمل الحمنان یشبہ صغار الحلم حقیق حق سقط کل من ندم فقد سقط فی یدہ باب حدیث الخضر مع موسی علیہما السلام حدثنا عمرو بن محمد ثنا یعقوب بن ابراھیم ثنا ابی عن صالح عن ابن شہاب ان عبید اللہ بن عبد اللہ اخبرہ عن ابن عباس انہ تماری ھو والحر بن قیس الفزاری فی صاحب موسی قال ابن عباس ھو خضر فمر بہما ابی بن کعب فدعاہ ابن عباس فقال انی تماریت انا وصاحبی ھذا فی صاحب موسی الذی سال السبیل الی لقیہ ھل سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یذکر شانہ قال نعم سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول بینما موسی فی ملأ من بنی اسرائیل

۶۷ السدوسی تابعی تابع قتادۃ ثابت البنانی عباد ھو البصری باب قول اللہ عزوجل الخ ابراھیم بن موسی الفراء الرازی ھشام بن یوسف الصنعانی معمر ھو ابن راشد الازدی الزھری ھو ابن شہاب سعید بن المسیب المخزومی محمد بن بشار لقبہ بندار البصری غندر محمد بن جعفر قتادۃ ھو ابن دعامۃ علی بن عبد اللہ المدینی والباقون تکرر ذکرہم قریبا وبعیدا باب قول اللہ عزوجل وواعدنا الخ محمد بن یوسف ھو البیکندی سفیان ھو ابن عیینۃ عمرو بن یحیی بن عمارۃ المازنی الانصاری ابی سعید ھو الخدری الانصاری عبد اللہ ھو المسندی الجعفی عبد الرزاق بن ھمام ومعمر بن راشد وھمام بن منبہ مروا فی الصفحۃ السابقۃ باب حدیث الخضر الخ عمرو بن محمد بن بکیر الناقد یعقوب بن ابراھیم یروی عن ابیہ ابراھیم بن سعد بن ابراھیم بن عبد الرحمن بن عوف الزھری صالح ھو ابن کیسان ابن شہاب ھو الزھری عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبۃ ابن عباس عبد اللہ

حل اللغات مسرف ای مشرک اسری من الاسراء ای السیر فی اللیل. ضرب بفتح الضاد المعجمۃ وسکون الراء ای نحیف خفیف اللحم رجل بفتح الراء وکسر الجیم وھی الشعر مسترسلۃ جعد شنوءۃ بفتح الشین المعجمۃ وضم النون وفتح الہمزۃ وھو حی من الیمن

(قولہ لا ینبغی لعبد ان یقول انا خیر من یونس الخ) ای لیس لاحد ان یقول ذلک انما ای یقول ذلک من نفسہ واما اذا اوحی الیہ ویقولہ تحدثا بنعمۃ اللہ

فہو لیس من ھذا القبیل ولذلک قال صلی اللہ تعالی علیہ وسلم انا سید ولد آدم ولا فخر فانہ قال ذلک لما انہ اوحی الیہ لیعرف قدرہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم وزادہ قدرا وجاہا اولانہ قصد بہ التحدیث بالنعمۃ واللہ تعالی اعلم. سندی

مُسْنَد الإمام أحمد بن حنبل

طَبعةٌ فَريدةٌ، مُحقَّقةٌ، مُنقَّحةٌ، مُخرَّجةٌ
مَضبُوطةٌ بالشَّكلِ الكامِلِ
مُقابلةٌ على المَخطُوطاتِ والمَطبُوعاتِ

شرحه وخرج أحاديثه
أحمد محمد شاكر

ضَبَطَ نصَّهُ، وقَارَنَ بَيْنَ نُسَخِهِ المَطبُوعَةِ والمَخطُوطَةِ وعَلَّقَ عليها
فَضِيلَةُ الشَّيخ مَحمُود خَلِيل الصَّعِيدِيّ

المُجلَّد السَّابع
٦٩٨٣ - ٨٩١٨

المكتبة الطارق
ادرس: جادہ میوند نزد مسجد جامعہ پشتہ فروشی کابل افغانستان
فون: Call: 0093-786848599
E-mail: tariqbook2014@gmail.com

مكتبة معروفيه
کوئٹہ: کاسی روڈ شالدہ کوئٹہ پاکستان
لاہور: ہادیہ حلیمہ سنٹر، غزنی سٹریٹ، اُردو بازار لاہور

وَنُصِرْتُ بِالرُّعْبِ وَبَيْنَا أَنَا نَائِمٌ أُتِيتُ بِمَفَاتِيحِ خَزَائِنِ الأَرْضِ فَوُضِعَتْ فِي يَدِي. [كتب (٧٥٧٥)، رسالة (٧٥٨٥)]

٧٧٠١- حَدثنا عَبدُ الله، حَدثَني أَبي، حَدَّثنا أَبُو كَامِلٍ، حَدَّثنا إِبْرَاهِيمُ، حَدَّثنا ابْنُ شِهَابٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ وَعَبْدِ الرَّحْمَنِ الأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: اسْتَبَّ رَجُلاَنِ رَجُلٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ وَرَجُلٌ مِنَ الْيَهُودِ، فَقَالَ الْمُسْلِمُ وَالَّذِي اصْطَفَى مُحَمَّدًا عَلَى الْعَالَمِينَ، وَقَالَ الْيَهُودِيُّ وَالَّذِي اصْطَفَى مُوسَى عَلَى الْعَالَمِينَ فَغَضِبَ الْمُسْلِمُ[(١)] فَلَطَمَ عَيْنَ الْيَهُودِيِّ، فَأَتَى الْيَهُودِيُّ رَسُولَ اللهِ صَلى الله عَليه وَسَلم، فَأَخْبَرَهُ بِذَلِكَ فَدَعَاهُ رَسُولُ اللهِ صَلى الله عَليه وَسَلم فَسَأَلَهُ فَاعْتَرَفَ بِذَلِكَ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلى الله عَليه وَسَلم: لاَ تُخَيِّرُونِي عَلَى مُوسَى، فَإِنَّ النَّاسَ يَصْعَقُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، فَأَكُونُ أَوَّلَ مَنْ يُفِيقُ، فَأَجِدُ مُوسَى مُمْسِكًا بِجَانِبِ الْعَرْشِ فَمَا أَدْرِي أَكَانَ فِيمَنْ صَعِقَ، فَأَفَاقَ قَبْلِي أَمْ كَانَ مِمَّنِ اسْتَثْنَاهُ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ. [كتب (٧٥٧٦)، رسالة (٧٥٨٦)]

(١) في طبعة عالم الكتب: «فضغب المُسْلِمُ على اليَهُودِيِّ».

[كتب: ٧٥٧٥] إسناده صحيح. ورواه البخاري ١٣: ٢٠٩ من طريق إبراهيم بن سعد، عن ابن شهاب، بهذا الإسناد، بزيادة في آخره من كلام أبي هريرة. وسيأتي: ٧٦٢٠ من رواية معمر عن الزهري، بتلك الزيادة.

ورواه البخاري أيضًا ٦: ٩٠، و١٢: ٣٤٤، ٣٤٥، ٣٥٣. ومسلم ١: ١٤٧، والنسائي ٢: ٥٢، ٥٣، من أوجه، عن الزهري.

وقال البخاري ١٣: ٣٥٣ -بعد رواية الحديث: «قال محمَّد: وبلغني أن جوامع الكلم: إن الله يجمع الأمور الكثيرة التي كانت تكتب في الكتب قبله: في الأمر الواحد والأمرين، أو نحو ذلك». وأفاد الحافظ أن هذا التفسير من كلام الزهري، لا من كلام البخاري.

وانظر: ٧٠٦٨، ٧٣٩٧.

«أتيت بمفاتيح» في ح م «مفاتيح» بدون الباء. وأثبتنا ما في ك؛ لموافقته الثابت في جامع المسانيد والسنن ٧: ١٦١، عن هذا الموضع من المسند، ولاتفاقه مع سائر الروايات.

«فوضعت [في] يدي»: كلمة [في] لم تذكر في ح م، وكتب بهامش م أنها كذلك لم تذكر في نسخة أخرى. ولكنها ثابتة في ك وجامع المسانيد، فلذلك زدناها هنا.

[كتب: ٧٥٧٦] إسناده صحيح. ورواه البخاري ٥: ٥٢، عن يحيى بن قزعة، و١١: ٣١٨، عن عبد العزيز بن عبد الله -كلاهما عن إبراهيم بن سعد، عن ابن شهاب الزهري، بهذا الإسناد.

ورواه مسلم ٢: ٢٢٦ من طريق يعقوب بن إبراهيم بن سعد، عن أبيه، به.

ورواه البخاري أيضًا ١٣: ٣٧٧، ٣٧٨، عن يحيى بن قزعة، عن إبراهيم به. ومن طريق آخر عن الزهري، عن أبي سلمة وسعيد بن المسيب.

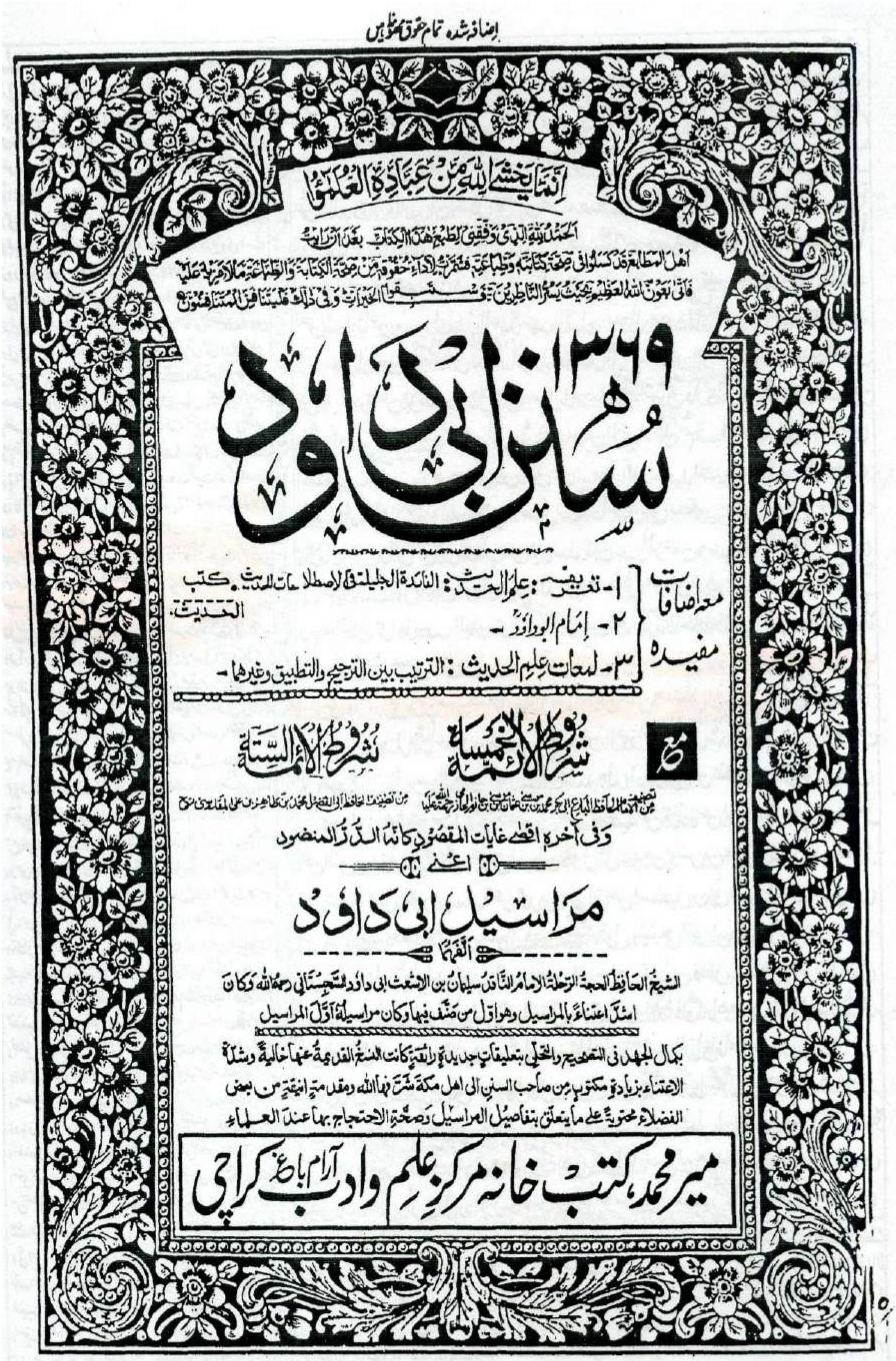
ورواه البخاري أيضًا ٦: ٣١٧-٣١٩ من طريق شُعيب، عن الزهري، عن أبي سلمة وابن المسيب، كلاهما عن أبي هريرة. وهنا شرحه الحافظ شرحًا وافيًا. وكذلك رواه مسلم من طريق شُعيب.

وقال الحافظ: «والحديث محفوظ للزهري على الوجهين. وقد جمع المصنف بين الروايتين في التوحيد، إشارة إلى ثبوت ذلك عنه على الوجهين». ويشير الحافظ بذلك إلى رواية البخاري ١٣: ٣٧٧، ٣٧٨.

ورواه ابن ماجة: ٤٢٧٤، والطبري في التفسير ٢٤: ٢١ (طبعة بولاق) من وجه آخر، عن أبي هريرة.

قوله: «لا تخيروني على موسى» في ح «عن» بدلًا «على»، وهو خطأ صححناه من ك م.

قوله: «فأكون أول من يفيق» -قال الحافظ في الفتح ٦: ٣١٩: «لم تختلف الروايات في الصحيحين في إطلاق الأولية. ووقع في رواية إبراهيم بن سعد، عند أحمد والنسائي: فأكون في أول من يفيق. أخرجه أحمد عن أبي كامل، والنسائي من طريق يونس بن محمَّد، كلاهما عن إبراهيم».



اضافہ شدہ تمام حقوق محفوظ ہیں

إِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا

الحمد لله الذي وفقني لطبع هذا الكتاب بعد ان رأيت اهل المطابع قد كسلوا في صحة كتابته وطباعته فشمرت لاداء حقوقه من صحة الكتابة والطباعة ملازمة علي فاني بعون الله العظيم بحيث يسر الناظرين فاستبقوا الخيرات وفي ذلك فليتنافس المتنافسون

١٣٦٩ھ

سنن ابی داود

معہ اضافات مفیدہ

١- تعریف علم الحدیث: الفائدة الجليلة في اصطلاحات الحديث. كتب الحديث.

٢- إمام ابوداؤد۔

٣- لمعات علم الحديث: الترتيب بين الترجيح والتطبيق وغيرهما۔

مع

شروط الائمة الخمسة — من تصنيف الامام الحافظ البارع ابي بكر محمد بن موسى بن عثمان بن حازم الحازمي رحمة الله عليه

شروط الائمة الستة — من تصنيف الحافظ ابي الفضل محمد بن طاهر بن علي المقدسي رح

وفي آخره اقصى غايات المقصود كانه الدر المنضود

اعنى

مراسيل ابي داود

الفها

الشيخ الحافظ الحجة الرحلة الامام الناقد سليمان بن الاشعث ابي داود السجستاني رحمه الله وكان اشد اعتناء بالمراسيل وهو اول من صنف فيها وكان مراسيله اول المراسيل

بكمال الجهد في التصحيح والتحلي بتعليقات جديدة رائقة كانت النسخ القديمة عنها خالية وشملة الاعتناء بزيادة مكتوب من صاحب السنن الى اهل مكة شرفها الله ومقدمة انيقة من بعض الفضلاء محتوية على ما يتعلق بتفاصيل المراسيل وصحة الاحتجاج بها عند العلماء

میر محمد، کتب خانہ مرکزِ علم و ادب آرام باغ کراچی

كتاب ٦٣٢ السنة

عن ذلك فقال ما اريد ان يشقل على شئ من امصاركم حتى تنجلى عما انجلت حدثنا مسدد نا
ابو عوانة عن اشعث بن سليم عن ابى بردة عن ضبيعة بن حصين الثعلبى بمعناه حدثنا
اسمعيل بن ابراهيم الهذلى نا ابن علية عن يونس عن الحسن عن قيس بن عباد قال قلت
لعلى اخبرنا عن مسيرك هذا اعهد عهده اليك رسول الله صلى الله عليه وسلم ام راى رأيته قال ما عهد
الى رسول الله صلى الله عليه وسلم بشئ لكنه راى رأيته حدثنا مسلم بن ابراهيم نا القاسم بن الفضل
عن ابى نضرة عن ابى سعيد قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم تمرق مارقة عند فرقة من المسلمين
يقتلها اولى الطائفتين بالحق باب فى التخيير بين الانبياء عليهم السلام حدثنا موسى بن
اسمعيل نا وهيب نا عمرو يعنى ابن يحيى عن ابيه عن ابى سعيد الخدرى قال قال رسول
الله صلى الله عليه وسلم لا تخيروا بين الانبياء حدثنا حجاج بن ابى يعقوب ومحمد بن يحيى بن فارس
قالا نا يعقوب نا ابى عن ابن شهاب عن ابى سلمة بن عبد الرحمن وعبد الرحمن الاعرج عن
ابى هريرة قال قال رجل من اليهود والذى اصطفى موسى فرفع المسلم يده فلطم
وجه اليهودى فذهب اليهودى الى النبى صلى الله عليه وسلم فاخبره فقال النبى صلى الله عليه وسلم
لا تخيرونى على موسى فان الناس يصعقون فاكون اول من يفيق فاذا موسى باطش فى جانب
العرش فلا ادرى اكان ممن صعق فافاق قبلى ام كان ممن استثنى الله تعالى قال ابو داود وحديث
ابن يحيى اتم حدثنا عمرو بن عثمان نا الوليد عن الاوزاعى عن ابى عمار عن عبد الله بن فروخ عن
ابى هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم انا سيد ولد آدم واول من تنشق عنه الارض واول
شافع واول مشفع حدثنا حفص بن عمر نا شعبة عن قتادة عن ابى العالية عن ابن عباس
عن النبى صلى الله عليه وسلم قال ما ينبغى لعبد ان يقول انى خير من يونس بن متى حدثنا عبد العزيز
ابن يحيى الحرانى نا محمد بن سلمة عن محمد بن اسحاق عن اسمعيل بن ابى حكيم عن القاسم بن محمد
عن عبد الله بن جعفر قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول ما ينبغى لنبى ان يقول انى خير من يونس
ابن متى حدثنا زياد بن ايوب نا عبد الله بن ادريس عن مختار بن فلفل يذكر عن انس قال قال
رجل لرسول الله صلى الله عليه وسلم يا خير البرية فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم ذاك ابراهيم عليه السلام حدثنا محمد
ابن المتوكل العسقلانى ومخلد بن خالد الشعيرى المعنى قالا نا عبد الرزاق نا معمر عن ابن ابى ذئب عن
سعيد بن ابى سعيد عن ابى هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ما ادرى اتبع لعين هو ام لا وما ادرى اعزير
نبى هو ام لا حدثنا احمد بن صالح نا ابن وهب ثنى يونس اخبرنى ابن شهاب ان ابا سلمة بن عبد الرحمن اخبره
ان ابا هريرة قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول انا اولى الناس بابن مريم الانبياء اولاد علات وليس
بينى وبينه نبى باب فى رد الارجاء حدثنا موسى بن اسمعيل نا حماد اخبرنا سهيل بن

---

۱ قوله عن ذلك اى عن سبب خروجه فاجاب بما حاصله انه خوف الفتن كذا فى الفتح ۱۲ ۲ قوله ضبيعة بالتصغير ابن حصين الثعلبى ويقال ثعلبة بن ضبيعة مقبول من الثالثة كذا فى التقريب ۱۲ ۳ قوله تمرق مارقة من المروق وهو الخروج يقال مرق من الدين مروقا خرج ببدعة وضلالة يعنى الخوارج وهى فرقة من اهل الباطل خرجوا على على رضـ ولهم عقائد فاسدة من بغض عثمان وعلى وعائشة ومن وقع بينهم الحرب من الصحابة ويكفرون من ارتكب الكبيرة قاتلهم على ومعاوية ۴ قوله يقتلها اولى الطائفتين بالحق فقتلها اى الخوارج على رضـ فهو احق والى بالحق من الفرقة الاخرى وهى اصحاب معاوية رضـ ۱۲ ۵ قوله لا تخيروا بين الانبياء اى لا ترجحوا اذا التخيير مما يؤدى الى التفضيل وسوء الادب كذا فى فتح الودود ۱۲ ۶ قوله لا تخيرونى على موسى اى لا تفضلونى عليه وهذا تواضع منه صلعم او قال ذلك قبل ان يوحى اليه افضليته ثم عمم الحكم فى آخر الحديث وقال لا تفضلوا بين الانبياء والمراد لا تفضلوا باهوائكم وآرائكم على وجه يؤدى الى ازدراء وتنقيص او يفضى الى الخصومة والفتنة او التفضيل من جميع الوجوه او فى اصل النبوة والرسالة ثم ذكر لموسى فضلا جزئيا يوجب فضله من هذه الجهة بقوله فان الناس يصعقون فاكون اول من يفيق فاذا موسى باطش بجانب العرش فلا ادرى اكان فيمن صعق فافاق قبلى ام كان ممن استثنى الله ثم الصعق والصعقة الهلاك والموت ويقال منه صعق الانسان وصعق بفتح الصاد وضمها وانكر بعضهم الضم وصعقتهم الصاعقة بفتح الصاد والعين واصعقتهم وبنو تميم يقولون الصاقعة بتقديم القاف قال القاضى وهذا من اشكل الاحاديث لان موسى قد مات فكيف تدركه الصعقة وانما تصعق الاحياء قاله النووى فى شرح مسلم ۱۲ ۷ قوله فان الناس يصعقون المراد بالصعقة فى هذا الحديث صعقة فزع يكون بعد البعث لذكر الافاقة بعده لان الافاقة انما يستعمل فى الغشى وبالبعث بعد الموت وليس للصعقة التى يكون بعد البعث افاقة فانه صلعم يبعث قبل الكل بلا خلاف فى ذلك فكيف يقول لا ادرى كذا قال الشيخ عبد الحق المحدث الدهلوى فى اللمعات ۱۲ ۸ قوله انا سيد ولد آدم قال النووى السيد هو الذى يفوق قومه فى الخير وقال غيره هو الذى يفزع اليه فى النوائب والشدائد فيقوم بامرهم ويتحمل عنهم مكارههم ويدفعها عنهم واما قوله صلعم يوم القيامة كما وقع فى رواية مسلم وغيره مع انه سيدهم فى الدنيا والآخرة فسبب التقييد ان يوم القيامة يظهر سودده لكل احد ولا يبقى منازع ولا معاند ونحوه بخلاف الدنيا فقد نازعه ذلك فيها ملوك الكفار وزعماء المشركين وهذا التقييد قريب من معنى قوله تعالى لمن الملك اليوم لله الواحد القهار مع ان الملك له سبحانه قبل ذلك لكن كان فى الدنيا من يدعى الملك او من يضاف اليه مجازا فانقطع كل ذلك فى الآخرة والعقبى قال العلماء وقوله صلعم انا سيد ولد آدم لم يقله فخرا بل صرح بنفى الفخر فى غير مسلم فى الحديث المشهور انا سيد ولد آدم ولا فخر وانما قاله لوجهين احدهما امتثال قوله تعالى واما بنعمة ربك فحدث والثانى انه من البيان الذى يجب عليه تبليغه الى امته ليعرفوه ويعتقدوه ويعملوا بمقتضاه ويوقروه صلى الله عليه وسلم بما يقتضى مرتبته كما امرهم الله تعالى وهذا الحديث دليل لتفضيله صلعم على الخلق كلهم لان مذهب اهل السنة ان الآدميين افضل من الملائكة وهو صلعم افضل الآدميين بهذا الحديث وغيره واما الحديث الآخر لا تفضلوا بين الانبياء فالجواب من خمسة اوجه احدها انه صلعم قاله قبل ان يعلم انه سيد ولد آدم فلما علم اخبر به والثانى قاله ادبا وتواضعا والثالث ان النهى انما هو عن تفضيل يؤدى الى تنقيص المفضول والرابع انما نهى عن تفضيل يؤدى الى الخصومة والخامس ان النهى مخصوص بالتفضيل فى نفس النبوة ۱۲ نووى ۹ قوله واول من تنشق الخ وفى تاريخ الخلفاء روى الترمذى عن ابن عمر ان النبى صلى الله عليه وسلم قال انا اول من تنشق عنه الارض ثم ابو بكر ثم عمر ثم اتى اهل البقيع فيحشرون معى ثم انتظر اهل مكة حتى احشر بين الحرمين

۱۰ قوله متى هى ام يونس وفى القاموس انه ابوه والله اعلم ۱۲ ۱۱ قوله ذاك ابراهيم عليه السلام قال العلماء انما قال صلى الله عليه وسلم هذا تواضعا واحتراما لابراهيم صلى الله عليه وسلم لخلته وابوته والا فنبينا صلى الله عليه وسلم افضل كما قال صلعم انا سيد ولد آدم ولم يقصد به الافتخار ولا التطاول على من تقدمه بل قاله بيانا لما امر ببيانه وتبليغه ولهذا قال صلى الله عليه وسلم ولا فخر لينفى ما قد يتطرق الى بعض الافهام السخيفة وقيل يحتمل انه صلى الله عليه وسلم قال ابراهيم خير البرية قبل ان يعلم انه سيد ولد آدم ۱۲ نووى ۱۲ قوله ما ادرى اتبع لعين الخ هذا قبل ان يوحى اليه شانه تبع وقد روى احمد من حديث سهل بن سعد الساعدى قال قال عليه السلام لا تسبوا تبعا فانه كان قد اسلم قوله وما ادرى اعزير نبى هو ام لا قال العراقى فى اماليه فى رواية الحاكم فى المستدرك بدله وما ادرى ذا القرنين نبيا كان ام لا وزاد فيه وما ادرى الحدود كفارات لاهلها ام لا

احادیث مبارکہ دلیل نمبر ۱۵

آثار صحابہ رض نمبر ۱

المجلد (۱)

قل ان كنتم تحبون الله فاتبعوني يحببكم الله ويغفر لكم ذنوبكم والله غفور رحيم

الحمد لله

الذي وفقني لطبع صحيح البخاري وسعيت في اداء حقوقه من صحة الكتابة والطباعة ما لا مزيد عليه

صحيح البخاري رح

قد اتفق الامة على انه اصح الكتب بعد كتاب الله وعلى ان ليس له نظير في علو الحديث وعلى ان جامعه محمد بن اسمعيل البخاري امير المؤمنين في الحديث ورأس المحدثين في القديم والحديث واستاذ الحفاظ الذي اجمعت الامة شرقا وغربا على توثيقه وامانته وضبطه وصيانته رضي الله تعالى عنه وعنا وعن جميع المؤمنين والمؤمنات

المحشى

بحواشي الحافظ الشيخ المحدث احمد علي السهارنفوري المشهورة المقبولة بين اهل العلم بلا اختلاف وقد استكمل تصحيح المتن والحواشي مطابقا للنسخة الصحيحة المصطفائية المشهورة المطبوعة في سنة بعد جهد وسعي بليغ وصرف كثير والامر الملحوظ ان خط مطبوعنا هذا وقلمه وطرزه فائق على جميع المطبوعات السابقة من اول عهده يومنا

والامر المخصوص الزائد

اثنان احدهما انا اضفنا في آخر كل صفحة حل لغات بقدر الضرورة والثاني انا الحقنا مع مقدمة المجلد الاول كتابا لتراجم ابواب البخاري للشيخ المحدث الشاه ولي الله الدهلوي فصار فائدته عاما من بعد انه كان قبل ذلك مع الاساتذة فقط فهذان الامران مخصوصان بمطبوعنا هذا ولا تجدها في المطبوعات الاخر والحمد لله رب العلمين والصلوة والسلام والبركات على سيدنا محمد واله واصحابه اجمعين والسلام علينا وعلى عباده الصالحين

خادم العلماء والمشائخ نور محمد نقشبندي چشتي، قادري

ملنے کا پتہ

قدیمی کتب خانہ

مقابل آرام باغ کراچی

الطبعة الاولى دہلی ۱۳۵۸ھ - ۱۹۳۸ء

الطبعة الثانية کراچی ۱۳۸۱ھ - ۱۹۶۱ء

ومعه حاشية عليه للامام ابي الحسن السندي رح

طبعہ قدیمی کتب خانہ بالاتفاق مع نور محمد اصح المطابع کارخانہ تجارت کتب

مرتين فقال النبي صلى الله عليه وسلم ان الله بعثني اليكم فقلتم كذبت وقال ابوبكر صدق وواساني بنفسه وماله فهل انتم تاركوا لي صاحبي مرتين فما اوذي بعدها حدثنا معلى بن اسد ثنا عبد العزيز بن المختار ثنا خالد الحذاء عن ابي عثمان ثني عمرو بن العاص ان النبي صلى الله عليه وسلم بعثه على جيش ذات السلاسل فاتيته فقلت اي الناس احب اليك قال عائشة فقلت من الرجال قال ابوها قلت ثم من قال ثم عمر بن الخطاب فعد رجالا حدثنا ابو اليمان انا شعيب عن الزهري ثني ابو سلمة بن عبد الرحمن بن عوف ان ابا هريرة قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول بينما راع في غنمه عدا عليه الذئب فاخذ منها شاة فطلبه الراعي فالتفت اليه الذئب فقال من لها يوم السبع يوم ليس لها راع غيري وبينما رجل يسوق بقرة قد حمل عليها فالتفتت اليه فكلمته فقالت اني لم اخلق لهذا ولكني خلقت للحرث فقال الناس سبحان الله قال النبي صلى الله عليه وسلم فاني اؤمن بذلك وابوبكر وعمر بن الخطاب حدثنا عبدان انا عبد الله عن يونس عن الزهري اخبرني ابن المسيب سمع ابا هريرة قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول بينما انا نائم رأيتني على قليب عليها دلو فنزعت منها ما شاء الله ثم اخذها ابن ابي قحافة فنزع منها ذنوبا او ذنوبين وفي نزعه ضعف والله يغفر له ضعفه ثم استحالت غربا فاخذها ابن الخطاب فلم ار عبقريا من الناس ينزع نزع عمر حتى ضرب الناس بعطن حدثنا محمد بن مقاتل انا عبد الله انا موسى بن عقبة عن سالم بن عبد الله عن عبد الله بن عمر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من جر ثوبه خيلاء لم ينظر الله اليه يوم القيمة فقال ابوبكر ان احد شقي ثوبي يسترخي الا ان اتعاهد ذلك منه فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم انك لست تصنع ذلك خيلاء قال موسى قلت لسالم اذكر عبد الله من جر ازاره قال لم اسمعه ذكر الا ثوبه حدثنا ابو اليمان انا شعيب عن الزهري اخبرني حميد بن عبد الرحمن بن عوف ان ابا هريرة قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول من انفق زوجين من شيء من الاشياء في سبيل الله دعي من ابواب يعني الجنة يا عبد الله هذا خير فمن كان من اهل الصلوة دعي من باب الصلوة ومن كان من اهل الجهاد دعي من باب الجهاد ومن كان من اهل الصدقة دعي من باب الصدقة ومن كان من اهل الصيام دعي من باب الصيام وباب الريان فقال ابوبكر ما على هذا الذي يدعى من تلك الابواب من ضرورة وقال هل يدعى منها كلها احد يا رسول الله فقال نعم وارجو ان تكون منهم يا ابابكر حدثنا اسمعيل بن عبد الله ثني سليمان بن بلال عن هشام بن عروة قال اخبرني عروة بن الزبير عن عائشة زوج النبي صلى الله عليه وسلم ان رسول الله صلى الله عليه وسلم مات وابوبكر بالسنح قال اسمعيل يعني بالعالية فقام عمر يقول والله ما مات رسول الله صلى الله عليه وسلم قالت وقال عمر والله ما كان يقع في نفسي الا ذاك وليبعثنه الله فليقطعن ايدي رجال وارجلهم فجاء ابوبكر فكشف عن رسول الله صلى الله عليه وسلم فقبله فقال بابي انت وامي طبت حيا وميتا والذي نفسي بيده لا يذيقك الله الموتتين ابدا ثم خرج فقال ايها الحالف على رسلك فلما تكلم ابوبكر جلس عمر فحمد الله ابوبكر واثنى عليه وقال الا من كان يعبد محمدا فان محمدا صلى الله عليه وسلم قد مات ومن كان يعبد الله فان الله حي لا يموت وقال انك ميت وانهم ميتون وقال وما محمد الا رسول قد خلت من قبله

اسماء الرجال

معلى بن الاسد العمي. عبد العزيز بن المختار الانصاري الدباغ. خالد الحذاء. ابو عثمان النهدي. عمرو بن العاص رضي الله عنه. ابو اليمان الحكم بن نافع. شعيب بن ابي حمزة. الزهري محمد بن مسلم بن شهاب. عبدان هو عبد الله بن عثمان بن جبلة. عبد الله بن المبارك المروزي. يونس بن يزيد الايلي. الزهري محمد بن مسلم بن شهاب. ابن المسيب سعيد المخزومي. محمد بن مقاتل المروزي. عبد الله بن المبارك المروزي. موسى بن عقبة الامام في المغازي. سالم بن عبد الله بن عمر. ابو اليمان الحكم بن نافع. شعيب. الزهري. اسمعيل بن عبد الله الاويسي. سليمان بن بلال. هشام بن عروة بن الزبير بن العوام. اسمعيل بن عبد الله المذكور.

حل اللغات

واساني من المواساة ... قليب ... ذنوب ... النزاع ... الاستقاء ... ضعف ... عبقري ...

عُمْدَةُ القَارِي

شَرح

صَحِيح البُخَارِي

تأليف

الإمام العلامة بدر الدين أبي محمد محمود بن أحمد العيني

المتوفى سنة ٨٥٥ هـ

ضبطه وصححه

عبد الله محمود محمد عمر

طبعة جديدة مرقمة الكتب والأبواب والأحاديث
حسب ترقيم المعجم المفهرس لألفاظ الحديث النبوي الشريف

الجزء السادس عشر

يحتوي على الكتب التالية:
تتمة أحاديث الأنبياء - المناقب - فضائل الصحابة - مناقب الأنصار
من الحديث (٣٤١٢) - إلى الحديث (٣٨٦٠)

ناشر: حمد الله

مكتبة إمدادية

کانسی روڈ کوئٹہ بلوچستان

فليقطعن أيدي رجال وأرجلهم وهم الذين قالوا بموته. **قوله: «فجاء أبو بكر»** أي: من السنح، فكشف عن وجه رسول الله، ﷺ فقبله، وقد مر في أول الجنائز، قالت عائشة: أقبل أبو بكر على فرسه من مسكنه بالسنح حتى نزل فدخل المسجد فلم يكلم الناس حتى دخل على عائشة، فتيمم النبي، ﷺ، وهو مسجّى ببرد حبرة، فكشف عن وجهه ثم أكب عليه فقبله ثم بكى. **قوله: «بأبي أنت وأمي»** أي: أنت مفدى بأبي وأمي. **قوله: «حياً وميتاً»** أي: في حالة حياتك وحالة موتك. **قوله: «لا يذيقك الله الموتتين»**، بضم الياء من الإذاقة، وأراد بالموتتين: الموت في الدنيا والموت في القبر، وهما الموتتان المعروفتان المشهورتان، فلذلك ذكرهما بالتعريف، وهما الموتتان الواقعتان لكل أحد غير الأنبياء، عليهم الصلاة والسلام، فإنهم لا يموتون في قبورهم، بل هم أحياء، وأما سائر الخلق فإنهم يموتون في القبور ثم يحيون يوم القيامة. ومذهب أهل السنة والجماعة: أن في القبر حياة وموتاً فلا بد من ذوق الموتتين لكل أحد غير الأنبياء، وقد تمسك بقوله: «لا يذيقك الله الموتتين» من أنكر الحياة في القبر، وهم المعتزلة ومن نحا نحوهم، وأجاب أهل السنة عن ذلك بأن المراد به نفي الحياة اللازم من الذي أثبته عمر، رضي الله تعالى عنه، بقوله: ليبعثه الله في الدنيا ليقطع أيدي القائلين بموته، فليس فيه من نفي موت عالم البرزخ.

قوله: «ثم خرج»، أي: ثم خرج أبو بكر من عند النبي ﷺ. **قوله: «على رسلك»**، بكسر الراء وسكون السين المهملة، أي: اتئد في الحلف أو كن على رسلك أي: التؤدة لا تستعجل. **قوله: «ألا من كان»**، كلمة ألاَ، هنا للتنبيه على شيء يأتي أو يقوله. **قوله: «فنشج الناس»**، بفتح النون وكسر الشين المعجمة بعدها جيم، يقال: نشج الباكي إذا غص في حلقه البكاء، وقيل: النشيج بكاء معه صوت، نقله الخطابي، وقيل: هو بكاء بترجيع، كما يردد الصبي بكاءه في صدره، وقال ابن فارس: نشج الباكي غص بالبكاء في حلقه من غير انتحاب، والنحيب بكاء مع صوت. **قوله: «في سقيفة بني ساعدة»**، وهو موضع سقف كالسباط كان مجتمع الأنصار ودار ندوتهم، وساعدة هو ابن كعب بن الخزرج، وقال ابن دريد: ساعدة اسم من أسماء الأسد. **قوله: «فقالوا»**، أي: الأنصار **«منا أمير ومنكم أمير»** إنما قالوا ذلك بناء على عادة العرب أن لا يسود القبيلة إلاَّ رجل منهم، ولم يعلموا حينئذ أن حكم الإسلام بخلاف ذلك، فلما سمعوا أنه، ﷺ قال: «الخلافة في قريش» أذعنوا لذلك وبايعوا الصديق. **قوله: «خشيت أن لا يبلغه أبو بكر»** خشيت، بالخاء المعجمة من الخشية وهو الخوف، ويروى: «حسبت»، بالحاء والسين المهملتين من الحسبان، وفي رواية ابن عباس: «قد كنت زورت»، أي: هيأت وحسنت مقالة أعجبتني أريد أن أقدمها بين يدي أبي بكر، وكنت أداري منه بعض الحد، أي: الحدة، فقال: على رسلك، فكرهت أن أغضبه.

قوله: «فتكلم أبلغ الناس»، بنصب أبلغ على الحال، وأبلغ أفعل التفضيل والبلاغة في الكلام مطابقته لمقتضى الحال مع فصاحة الكلام، فالحال في الاصطلاح هي الأمور الداعية إلى المتكلم على الوجه المخصوص، ويجوز الرفع على الفاعلية، كذا قاله بعض الشراح،

فتح الباري

بشرح صحيح البخاري

للإمام أحمد بن علي بن حجر العسقلاني

موافقة لترقيم وتبويب
الشيخ/محمد فؤاد عبد الباقي

مع تعليقات العلامة
عبد العزيز بن باز

مع:
١ – ذكر أطراف الحديث في صحيح البخاري.
٢ – بيان ما اتفق عليه الشيخان البخاري ومسلم.
٣ – بيان من أخرج الحديث من أصحاب الكتب التسعة.
٤ – بيان ما انفرد به البخاري عنهم.

اعتنى به
أبو عبد الله / محمود بن الجميل

الجزء السابع

مكتبة الصفا

أيضًا من طريق ابن عباس عن عمر في الحدود ، وذكر شيئًا منها في الأحكام من طريق أنس عن عمر أيضًا ، وأتمها رواية ابن عباس ، وسأذكر هنا ما فيها من فائدة زائدة .

قوله : (مات النبي ﷺ وأبو بكر بالسنح) تقدم ضبطه في أول الجنائز وأنه بسكون النون، وضبطه أبو عبيد البكري بضمها وقال: إنه منازل بني الحارث من الخزرج بالعوالي ، وبينه وبين المسجد النبوي ميل .

قوله : (قال إسماعيل) هو شيخ المصنف فيه وهو ابن أبي أويس ، وقوله : « يعني بالعالية » أراد تفسير قول عائشة بالسنح .

قوله : (ما كان يقع في نفسي إلا ذاك) يعني عدم موته ﷺ حينئذ . وقد ذكر عمر مستنده في ذلك كما سأبينه في موضعه .

قوله : (لا يذيقك الله الموتتين) تقدم شرحه في أوائل الجنائز ، وقد تمسك به من أنكر الحياة في القبر ، وأجيب عن أهل السنة المثبتين لذلك بأن المراد نفي الموت اللازم من الذي أثبته عمر بقوله: « وليبعثه الله في الدنيا ليقطع أيدي القائلين بموته » وليس فيه تعرض لما يقع في البرزخ ، وأحسن من هذا الجواب أن يقال : إن حياته ﷺ في القبر لا يعقبها موت بل يستمر حيًا ، والأنبياء أحياء في قبورهم ، ولعل هذا هو الحكمة في تعريف الموتتين حيث قال : لا يذيقك الله الموتتين أي المعروفتين المشهورتين الواقعتين لكل أحد غير الأنبياء ، وأما وقوع الحلف من عمر على ما ذكره فبناه على ظنه الذي أداه إليه اجتهاده، وفيه بيان رجحان علم أبي بكر على عمر فمن دونه ، وكذلك رجحانه عليهم لثباته في مثل ذلك الأمر العظيم .

قوله : (أيها الحالف على رسلك) بكسر الراء أي هينتك ولا تستعجل ، وتقدم في الطريق الذي بالجنائز أن أبا بكر خرج وعمر يكلم الناس فقال : اجلس ، فأبى فتشهد أبو بكر ، فمال الناس إليه وتركوا عمر. وقد اعتذر عمر عن ذلك كما سيأتي في « باب الاستخلاف » من كتاب الأحكام.

قوله : (فنشج الناس) بفتح النون وكسر المعجمة بعدها جيم أي بكوا بغير انتحاب ، والنشج ما يعرض في حلق الباكي من الغصة، وقيل هو صوت معه ترجع كما يردد الصبي بكاءه في صدره.

قوله : (واجتمعت الأنصار إلى سعد بن عبادة في سقيفة بني ساعدة) هو سعد بن عبادة بن دليم بن حارثة الخزرجي ثم الساعدي ، وكان كبير الخزرج في ذلك الوقت . وذكر ابن إسحاق في آخر السيرة أن أسيد ابن حضير في بني عبد الأشهل انحازوا إلى أبي بكر ومن معه وهؤلاء من الأوس . وفي حديث ابن عباس عن عمر « تخلفت عنا الأنصار بأجمعها في سقيفة بني ساعدة » فيجمع بأنهم اجتمعوا أولا ثم افترقوا ، وذلك أن الخزرج والأوس كانوا فريقين ، وكان بينهم في الجاهلية من الحروب ما هو مشهور ، فزال ذلك بالإسلام وبقي من ذلك شيء في النفوس، فكأنهم اجتمعوا أولا، فلما رأى أسيد ومن معه من الأوس أبا بكر ومن معه افترقوا من الخزرج إيثاراً لتأمير المهاجرين عليهم دون الخزرج . وفيه أن عليا والزبير ومن كان معهما تخلفوا في بيت رسول الله ﷺ واجتمع المهاجرون إلى أبي بكر .

قوله : (فذهب إليهم أبو بكر الصديق وعمر بن الخطاب وأبو عبيدة) في رواية ابن عباس المذكورة « فقلت له : يا أبا بكر انطلق بنا إلى إخواننا من الأنصار » وزاد أبو يعلى من رواية مالك عن الزهري فيه « فبينما نحن في منزل رسول الله ﷺ إذا رجل ينادي من وراء الجدار أن اخرج إليَّ يا ابن الخطاب ، فقلت :

صحيح أبي عبد الله البخاري

بشرح الكرماني

الجزء الرابع عشر

طبعة اولى : ١٣٥٦ هـ – ١٩٣٧ م
طبعة ثانية : ١٤٠١ هـ – ١٩٨١ م

دار إحياء التراث العربي
بيروت - لبنان

٣٤٣٣ مِنْهُمْ يَاأَبَا بَكْرٍ حدثنا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ عَنْ هِشَامِ ابْنِ عُرْوَةَ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَاتَ وَأَبُو بَكْرٍ بِالسُّنْحِ قَالَ إِسْمَاعِيلُ يَعْنِي بِالعَالِيَةِ فَقَامَ عُمَرُ يَقُولُ وَاللهِ مَامَاتَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ وَقَالَ عُمَرُ وَاللهِ مَا كَانَ يَقَعُ فِي نَفْسِي إِلَّا ذَاكَ وَلَيَبْعَثَنَّهُ اللهُ فَلَيَقْطَعَنَّ أَيْدِيَ رِجَالٍ وَأَرْجُلَهُمْ فَجَاءَ أَبُو بَكْرٍ فَكَشَفَ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَبَّلَهُ قَالَ بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي طِبْتَ حَيًّا وَمَيِّتًا وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا يُذِيقُكَ اللهُ المَوْتَتَيْنِ أَبَدًا ثُمَّ خَرَجَ فَقَالَ أَيُّهَا الحَالِفُ عَلَى رِسْلِكَ فَلَمَّا تَكَلَّمَ أَبُو بَكْرٍ جَلَسَ عُمَرُ فَحَمِدَ اللهَ أَبُو بَكْرٍ وَأَثْنَى عَلَيْهِ وَقَالَ أَلَا مَنْ كَانَ يَعْبُدُ مُحَمَّدًا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

الضرر والمقصود دخول الجنة فلا ضرر لمن دخل الجنة من أي باب دخلها . قوله ﴿السنح﴾ بضم المهملة وسكون النون وبالمهملة موضع من عوالي المدينة و ﴿ذلك﴾ أي عدم الموت و ﴿بأبي﴾ أي مفدى بأبي . فان قلت مذهب أهل السنة أن في القبر حياة وموتا فلا بد من ذوق الموتتين قلت المراد به نفي الموت اللازم من الذي أثبته عمر رضي الله عنه بقوله ليبعثه الله في الدنيا لقطع أيدي القائلين بموته فليس فيه نفي موت عالم البرزخ ومر في أول كتاب الجنائز ويحتمل أن يراد أن حياتك في القبر لا يعقبها موت فلا تذوق مشقة الموت مرتين بخلاف سائر الخلق فانهم يموتون في القبر ثم يحيون يوم القيامة والله أعلم . فان قلت كيف جاز لعمر أن يحلف على مثل هذا الأمر قلت بناء على ظنه حيث أدى اجتهاده اليه ، وفيه فضيلة عظيمة لأبي بكر ورجحان علمه على علم عمر وغيره . قوله ﴿على رسلك﴾ بكسر الراء أي اتئد في الحلف أو كن على رسلك أي التؤدة أي لا تستعجل و ﴿نشج﴾

المجلد (۱)

قال الله تعالیٰ قل ان کنتم تحبون الله فاتبعونی یحببکم الله ویغفر لکم ذنوبکم والله غفور رحیم
قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لا یؤمن احدکم حتی اکون احب الیه

الحمد لله

الذی وفقنی لطبع صحیح البخاری وسعیت فی اداء حقوقه من صحة الکتابة والطباعة ما امکن علیه

صحیح البخاری رح

قد اتفق الائمة علی انه اصح الکتب بعد کتاب الله وعلی ان لیس له نظیر فی علو الحدیث وعلی ان جامعه محمد بن اسمٰعیل البخاری امیر المؤمنین فی الحدیث ورأس المحدثین فی القدیم والحدیث واستاذ الحفاظ الذی اجمعت الامة شرقا وغربا علی توثیقه وامانته وضبطه وصیانته رضی الله تعالیٰ عنه وعنا وعن جمیع المؤمنین والمؤمنات

المحشیٰ

بحواشی الحافظ الشیخ المحدث احمد علی السهارنفوری المشهورة المقبولة بین اهل العلم بلا اختلاف وقد استکمل تصحیح المتن والحواشی مطابقا للنسخة الصحیحة المصطفائیة المشهورة المطبوعة فی سنة بعد جهد وسعی بلیغ وصرف کثیر والاهم الملحوظ ان خط مطبوعنا هذا اوقع وطرزه فائق علی جمیع المطبوعات السابقة من اول عهد تمثیلها

والامر المخصوص الزائد

اثنان احدهما انا اضفنا فی آخر کل صفحة حل لغات بقدر الضرورة والثانی انا الحقنا مع مقدمة المجلد الاول کتابا لتراجم ابواب البخاری للشیخ المحدث الشاه ولی الله الدهلوی رح فصار فائدته عاما من بعد انه کان قبل ذلک مع الاساتذة فقط فهذان الامران مخصوصان بمطبوعنا هذا ولا تجدها فی المطبوعات الاخر والحمد لله رب العالمین والصلوٰة والسلام والبرکات علی سیدنا محمد واله واصحابه اجمعین والسلام علینا وعلی عباده الصالحین

خادم العلماء والمشائخ نور محمد نقشبندی چشتی، قادری

ملنے کا پتہ

الطبعة الاولیٰ دہلی ۱۳۵۷ھ ۱۹۳۸ء

قدیمی کتب خانہ
مقابل آرام باغ کراچی

الطبعة الثانیة کراچی ۱۳۸۱ھ ۱۹۶۱ء

ومعه حاشیة علیه للامام ابی الحسن السندی رح

طبعہ قدیمی کتب خانہ بالاتفاق مع نور محمد اصح المطابع کارخانہ تجارت کتب

المجلد الاول — ٦٧ — الجزء ٢

فاختار ما عند الله فبکی ابو بکر فقلت فی نفسی ما یبکی هذا الشیخ ان یکن الله خیر عبدا بین الدنیا وبین ما عنده فاختار ما عند الله عز وجل فکان رسول الله صلی الله علیه وسلم هو العبد وکان ابو بکر اعلمنا فقال یا ابا بکر لا تبک ان امن الناس علی فی صحبته وماله ابو بکر ولو کنت متخذا من امتی خلیلا لاتخذت ابا بکر ولکن اخوة الاسلام ومودته لا یبقین فی المسجد باب الا سد الا باب ابی بکر حدثنا عبد الله بن محمد الجعفی قال نا وهب ابن جریر قال نا ابی قال سمعت یعلی بن حکیم عن عکرمة عن ابن عباس قال خرج رسول الله صلی الله علیه وسلم فی مرضه الذی مات فیه عاصبا رأسه بخرقة فقعد علی المنبر فحمد الله واثنی علیه ثم قال انه لیس من الناس احد امن علی فی نفسه وماله من ابی بکر بن ابی قحافة ولو کنت متخذا من الناس خلیلا لاتخذت ابا بکر خلیلا ولکن خلة الاسلام افضل سدوا عنی کل خوخة فی هذا المسجد غیر خوخة ابی بکر باب الابواب والغلق للکعبة والمساجد قال ابو عبد الله وقال لی عبد الله بن محمد حدثنا سفین عن ابن جریج قال قال لی ابن ابی ملیکة یا عبد الملک لو رأیت مساجد ابن عباس وابوابها حدثنا ابو النعمان وقتیبة بن سعید قالا نا حماد بن زید عن ایوب عن نافع عن ابن عمر ان النبی صلی الله علیه وسلم قدم مکة فدعا عثمان بن طلحة ففتح الباب فدخل النبی صلی الله علیه وسلم وبلال واسامة بن زید وعثمان بن طلحة ثم اغلق الباب فلبث فیه ساعة ثم خرجوا قال ابن عمر فبدرت فسألت بلالا فقال صلی فیه فقلت فی ای فقال بین الاسطوانتین قال ابن عمر فذهب علی ان اسأله کم صلی باب دخول المشرک فی المسجد حدثنا قتیبة قال نا اللیث عن سعید بن ابی سعید انه سمع ابا هریرة یقول بعث رسول الله صلی الله علیه وسلم خیلا قبل نجد فجاءت برجل من بنی حنیفة یقال له ثمامة بن اثال فربطوه بساریة من سواری المسجد باب رفع الصوت فی المسجد حدثنا علی بن عبد الله بن جعفر بن نجیح المدینی قال نا یحیی بن سعید القطان قال نا الجعید بن عبد الرحمن قال حدثنی یزید بن خصیفة عن السائب بن یزید قال کنت قائما فی المسجد فحصبنی رجل فنظرت الیه فاذا عمر بن الخطاب فقال اذهب فأتنی بهذین فجئته بهما فقال من انتما او من این انتما قالا من اهل الطائف قال لو کنتما من اهل البلد لاوجعتکما ترفعان اصواتکما فی مسجد رسول الله صلی الله علیه وسلم حدثنا احمد بن صالح قال نا ابن وهب قال اخبرنی یونس بن یزید عن ابن شهاب قال حدثنی عبد الله ابن کعب بن مالک ان کعب بن مالک اخبره انه تقاضی ابن ابی حدرد دینا کان له علیه فی عهد رسول الله صلی الله علیه وسلم فی المسجد فارتفعت اصواتهما حتی سمعها

اسماء الرجال

مرقاة المفاتيح

شرح

مشكوة المصابيح

للمحدث الشهير و الفقيه النبيل

علي بن سلطان محمد القاري رحمه الباري

المتوفى ١٠١٤هـ

الجزء الثاني

مكتبه امداديه ○ ملتان

پاكستان

أصواتكما فى مسجد رسول الله صلى الله عليه وسلم رواه البخارى ★ و عن مالك قال بنى عمر رحبة فى ناحية المسجد تسمى البطيحاء و قال من كان يريد أن يلغط أو ينشد شعرا أو يرفع صوته فليخرج الى هذه الرحبة رواه فى الموطا

جواب عن سؤال مقدر كانهما قالا لم توجعنا قال لانكما ترفعان و قوله (أصواتكما) قال المالكى المضاف المثنى معنى اذا كان جزء ما أضيف اليه يجوز افراده نحو أكلت رأس شاتين و جمعه أجود نحو صغت قلوبكما و التثنية مع أصالتها قليلة الاستعمال و ان لم يكن جزأه فالاكثر مجيئه بلفظ التثنية نحو سل الزيدان سيفيهما و ان أمن اللبس جاز جعل المضاف بلفظ الجمع كما فى يعذبان فى قبورهما كذا نقله ميرك و فيه ان المراد بالاصوات هنا الجمع حقيقة اذ لكل حرف صوت كما هو مقرر فى محله (فى مسجد رسول الله صلى الله عليه وسلم) أى خصوصا اذ مع شرافته له زيادة مزية أنه عليه السلام فى قبره حى و قال تعالى لا ترفعوا أصواتكم فوق صوت النبى قال النووى يكره رفع الصوت فى المسجد بالعلم و غيره و قال ابن حجر سئل مالك عن رفع الصوت فى المسجد بالعلم فقال لاخير فيه بعلم ولابغيره ولقد أدركت الناس قديما يعيبون ذلك على من يكون بمجلسه و أنا أكره ذلك ولا أدرى فيه خيرا قال ابن حجر و قد روى ابن أبى شيبة عن عمر انه سمع رجلا رافعا صوته فى المسجد فقال أتدرى أين أنت قال و قال قوم لا كراهة فيه منهم أبوحنيفة و احتجوا بما مر فى الوضوء من قوله عليه السلام ويل للاعقاب من النار و رد بانه ليس فى الحديث انهم كانوا فى المسجد بل سياقه صريح فى انهم كانوا فى غير المسجد نعم صح عن كعب بن مالك و ابن أبى حدرد فى دين له عليه انهما ارتفعت أصواتهما فى المسجد و لم ينكر عليهما عليه السلام و قال ضع من دينك الشطر و قد يجاب بأنه عليه السلام ترك الانكار لبيان الجواز فلا يدل على انتفاء الكراهة اه كلامه و فيه نظر من وجوه منها نسبة نفى مطلق الكراهة الى الامام الاعظم و هو افتراء عليه اذ مذهبه كراهة رفع الصوت فى المسجد و لو بالذكر نعم جوز التدريس فى المسجد و البحث فيه حيث لم يشوش على المصلين أو لم يكن هناك مصلون و منها اسناد الاحتجاج اليه بالحديث المذكور فانه لو فرض كونه فى المسجد لا دلالة فيه على نفى الكراهة مطلقا اذ ليس فيه ما يشعر برفع الصوت و على التسليم نهى المنكر فى المسجد و لو برفع الصوت لايكره اجماعا و منها جوابه عن حديث كعب فانه لايخلو عن بعد و الاقرب ان يحمل على ما قبل نزول قوله تعالى لا ترفعوا أصواتكم الآية (رواه البخارى و عن مالك) المراد به الامام صاحب المذهب (قال بنى عمر رضى الله عنه رحبة فى ناحية المسجد) أى فضاء فى خارج المسجد قال فى القاموس رحبة المكان و تسكن ساحته و متسعه و قال الطيبى الرحبة بالفتح الصحراء بين أفنية القوم و رحبة المسجد ساحته قال أبوعلى الدقاق ليس للحائض أن تدخل رحبة مسجد الجماعة متصلة كانت أو منفصلة و تحريك الحاء أحسن اه و فيه و أما فى حديث على رضى الله عنه وصف وضوء رسول الله صلى الله عليه وسلم فى رحبة الكوفة فانها دكان وسط مسجد الكوفة كان على رضى الله عنه يقعد فيه و يعظ (تسمى) أى تلك الرحبة (البطيحاء) و لعلها فرش فيها البطحاء (و قال) أى عمر (من كان يريد أن يلغط) اللغط صوت و ضجة لايفهم معناه قاله الطيبى و المراد من أراد أن يتكلم بما لايعنيه (أو ينشد شعرا) أى لنفسه أو لغيره و قول ابن حجر أى شعرا مذموما ليس فى محله لانه لايباح مطلقا (أو يرفع صوته) و لو بالذكر (فليخرج الى هذه الرحبة) فان الامر فيها أسهل و أهون (رواه) أى مالك (فى الموطا) بالهمز و الالف و قد سبق الاعتراض على مثل صنيع المصنف هذا و كان حقه فى هذا المقام أن يقول و عن عمر انه بنى

آثار صحابہ
نمبر 3

مُسْنَدُ الإِمَامِ أَحْمَدَ بْنِ حَنْبَل

طَبْعَةٌ فَرِيدَةٌ، مُحَقَّقَةٌ، مُنَقَّحَةٌ، مُخَرَّجَةٌ،
مَضْبُوطَةٌ بِالشَّكْلِ الكَامِلِ
مُقَابَلَةٌ عَلَى المَخْطُوطَاتِ وَالمَطْبُوعَاتِ

ضَبَطَ نَصَّهُ، وَقَارَنَ بَيْنَ نُسَخِهِ المَطْبُوعَةِ وَالمَخْطُوطَةِ وَعَلَّقَ عَلَيْهَا
فَضِيلَةُ الشَّيْخ مَحْمُود خَلِيل الصَّعِيدِيّ

خرج أحاديثه

مَكْتَبُ التِّبْيَان
لِلدِّرَاسَاتِ الإِسْلَامِيَّةِ وَتَحْقِيقِ التُّرَاث

المُجَلَّدُ الثَّانِي عَشَر

٢٥٧٩٨ - ٢٨٢٩٥

المكتبة الطارق

ادرس: جادہ میوند نزد مسجد جامعہ پختہ فروشی کابل افغانستان
فون: Call: 0093-786948599
E-mail: tariqbook2014@gmail.com

مکتبہ معروفیہ

کوئٹہ: کاسی روڈ شالدرہ کوئٹہ پاکستان
لاہور: ہادیہ حلیمہ سنٹر، غزنی سٹریٹ، اُردو بازار لاہور

٢٦٢٩٤- حَدثنا عَبدُ الله، حَدثَني أَبي، حَدَّثنا حَمَّادُ بْنُ أُسَامَةَ، قَالَ: أخبرَنا عُبَيْدُ اللهِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ عَنِ الأعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: فَقَدْتُ رَسُولَ اللهِ صَلى الله عَليه وَسَلم ذَاتَ لَيْلَةٍ مِنَ الفِرَاشِ فَالتَمَسْتُهُ فَوقَعَتْ يَدِي عَلَى بَطْنِ قَدَمَيْهِ وَهُو فِي المَسْجِدِ وَهُمَا مَنْصُوبَتَانِ وَهُو يَقُولُ: اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ وَبِمُعَافَاتِكَ مِنْ عُقُوبَتِكَ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْكَ لاَ أُحْصِي ثَنَاءً عَلَيْكَ أَنْتَ كَمَا أَثْنَيْتَ عَلَى نَفْسِكَ[١]. [كُتب (٢٦١٧٤)، رسالة (٢٥٦٥٥)]

٢٦٢٩٥- حَدثنا عَبدُ الله، حَدثني أَبي، حَدَّثنا حَمَّادُ بْنُ أَسَامَةَ، قَالَ: أَخبرَنا هِشَامٌ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِي الله عَنها، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلى الله عَليه وَسَلم دَخَلَ عَامَ الفَتْحِ مِنْ كَدَاءَ وَدَخَلَ فِي العُمْرَةِ مِنْ كُدًى[٢]. [كُتب (٢٦١٧٥)، رسالة (٢٥٦٥٦)]

٢٦٢٩٦- حَدثنا عَبدُ الله، حَدثَني أَبي، حَدَّثنا حَمَّادٌ، حَدَّثنا هِشَامٌ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: إِنْ كَانَ لَيَنْزِلُ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلى الله عَليه وَسَلم فِي الغَدَاةِ البَارِدَةِ فَتَفِيضُ جَبْهَتُهُ عَرَقًا عَلَيْهِ الصَّلاَةُ وَالسَّلاَمُ[٣]. [كُتب (٢٦١٧٦)، رسالة (٢٥٦٥٧)]

٢٦٢٩٧- حَدثنا عَبدُ الله، حَدثني أَبي، حَدَّثنا حَمَّادُ بْنُ أُسَامَةَ، قَالَ: أخبرَنا هِشَامٌ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: مَا غِرْتُ عَلَى امْرَأَةٍ مَا غِرْتُ عَلَى خَدِيجَةَ وَلَقَدْ هَلَكَتْ قَبْلَ أَنْ يَتَزَوَّجَنِي بِثَلاَثِ سِنِينَ لِمَا كُنْتُ أَسْمَعُهُ يَذْكُرُهَا وَلَقَدْ أَمَرَهُ رَبُّهُ عَزَّ وَجَلَّ أَنْ يُبَشِّرَهَا بِبَيْتٍ مِنْ قَصَبٍ فِي الجَنَّةِ، وَإِنْ كَانَ لَيَذْبَحُ الشَّاةَ، ثُمَّ يُهْدِي فِي خَلاَئِلِهَا مِنْهَا[٤]. [كُتب (٢٦١٧٧)، رسالة (٢٥٦٥٨)]

٢٦٢٩٨- حَدثنا عَبدُ الله، حَدثَني أَبي، حَدَّثنا حَمَّادُ بْنُ أَسَامَةَ، قَالَ: أَخبرَنا هِشَامٌ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِي الله عَنها قَالَتْ: دَخَلَ رَسُولُ اللهِ صَلى الله عَليه وَسَلم عَلَى ضُبَاعَةَ بِنْتِ الزُّبَيْرِ، فَقَالَ لَهَا أَرَدْتِ الحَجَّ قَالَتْ وَاللهِ مَا أَجِدُنِي، إِلاَّ وَجِعَةً، فَقَالَ لَهَا حُجِّي وَاشْتَرِطِي فَقُولِي اللَّهُمَّ مَحِلِّي حَيْثُ حَبَسْتَنِي، وَكَانَتْ تَحْتَ المِقْدَادِ بْنِ الأَسْوَدِ[٥]. [كُتب (٢٦١٧٨)، رسالة (٢٥٦٥٩)]

٢٦٢٩٩- حَدثنا عَبدُ الله، حَدثَني أَبي، حَدَّثنا حَمَّادُ بْنُ أُسَامَةَ، قَالَ: أَخبرَنا هِشَامٌ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: كُنْتُ أَدْخُلُ بَيْتِي الَّذِي فِيهِ(١) رَسُولُ اللهِ صَلى الله عَليه وَسَلم وَأَبِي، فَأَضَعُ ثَوْبِي وَأَقُولُ إِنَّمَا هُو زَوْجِي وَأَبِي، فَلَمَّا دُفِنَ عُمَرُ مَعَهُمْ فَواللهِ مَا دَخَلْتُهُ، إِلاَّ وَأَنَا مَشْدُودَةٌ عَلَيَّ ثِيَابِي حَيَاءً مِنْ عُمَرَ رَضِي الله عَنه[٦]. [كُتب (٢٦١٧٩)، رسالة (٢٥٦٦٠)]

---

(١) في طبعة الرسالة: «الذي دفن فيه».

---

[١] الترمذي، بَاب مَا جَاءَ فِي عَقْدِ التَّسْبِيحِ بِاليَدِ، برقم (٣٤٩٣) وقال: «هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ».

[٢] البخاري، بَابٌ: مِنْ أَيْنَ يَخْرُجُ مِنْ مَكَّةَ؟ برقم (١٥٧٧)، وبَابُ اسْتِحْبَابِ دُخُولِ مَكَّةَ مِنَ الثَّنِيَّةِ العُلْيَا وَالخُرُوجِ مِنْهَا مِنَ الثَّنِيَّةِ السُّفْلَى وَدُخُولِ بَلَدِهِ مِنْ طَرِيقٍ غَيْرِ الَّتِي خَرَجَ مِنْهَا، برقم (١٢٥٨).

[٣] مسلم، بَابُ عَرَقِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي البَرْدِ وَحِينَ يَأْتِيهِ الوَحْيُ، برقم (٢٣٣٣).

[٤] البخاري، بَابٌ: حُسْنُ العَهْدِ مِنَ الإِيمَانِ، برقم (٦٠٠٤)، ومسلم، بَابُ فَضَائِلِ خَدِيجَةَ أُمِّ المُؤْمِنِينَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا، برقم (٢٤٣٥).

[٥] مسلم، بَابُ جَوَازِ اشْتِرَاطِ المُحْرِمِ التَّحَلُّلَ بِعُذْرِ المَرَضِ وَنَحْوِهِ، برقم (١٢٠٧).

[٦] انظر: مجمع الزوائد (٨/ ٥٧).

شرح الصدور

بشرح حال الموتى والقبور

للحافظ جلال الدين عبد الرحمن السيوطي
٨٤٩ - ٩١١هـ

تحقيق وتعليق
يوسف علي بديوي

مكتبۂ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ
۳ شیش محل روڈ نزد داتا دربار لاہور
042-37364516

وأخرج العقيلي، عن أبي هريرة ـ رضي الله عنه ـ قال: قال أبو رزين: يا رسول الله، إن طريقي على الموتى، فهل من كلام أتكلم به إذا مررت عليهم؟ قال: «قُلِ: السلامُ عليكم يا أهل القبور من المسلمين والمؤمنين، أنتم لنا سلف، ونحن لكم تبع، وإنّا إن شاء الله بكم لاحقون». قال أبو رزين: يا رسول الله يسمعون؟ قال: «يسمعون، ولكن لا يستطيعون أن يجيبوا». قال: «يا أبا رزين ألا ترضى أن يرد عليك بعددهم من الملائكة؟!».

قوله: لا يستطيعون أن يجيبوا: أي جواباً يسمعه الجن والإنس، فهم يردون حيث لا يسمع.

وأخرج أحمد، والحاكم، عن عائشة، قالت: كنت أدخل البيت، فأضع ثوبي وأقول: إنما هو أبي وزوجي، فلما دفن عمر معهما، ما دخلته إلا وأنا مشدودة عليَّ ثيابي، حياء من عمر ـ رضي الله عنه ـ[(١)].

وأخرج الطبراني في «الأوسط»، عن ابن عمر قال: مرَّ رسول الله ﷺ على قبر مصعب بن عمير حين رجع من أحد، فوقف عليه وعلى أصحابه، فقال: «أشهدُ أنكم أحياءُ عند الله، فزوروهم وسلِّموا عليهم، فوالذي نفسي بيده، لا يسلِّمُ عليهم أحدٌ إلا ردُّوا عليه إلى يومِ القيامةِ»[(٢)].

وأخرج الحاكم، والبيهقي، عن أبي هريرة ـ رضي الله عنه ـ عن النبي ﷺ، أنه وقف على قبر مصعب بن عمير حين رجع من أحد، فوقف عليه وعلى أصحابه فقال: «أشهدُ أنكم أحياءُ عند الله، فزوروهم وسلِّموا عليهم، فوالذي نفسي بيده، لا يسلِّمُ عليهم أحدٌ إلا رَدُّوا عليه إلى يوم القيامة»[(٣)].

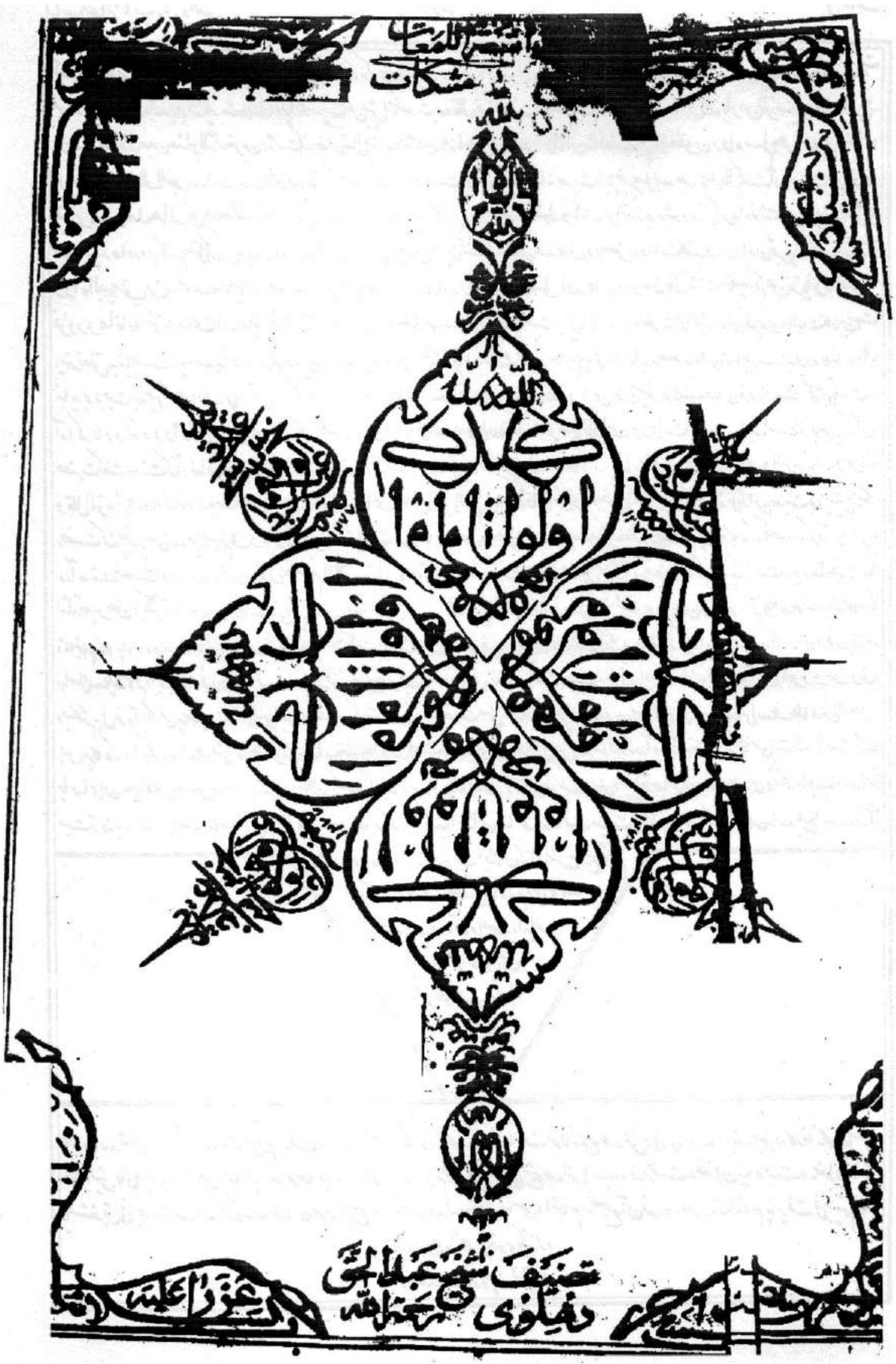
وفي «الأربعين الطائية»، روي عن النبي ﷺ أنه قال: «آنسُ ما يكون

---

(١) الحاكم (٣/٦١) وقال: هذا حديث صحيح على شرط الشيخين ولم يُخرجاه.

(٢) قال الهيثمي في مجمع الزوائد (٦/١٢٣): رواه الطبراني في الأوسط، وفيه عبد الأعلى بن عبدالله ابن أبي فروة، وهو متروك.

(٣) الحاكم (٢/٢٤٨) وقال: هذا حديث صحيح على شرط الشيخين، ولم يخرجاه، وتعقبه الذهبي بقوله: كذا قال، وأنا أحسبه موضوعاً، وقطن لم يروِ له، وعبد الأعلى لم يخرجا له.


مشکات
تصنیف شیخ عبدالحق
دہلوی رحمۃ اللہ

کیف اقول و ہم از عائشہ است کہ گفت و پرسید از آن حضرت چہ گونہ گویم و چہ گویم و چہ خوانم یا رسول اللہ تعنی فی زیارۃ القبور میخواہد عائشہ ازین پرسیدن کہ چہ گویم در زیارت قبور و این دلالت دارد بر جواز زیارت مر زنان را و بر آنکہ حدیث لعن پیش از رخصت بود قال قولی گفت آن حضرت بگو السلام علی اہل الدیار من المؤمنین والمسلمین و یرحم اللہ المستقدمین منا والمستاخرین و رحمت کند خدای تعالی پیش روندگان را از ما و پس ماندگان را وانا ان شاء اللہ بکم للاحقون رواہ مسلم وعن محمد بن النعمان یرفع الحدیث الی النبی روایت است از محمد بن نعمان کہ از ثقات تابعین است در حالتی کہ میرساند حدیث را بہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم قال گفت آن حضرت من زار قبر ابویہ او احدہما فی کل جمعۃ کسی کہ زیارت کند قبر پدر و مادر خود را یا قبر یکی ازین دو را ہر ہفتہ غفر لہ وکتب برا آمرزیدہ شود مر آن کس را و نوشتہ شود در دیوان اعمال نیکی کنندہ بہ پدر و مادر و بر بکسر با نیکی کردن بہ پدر و مادر ضد عقوق و بر بفتح و ہمچنین بار نیکی کنندہ با ایشان ضد عاق و در بعض روایات غضبیہ بوسہ دادن قبر پدر و مادر در آثر آمدہ است رواہ البیہقی فی شعب الایمان مرسلا وعن ابن مسعود ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال کنت نہیتکم عن زیارۃ القبور فزوروہا فانہا تزہد فی الدنیا وتذکر الآخرۃ پس بدرستیکہ قبور و دیدن آنہا بی رغبت میکرداند در دنیا و نفرت می بخشد از آن کہ چون عاقبت کار این است اینہمہ تعلق بہ دنیا چیست و یاد میدہد آخرت را کہ جز این عالم عالمی دیگر ہست کہ آنجا باید رفت لذا اینجا معلوم میشود کہ در قبور بصفت عبرت و حیرت باید بود و غافل و ذاہل نباید بود و بیت بر زمینی کہ ہمی میگذری ساکن رو کہ عیونست و خطوط است و قد و دست و خدود این ہمان چشمۂ خورشید جہان افروز است کہ ہمی تافت بر آرامگہ عاد و ثمود رواہ ابن ماجۃ وعن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لعن زوارات القبور روایت است از ابو ہریرہ کہ آن حضرت گفت لعنت کرد خدای تعالی زنان زیارت کنندہ را کہ در زیارت جزع و فزع و نوحہ و بکا و ندبہ بسیار میکنند رواہ احمد والترمذی وابن ماجۃ وقال الترمذی ہذا حدیث حسن صحیح وقال قد رای بعض اہل العلم ان ہذا کان قبل ان یرخص النبی و گفت ترمذی کہ این حدیث بود پیش از آنکہ رخصت کند پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم فی زیارۃ القبور در زیارت قبور فلما رخص دخل فی رخصتہ الرجال والنساء پس ہرگاہ کہ رخصت کرد آن حضرت در آمدند در رخصت او مردان و زنان وقال بعضہم انما کرہ زیارۃ القبور للنساء و گفتہ اند بعضی از اہل علم کہ آن حضرت مکروہ نداشت زیارت قبور مر زنان را لقلۃ صبرہن وکثرۃ جزعہن از جہت کمی صبر زنان و بسیاری بی صبری ایشان پس رخصت نزد این بعض مخصوص بمردان خواہد بود تم کلامہ تمام شد کلام ترمذی و تا اینجا ہمہ کلام او بود وعن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت کنت ادخل بیتی الذی فیہ رسول اللہ گفت عائشہ بودم من کہ می در آمدم خانہ خود را کہ در وی مدفون بود پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم و ابوبکر نیز مدفون شدہ بود در وی وانی واضع ثوبی و حال آنکہ من نہندہ و افگندہ بودم جامۂ خود را یعنی چادر از بدن واقول انما ہو زوجی وابی و میگفتم بدل خود و آیا اگر می پرسید ندا از ان کسی نیست مدفون مگر شوہر من کہ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم است و پدر من کہ ابوبکر است رضی اللہ عنہ فلما دفن عمر پس ہرگاہ کہ دفن کردہ شد عمر رضی اللہ عنہ فواللہ ما دخلتہ الا وانا مشدودۃ علی ثیابی پس بخدا سوگند نہ در آمدم آن خانہ را مگر آنکہ من بستہ شدہ است بر من جامہای من حیاء من عمر از جہت شرم داشتن از عمر کہ بیگانہ بود رواہ احمد و درین حدیث دلیلی واضح است بر حیات میت و علم وی و آنکہ واجب است احترام میت تر و زیارت وی خصوصا صالحان و مراعات ادب بر قدر مراتب ایشان چنانچہ در حالت حیات ایشان بود و زیرا کہ صالحان را مدد بلیغ است مر زیارت کنندگان خود را باندازۂ ادب ایشان کذا فی شرح الشیخ تمام

شد کتاب الصلوۃ بفضل خدا و کرم وی صلی اللہ

علی خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ واتباعہ

اجمعین ہداۃ الطریق الحق

ومحیی علوم الدین ولا حول

ولا قوۃ الا

باللہ العلی العظیم

بعون اللہ تعالی والمنہ کہ صورت طبع پذیرفت جلد اول ترجمہ مشکوۃ شریف کہ از تصانیف مولانا شیخ عبد الحق دہلوی ست در بندر بمبئی در کارخانہ محمدی حسب الفرمایش عالی جناب مقدس القاب علام فہام ذوی المجد والاحترام فخر الحاج حاجی شیخ عبد الوہاب ولد مرحمت و غفران پناہ جنت و رضوان آرامگاہ المستغرق فی بحار رحمت اللہ الملک المنان مرحوم شیخ مؤمن غفر اللہ لہ و نہایت سعی و اہتمام در تصحیح آن نمودہ و صورت اتمام پذیرفت فی بستم شہر ذو القعدۃ الحرام سنہ ہجری نبوی یکہزار و دو صد و ہفتاد و ہفت ۱۲۷۷

مُصَنَّف
ابْن أبي شَيبَة

في الأحَاديث وَالآثَار

آثار صحابہ
نمبر 4

للحَافِظ عَبْد الله بن محمَّد بن أبي شيبَة ابراهِيم بن عثمان
ابن أبي بكر بن أبي شيبَة الكوفي العبسي المتوفى سَنَة ٢٣٥ھ

طبعة مستكملة النص ومنقحة ومشكولة ومرقمة الأحاديث ومفهرسة

الجُزء السَّابِعُ

كتاب : أقضية رسول الله ﷺ ، فضائل القرآن ، الايمان
والرؤيا ، الأمراء ، الوصايا ، الفرائض ، الفضائل ، الجهاد

ضَبَطَهُ وَعَلّقَ عليه
الأستاذ سَعيد اللحَام

الإشراف الفني والمراجعة والتصحيح : مكتب الدراسات والبحوث في دار الفكر

دار الفكر

(٣١) حدثنا ابن مبارك عن عبد الله بن زيد بن أسلم عن أبيه عن ابن عمر قال: ما زال عمر جاداً جواداً من حين قُبِضَ حتى انتهى.

(٣٢) حدثنا إسحاق بن منصور قال ثنا إبراهيم بن سعد عن صالح بن كيسان عن ابن شهاب عن عبد الحميد بن عبد الرحمن بن زيد عن محمد بن سعد عن أبيه قال: قال رسول الله ﷺ: «وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ! مَا سَلَكْتَ فَجّاً إلاَّ سَلَكَ الشَّيْطانُ فَجّاً سِوَاهُ»، ـ يقوله لعمر.

(٣٣) حدثنا أبو أسامة قال حدثني كهمس قال حدثني عبد الله بن شقيق قال: حدثني الأقرع ـ شك كهمس: لا أدري الأقرع المؤذن هو أو غيره ـ قال: أرسل عمر إلى الأسقف قال: فهو يسأله وأنا قائم عليهما أظلهما من الشمس فقال: هل تجدني في كتابكم؟ فقال: صفتكم وأعمالكم، قال: كيف تجدني؟ قال: أجدك قرناً من حديد، قال: فنقط عمر وجهه وقال: قرن حديد؟ قال: أمير شديد، فكأنه فرح بذلك، قال: فما تجد بعدي؟ قال: خليفة صدق يؤثر أقربيه، قال: فقال عمر: يرحم الله ابن عفان، قال: فما تجد بعده؟ قال: صدع حديد، قال: وفي يد عمر شيء يقلبه فنبذه فقال: يا دافراه ـ مرتين أو ثلاثة، قال: فلا تقل ذلك يا أمير المؤمنين فإنه خليفة مسلم أو رجل صالح ولكنه يستخلف والسيف مسلول والدام مهراق، قال: ثم التفت إليّ ثم قال: الصلاة.

(٣٤) حدثنا عفان قال ثنا حماد بن سلمة قال أخبرنا الأشعث بن عبد الرحمن الجرمي عن أبيه عن سمرة بن جندب أن رجلاً قال: يا رسول الله! رأيت كأن دلواً دلي من السماء فجاء أبو بكر فأخذ بعراقيها فشرب شرباً وفيه ضعيف، ثم جاء عمر فأخذ بعراقيها فشرب حتى تضلع، ثم جاء عثمان فأخذ بعراقيها فشرب حتى تضلع.

(٣٥) حدثنا أبو معاوية عن الأعمش عن أبي صالح عن مالك الدار، قال: وكان خازن عمر على الطعام، قال: أصاب الناس قحط في زمن عمر، فجاء رجل إلى قبر النبي ﷺ فقال: يا رسول الله! استسق لأمتك فإنهم قد هلكوا، فأتى الرجل في المنام فقيل له:

(٣١/١٦) من حين قبض: منذ تولى الخلافة حتى انتهى: حتى استشهد.

(٣٢/١٦) الفج: الطريق في الجبل.

(٣٤/١٦) عراقيها: جانبيها.

حتى تضلع: حتى ارتوى وسال الماء على صدره.

ائت عمر فأقرئه السلام، وأخبره أنكم مستقيمون وقل له: عليك الكيس! عليك الكيس! فأتى عمر فأخبره فبكى عمر ثم قال: يا رب لا آلو إلا ما عجزت عنه.

(٣٦) حدثنا أبو معاوية عن الأعمش عن شقيق قال: قال عبد الله: لو وضع علم أحياء العرب في كفة ووضع علم عمر في كفة لرجح بهم علم عمر.

(٣٧) حدثنا أبو معاوية عن الأعمش عن سالم قال: جاء أهل نجران إلى عليّ فقالوا: يا أمير المؤمنين كتابك بيدك وشفاعتك بلسانك، أخرجنا عمر من أرضنا فأرددنا إليها، فقال لهم علي: ويحكم! إن عمر كان رشيد الأمر، ولا أغير شيئاً صنعه عمر، قال الأعمش، فكانوا يقولون: لو كان في نفسه على عمر شيء لاغتنم هذا عليّ.

(٣٨) حدثنا أبو معاوية عن حجاج عمن أخبره عن الشعبي قال: قال علي حين قدم الكوفة: ما قدمت لأحل عقدة شدها عمر.

(٣٩) حدثنا محمد بن بشر قال ثنا مسعر عن عبد الملك بن عمير عن الصقر بن عبد الله عن عروة بن الزبير عن عائشة: إن الجن بكت على عمر قبل أن يقتل بثلاث فقالت:

أَبَعْدَ قَتِيلٍ بِالْمَدِينَةِ أَصْبَحَتْ ... لَهُ الأَرْضُ تَهْتَزُّ العَضَاهُ بِأَسْوُقِ

جَزَى اللهُ خَيْراً مِنْ أَمِيرٍ وَبَارَكَتْ ... يَدُ اللهِ فِي ذَاكَ الأَدِيمِ الْمُمَزَّقِ

فَمَنْ يَسْعَ أَوْ يَرْكَبْ جَنَاحَيْ نَعَامَةٍ ... لِيُدْرِكَ مَا قَدَّمْتَ بِالأَمْسِ يُسْبَقِ

(٣٧/١٦) وإنما شتم الخلفاء الراشدين أو بعضهم والحديث عن خلافات بينهم، إنما هي بدع وأكاذيب جاء بها الفرس لبذر الخلاف بين المسلمين بعضاً من الفرس للعرب والمسلمين لأنهم أزالوا دولتهم وما زالت نفوسهم تحن إليها وإلى المجوسية حتى لقد رأينا بعضهم في العصر العباسي أي بعد فترة الخلفاء الراشدين بزمن طويل ما زالوا يظهرون الإسلام ويضمرون المجوسية ويتعبدون للنار سراً والعياذ بالله.

ولم تحقد أمة من الأمم على العرب والمسلمين ولم تعمل لبذر الخلاف سعياً لإزالة دولة الإسلام وتفريق الفرق ما عمله الفرس واليهود وخصوصاً يهود فارس.

(٣٩/١٦) العضاه: نبت شجر السمر.

أسوق: سيقان النبات أي أغصانه.

الأديم الممزق: الجلد مكان الطعنة.

البيت الثالث: أي من يركب جناحي نعامة ليسبق أعمال عمر لم يدرك ذلك أبداً.

آثار صحابہ رض نمبر 5

شِفَاءُ السِّقَامِ

فِي زِيَارَةِ خَيْرِ الأَنَامِ ﷺ

تأليف

الإمام المحقق ناصر السنة شيخ الإسلام المجتهد النظار

تقي الدين علي بن عبد الكافي بن علي السبكي الشافعي

ولد سنة ٦٨٣هـ وتوفي سنة ٧٥٦هـ

رحمه الله تعالى عليه ورضوانه

طبعة مخرجة على نسخة ابن المصنف ومقروءة عليهما

تشرف بخدمته والعناية به

حسين محمد علي شكري

دار الكتب للنشر والتوزيع

دكان ١٣-١٤، صدف بلازا، محله جنكي، بشاور، باكستان

رقم الجوال: 0092-333-9084990

الفصل الرابع

قد عَرفتَ مقالات الناس في سائر الموتىٰ، وفي الشهداء، وعَرفتَ أنَّ القول فيهم بِعَودِ الروح إلىٰ الجسد وبقائها فيه إلىٰ يوم القيامة؛ بَعيدٌ مُخَالفٌ للحديث الصحيح أنها تَرجعُ إلىٰ جسده يوم القيامة، وعَرَفت أنَّ النعيم حَاصلٌ لأرواح السعداء من الشهداء وغيرهم، والعذاب حَاصلٌ للأشقياء.

فلعلك تَقُول: ما الفَرقُ حينئذ بين الشهداء وغيرهم؟

والجواب عن هذا من وجهين، أحدهما: أنَّ إثبات الحياة للشهيد لا تنفي ثبوتها عن غيره، فالآيتان الكريمتان الواردتان بقوله تعالىٰ: ﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ ٱلَّذِينَ قُتِلُوا۟ فِى سَبِيلِ ٱللَّهِ أَمْوَٰتًۢا ۚ بَلْ أَحْيَآءٌ عِندَ رَبِّهِمْ﴾ ليس فيهما نَفيُ هذا الحكم عن غيرهم، بل الرَّدُّ علىٰ من يعتقد أنهم ليسوا كذلك، ونُصَّ عليهم؛ لأنَّ الواقعة كانت فيهم.

الثاني: أنَّ أنواع الحياة متفاوتة، حياة الأشقياء مُعَذَّبين - أعاذنا الله تعالىٰ منها -، وحياة بعض المؤمنين من المُنَعَّمين، وحياة الشهداء أكملُ وأعلىٰ، فهذا النوع من الحياة والرزق؛ لا يَحصلُ لمن ليس في رُتْبَتهم.

وأما حياة الأنبياء فأعلىٰ وأكمل وأتم من الجميع، لأنها للروح والجسد علىٰ الدوام، علىٰ ما كان في الدنيا، علىٰ ما تَقدّم عن جماعة من العلماء، ولو لم يثبت ذلك؛ فلاشكَّ في كمال حياتهم أيضاً، أكثر من الشهداء وغيرهم.

أما بالنسبة إلىٰ الروح؛ فلكمال اتصالها ونعيمها، وشُهودها للحضرة الإلهية، وهي مع ذلك مُقبلةٌ علىٰ هذا العالم ومُتصرِّفةٌ فيه.

وأما بالنسبة إلىٰ الجسد؛ فلما ثبت فيه من الحديث.

وبالجملة: كُلّ أحدٍ يُعَاملُ بعد موته، كما كان يُعَاملُ في حياته، ولهذا يَجِبُ الأدب مع النبي ﷺ بعد موته كما كان في حياته.

وقد رُوِيَ عن أبي بكر الصديق رضي الله عنه قال: «لا ينبغي رَفعُ الصوت علىٰ نَبيٍّ حياً، ولا ميتاً».

ورُوِي عن عائشة رضي الله عنها: أنها كانت تَسمعُ صوت الوتد يُوتَد، والمِسمار يُضرب في بعض الدُّور المُطِيفة بمسجد رسول الله ﷺ، فتُرسل إليهم: «لا تؤذوا رسول الله ﷺ».

قالوا: وما عَمِلَ علي بن أبي طالب رضي الله عنه مِصْراعي داره؛ إلاّ بالمناصع[1]؛ توقياً لذلك، هكذا رواه الحسيني في «أخبار المدينة»[2].

---

(١) المناصع: اسم محلة كانت تقع شرق المسجد النبوي قبل التوسعة الأخيرة، ثم عرفت باسم: زُقَاق البُدُور، وتقع الآن ضمن التوسعة الشرقية للمسجد النبوي.

ومعنىٰ قولهم: أنَّ سيدنا علياً رضي الله عنه ما عمل مصراعي داره إلاّ بالمناصع، أي: لم يجعل لداره باباً تكون فيه مصارع تدق، إلاّ حينما بنىٰ داراً له بتلك المحلة، ولما كان مع السيدة فاطمة عليهما السلام قرب المسجد، لم يكن لباب حجرته المجاورة لقبره صلىٰ الله عليه وسلم باب ذو مصارع، إنما كان ستراً، والله أعلم.

(٢) ورواهما الإمام ابن النجار بسنده في «الدرة الثمينة في أخبار المدينة» ص١٩٧.

وهذا مما يَدُلّ علىٰ أنهم كانوا يَرون أنه حَيٌّ.

وعن عروة رضي الله عنه قال: وقع رجل في عَلِيٍّ عند عمر بن الخطاب رضي الله عنهما، فقال له عمر بن الخطاب رضي الله عنه: قبّحكَ الله، لقد آذيت رسول الله ﷺ في قبره[1].

ومن نظر سير السلف الصالحين، والصحابة والتابعين، عَلِمَ أنهم كانوا في غاية الأدب مع النبي ﷺ بعد موته؛ كما كانوا في حياته، وكانوا مع قبره الشريف كذلك.

وكيف لا؟ وقد رُوِيَ عن كعب الأحبار رحمه الله تعالى قال:

«ما من فَجرٍ يَطْلعُ إلاّ نَزل سبعون ألفاً من الملائكة حتىٰ يَحُفّوا بالقبر، يضربون بأجنحتهم، ويُصلّونَ علىٰ النبي ﷺ، حتىٰ إذا أمسوا عرجوا وهبط مثلهم، فصنعوا مثل ذلك، حتىٰ إذا انشقّتِ الأرضِ؛ خرج في سبعين ألفاً من الملائكة»[2].

---

(١) رواه الإمام أحمد في «فضائل الصحابة» ٢:٧٩٥ (١٠٨٩). وذكره الإمام أبو جعفر أحمد الطبري في «الرياض النضرة» ٣:١٢٣ وعزاه للإمام أحمد في «المناقب»، وللإمام ابن السمَّان في «الموافقة».

(٢) رواه: الإمام ابن المبارك في«الزهد» ص٥٥٨ (١٦٠٠)، والإمام الدارمي في«السنن» ١: ٤٧ (٩٤)، والإمام إسماعيل القاضي في «فضل الصلاة علىٰ النبي صلىٰ الله عليه وسلم» ص٩١ (١٠٠)، والإمام أبو الشيخ الأصبهاني في «العظمة» ص١٩٠(٣٣ ـ ٥٣٩)، والإمام أبو نعيم في «حلية الأولياء» ٥: ٣٩٠، والإمام البيهقي في «الشُّعَب» ٣: ٤٩٢(٤١٧٠) والإمام القرطبي في «التذكرة» ١: ٢٩٤، والإمام ابن القيم في «جِلاَء الأفهام»ص٢٢٦(١٦٨).

وفي جميعها زيادة قوله: «يوقرونه»، أو «يزفونه» عقب قوله: «من الملائكة».

وفاء الوفا
بأخبار دار المصطفى ﷺ

تأليف

الشيخ العلامة نور الدين علي بن أحمد السمهودي

المتوفى ٩١١ هـ

اعتنى به ووضع حواشيه

خالد عبد الغني محفوظ

١ - ٢

مكتبة معروفية
کانسی روڈ شالدرہ کوئٹہ پاکستان
0333-7807152

وروى ابن زبالة ويحيى من طريقه عن غير واحد منهم عبد العزيز بن أبي حازم ونوفل بن عمارة قالوا: إن كانت عائشة تسمَعُ صوت الوتد يُوتَد والمسمار يضرب في بعض الدور المطيفة بمسجد النبي ﷺ، فترسل إليهم لا يؤذوا رسول الله ﷺ، قالوا: وما عمل علي مصراعي داره إلا بالمناصع، توقياً لذلك.

وفي الوفاء لابن الجوزي من طريق أبي محمد الدارمي بسنده عن أبي الجوزاء.

سنة أهل المدينة في أعوام الجدب

قال: قُحِط أهل المدينة قحطاً شديداً، فشكوا إلى عائشة رضي الله عنها فقالت: فانظروا قبر النبي ﷺ، فاجعلوا منه كُوىً إلى السماء حتى لا يكون بينه وبين السماء سقف، ففعلوا، فمطِروا حتى نبت العشب وسمنت الإبل حتى تفتقت من الشحم، فسمي عام الفتق.

قال الزين المراغي: واعلم أن فتح الكوة عند الجدب سُنة أهل المدينة حتى الآن، يفتحون كوة في سفل قبة الحجرة: أي القبة الزرقاء المقدسة من جهة القبلة، وإن كان السقف حائلاً بين القبر الشريف وبين السماء.

قلت: وسنتهم اليوم فتح الباب المواجه للوجه الشريف من المقصورة المحيطة بالحجرة، والاجتماع هناك، والله أعلم.

الفصل الثاني والعشرون

فيما ذكروه من صفة الحجرة الشريفة، والحائز المخمس الدائر عليها، وبيان ما شاهدناه مما يخالف ذلك

قال الأقشهري، فيما رواه من طريق ابن شبة: قال أبو غسان- يعني محمد بن يحيى-: وأما الحِظار الظاهر والبيت الذي فيه فإني اطلعت فيه من بين سقفي المسجد حتى عاينت ذلك الحِظار الذي على البيت وما فيه، وصورته وما فيه، وذرَعْتُه على ما فيه من الذرع، وذلك حين انكسر خشب سقف المسجد فكشف السقف من تلك الناحية لعمارته، وأبو البحتري بن وهب بن رشد يومئذ على المدينة، وذلك في جمادى الأولى من سنة ثلاث وتسعين ومائة.

وقال أبو زيد- يعني ابن شبة- فهذه صورته، ثم صورها الأقشهري في كتابه المسمى «بمنسك القاصد الزائر» بهذه الصورة:

عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث متواتر ہیں

الحاوي للفتاوي

في الفقه وعلوم التفسير والحديث والأصول والنحو والإعراب وسائر الفنون

تأليف

الإمام العلامة جلال الدين عبد الرحمن بن أبي بكر السيوطي

المتوفى سنة ٩١١ ھ

ضبطه وصححه

عبد اللطيف حسن عبد الرحمن

الجزء الثاني

مكتبه رشيديه
سركى روڈ، كوئٹه، (بلوچستان)
فون: ٦٦٢٢٣٦.٣

تلك الحالة، ومنها أن الملائكة تنزل في كل سنة ليلة القدر على أمته وتسلم عليهم، ومنها أنها أعطيت قراءة سورة الفاتحة من كتابه ولم تعط قراءة شيء من سائر الكتب وهي حريصة على سماع بقية القرآن من الإنس دون سائر الكتب، ومنها أنه نزل إليه ﷺ في حياته من الملائكة ما لم ينزل إلى الأرض منذ خلق كإسرافيل، ومنها أن ملك الموت استأذن عليه ولم يستأذن على نبي قبله، ومنها أنه وكل بقبره الشريف ملك يبلغه سلام من يصلي عليه، ومنها أنه ينزل على قبره الشريف كل يوم سبعون ألف ملك يضربونه بأجنحتهم ويحفون به ويستغفرون له ويصلون عليه كل يوم إلى أن يمسوا فإذا أمسوا عرجوا وهبط سبعون ألف ملك كذلك حتى يصبحوا إلى أن تقوم الساعة، فإذا كان يوم القيامة خرج ﷺ في سبعين ألف ملك ـ أخرجه ابن المبارك في الزهد عن كعب الأحبار.

خاتمة: في كشف الأسرار لابن العماد حكاية أن آدم عليه السلام أرسل إلى الملائكة لينبئهم بما علم من الأسماء فإن صح ذلك كان أحد الأدلة على إرساله ﷺ إليهم لأنه ما أوتي نبي فضيلة إلا أوتي نبينا ﷺ مثلها أو نظيرها. وهذه القاعدة كالمجمع عليها، وممن نص عليها الإمام الشافعي رضي الله عنه، والحمد لله وحده.

٦١ ـ إنباء الأذكياء بحياة الأنبياء

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى. وقع السؤال ـ قد اشتهر أن النبي ﷺ حي في قبره وورد أنه ﷺ قال: «**ما من أحد يسلم علي إلا رد الله عليّ روحي حتى أرد عليه السلام**» فظاهره مفارقة الروح [له] في بعض الأوقات فكيف الجمع؟ وهو سؤال حسن يحتاج إلى النظر والتأمل.

فأقول حياة النبي ﷺ في قبره هو وسائر الأنبياء معلومة عندنا علماً قطعياً لما قام عندنا من الأدلة في ذلك وتواترت [به] الأخبار، وقد ألف البيهقي جزءاً في حياة الأنبياء في قبورهم، فمن الأخبار الدالة على ذلك ما أخرجه مسلم عن أنس أن النبي ﷺ ليلة أسري به مر بموسى عليه السلام وهو يصلي في قبره، وأخرج أبو نعيم في الحلية عن ابن عباس أن النبي ﷺ مر بقبر بموسى عليه السلام وهو يصلي فيه، وأخرج أبو يعلى في مسنده، والبيهقي في كتاب حياة الأنبياء عن أنس أن النبي ﷺ قال: الأنبياء أحياء في قبورهم يصلون، وأخرج أبو نعيم في الحلية عن يوسف بن عطية قال سمعت ثابتاً البناني يقول لحميد الطويل: هل بلغك أن أحداً يصلي في قبره إلا الأنبياء؟ قال: لا، وأخرج أبو داود، والبيهقي عن أوس بن أوس الثقفي عن النبي ﷺ أنه قال: «**من أفضل أيامكم يوم الجمعة فأكثروا علي الصلاة فيه فإن صلاتكم تعرض علي**، قالوا: يا رسول الله وكيف تعرض عليك صلاتنا وقد أرمت؟ ـ يعني بليت ـ فقال: **إن الله حرم على الأرض أن تأكل أجسام الأنبياء**»

من هدي الحديث النبوي

(١)

نظم المتناثر
من
الحديث المتواتر

تأليف
أبي عبد الله محمد بن جعفر الكتاني

الطبعة الثانية المصححة
ذات الفهارس العلمية

٣٢– وعثمان ، وقال الأبى فى شرح مسلم فى الكلام على أحاديث شق العسيب على القبر ما نصه عياض فيه عذاب القبر قلت تواتر وأجمع عليه أهل السنة ا هـ .

وقال اللقانى فى شرحه لجوهرته لما تكلم على عذاب القبر ونعيمه ما نصه ودليل وقوعه قوله تعالى **النار يعرضون عليها غدواً وعشياً** وأما الأحاديث فبلغت جملتها التواتر ا هـ .

وقال فى إرشاد السارى نقلا عن صاحب المصبح قال قد كثرت الأحاديث فى عذاب القبر حتى قال غير واحد أنها متواترة لايصح عليها التواطؤ وإن لم يصح مثلها لم يصح شىء من أمر الدين ا هـ .

١١٤ – أحاديث :

الاستعاذة من عذاب القبر .

ذكر غير واحد أنها متواترة ونص الفاسى فى شرح التثبيت وقد تواترت الأخبار باستعاذة رسول الله صلى الله عليه وسلم بربه من عذاب القبر واستفاض فى الأدعية المأثورة ورواه غير واحد من الصحابة ا هـ .

١١٥ – أحاديث :

حياة الأنبياء فى قبورهم .

قال السيوطى فى مرقات الصعود تواترت بها الأخبار وقال فى أنباء الأذكياء بحياة الأنبياء ما نصه حياة النبى صلى الله عليه وسلم فى قبره هو وسائر الأنبياء معلومة عندنا علماً قطعياً لما قام عندنا من الأدلة فى ذلك وتواترت به الأخبار الدالة على ذلك وقد ألف الإمام البيهقى رحمه الله جزءاً فى حياة الأنبياء عليهم الصلاة والسلام فى قبورهم ا هـ .

منه بلفظه وانظره(١) فقد ساق بعده شيئاً من الأخبار الدالة على ذلك وقال ابن القيم فى كتاب الروح نقلا عن أبى عبد الله القرطبى صح عن النبى صلى الله عليه وسلم أن الأرض لاتأكل أجساد الأنبياء وأنه صلى الله عليه وسلم اجتمع بالأنبياء ليلة الإسراء فى بيت المقدس وفى السماء خصوصاً

(١) وهو مطبوع .

بموسى وقد أخبر بأنه ما من مسلم يسلم عليه إلا رد الله عليه روحه حتى يرد عليه السلام إلى غير ذلك مما يحصل من جملته القطع بأن موت الأنبياء إنما هو راجع إلى أن غيبوا عنا بحيث لاندركهم وإن كانوا موجودين أحياء وذلك كالحال فى الملائكة فإنهم أحياء موجودون ولانراهم اهـ .

والله سبحانه وتعالى أعلم .

كتاب الزكاة والصدقة والمعروف

١١٦ - حديث :

لا زكاة فى المال حتى يحول عليه الحول .

أورده فى الأزهار من حديث :

١ - على ٢ - وعائشة
٣ - وأنس ٤ - وابن عمر
٥ - وأم سعد الأنصارية (خمسة أنفس) .

(قلت) أنى يثبت التواتر بمثل هذا وحديث على اختلف فى رفعه ووقفه وكذلك حديث ابن عمر على أن فيه اسماعيل بن عياش وحديثه عن غير أهل الشام ضعيف وحديث أنس فيه حسان ابن سياه وهو منكر الحديث جداً وفى ترجمته أورده ابن عدى وضعفه وحديث عائشة فيه حارثة بن أبى الرجال وهو ضعيف وتركه أحمد ويحيى وانظر تخريج أحاديث الرافعى والهداية للحافظ إبن حجر .

١١٧ - أحاديث :

تحريم الصدقة على موالى بنى هاشم كتحريمها عليهم .

عن :

١ - ابن عباس .
٢ - وأبى رافع مولى رسول الله صلى الله عليه وسلم .
٣ - ومولى لأم كلثوم بنت على اسمه هرمز أو كيسان وغيرهم وحديث أبى رافع صححه الحاكم على شرطهما وأقروه وفى شرح معانى الآثار

الفتاوى الكبرى الفقهية

للعالم العلامة والبحر الفهامة

ابن حجر المكي الهيتمي

عفا الله عنه وجعل مقره الجنة آمين

الجزء الثاني

وبهامشه باقي فتاوى العلامة شمس الدين محمد بن العلامة شهاب الدين أحمد بن أحمد بن حمزة الرملي المولود سلخ جمادى الاولى سنة ٩١٩ المتوفى بمصر يوم الاحد ثالث عشر جمادى الاولى سنة ١٠٠٤ رحمه الله تعالى آمين

(ترجمة الشيخ ابن حجر)

هو الحافظ شيخ الاسلام الامام أحمد شهاب الدين بن محمد بدر الدين بن محمد شمس الدين بن علي نور الدين بن حجر الهيتمي الشافعي المكي المولود بمحلة أبي الهيتم في أواخر سنة ٩٠٩ المتوفى ضحوة يوم الاثنين ثالث عشر شهر رجب سنة ٩٧٤ ودفن بمكة المشرفة وقبره بالمعلاة رحمه الله ونفعنا به آمين

تنبيه — الهيتمي بالمثناة الفوقية نسبة إلى محلة أبي الهيتم قرية في أقليم الغربية من أقاليم مصر خلافا لما اشتهر من قراءته بالمثلثة كما ذكره الفاكهي في ترجمته

ملتزم الطبع والنشر
عبد الحميد احمد حنفي
بشارع المشهد الحسيني رقم ١٨
المراسلات : مصر - صندوق بوستة الغورية رقم ١٢٧

(١٣٥)

مكةالشريف بركات بن محمد رحمه الله وان علماء مكة ومصر استفتوا فيها فاختلفوا وان من جملة من أفتى بعدم لزوم الدم شيخنا شيخ الاسلام زكريا رحمه الله وآخرون فسررت لذلك ان صح والله سبحانه وتعالى أعلم بالصواب ﴿ وسئل ﴾ فسح الله فى مدته بما لفظه ماوجه أفضلية التأخير لثالث منى مع أن الآية مخيرة بينه وبين التعجيل ﴿فأجاب﴾ بقوله وجه ذلك من الآية والحديث أما الآية فلأن فيها التعبير بالتعجيل المأخوذ من العجلة المذموم جنسها خلق الانسان من عجل فكان فيه نوع اشعار بتقديم الشىء على وقته الاصلى أو الفاضل وكأن هذا والله أعلم هو السبب عن العدول عما يقتضيه نظم الآية من التعبير بالتقديم لان المقابل للتأخير المذكور فيها فلما كان التقديم لايفيد ذلك المعنى بل ربما أفاد ضده من المبادرة للعبادة فيكون افضل لم يحسن الاتيان به وان اقتضته المقابلة بل بالتعجيل للاشارة الى أنه مفضول وان التأخير أفضل منه وهذا كله ظاهر لمن له أدنى تأمل وان لم أر من تعرض له وأما الحديث فلانه صح عنه صلى الله عليه وسلم انه لم ينفر النفر الاول بل مكث فى منى الى أن نفر النفر الثانى ومن ثم اخذ أئمتنا انه يجب على متولى أمر الحاج ان ينفر بهم النفر الثانى الا لعذر كغلاء وخوف ﴿وسئل﴾ فسح الله فى مدته عمن قال ان حديث الباذنجان لما كل له اصح من حديث ماء زمزم هل هو مصيب او مخطىء ﴿ فأجاب ﴾ بقوله قال الحفاظ كالبدر الزركشى وغيره هو مخطىء أشد الخطأ وماقاله خطأ قبيح فان حديث الباذنجان كذب باطل موضوع باجماع أئمة الحديث نبه على ذلك ابن الجوزى فى الموضوعات والذهبى فى الميزان وغيرهما وحديث زمزم مختلف فيه قيل صحيح وقد اخرجه ابن ماجه فى سننه من حديث جابر باسناد جيد ورواه الخطيب فى تاريخ بغداد باسناد قال فيه الحافظ شرف الدين الدمياطى انه على رسم الصحيح وقيل حسن وقيل ضعيف فادنى درجاته الضعف ولم يقل احد انه فى حد الوضع وقد اطال النفس فى الكلام على حديث ماء زمزم الحافظ ابن حجر فى تخريج احاديث الاذكار وذكر من جملة من صححه الحافظ المنذرى والحافظ الدمياطى قال والصواب أنه حسن لشواهده ثم اورده من طرق ثم قال وله شواهد أخر مرفوعة وموقوفة تركتها خشية الاطالة ولما نظر المنذرى والدمياطى الى كثرة شواهده مع جودة بعض طرقه حكما له بالصحة وورد هذا اللفظ أيضا عن معاوية موقوفا بسند حسن لاعلة فيه وهو فى حكم المرفوع لانه لايقال من قبل الرأى ﴿وسئل ﴾ نفع الله به عن خبر من طاف بالبيت سبعا وصلى خلف المقام ركعتين وشرب من ماء زمزم غفر الله له ذنوبه كلها بالغة مابلغت من رواه وماحكمه ﴿ فأجاب ﴾ بقوله هو حديث ضعيف رواه الحميدى فى فضائل مكة شرفها الله ﴿ وسئل ﴾ أعاد الله علينا من بركاته هل ورد أن الانبياء كلهم حجوا البيت الا هودا وصالحا لتشاغلهما بامر قومهما حتى قبضهما ومن حلق رأس آدم لما حج ﴿ فاجاب ﴾ بقوله الاول رواه عن عروة بن الزبير رضى الله عنهما موقوفا عليه ابن اسحق فى المبتدأ وابن عساكر فى تاريخه وروى الخطيب فى تاريخه من طريق جعفر بن محمد عن آبائه رضى الله عنهم ان جبريل حلق رأس آدم عليهما الصلاة والسلام حين حج بياقوتة من الجنة ﴿وسئل﴾ رضى الله عنه عن حديث احمد وابى داود والبيهقى ما من احد يسلم على الارد الله الى وفى رواية على روحى حتى رد عليه السلام ما الجواب عنه مع الاجماع على حياة الانبياء كما تواترت به الاخبار وهل على تفسير الروح بالنطق الذى قيل فيه انه احسن الاجوبة اعتراض ﴿ فاجاب ﴾ بقوله الجواب عن ذلك مع بيان مافيه ذكرته فى كتابى الجوهر المنظم فى زيارة القبر المكرم وكتابى الدر المنضود فى الصلاة والسلام على صاحب المقام المحمود وحاصل الاجوبة عن ذلك ان قوله رد الله على جملة حالية فيقدر فيها قد على القاعدة فى وقوع الماضى حالا فيكون الرد سابقا على السلام الواقع من كل احد وحتى

عيب ترد به قهرا لولا الذبح المذكور فان قلتم نعم فهل الواقع من احداثه فى المبيع مايعرف القديم بدونه حتى سقط الرد قهرا وهل المسئلة مقيسة أم منقولة بعينها (فأجاب) نعم نتن اللحم المذكور عيب يثبت للمشترى الرد قهرا مالم يحدث عنده عيب فان حدث عنده عيب كالذبح فى مسئلتنا امتنع الرد قهرا إذ معرفة نتن البهيمة لايتوقف على ذبحها بل ولا على جرحها كما صرح به الاصحاب فى مسئلة الجلالة (سئل) عمن اشترى جارية بشرط كونها حاملا فادعى المشترى أنها غير حامل ليردها وادعى البائع انها حامل لئلا يردها والحال انها لم تحض منذ شهر فما يفعل وبم يتيقن الحمل او عدمه (فأجاب) بأنه يعمل بالشهادة بالحمل ويكفى فيه شهادة أربع نسوة وعند انتفاء الشهادة القول قول البائع بيمينه ويتيقن الحمل حال البيع بانفصال الولد لدون ستة اشهر منه أو لدون اربع سنين منه ولم توطأ وطأ يمكن كونه منه (سئل) عن تلف المبيع فى زمن الخيار المشروط هل يبطل اولا (فأجاب) بأنه ان كان الخيار للبائع وحده بطل الخيار لانفساخ عقد البيع والافلا يبطل (سئل) عمن اشترى سلعة بثمن فى ذمته

الباب الثالث

اجماع امت

سے

عقیدہ حیات النبی ﷺ

کا ثبوت

كتاب الشريعة

للإمام المحدث أبي بكر محمد بن الحسين الآجري

المتوفى سنة ٣٦٠ هـ

دراسة وتحقيق

الدكتور عبد الله بن عمر بن سليمان الدميجي

كلية الدعوة وأصول الدين

جامعة أم القرى

الجزء الأول

دار الوطن

الرياض ـ شارع المعذر ـ ص . ب ٣٣١٠

☎ ٤٧٩٢٠٤٢ ـ فاكس ٤٧٦٤٦٥٩

أمكن الله منكم لنقطعن أيديكم وأرجلكم، ولا نقبل منكم توبة».

وقال: وسمعته يقول: «مرقت علينا الرافضة كما مرقت الحرورية/ على (٣٩٩/ن)
علي رضي الله عنه».

قال محمد بن الحسين رحمه الله:

فمن سمع هذا من أهل البيت اتبع سلفه الصالح، وشنا مذاهب الرافضة الذين لا عقل لهم ولا دين.

قال محمد بن الحسين رحمه الله:

وقد روي عن أبي بكر الصديق رضي الله عنه أنه لما حضرته الوفاة قال لهم: إذا مت وفرغتم من جهازي فاحملوني حتى تقفوا بباب البيت الذي فيه قبر النبي ﷺ، فقفوا بالباب وقولوا: السلام عليك يا رسول الله. هذا أبو بكر يستأذن، فإن أذن لكم وفتح الباب ـ وكان الباب مغلقًا ـ فأدخلوني فادفنوني، وإن لم يؤذن لكم فأخرجوني إلى البقيع وادفنوني.. ففعلوا، فلما وقفوا بالباب وقالوا هذا سقط القفل وانفتح الباب، وسمع هاتف من داخل البيت: أدخلوا الحبيب إلى الحبيب، فإن الحبيب إلى الحبيب مشتاق(١).

---

(١) هذه قصة لا زمام لها ولا خطام، وقد أحسن المصنف صنعًا حينما ساقها بصيغة التمريض.

= **تخريجه:**
لم أقف عليه عند غير المصنف.

التفسير الكبير

للإمام

الفخر الرازي

طبعة جديدة مصححة

اعداد

مكتب تحقيق دار احياء التراث العربي

المجلد السابع

١٩ - ٢٠ - ٢١

مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ

۳- شیش محل روڈ نزد داتا دربار لاہور

042-37364516

اللهم إن كنت فعلت ذلك ابتغاء وجهك فافرج عنا ما نحن فيه، فانفرجت الصخرة عن الغار فخرجوا يمشون». وهذا حديث حسن صحيح متفق عليه. الخبر الثالث: قوله ﷺ: «رب أشعث أغبر ذي طمرين لا يؤبه له لو أقسم على الله لأبره» ولم يفرق بين شيء وشيء فيما يقسم به على الله. الخبر الرابع: روى سعيد بن المسيب عن أبي هريرة رضي الله عنه عن النبي ﷺ: «بينا رجل يسوق بقرة قد حمل عليها فالتفتت إليه البقرة فقالت: إني لم أخلق لهذا، وإنما خلقت للحرث فقال الناس سبحان الله بقرة تتكلم فقال النبي ﷺ: آمنت بهذا أنا وأبو بكر وعمر رضي الله عنهما». الخبر الخامس: عن أبي هريرة عن النبي ﷺ قال: «بينما رجل يسمع رعداً أو صوتاً في السحاب: أن اسق حديقة فلان، قال فغدوت إلى تلك الحديقة فإذا رجل قائم فيها فقلت له ما اسمك؟ قال: فلان بن فلان بن فلان قلت: فما تصنع بحديقتك هذه إذا صرمتها؟ قال: ولم تسأل عن ذلك؟ قلت: لأني سمعت صوتاً في السحاب أن اسق حديقة فلان، قال: أما إذ قلت فإني أجعلها أثلاثاً فأجعل لنفسي وأهلي ثلثاً وأجعل للمساكين وابن السبيل ثلثاً وأنفق عليها ثلثاً». «أما الآثار» فلنبدأ بما نقل أنه ظهر عن الخلفاء الراشدين من الكرامات ثم بما ظهر عن سائر الصحابة، أما أبو بكر رضي الله عنه فمن كراماته أنه لما حملت جنازته إلى باب قبر النبي ﷺ ونودي السلام عليك يا رسول الله هذا أبو بكر بالباب فإذا الباب قد انفتح وإذا بهاتف يهتف من القبر ادخلوا الحبيب إلى الحبيب، وأما عمر رضي الله عنه فقد ظهرت أنواع كثيرة من كراماته وأحدها ما روي أنه بعث جيشاً وأمر عليهم رجلاً يدعى سارية بن الحصين فبينا عمر يوم الجمعة يخطب جعل يصيح في خطبته وهو على المنبر: يا سارية الجبل الجبل قال علي بن أبي طالب كرم الله وجهه فكتبت تاريخ تلك الكلمة فقدم رسول مقدم الجيش فقال: يا أمير المؤمنين غزونا يوم الجمعة في وقت الخطبة فهزمونا فإذا بإنسان يصيح يا سارية الجبل الجبل فأسندنا ظهورنا إلى الجبل فهزم الله الكفار وظفرنا بالغنائم العظيمة ببركة ذلك الصوت قلت سمعت بعض / المذكرين قال: كان ذلك معجزة لمحمد ﷺ لأنه قال لأبي بكر وعمر أنتما مني بمنزلة [٢١/٨٨] السمع والبصر فلما كان عمر بمنزلة البصر لمحمد ﷺ، لا جرم قدر على أن يرى من ذلك البعد العظيم الثاني: روي أن نيل مصر كان في الجاهلية يقف في كل سنة مرة واحدة[1] وكان لا يجري حتى يلقى فيه جارية واحدة حسناء، فلما جاء الإسلام كتب عمرو بن العاص بهذه الواقعة إلى عمر، فكتب عمر على خزفة: أيها النيل إن كنت تجري بأمر الله فاجر، وإن كنت تجري بأمرك فلا حاجة بنا إليك! فألقيت تلك الخزفة في النيل فجرى ولم يقف بعد ذلك. الثالث. وقعت الزلزلة في المدينة فضرب عمر الدرة على الأرض وقال: اسكني بإذن الله فسكنت وما حدثت الزلزلة بالمدينة بعد ذلك. الرابع: وقعت النار في بعض دور المدينة فكتب عمر على خزفة: يا نار اسكني بإذن الله فألقوها في النار فانطفأت في الحال. الخامس: روي أن رسول ملك الروم جاء إلى عمر فطلب داره فظن أن داره مثل قصور الملوك فقالوا: ليس له ذلك، وإنما هو في الصحراء يضرب اللبن فلما ذهب إلى الصحراء رأى عمر رضي الله عنه وضع درته تحت رأسه ونام على التراب، فعجب الرسول من ذلك وقال: إن أهل الشرق والغرب يخافون من هذا الإنسان وهو على هذه الصفة! ثم قال في نفسه: إني وجدته خالياً فأقتله وأخلص الناس منه. فلما رفع السيف أخرج الله من الأرض أسدين فقصداه فخاف وألقى السيف من يده وانتبه عمر ولم ير شيئاً فسأله عن الحال فذكر له الواقعة وأسلم. وأقول هذه الوقائع رويت بالآحاد، وههنا ما هو

---

(١) قوله مرة واحدة، لا مفهوم له، والمراد بيان أنه يمتنع عن الفيض ويكون ماؤه قليلاً وهو إذا كان كذلك لا يجري بل يكون أشبه بالراكد.

الجزء الثالث من السراج المنير في الاعانة على معرفة
بعض معاني كلام ربنا الحكيم الخبير للشيخ
الامام الخطيب الشربيني قدس الله
روحه وعمم بالرحمة
ضريحه
آمين

يسوق بقرة قد حمل عليها التفتت البقرة وقالت انى لم أخلق لهذا وانما خلقت للحرث فقال الناس سبحان الله فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم آمنت بهذا وأبو بكر وعمر ومنها ماروى عن أبي هريرة عن النبي صلى الله عليه وسلم قال بينا رجل سمع رعدا أو صوتا فى السحاب ان اسق حديقة فلان قال فغدوت الى تلك الحديقة فاذا رجل قائم فيها فقلت له ما اسمك قال فلان ابن فلان قلت فما تصنع بحديقتك هذه اذا صرمتها قال ولم تسأل عن ذلك قلت لانى سمعت صوتا فى السحاب أن اسق حديقة فلان قال اما اذ قلت فانى أجعلها أثلاثا فاجعل لنفسى ولاهلى ثلثا واجعل للمساكين وأبناء السبيل ثلثا وأنفق عليها ثلثا وأما الآثار فكثيرة أيضا ولنبدأ منها ببعض ما نقل انه ظهر على يد الخلفاء الراشدين من الكرامات ثم ببعض ما ظهر على يد بعض الصحابة أما أبو بكر رضى الله تعالى عنه فمن كراماته أنه لما حملت جنازته الى باب قبر النبى صلى الله عليه وسلم ونودى السلام عليك يارسول الله هذا أبو بكر بالباب فاذا بالباب قد فتح واذا بهاتف يهتف من القبر أدخلوا الحبيب الى الحبيب وأما عمر رضى الله تعالى عنه فقد ظهرت أنواع كثيرة من كراماته النوع الاول ماروى أنه لما بعث جيشا وأمر عليهم رجلا يدعى سارية بن الحصين فبينما عمر يوم الجمعة يخطب جعل يصيح فى خطبته وهو على المنبر ياسارية الجبل الجبل قال على بن أبى طالب رضى الله عنه كتبت تاريخ هذه الكلمة فلما قدم رسول ذلك الجيش فقال ياأمير المؤمنين غدونا يوم الجمعة فى وقت الخطبة فهزمونا فاذا بانسان يصيح ياسارية الجبل فأسندنا ظهورنا الى الجبل فهزم الله تعالى الكفار وظفرنا بالغنائم العظيمة ببركة ذلك الصوت قال الرازى قلت سمعت بعض المذكرين قال كان ذلك معجزة لمحمد صلى الله عليه وسلم لانه قال لابى بكر وعمر أنتما منى بمنزلة السمع والبصر فلما كان عمر بمنزلة البصر لمحمد صلى الله عليه وسلم لاجرم قدر على أن يرى من ذلك البعد العظيم النوع الثانى ماروى أن نيل مصر كان فى الجاهلية يقف فى كل سنة مرة واحدة فكان لايجرى حتى تلقى فيه جارية حسناء فلما جاء الاسلام كتب عمرو بن العاص الى عمر فكتب عمر على خرقة أيها النيل ان كنت تجرى بأمر الله فاجر وان كنت انما تجرى بأمرك لاحاجة بنا اليك فألقيت تلك الخرقة فى النيل فجرى ولم يقف بعد ذلك النوع الثالث لما وقعت الزلزلة فى المدينة فضرب عمر بالدرة على الارض وقال اسكنى باذن الله فسكنت وما حدثت الزلزلة بالمدينة بعد ذلك الوقت النوع الرابع وقعت النار فى بعض دور المدينة فكتب عمر على خرقة يانار اسكنى باذن الله فألقوها فى النار فانطفأت فى الحال النوع الخامس ماروى أن رسول ملك الروم جاء الى عمر وطلب داره فظن أن داره مثل قصور الملوك فقالوا ليس له ذلك وانما هو فى الصحراء يضرب اللبن فلما ذهب الى الصحراء رأى عمر وضع درته تحت رأسه ونام على التراب فتعجب الرسول من ذلك وقال أهل الشرق والمغرب يخافون هذا الانسان وهو على هذه الصفة ثم قال فى نفسه ان وجدته خاليا فأقتله وأخلص الناس منه فلما رفع السيف أخرج الله تعالى من الارض أسدين فقصداه فخاف وألقى السيف من يده وانتبه عمر ولم ير شيأ فسأله عن الحال فذكر له الواقعة وأسلم قال الرازى وأقول هذه

الواقعة.

تفسير
غرائب القرآن
ورغائب الفرقان

تأليف

العلامة نظام الدين الحسن بن محمد بن حسين القمي النيسابوري

ضبطه وخرج آياته وأحاديثه

الشيخ زكريا عميرات

المجلد الرابع

الأجزاء ١٢ - ١٦

دار الكتب العلمية

بيروت - لبنان

سبحان الله ! فقال النبي ﷺ : آمنت بهذا أنا وأبو بكر وعمر »[٣]. ومنها رواية أبي هريرة عن النبي ﷺ : «بينا رجل سمع رعداً أو صوتاً في السحاب أن اسق حديقة فلان قال فغدوت إلى تلك الحديقة فإذا رجل قائم فيها فقلت له: ما اسمك؟ قال: فلان ابن فلان. فقلت: فما تصنع بحديقتك هذه إذا صرمتها؟ قال: ولم تسأل عن ذلك؟ قلت: لأني سمعت صوتاً في السحاب أن اسق حديقة فلان. قال: أما إذ قلت فإني أجعلها أثلاثاً فأجعل لنفسي ولأهلي ثلثاً وأجعل للمساكين وأبناء السبيل ثلثاً وأنفق عليها ثلثاً»[١] وأما الآثار فمن كرامات أبي بكر الصديق أنه لما حملت جنازته إلى باب قبر النبي ﷺ ونودي السلام عليك يا رسول الله هذا أبو بكر بالباب فإذا الباب قد فتح فإذا هاتف يهتف من القبر أدخلوا الحبيب إلى الحبيب. ومن كرامات عمر ما روي أنه بعث جيشاً وأمر عليهم رجلاً يدعى سارية بن حصين. فبينا عمر يوم الجمعة يخطب جعل يصيح في خطبته يا سارية الجبل الجبل. قال علي بن أبي طالب رضي الله عنه: وكتبت تاريخ هذه الكلمة. فقدم رسول ذلك الجيش. فقال: يا أمير المؤمنين غدونا يوم الجمعة في وقت الخطبة فدهمونا فإذا بإنسان يصيح يا سارية الجبل فأسندنا ظهورنا إلى الجبل فهزم الله الكفار وظفرنا بالغنائم العظيمة. قال بعض العلماء: كان ذلك بالحقيقة معجزة للنبي ﷺ لأنه قال لأبي بكر وعمر : أنتما مني بمنزلة السمع والبصر. فلما كان عمر بمنزلة البصر لا جرم قدر على رؤية الجيش من بعد. ومنها ما روي أن نيل مصر كان في الجاهلية يقف في كل سنة مرة واحدة وكان لا يجري حتى يلقى فيه جارية حسناء. فلما جاء الإسلام كتب عمرو بن العاص بهذه الحالة إلى عمر. فكتب عمر على الخزف: من عمر أمير المؤمنين إلى نيل مصر، أما بعد فإن كنت تجري بأمرك فلا حاجة لنا فيك، وإن كنت تجري بأمر الله فاجر على بركة الله. وأمر أن يلقى الخزف في النيل فجرى ولم يقف بعد ذلك. ووقعت الزلزلة بالمدينة فضرب عمر الدرة على الأرض وقال: اسكني بإذن الله فسكنت. ووقعت النار في بعض دور المدينة فكتب عمر على خزفة: يا نار اسكني بإذن الله تعالى فألقوها في النار فانطفأت في الحال. ويروى أن رسول ملك الروم جاء إلى عمر وطلب داره فظن أن داره مثل قصور الملوك فقالوا: ليس له ذلك إنما هو في الصحراء يضرب اللبن. فلما ذهب إلى الصحراء رأى عمر واضعاً درته تحت رأسه وهو نائم على التراب فتعجب الرسول من ذلك وقال في نفسه: أهل الشرق والغرب يخافون منه وهو على هذه الصفة فسل سيفه ليقتله فأخرج الله أسدين من الأرض

---

(١) رواه مسلم في كتاب الزهد حديث ٤٥. أحمد في مسنده (٢/ ٢٩٦).

كفاية الطالب اللبيب في خصائص الحبيب

المعروف بـ:

الخصائص الكبرى

تأليف

الشيخ الإمام العلامة حافظ عصره ووحيد دهره

أبي الفضل جلال الدين عبد الرحمن بن أبي بكر السيوطي

المتوفى سنة ٩١١هـ

الجزء الثاني

دار الكتب العلمية
Dar Al-Kotob Al-ilmiyah
DKi
أسسها محمد علي بيضون سنة 1971 بيروت - لبنان
Est. by Mohammad Ali Baydoun 1971 Beirut - Lebanon
Etablie par Mohamad Ali Baydoun 1971 Beyrouth - Liban

باب

اخرج الحارث في (مسنده) وابن سعد والقاضي إسماعيل عن بكر بن عبد الله المزني قال قال رسول الله ﷺ «حياتي خير لكم وموتي خير لكم تعرض علي اعمالكم فما كان من حسن حمدت الله عليه، وما كان من سيء استغفرت الله لكم». واخرج البزار بسند صحيح من حديث ابن مسعود مثله.

باب

اخرج ابن سعد، عن الواقدي، عن شبل بن العلاء، عن ابيه أن النبي ﷺ قال لفاطمة «قولي اذا مت إنا لله وانا اليه راجعون، فان لكل انسان بها من كل مصيبة معوضة قالت ومنك يارسول الله قال ومني».

واخرج ابن سعد عن عطاء ابن ابي رباح قال قال رسول الله ﷺ «اذا اصيب احدكم بمصيبة فليذكر مصيبته بي فانها أعظم المصائب».

واخرج الطبراني في (الاوسط)، عن عائشة قالت: كشف رسول الله ﷺ الستر فنظر الى الناس يصلون خلف أبي بكر فسر بذلك وقال «الحمد لله إنه لم يمت نبي حتى يؤمه رجل من امته، ثم اقبل على الناس فقال أيها الناس من أصيب منكم بمصيبة من بعدي فليتعز بمصيبته بي عن مصيبته التي تصيبه فإنه لن يصاب احد من امتي من بعدي بمثل مصيبته بي.

واخرج البيهقي، عن ام سلمة أنها ذكرت وفاة النبي ﷺ فقالت «يا لها من مصيبة ما اصبنا بعدها من مصيبة الا هانت اذا ذكرنا مصيبتنا بالنبي ﷺ».

باب

واخرج الخطيب في (رواة مالك)، عن عائشة قالت: لما مرض أبي أوصى أن يؤتى به إلى قبر النبي ﷺ ويستأذن له، ويقال هذا ابو بكر يدفن عندك يا رسول

الله، فإن أذن لكن فادفنوني، وان لم يؤذن لكم فاذهبوا بي إلى البقيع، فاتي به إلى الباب فقيل هذا ابو بكر قد اشتهى أن يدفن عند رسول الله ﷺ وقد أوصانا فإن اذن لنا دخلنا، وان لم يؤذن لنا انصرفنا، فنودينا أن ادخلوا وكرامة وسمعنا كلاماً ولم نر احداً. قال الخطيب: غريب جدا.

وأخرج ابن عساكر، عن علي بن ابي طالب قال: لما حضرت أبا بكر الوفاة اقعدني عند رأسه وقال لي يا علي: اذا أنامت فغسلني بالكف الذي غسلت به رسول الله ﷺ وحنطوني، واذهبوا بي الى البيت الذي فيه رسول الله ﷺ، فاستأذنوا، فان رأيتم الباب قد فتح فأدخلوا بي والا فردوني إلى مقابر المسلمين حتى يحكم الله بين عباده، قال: فغسل وكفن وكنت أول من بادر إلى الباب فقلت يا رسول الله: هذا ابو بكر يستأذن فرأيت الباب قد فتح فسمعت قائلا يقول: ادخلوا الحبيب إلى حبيبه فإن الحبيب إلى الحبيب مشتاق.

وقال ابن عساكر هذا حديث منكر وفي اسناده أبو الطاهر موسى بن محمد بن عطاء المقدسي كذاب عن عبد الجليل المري وهو مجهول.

ذكر آيات وقعت على اثر وفاة النبي ﷺ في غزوات اصحابه ونحوها

اخرج ابو نعيم، عن ابي هريرة قال: خرجت مع العلاء بن الحضرمي، فرأيت منه خصالا لا أدري ايتهن اعجب. أنتهينا الى شاطيء البحر فقال: سموا الله تعالى واقتحموا فسمينا واقتحمنا فعبرنا فما بل الماء إلا أسافل خفاف إبلنا فلما قفلنا صرنا بعد بفلاة من الأرض وليس معنا ماء، فشكونا اليه فصلى ركعتين، ثم دعا، فاذا سحابة مثل الترس، ثم ارخت عز اليها[١] فسقينا واستقينا ومات فدفناه في الرمل فلما سرنا غير بعيد قلنا يجيء سبع فيأكله فرجعنا فلم نره. واخرجه ابن سعد طرفا وأيه قطع البحر على فرسه. وبلفظ: فدعا الله فنبع لهم ماء من تحت

(١) العزالي جمع العزلاء، فم المزادة في الأسفل.

سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نہایت مفصل و مستند تصنیف
علامہ علی ابن برہان الدین حلبی کی مایہ ناز عربی تصنیف کا اردو ترجمہ

اُمّ السیر

سیرۃ حلبیہ اردو

مع اضافات

۶
جلد سوم
نصف آخر

مرتب و مترجم اردو ○ مولانا محمد اسلم قاسمی فاضل دیوبند
زیر سرپرستی ○ حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحب

دار الاشاعت
اردو بازار ○ ایم اے جناح روڈ ○ کراچی پاکستان فون 2631861

میری چھوردار چادر کو فرش کے طور پر بچھا دینا۔ تاہم یہ اصول ہے کہ انبیاءؑ کے جسموں کو مٹی نہیں کھا سکتی۔

وقت تدفین شدّت غم ...... آنحضرت ﷺ کی تدفین منگل اور بدھ کی درمیانی رات میں ہوئی۔ حضرت اُمّ سلمہؓ سے روایت ہے کہ اس رات ہم سب ازواج ایک جگہ جمع تھیں اور رو رہی تھیں۔ ہم میں سے کوئی نہیں سوئی۔ اسی دوران ہمیں مٹی کھودنے کی آواز آئی تو ہماری چیخیں نکل گئیں اور مسجد میں موجود لوگوں کی بھی چیخیں نکل گئیں۔ اس وقت اسی طرح کی آوازوں سے سارا مدینہ لرز گیا۔ فجر کے وقت جب بلالؓ نے صبح کی اذان دی اور اس پر آنحضرت ﷺ کا نام نامی زبان پر آیا تو وہ رو پڑے اور ان کی ہچکیاں نکلنے لگیں۔ اس سے ہمارا رنج و صدمہ اور زیادہ بڑھ گیا۔ خدا کی پناہ یہ کتنی بڑی مصیبت کا وقت تھا۔ اس کے بعد ہم پر کیسی ہی مصیبت گزر گئی مگر آنحضرت ﷺ کی وفات کی اس مصیبت اور حادثہ کو یاد کر کے وہ ہلکی اور سہل معلوم ہونے لگتی تھی۔

حضرت فاطمہؓ کا شدید اضطراب ...... حضرت فاطمہؓ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کو دفن کیا جا چکا تو انہوں نے حضرت انسؓ سے پوچھا۔

"تمہارے دلوں نے کیسے گوارہ کیا کہ تم رسول اللہ ﷺ پر مٹی ڈالو۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ۔ کیا تمہارے دلوں نے یہ گوارہ کر لیا کہ تم رسول اللہ ﷺ کو مٹی میں دفن کر دو اور لوٹ آؤ۔!"

ایک روایت کے مطابق انہوں نے حضرت علیؓ سے فرمایا۔

"اے ابوالحسن! تم رسول اللہ ﷺ کو دفن کر آئے۔"

انہوں نے کہا ہاں۔ حضرت فاطمہؓ نے فرمایا۔

"تمہارے دلوں نے کیسے گوارہ کیا کہ تم رسول اللہ ﷺ پر مٹی ڈالو۔ جبکہ آپ نبی رحمت یعنی رحمت عالم تھے!"

حضرت علی کرم اللہ وجہہ، نے کہا۔

"ہاں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے حکم کو پھیرنے والا کوئی نہیں ہے!"

ابو بکرؓ و عمرؓ کا خمیر اسی خاک سے ...... ایک حدیث میں آتا ہے کہ آدمی اسی مٹی میں یعنی اسی جگہ دفن ہوتا ہے جہاں سے اس کا خمیر اٹھایا جاتا ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ اور حضرت ابو بکر و عمرؓ ایک ہی جگہ کی مٹی سے تخلیق کیے گئے تھے۔ کیونکہ یہ تینوں حضرات ایک جگہ کی مٹی میں دفن ہوئے ہیں۔

اپنی قبر کے لئے صدیقی وصیت ...... چنانچہ ایک روایت میں ہے کہ جب حضرت ابو بکرؓ کی وفات کا وقت آیا تو انہوں نے اپنے پاس موجود لوگوں سے فرمایا۔

"جب میں مر جاؤں اور تم لوگ مجھے غسل دینے اور کفن پہنانے سے فارغ ہو جاؤ تو میرا جنازہ لے جا کر اس حجرہ مبارک کے دروازے پر رکھ دینا جس میں آنحضرت ﷺ کی قبر مبارک ہے۔ پھر دروازہ پر ٹھہر کر کہنا۔ السلام علیک یا رسول اللہ! یہ ابو بکرؓ اجازت چاہتا ہے۔ اگر تمہیں اجازت مل جائے اور دروازہ کھل جائے۔ کیونکہ حجرۂ مبارکہ کا دروازہ بند اور مقفل رہتا تھا۔ تو میرا جنازہ اندر لے جا کر مجھے وہیں دفن کر دینا۔ اور اگر دروازہ نہ کھلے تو میرا جنازہ وہاں سے قبرستان بقیع میں لے جانا اور مجھے وہاں دفن کر دینا۔"

قبر ابو بکرؓ کے لئے اذن نبوی ﷺ ...... چنانچہ جب وقت آیا تو صدیق اکبرؓ کی وصیت کے مطابق جنازہ لے جا کر لوگ وہاں ٹھہرے اور ان کے بتائے ہوئے کلمات کہے تو اچانک تالا خود بخود نیچے گرا اور دروازہ کھل گیا۔ پھر

اندر سے کسی پکارنے والے کی یہ آواز آئی۔

"حبیب کو حبیب کے پاس اندر لے آؤ کیونکہ ایک حبیب دوسرے حبیب کا مشتاق ہے!"

حضرت عائشہؓ سے قبر کے لئے عمرؓ کی اجازت طلبی...... اسی طرح اس کے بعد حضرت عمر فاروقؓ کی وفات کا وقت آیا تو انہوں نے اپنے صاحبزادے حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے فرمایا۔

"اے عبداللہ! اُمّ المومنین حضرت عائشہؓ کے پاس جاؤ اور ان سے عرض کرو کہ عمر آپ کو سلام پیش کرتا ہے۔ امیر المومنین ہرگز مت کہنا کیونکہ آج میں امیر المومنین نہیں رہا۔ پھر کہنا کہ عمر یہ اجازت چاہتا ہے کہ اسے اس کے دونوں صاحبوں کے پاس دفن کر دیا جائے۔ اگر وہ اجازت دے دیں تو مجھے وہاں دفن کر دینا لیکن اگر وہ انکار فرمادیں تو مجھے مسلمانوں کے قبرستان میں لے جانا۔"

اُمّ المومنینؓ کی اجازت...... چنانچہ حضرت عبداللہؓ روتے ہوئے اُمّ المومنینؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ عمرؓ آپ سے اس کی اجازت چاہتے ہیں کہ انہیں ان کے دونوں صاحبوں کے پاس دفن کر دیا جائے۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا۔

"میں نے یہ جگہ خود اپنے لئے محفوظ کی تھی مگر اب میں ان کو اپنے اوپر ترجیح دیتی ہوں۔"

حضرت عمرؓ کا جوش مسرت...... جب حضرت عبداللہؓ واپس اپنے والد مکرم کے پاس پہنچے اور سامنے آئے تو فاروق اعظمؓ نے فرمایا مجھے بٹھادو اس کے بعد انہوں نے عبداللہؓ سے پوچھا کیا رہا۔ انہوں نے عرض کیا اُمّ المومنینؓ نے آپ کے لئے اجازت دے دی ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا "اللہ اکبر۔ اس آرام گاہ سے زیادہ اہم میرے نزدیک اور کچھ نہیں ہے!"

حضرت حسنؓ کی قبر کے لئے بھی اُمّ المومنینؓ کی اجازت...... ایک روایت میں ہے کہ حضرت حسنؓ کو زہر پلایا گیا اور پھر انہوں نے محسوس کیا کہ ان کا جگر کٹ رہا ہے تو انہوں نے حضرت عائشہؓ کے پاس پیغام بھیجا کہ مجھے میرے نانا کے پاس دفن کیئے جانے کی اجازت عطا فرمائیں۔ اُمّ المومنین نے اجازت دے دی۔ مگر حضرت حسنؓ کے انتقال کے بعد مروان اور بنی امیہ نے انہیں وہاں دفنائے جانے سے منع کر دیا آخر انہیں قبرستان بقیع میں دفن کیا گیا۔

دشمنوں کی مخالفت کا اندیشہ...... ایک روایت میں ہے کہ حضرت حسنؓ نے اپنے بھائی حضرت حسینؓ سے کہا کہ میں نے حضرت عائشہؓ کے پاس کہلایا تھا کہ جب میں مر جاؤں تو آپ مجھے اپنے حجرہ میں یعنی آں حضرت ﷺ کے پاس دفنائے جانے کی اجازت عنایت فرمادیں۔ انہوں نے اجازت دے دی ہے مگر میں نہیں جانتا۔ شاید انہوں نے حیاء کی وجہ سے اور شرم حضوری میں اجازت دی ہے۔ لہذا جب میں مر جاؤں تو تم دوبارہ ان سے اس بارے میں اجازت مانگنا، اگر وہ خوشی سے اجازت دیں تو مجھے ان کے حجرے میں دفن کرنا مگر میرا خیال ہے پھر بھی دوسرے لوگ ایسا کرنے میں رکاوٹ ڈالیں گے۔ اگر وہ ایسا کریں تو ان سے الجھنے کی ضرورت نہیں بلکہ مجھے بقیع غرقد میں دفنا دینا کیونکہ وہاں جو حضرات مدفون ہیں ان کا اسوہ میرے لئے کافی ہے۔

مروان کی گستاخی اور عناد...... جب حضرت حسنؓ کا انتقال ہو گیا تو حضرت حسینؓ اُمّ المومنین حضرت عائشہؓ کے پاس حاضر ہوئے اور ان سے وہ درخواست کی (جس کی حضرت حسنؓ نے وصیت کی تھی) انہوں نے فرمایا کہ بہت عزت کے ساتھ اجازت ہے۔ جب مروان کو یہ بات معلوم ہوئی تو اس نے کہا۔

بسم الله الرحمن الرحيم

القول البديع

في الصلاة على الحبيب الشفيع

(صلى الله عليه وسلم)

للإمام الحافظ المؤرخ محمد بن عبد الرحمن السخاوي

وُلد سنة ٨٣٩هـ - وتوفي سنة ٩٠٢هـ

رحمه الله تعالى

النص الكامل

قابله بأصل مصنفه وبأربعة أصول أخرى

محمد عوامة

المكتبة المعروفية

کاسی روڈ شالدرہ کوئٹہ پاکستان

ابن الأثير: إنه أوجه، وسبقه ابن قُرْقُول فقال في «المطالع»: إنه أولى، لقوله في الحديث الآخر «اجعلوا من صلاتكم في بيوتكم ولا تتخذوها قبورًا».

وقد قال ابن التين: تأوَّله البخاري على كراهة الصلاة في المقابر، وتأوله جماعة على أنه إنما فيه الندب إلى الصلاة في البيوت، إذِ الموتى لا يصلُّون، كأنه قال: لا تكونوا كالموتى الذين لا يصلُّون في بيوتهم، وهي القبور، إلى آخر كلامه.

ويَحتمِل أيضًا: أن المراد النهي عن دفن الموتى في البيوت، وقوَّاه شيخنا، وقال: إنه ظاهر لفظ الحديث، لكنْ قد قال الخطابي: إنه ليس بشيء، فقد دُفِن رسول الله صلى الله عليه وسلم في بيته الذي كان يسكنه أيام حياته. وتعقَّبه الكِرماني بأن ذلك من خصائصه، وأشار إلى ما ورد: «ما قُبِض نبيّ إلا دُفن حيث يقبض».

وقال الخطابي أيضًا: يَحتمِل أن المراد لا تجعلوا بيوتكم وطنًا للنوم فقط، لا تصلُّون فيها، فإن النوم أخو الموت، والميت لا يصلِّي.

وقال التُّوْرَبِشْتي ـ مع ذكر الاحتمالات الثلاثة السابقة ـ: يَحتمِل أيضًا أن يكون المراد أن من لم يصلّ في بيته جعل نفسَه كالميت، وبيته كالقبر. انتهى.

وقد ورد ما يؤيد هذا، ففي «صحيح» مسلم: «مَثَل البيتِ الذي يُذكر الله فيه والبيتِ الذي لا يذكر الله فيه، كمثل الحيّ والميت». والله أعلم.

السادسة: يؤخذ من هذه الأحاديث أنه صلى الله عليه وسلم حيٌّ على الدوام، وذلك أنه محالٌ عادةً أن يخلوَ الوجود كلُّه من واحد يسلِّم عليه في ليلٍ أو نهارٍ، ونحن نؤمن ونصدِّق بأنه صلى الله عليه وسلم حيٌّ يرزقُ في قبره، وأن جسدَه الشريف لا تأكلُه الأرض، والإجماع على هذا، وزاد بعض العلماء: الشهداءَ والمؤذنين، وقد صح أنه كُشِف عن غير واحد من العلماء والشهداء فوُجدوا لم تتغيَّر أجسامهم، حتى الحنَّاء وجِدتْ في بعضهم لم تتغير عن حالها، والأنبياء أفضل من الشهداء جزمًا.

الدُّرُّ المَنضُود

في الصَّلاة والسَّلام على صاحِبِ المقامِ المحمُود

للإمام العلّامة الفقيه المحقّق
شهابِ الدِّين أحمد بن محمّد بن عليّ بن حجر الهيتميّ الشّافعيّ
رحمه الله تعالى
(٩٠٩-٩٧٤هـ)

عُنِيَ بِهِ

بوجمعة عبد القادر مكري محمّد شادي مصطفى عربش

دار المنهاج

تعظيم قبره صلى الله عليه وسلم ما أُمروا به .

والحثُّ علىٰ زيارة قبره الشريف قد جاء في عدة أحاديث بينتُها في « حاشية الإيضاح » مع الرد علىٰ من أنكر ذلك ، وهو ابن تيمية ، عامله الله تعالىٰ بعدْله[١] .

كيف وقد أجمعت الأُمة ـ كما نقله غير واحد من الأئمة ـ علىٰ أن ذلك من أفضل القربات ، وأنجح المساعي ؟!

ومعنىٰ : « ولا تتخذوا بيوتكم قبوراً »[٢] قيل : كراهة الصلاة في المقبرة ؛ أي : لا تجعلوا القبور محل صلاتكم كالبيوت ، وعليه يدل كلام البخاري .

وقيل : معناه لا تجعلوها قبوراً ؛ أي : كالقبور في أن من صار إليها لا يصلِّي ولا يعمل ، ورجَّحه جمع للرواية الأُخرىٰ : « اجعلوا من صلاتكم في بيوتكم ، ولا تتخذوها قبوراً »[٣] .

وقيل : معناه النهي عن دفن الموتىٰ في البيوت ، وهو ظاهر اللفظ ، ودفنُه صلى الله عليه وسلم في بيته من خصائصه .

وقيل : معناه من لم يصلِّ في بيته . . جعل نفسه كالميت ، وبيته كالقبر ، ويؤيده خبر مسلم : « مَثل البيت الذي يُذكَر الله عز وجل فيه والبيت الذي لا يذكَر الله فيه كمثل الحيِّ والميِّت »[٤] .

وعُلِمَ من هـٰذه الأحاديث أيضاً : أنه صلى الله عليه وسلم حيٌّ على الدوام ؛ إذ من المحال العادي أن يخلو الوجود كله عن واحد يسلِّم عليه صلى الله عليه وسلم في ليل أو نهار ، فنحن نؤمن ونصدِّق بأنه صلى الله عليه وسلم حيٌّ يرزَق ، وأن جسده الشريف لا تأكله الأرض ، والإجماع علىٰ هـٰذا .

---

(١) حاشية الإيضاح (ص٤٨١) .
(٢) أخرجه ابن ماجه (١٣٧٧) ، وأحمد (٤/ ١١٤) ، والطبراني في « الكبير » (٥/ ٢٥٨) .
(٣) أخرجه البخاري (٤٣٢) ، ومسلم (٧٧٧) ، وابن خزيمة (١٢٠٥) وغيرهم .
(٤) صحيح مسلم (٧٧٩) .

قيل : وكذا العلماء والشهداء والمؤذنون ، وصحَّ أنه كُشف عن غير واحد من الأولين ، فوجدوا لم تتغير أجسادهم .

وقد جمع البيهقي جزءاً في حياة الأنبياء عليهم الصلاة والسلام في قبورهم ، واستدل بكثير من الأحاديث السابقة ، وبالحديث الصحيح : « الأنبياء أحياء في قبورهم يصلون »(١) .

ويشهد له خبر مسلم : « مررتُ بموسىٰ ليلة أُسري بي عند الكَثيب الأحمر وهو قائم يصلِّي في قبره »(٢) .

ودعوىٰ أن هـٰذا خاص به . . يبطلها خبر مسلم أيضاً : « لقد رأيتني في الحِجر وقريش تسألني عن مسراي . . . » الحديث ، وفيه : « وقد رأيتني في جماعة من الأنبياء ؛ فإذا موسىٰ قائم يصلِّي ، فإذا رجل ضرْب جَعْدٌ »(٣) ، وفيه : « إذا عيسى ابن مريم قائم يصلِّي ، أقرب الناس به شبهاً عروة بن مسعود ، وإذا إبراهيم قائم يصلِّي أشبه الناس به صاحبكم ـ يعني نفسه صلى الله عليه وسلم ـ فحانت الصلاة فأممتهم »(٤) .

وفي حديث آخر : (أنه لقيهم ببيت المقدس)(٥) .

وفي آخر : (أنه لقيهم في جماعة من الأنبياء بالسماوات ، فكلَّمهم وكلَّموه)(٦) .

قال البيهقي : (وكل ذلك صحيح ، فقد يرىٰ موسىٰ قائماً يصلِّي في قبره ،

---

(١) أخرجه البيهقي في « حياة الأنبياء » (١) ، وأبو يعلىٰ (٣٤٢٥) ، والديلمي في « الفردوس » (٤٠٣) ، وابن عساكر في « تاريخه » (١٣/ ٣٢٦) .
(٢) صحيح مسلم (٢٣٧٥) .
(٣) في هامش (ب) و(ج) : (رجل ضَرْب ـ بفتح الضاد وسكون الراء ـ أي : خفيف اللحم ، وجَعْد ـ بفتح الجيم ـ أي : كريم ، أو المراد : جعد شعره ؛ أي : غليظ الشعر) .
(٤) صحيح مسلم (١٧٢) .
(٥) أخرجه البخاري (٣٣٩٤) .
(٦) أخرجه مسلم (١٦٣) .

كتاب

دليل الفالحين

لطرق رياض الصالحين

«تأليف»

العالم العلامة مفسر كلام الله تعالى وخادم حديث رسول الله صلى الله عليه وسلم
محمد بن علان الصديقي الشافعي الاشعري المكي المتوفى سنة ١٠٥٧هـ رحمه الله تعالى

«قد وضع»

بأعلى كل صفحة ما يخصها من كتاب «رياض الصالحين» للامام الرباني العارف بالله تعالى شيخ الاسلام والمسلمين وملاذ الفقهاء والمحدثين ابي زكريا يحيي محيي الدين النووي المتوفى سنة ٦٧٦هـ تغمده الله تعالى برحمته

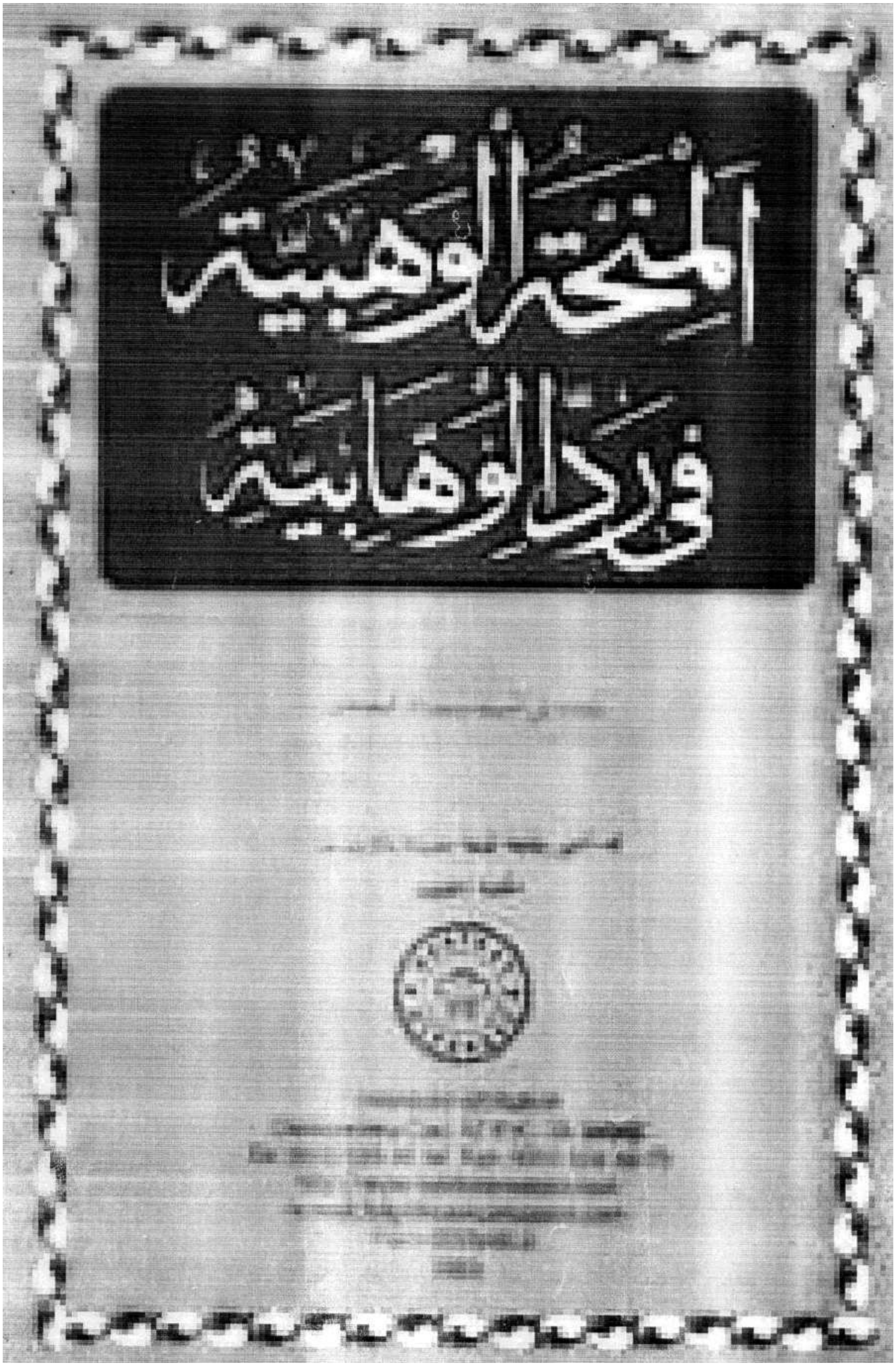
الجزء السابع

الناشر
دار الكتاب العربي
بيروت - لبنان

٢١٧

وصلوا عليّ فأنّ صلاتكم تبلغني حيثُ كنتمْ. رواهُ أبو داودَ بإسنادٍ صحيح * وعنهُ أنّ رسول الله صلى اللهُ عليهِ وسلم قالَ «مامن أحدٍ يسلم عليّ الا رد اللهُ عليّ روحي حتى أرُد عليهِ السلام»

بقوله (وصلوا على فان صلاتكم تبلغنى حيث كنتم) اى لاتتكلفوا المعاودة اليه فقد استغنيتم عنها بالصلاة على اه ملخصا وحاصله ان المنهى عنه على الاول الاجتماع عند قبره للزينة والرقص واللهو والطرب وغيرها من المحرمات التى تعمل فى الاعياد وعلى الثانى المنهى عنه معاودة تؤدى الى الاخلال لعظيم الحرمة او الملل او سوء الادب او نحو ذلك وذكر بعض العلماء للحديث معنى آخر فقال اى لا تتخذوه كالعيد الذى لايؤتى اليه الا مرتين فى العام فيكون فيه حث على اكثار زيارته والتملى بمحادثته ومخاطبته اى على وجه لايؤدى لما ذكرفيما قبله (رواه ابو داود باسناد صحيح) ورواه احمد والنسائى وصححه المصنف فى الاذكار وأشار اليه هنا * (وعنه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال مامن احد) اى من مكلفى الانس والجن ويحتمل قصره على الاول (يسلم على إلا رد الله على روحى) اى نطقى للنصوص والاجماع على انه صلى الله عليه وسلم حى فى قبره على الدوام (حتى ارد عليه السلام) وعلاقة التجوز بالروح عن النطق مابينهما من التلازم اذ يلزم من وجوده وجودها دائما او بالعكس بالقوة دائما وبالفعل غالبا وفى الحديث اقوال كثيرة منها قول السبكى يحتمل انه رد معنوى لاشتغال روحه الشريفة بشهود الحضرة الالهية والملأ الاعلى عن هذا العالم فاذا سلم عليه اقبلت روحه الشريفة الى هذا العالم ليدرك سلام من يسلم عليه وليرد عليه «واعترض» بانه يلزم استغراق روحه فى الرد لعدم خلو الزمن عن مسلم عليه فاى وقت للاشتغال بالحضرة وللعود الى هذا العالم * واجيب بان امور الآخرة



المنحة الوهبية

في رد الوهابية

المنحة الوهبية في رد الوهابية

ع الفق ا ربه العلي القدير داوود بن السيد سليمان
البغدادي النقشبندي ا الذي عفى الله عنه و عن اسلافه آم

و يليها

كتاب اشد ا هاد ابطال دعوى الاجتهاد

ايضا للعلامة ا تقدم اء شيخ الاسلام الشيخ داوود عليه ر ة الودود
تو سنة ١٢٩٩ هـ . [١٨٨١ م.] بغداد

قد اعت بطبعه طبعة جديدة بالأوفست
وقف الإخلاص

IHLAS VAKFI YAYINIDIR

يطلب من مكتبة ا قيقة بشارع دار الشفقة بفاتح ٥٧ استانبول-تركيا

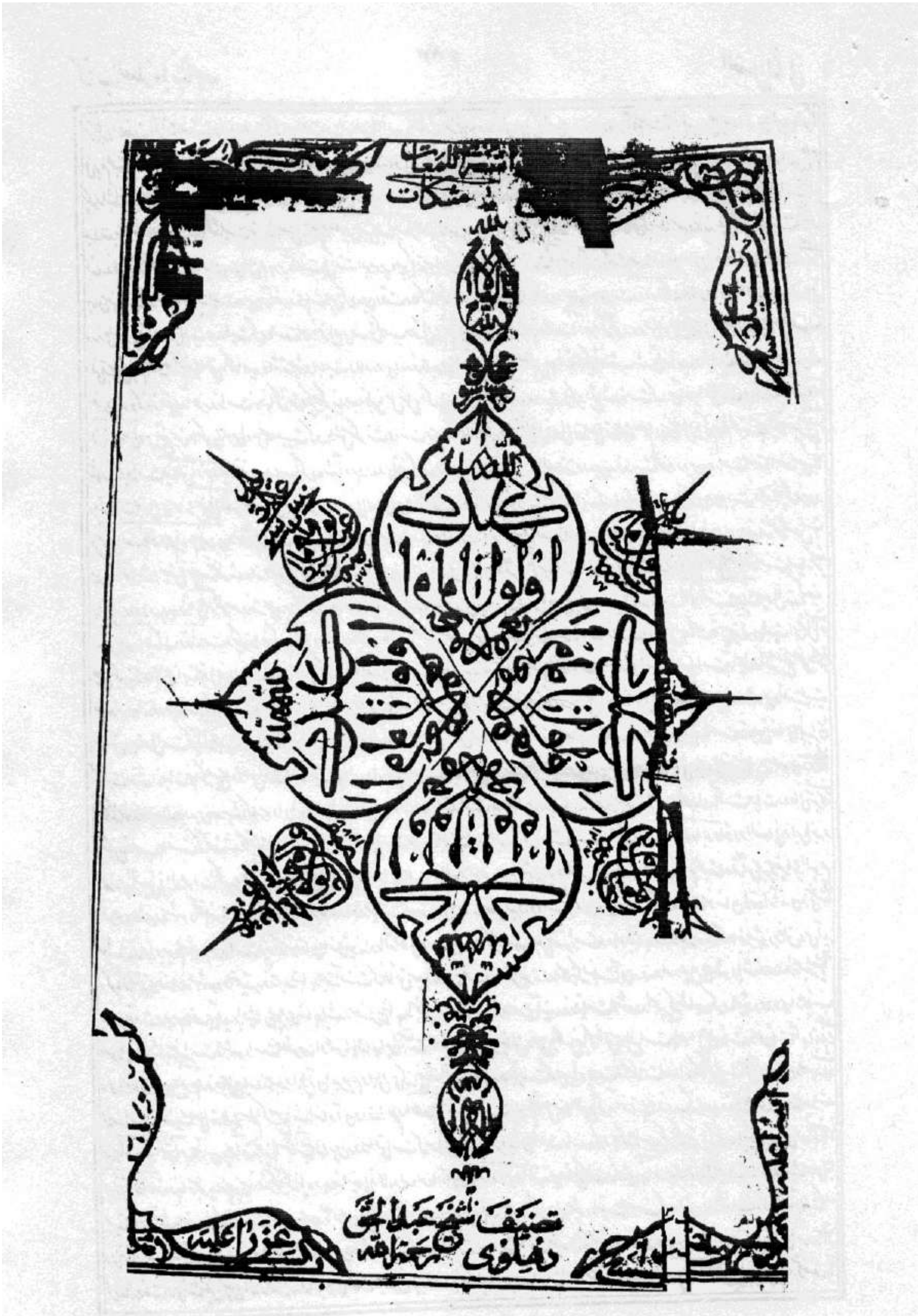
هجري قمري	هجري سي	ميلادي
١٤٢١	١٣٧٩	٢٠٠٠

- ٦ -

سائر الامة كل زمان و لا شك ان الانبياء او و اعلا على أنهم قالوا ما من ز الا و قد رزق الشهادة و هذا ظاهر و اما قول ا ل[1] السـ ة قد يقال أنه قد يكون ا فضول ما لا يكون الفاضل فلايلزم القياس فممنوع بأن ذلك كن فيما برد به نص يوافق هذا القياس و قد ورد من الأحاديث الصحيحة ا تفق عليها ما يوافق ذلك ففي البخاري او مسلم (مررت ليلة اسري على موسى و هو قائم ة ه يصلي) و روى البيهقي و غ ه باسانيد صحيحة عنه صلى الله عليه و سلم أنه قال (الانبياء أحياء فى قبورهم يصلون) و ورد (إن الله حرم على الارض ان تأكل اجساد الانبياء) و قد اطبق العلماء على ذلك و ورد الصحيح ان الله بعث لنبينا يع الانبياء ليلة الإسراء فصلى م اماما ركعة و الصلاة ذات ركوع و سجود و هي تستدعي جسدا حيا كما قالوه صلاة موسى ة ه قال ا شكاة نافلا عن الصحيح و قد رايته اعة من الانبياء فإذا موسى قائم يصلي فإذا هو رجل ضرب جعد به شعره غ سبط كأنه من رجل شنوة و هم قوم من الزط ر اللون قال الشيخ علي القاري شرحه قلت قد سبق أنهم اى الانبياء أحياء عند ر م و ان الله حرم على الارض ان تأكل ومهم احسادهم كارواحهم لطيفة غ كثيفة فلا مانع لظهورهم عا الملك و الملكوت على وجه الكمال بقدرة ذى ا لجلال و ا يؤيد تشكيل الانبياء و تصورهم على وجه ا مع بـ اجسادهم و ارواحهم قوله ا ديث فإذا موسى قا يصلي فإن حقيقة الصلاة و هي الاتيان بالأفعال ا لمختلفة ا ا يكون للاشباح لا للارواح لا سيما و كالتصريح ا ع قوله فإذا موسى رجل ضرب نوع وسط من الرجال او ضعيف اللحم على ما النهاية جعد كأنه من رجال شنوة قال ايضا قلت و قد قدمنا ان الانبياء لا وتون كسائر الأحياء بل نقلوا من دار الفناء ا دار البقاء و قد ورد به الأحاديث و الآثار انتهى قال الامام البيهقي كتاب الاعتقاد الانبياء بعد ما قبضوا ردت اليهم ارواحهم فهموا عنا و إن كنا لا

---

(١) مؤلف السـ ة علي بن ابراهيم برهان الدين الشافعي ا ـ تو سنة ١٠٤٤ هـ. [١٦٣٤ م.]


تصنیف الشیخ عبدالحق
دهلوی رحمه الله

من سماع آنحضرت یا قرائت از توریت وظاهر اولست که کدام ساعت است آن ساعت قال ابوهریرة فقلت اخبرنی بها ولا تضنن علی پس گفتم من عبدالله خبر ده مرا آن ساعت و بخل مکن بر من فقال عبدالله بن سلام هی آخر ساعة
فی یوم الجمعة آن ساعت آخر ساعتی است در روز جمعه قال ابوهریرة فقلت کیف تکون آخر ساعة فی یوم الجمعة وقد قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لا یصادفها عبد مسلم وهو یصلی فیها گفت ابوهریره پس گفتم عبدالله بن سلام
چگونه باشد آخر ساعت در روز جمعه و حال آنکه بتحقیق گفته است آنحضرت در نیابد او را بنده مسلمان و حال آنکه وی نماز میکند در وی و نماز خود در آخر روز نمیباشد زیرا که نماز بعد از نماز دیگر ممنوع و مکروه است فقال
عبدالله بن سلام الم یقل رسول الله صلی الله علیه وسلم من جلس مجلسا ینتظر الصلوة فهو فی صلوة حتی یصلی یعنی کسیکه بنشیند نشستنی یا در نشستگاهی که انتظار میبرد نماز را پس آن کس در نماز است تا وقتیکه
بگذارد نماز را که منتظر نشسته بود برای وی قال ابوهریرة فقلت بلی گفت ابوهریره پس گفتم من آری گفته است این آنحضرت قال فهو ذلک گفت عبدالله بن سلام پس آنچه گفته است آنحضرت و همو
همان معنی است که منتظر نماز نشسته است و این در آخر روز جمعه پیدا شد پس اگر درین وقت دعا کند مستجاب است و بعض گفته اند که مراد بصلوة دعاست رواه مالک وابوداود والترمذی والنسائی
وروی احمد الی قوله صدق کعب و روایت کرده است احمد تا قول وی صدق کعب و قول وی ثم قال عبدالله بن سلام قد علمت تا آخر ذکر نکرده و عن انس قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم التمسوا الساعة
التی ترجی فی یوم الجمعة طلب کنید ساعتی را که امید داشته میشود اجابت دعا در وی در روز جمعه بعد العصر الی غیبوبة الشمس بعد از نماز دیگر تا غائب شدن آفتاب و فرو رفتن وی از ظاهر این حدیث
مفهوم میشود که نماز دیگر در آخر روز است نه چنانکه ائمه دیگر میگویند بعد از بلوغ ظل مثل و اگر ربع نهار باقی ماند چه در حدیث دیگر واقع شده است که وی آخر ساعتی است از روز جمعه فافهم رواه
الترمذی وعن اوس بفتح همزه و سکون واو بن اوس صحابیست که در دمشق سکونت داشت و هم در آنجا از عالم رفت قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ان من افضل ایامکم یوم الجمعة بدرستیکه فاضلترین روزهای
شما روز جمعه است فیه خلق آدم و فیه قبض در وی پیدا کرده شد آدم و در وی قبض کرده شد روح وی و فیه النفخة و فیه الصعقة و درین روز است نفخه و درین روز است صعقه و صعقه بمعنی هلاک است
و اشارت است بقول وی سبحانه ونفخ فی الصور فصعق من فی السموات ومن فی الارض پس مراد بنفخه که در مقابله این مذکور است نفخه ثانیه باشد که برای احیا و بیرون آمدن مرده هاست از قبور چنانکه فرمود
ثم نفخ فیه اخری فاذا هم قیام ینظرون و نفخه دیگر است که سبب فزع و اهوال ترس است چنانکه فرمود ویوم ینفخ فی الصور ففزع من فی السموات ومن فی الارض و این مقدمه نفخه صعق است
پس دو نفخه باشد و بعض قائل به سه نفخه شده اند و لیکن مشهور دو نفخه است یکی برای هلاک و دیگری برای احیا فاکثروا علی من الصلوة فیه و چون روز جمعه روزی فاضل عظیم الشان است بسیار بگوئید
بر من از درود درین روز فان صلوتکم معروضة علی زیرا که بدرستیکه درود شما عرض کرده میشود بر من بر دست ملائکه سیاحین چنانکه در حدیث آمده است قالوا گفتند صحابه یا رسول الله وکیف
تعرض صلوتنا علیک وقد ارمت و چگونه عرض کرده شود درود ما بر تو و حال آنکه بتحقیق استخوان پوسیده شدی تو کنایت است از موت و زوال ادراک قال یقولون بلیت ابن قول او
یعنی میگویند صحابه میخواهند بقول خود ارمت بلیت بفتح باء و کسر لام و فتح تاء یعنی کهنه شدی و پوسیده شدی در تحقیق لفظ ارمت و ضبط آن اختلاف بسیار است و آنچه در اکثر نسخ صحیحه مشکوة
ضبط کرده اند دو وجه است یکی ارمت بفتح همزه و کسر راء و اسکان میم و فتح تاء مخففه بلفظ معلوم دیگر ارمت بضم همزه و کسر راء و فتح تاء بلفظ مجهول یعنی پوسیده گردانیده شدی و تفسیر بلیت
موافق وجه اول است مگر آنکه بلیت بلفظ مجهول ایشان خوانده باشند فقال ان الله حرم علی الارض اجساد الانبیاء گفت آنحضرت بدرستیکه خدا حرام گردانیده است بر زمین تنهای پیغمبران
کنایت است از حیات چنانکه صریح در فصل ثالث از حدیث ابی الدرداء بیاید و حیات انبیا متفق علیه است هیچکس را در وی خلافی نیست حیات جسمانی دنیاوی حقیقی نه حیات معنوی روحانی
چنانکه شهدا راست و درین حدیث که فرمود ان الله حرم علی الارض اجساد الانبیاء اشارتست بدان اگرچه درین باب که عرض صلوة و حصول علم و ادراکست حیات روحانی نیز کافیست
و لیکن مذهب همانست که گفته شد و تحقیق این مسئله در تاریخ مدینه که مسمی است بجذب القلوب الی دیار المحبوب کرده شده است از آنجا باید جست رواه ابوداود والنسائی وابن ماجه و
الدارمی والبیهقی فی الدعوات الکبیر وعن ابی هریرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم الیوم الموعود یوم القیمة والیوم المشهود یوم عرفة والشاهد یوم الجمعة در قرآن مجید پیغمبر باید الیوم
الموعود و شاهد و مشهود آنحضرت تفسیر باید که مراد بیوم موعود روز قیامت است که حق سبحانه وتعالی خبر داده است بآمدن وی و وعده کرده است مؤمنان را بعد از آمدن وی بتنعمهای
بهشت و مراد بیوم مشهود عرفه است زیرا که مؤمنان حاضر میشوند در او از آفاق و حاضر میشوند ملائکه و مشهود بمعنی محضور است و مراد بشاهد روز جمعه است که حاضر میشود بر خلق و می آید
و گویا که تسمیه روز عرفه بمشهود و تسمیه روز جمعه بشاهد بجهة آنست که خلائق میروند بسوی عرفه و حاضر میشوند در مکانیکه نسبت آن روز دارد پس وی مشهود باشد و روز جمعه آید
برجای خود اند در یوم حاضر می آید بر ایشان پس وی شاهد باشد و مفسران شاهد را بخلق نیز تفسیر میکنند که حاضر می آیند روز قیامت و مشهود را بخیر که مشاهده کرده میشود در وی از عجایب
امور و مراد بشاهد پیغمبر است و بمشهود امت خصوصا و عموما یا شاهد این امت است و مشهود امم دیگر یا خالق و خلق یا عکس زیرا که خالق مطلع است بر احوال مخلوقات و مخلوقات شاهد اند بر
وی و صفات وی یا یوم عرفه و حجاج یا روز جمعه و اهل آن یا هر یوم و اهل وی کذا فی تفسیر البیضاوی و ظاهر آنست که این تاویلات از محتملات لفظ اند که ممکن است حمل آن بر آن و تفسیر
که مسند است بآنحضرت صلی الله علیه وسلم اگر صحیح باشد اسناد آن والله اعلم وما طلعت الشمس ولا غربت علی یوم افضل منه و طلوع نکرد آفتاب و غروب نکرد بر روزیکه فاضلتر از روز جمعه باشد
فیه ساعة لا یوافقها عبد مؤمن یدعو الله بخیر الا استجاب الله له درین روز ساعتی است که موافق نمیشود و در نیابد آن ساعت را بنده که دعا کند بامر خیر مگر آنکه قبول کند خدای تعالی دعای او را ولا یستعیذ
من شیء الا اعاذه و پناه نجوید از چیزی از شر مگر آنکه پناه دهد خدای تعالی و نگاه دارد او را از آن شر رواه احمد والترمذی وقال گفت ترمذی هذا حدیث غریب لا یعرف الا من حدیث موسی بن
عبیدة شناخته نمیشود این حدیث مگر از حدیث موسی بن عبیدة بضم عین و فتح باء وهو یضعف و این موسی بن عبیده ضعیف گردانیده میشود و نسبت بضعف کرده میشود او در حدیث و اما تحقیق آنست که در
وی اختلاف است نسائی و غیر او گفته اند که وی ضعیف است و ابن سعد گفته است که وی ثقه است اما حدیث او حجت نیست بجهة بعضی از روات وی و حدیث او در ترمذی و ابن ماجه روایت
کرده اند وفات وی سنة اثنین وخمسین ومائة و گفته اند که وی تاجر بود مشک و عنبر فایح بود و در ربذه که بلد وی بود در آن وقت اصلا مشک و عنبر نبود الفصل الثالث عن ابی لبابة بضم لام و تخفیف باء

فتاویٰ رشیدیہ

مبوّب بطرز جدید

حضرت مولانا مفتی رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ

عالمی مجلس تحفظ اسلام

کراچی پاکستان

عبداللہ میر غنی الجواب صحیح الحق احق بالاتباع الجواب صحیح بندہ محمود عفی عنہ
مفتی مکہ مکرمہ محمد ہدایت علی احقر الزمان محمود حسن الٰہی عاقبت محمود گردان
مقیم مراد آباد مدرس اول مدرسہ دیوبند
الجواب صحیح الجواب صحیح احمد محی الدین
خادم الموحدین محمد احتشام الدین محمد صدیق عفی عنہ قاضی حال ریاست بھوپال
مراد آبادی ۱۲۹۲ مدرس مدرسہ شاہی مراد آباد
احمد اسمہ ۱۲۹۷ رسول اللہ خادم شریعت مفتی محمد لطیف اللہ ہجری ۱۲۹۸

آیۃ کریمہ ایاک نعبدوایاک نستعین میں تخصیص استعانت نسبت جناب باری تعالیٰ عز اسمہ کے خود مذکور ہے اسی کے مطابق علمائے محققین نے تحقیق فرمائی ہے وہی لائق عمل کے ہے **العبد المذنب الا واہ ھذا احق بالقبول والیق بالا فتاء والعلم الحق عند اللہ سبحانہ وتعالیٰ واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ اتم** .(۱)مولانا محمد احسن صاحب امروہی الجواب صحیح محمد حسن عفی عنہ مدرسہ گلاوٹی

لیکن اتنی بات اور لکھنی مناسب ہے کہ جواب مذکور اپنے اجمال پر صحیح ہے اور تفصیل یہ ہے کہ استمداد تین قسم کا ہے ایک یہ کہ اہل قبور سے مدد چاہے اسی کو سب فقہا نے ناجائز لکھا ہے دوسرے یہ کہ کہے اے فلاں خدائے تعالیٰ سے دعا کر کہ فلاں کام میرا پورا ہو جائے یہ مبنی اوپر مسئلہ سماع کے ہے جو سماع موتی کے قائل ہیں ان کے نزدیک درست دوسروں کے نزدیک ناجائز اسی کو شیخ نے لکھا ہے کہ **وان الاستمداد باھل القبور الی قولہ فقد انکرہ کثیر من الفقھاالخ** .(۲)انبیاء کو اسی وجہ سے مستثنیٰ کیا کہ ان کے سماع میں کسی کو اختلاف نہیں تیسرے یہ کہ دعا مانگے الٰہی بحرمۃ فلاں میرا کام پورا کردے یہ بالاتفاق جائز ہے اور تمام شجروں میں موجود ہے اسی وجہ سے اقوال علماء میں اختلاف ہے کہ استمداد لفظ مشترک ہے کسی نے کسی کو لیا اور کسی نے کسی کو۔ قول ہر ایک کا اپنے معنی ومراد پر صحیح ہے۔ فقط

محمد حسن عفی عنہ مدرس مدرسہ گلاوٹی مدرس اول محمد حسن ۱۳۰۵ مراد آبادی ابن مولوی عنایت اللہ عبدالرحمٰن مرحوم ۱۳۱۲

(۱) یہ بات ماننے کے قابل ہے اور فتویٰ کے لائق ہے اور علم صحیح سبحانہ وتعالیٰ کے پاس ہے اور اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا ہے اور اس کا علم تام ہے۔
(۲) اور قبروں والوں سے مدد مانگنا (یہاں سے) تو اکثر فقہاء نے اس کا انکار کیا ہے۔ (تک)

ہوتے ہیں ان سے طلب اعانت ہے کہ حق تعالیٰ ان کو اسی کام کے واسطے وہاں مقرر کیا ہے تو وہ اس باب سے نہیں ہے اس سے حجت جواز پر لانا جہل ہے معنی حدیث سے تیسرے یہ کہ قبر کے پاس جا کر کہے کہ اے فلاں تم میرے واسطے دعا کرو کہ حق تعالیٰ میرا کام کر دیوے اس میں اختلاف علماء کا ہے مجوز سماع موتی اس کے جواز کے مقر ہیں اور مانعین سماع منع کرتے ہیں سو اس کا فیصلہ اب کرنا محال ہے مگر انبیاء علیہم السلام کے سماع میں کسی کو خلاف نہیں اسی وجہ سے ان کو مستثنیٰ کیا ہے اور دلیل جواز یہ ہے کہ فقہاء نے بعد سلام کے وقت زیارت قبر مبارک شفاعت مغفرت کا عرض کرنا لکھا ہے پس یہ جواز کے واسطے کافی ہے اور جس کو قاضی صاحب نے منع لکھا ہے وہ دوسری نوع کی استعانت ہے حق یہ ہے کہ یہ مسئلہ مخلوط ہو رہا ہے اور سماع موتی کا مسئلہ بھی صحابہ کے وقت سے مختلف فیہ ہے معبذا اسلام کرنے کو کوئی منع نہیں کرتا بہرحال یہ مسئلہ مختلفہ ہے اس میں بحث مناسب نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

قبروں کو پختہ بنوانا

(سوال) قبروں کو پختہ کرانا اور عمارات بنانا اور روشنی وغیرہ کرنا کہ ان کے معنی میں حدیثیں صحیح وارد ہیں اور لعنت فرمائی ہے حضرت ﷺ نے تو پھر کیا باعث ہے جو خود حضرت ہی کا مزار پختہ رفیع الشان بنا ہوا ہے اور روشنی بھی ہوتی ہے اور بڑے بڑے سامان اور صحابہ اور اماموں کی بھی پختہ بنی ہیں کیا کچھ خصوصیت ہے یا مصلحت ہے دین و دنیا کی اگر کوئی منع کرے تو نہیں مانتے اور غلط بتاتے ہیں آپ کی خدمت میں عرض ہے کہ جواب ایسے طور پر دیجئے جو ان پر حجت ہو کیونکہ حدیثوں کا صاف انکار لازم آتا ہے اگر ان سے کہیں کہ حجت تو قرآن و حدیث سے ہے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم ایسی باتوں کو نہیں مانتے۔

(جواب) یہ سب امور ناجائز ہیں اور جہاں کہیں لوگوں نے کیا ہے وہ علمائے مقبولین نے نہیں کیا بلکہ امراء و سلاطین نے کیا ہے اور خلاف قرآن شریف و سنت رسول جو کوئی کرے وہ ناجائز ہے قابل حجت نہیں۔ فقط

قبروں کو پختہ بنانا اور اس پر قبہ بنوانا

(سوال) قبور کا پختہ بنانا اور ان پر عمارات و قبہ و روشنی و فرش فروش وغیرہ جو کچھ کہ لوگ کرتے ہیں قابل بیان نہیں حالانکہ امور مذکورہ کے منع شدید میں احادیث صحیحہ وارد ہیں اور فاعلین پر رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی لعنت فرمائی ہے مگر پھر لوگ تکذیب احادیث کر کے اپنے فعل کی حجت پر

یَا اَیُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَکُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ

اے لوگو! بتحقیق آئی تمہارے پاس حجت تمہارے رب کی طرف سے

الحمد للہ العلی الاعلیٰ کہ کتاب لاجواب ماحی رسوم و بدعات
دافع اوہام و ظلمات محلّی بحجج لامعہ موشی بدلائل نافعہ اعنی

البراهین القاطعة

علیٰ ظلام

انوار الساطعة

الملقب بالدلائل الواضحة

علیٰ

کراهة المروّج من المولود والفاتحة

باسم حضرت بقیۃ السلف حجۃ الخلف رأس الفقہاء والمحدثین تاج العلماء الکاملین

جناب مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہٗ

ناشر

دار الکتاب دیوبند (یو پی) ۲۴۷۵۵۴

۴۱۰

صاحب کے مولد شریف میں ہے بارہویں تاریخ ربیع الاول کی صبح صادق کے وقت پیر کے دن حضرت پیدا ہوئے۔ اور مولد شریف غلام امام شہید میں ہے بارہویں تاریخ ربیع الاول دوشنبہ کے دن وقت صبح صادق بعد چھ ہزار سات سو پچاس برس کے زمانہ آدم سے اس قسم کی عبارتیں راحۃ القلوب وغیرہ رسائل میلادیہ اردو زبان میں ہیں اور عربی مولد برزنجی میں ہے ولما تم من حملۃ التسعۃ اشہر قمریۃ ولد فیہ صلی اللہ علیہ وسلم یتلاء الاسناہ اور علامہ غریب مدنی کے مولد میں ہے بثانی عشر من ربیع الاول فی یوم الاثنین المفخم ذی الجد۔ پس مکتوب ہونا ان رسائل میں روز و شہر و سال ولادت کا صاف اقرار ہے کہ آپ اس زمانہ میں پیدا ہوئے نہ یہ کہ اب محفل میں پیدا ہوتے نعوذ باللہ منہا۔ منکروں کے بہتان اور افتراء کا جواب سوا اس کے کہ خدا قیامت میں جھوٹوں کا مُنہ کالا کرے اور کچھ نہیں ایک آیت کلام مجید اور فرقان حمید کی اس مقام میں بس کرتی ہے انما یفتری الکذب الذین لا یؤمنون۔

قولہ اب دوسری قباحت الخ۔ **اقول** معترض کے کلام مؤلف نہیں سمجھا وہ صراحۃً کہتا ہے گویا اب پیدا ہوئے، یعنی جو عین پیدائش کا معاملہ قیام تعظیم کا تھا وہ اب کرتے ہیں اور دوسرا امر علم حضور مجلس اس میں ہوتا ہے تو شرک امر ثانی کی وجہ سے کہتا ہے اور پہلے امر کو مشابہ فعل ہنود کے فرضی امر کرنے میں ہی کہتا ہے، معترض یہ نہیں کہتا کہ اس وقت پیدا ہونا عقیدہ رکھتے ہیں کیونکہ وہ لفظ گویا لکھ رہا ہے، پس یہ مؤلف کا جواب اس کے اعتراض کا جواب نہیں۔

اب تیسری قباحت جو یہ لوگ قیام میں پیدا کرتے ہیں کہ روح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ لوگ حاضر ناظر جانتے ہیں یہ شرک ہے۔ اس کی تحقیق یہ ہے کہ

قولہ تیسری قباحت الخ۔ **اقول** اس بات کو خوب یاد کرلینا ضروری ہے کہ

۴۱۱

کہ یہ عقیدہ سب کا ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبور میں زندہ ہیں اور عالمِ غیب میں اور جنت میں جہاں چاہیں باذنہٖ تعالیٰ چلتے پھرتے ہیں اور اس عالم میں بھی حکم ہو تو آ سکتے ہیں۔ اور صلوٰۃ و سلام ملائکہ پہونچاتے ہیں اور اعمالِ امت آپؐ پر پیش ہوتے ہیں اور جس وقت حق تعالیٰ چاہے دنیا کے احوال کشف[1] ہو جاتے ہیں اس میں کوئی مخالف نہیں۔ مگر یہ کہ ہر جگہ محفلِ مولود میں اور دیگر مجالس ذکر میں ہر روز آتے ہوں یا ہر صورت و نداء اور عرض و حالات دنیا کے ہر روز معلوم ہوتے ہوں بدون اعلام[2] حق تعالیٰ کے اس کو تسلیم نہیں اور یہ کہ سب اشیاء کا علم حق تعالیٰ نے ان کو دیا ہے اس کو بھی قبول نہیں کرتے، بلکہ جس قدر علم دیا جاتا ہے اس قدر کو جانتے ہیں اور بس۔ علی قاری شرح فقہ اکبر میں لکھتے ثم اعلم ان الانبیاء علیہ السلام لم یعلموا المغیبات من الاشیاء الا ما اعلمهم الله تعالیٰ احیاناً وذکر الحنفیۃ تصریحاً بالتکفیر باعتقاد ان النبی یعلم الغیب، انتہیٰ ۔ پس معترض کی تیسری قباحت یہ ہے کہ یہ سمجھتے ہیں کہ روح آپؐ کی یہاں آیا کرتی ہے اور یہاں حاضر ہے، تو معترض دوام تشریف آوری کہتا ہے یعنی فعلیت کا دوام نہ کہ امکان و وقوع احیاناً[3]۔ پس مؤلف اگر اس امر کو ثابت کر دیوے کہ آیا کرتے ہیں دائماً تو اس کا جواب ہو ویگا ورنہ امکانِ حضور سے کچھ فائدہ مؤلف کو نہ ہو ویگا، اور سب نقول اس کی فضول ہو ویں گی۔

ارواح انبیاءؑ کا چلنا پھرنا فقہ اور حدیث سے ثابت ہے، معراج کی حدیثوں میں وارد ہے کہ آپؐ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے تئیں انبیاءؑ کی جماعت میں دیکھا، یہ موسیٰؑ نماز پڑھتے ہیں، یہ عیسیٰؑ پڑھتے ہیں یہ ابراہیمؑ پڑھتے ہیں فحانت الصلوٰۃ فاممتهم یعنی اتنے میں نماز کا وقت آ گیا میں ان کا امام ہوا، روایت کیا اس کو مسلم نے، اور قرطبی نے ابن عباسؓ سے یہ روایت کی ہے کہ بیت المقدس میں اللہ تعالیٰ نے آدمؑ سے لیکر کل انبیاءؑ کو جمع کر دیا۔ سات جماعتیں حضرتؐ کے پیچھے تھیں۔ اور فتاویٰ سراجیہ کے باب مسائل متفرقہ میں ہے امامۃ النبی علیہ السلام لیلۃ المعراج لارواح انبیاء علیہم السلام کانت فی النافلۃ۔ ان روایات فقہ و حدیث سے ثابت ہوا کہ سب پیغمبروں کی روحیں اپنے اپنے مقامات سے

[1] ظاہر [2] خبردار کرنا [3] کبھی کبھی

کفار، مشرکین، شیعہ، بدعتی، غیر مقلدین، مغرب زدہ مسلمان اور جاہل طبقے
کے اسلام پر اعتراضات وشبہات پر عقلی نقلی، جامع اور دلچسپ جواب

اشرف الجواب

افادات

حکیم الامت مجدّدِ الملت حضرۃ

مولانا الشاہ محمد اشرف علی تھانوی قدس اللہ سرہ

اسلام پر اعتراضات وشبہات پر عقلی ونقلی جامع اور
دلچسپ جوابات علماء وعوام کے لیے یکساں مفید

مکتبہ عمر فاروق
شاہ فیصل کالونی کراچی

شہید کی حیات

پس شہید میں اس کا اثر ظاہر ہونا اور عام مومنین میں نہ ہونا، یہ دلیل ہے شہید کے حیات کے اقویٰ ہونے کی بہ نسبت عام لوگوں کی حیات کے، بعض لوگوں نے اس کا انکار بھی کیا ہے، کہتے ہیں مشاہدہ اس کے خلاف ہوا ہے، مگر یہ کوئی انکار کی وجہ نہیں بن سکتی، کیونکہ جس طرح اس کے خلاف مشاہدہ ہوا ہے، اس کے موافق بھی مشاہدہ ہوا ہے، جب دونوں طرح مشاہدے موجود ہیں تو سرے سے اس کا انکار کیونکر کیا جا سکتا ہے؟ بہت سے بہت یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ قاعدہ کلیہ نہیں، اکثری ہے اور نصوص کا محمل بھی اسی کو کہا جائے گا، باقی مطلقاً انکار تو صحیح نہیں ہو سکتا، یہ تو جواب تسلیمی ہے، اس تقدیر پر جب کہ ہم مان لیں کہ جہاں تم نے اس کے خلاف کیا ہے وہ شہید ہی تھا، مگر یہ بھی ممکن ہے کہ وہ شہید ہی نہ ہو، کیونکہ شہادت صرف اسی کا نام نہیں کہ معرکہ میں قتل ہو جائے بلکہ حقیقی شہادت کے لیے کچھ باطنی شرائط بھی ہیں، مثلاً نیت کا خالص لوجہ اللہ ہونا، جس کی خبر سوائے خدا کے کسی کو نہیں ہو سکتی، تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ جس کو آپ نے اس کے خلاف مشاہدہ کیا ہے، وہ شہید حقیقی نہ تھا، صرف شہید احکام تھا اور یہ حیات کا اقویٰ درجہ صرف شہید حقیقی کے ساتھ خاص ہوگا اور اگر مان بھی لیا جائے کہ وہ حقیقی شہید تھا تو ممکن ہے کہ کسی عارضی کی وجہ سے ایسا ہوا ہوگا کہ اس کی لاش گل گئی، مثلاً اس جگہ کی مٹی تیز ہو ہم نے یہ کب دعویٰ کیا ہے شہید کی حیات ایسی ہوتی ہے کہ اگر جلاؤ بھی تو اس لاز نہ جلے بلکہ دعویٰ یہ ہے کہ اگر شہید کو موافق عادت کے دفن کر دیا جائے، جیسا کہ عموماً مردے دفن ہوتے ہیں کہ اس کی قبر میں کوئی خاص عارض دوسروں سے زیادہ مثل شوریت زمین وغیرہ کے نہ ہو تو اس کی لاش مثل دوسرے مردوں کے نہیں گلے گی، بعینہٖ محفوظ رہے گی۔

انبیاء علیہم السلام کی حیات

تیسرا درجہ جو سب سے قوی ہے، وہ انبیاء علیہم السلام کی حیات برزخیہ کا ہے، وہ شہید کی حیات سے بھی زیادہ قوی ہوتی ہے چنانچہ اس کا ایک اثر تو محسوس ہے اور وہ وہی ہے جو شہید کے لیے ہے کہ ان کے جسم مبارک کو زمین نہیں کھا سکتی، حدیث میں ہے:

"حرم اللّٰہ اجساد الانبیاء علی الارض" اور اللہ تعالیٰ نے انبیاء کے جسموں کو زمین پر حرم کر دیا ہے۔"

اور دوسرا اثر محسوس تو نہیں، مگر منصوص ہے اور وہ حرمت نکاح ازواج انبیاء علیہم السلام ہے کہ انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات سے بعد ان کے وصال کے کسی امتی کو نکاح جائز نہیں، نیز انبیاء

علیہم السلام کی میراث ورثاء میں تقسیم نہیں ہوتی: "نحن معاشر الانبیاء لا نورث ما ترکن صدقۃ" انبیاء علیہم السلام کا تمام ترکہ صدقہ ہوتا ہے، یہ باتیں شہید کے لیے شریعت نے مشروع نہیں کیں، تو اگر چہ شریعت نے اس کا کوئی خاص راز نہیں بیان کیا، مگر علماء محققین یہی کہتے ہیں کہ اس کا راز قوت حیات انبیاء علیہم السلام ہے کہ حیات مانع ہے، ان دونوں امر سے اور گو ازواج نبی سے بعد وفات نبی کے نکاح حرام ہونا تمام انبیاء علیہم السلام کے بارے میں منقول نہیں ہوا۔ صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے یہ خصوصیت قرآن میں ذکر کی گئی ہے، مگر علماء میراث پر قیاس کر کے اس حکم کو بھی عام جملہ انبیاء علیہم السلام کی ازواج کے لیے سمجھتے ہیں اور میراث کا تقسیم ہونا حدیث سے جملہ انبیاء علیہم السلام کے لیے عام طور پر معلوم ہو چکا ہے، تو اس امتیازات سے حیات برزخیہ انبیاء علیہم السلام کا شہداء اور عام مؤمنین سے اقویٰ ہونا ثابت ہوا، بہر حال یہ بات باتفاق امت ثابت ہے کہ انبیاء علیہم السلام قبر میں زندہ رہتے ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات

اور خاص ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں تو مخالفین بھی حیات کے معتقد ہیں، ان کو بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات کا اقرار ہے، چنانچہ ایک واقعہ سے ان کا اقرار معلوم ہو جائے گا، تاریخ مدینہ میں یہ واقعہ لکھا ہے اور میں نے خود اس تاریخ میں دیکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے چند صدی بعد (یاد نہیں رہا کہ کس بادشاہ کے وقت میں) دو شخص مدینہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اطہر کے نکالنے کے لیے آئے تھے، مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک مکان کرایہ پر لے لیا تھا اور دن بھر نماز و تسبیح میں مشغول رہتے تھے، لوگ ان کے معتقد بھی ہو گئے تھے، وہ کم بخت رات کے وقت اس مکان سے قبر شریف کی طرف سرنگ کھودتے تھے اور جس قدر سرنگ کھود لیتے راتوں رات مٹی مدینہ سے باہر پھینک آتے تھے اور جگہ برابر کر دیتے تاکہ کسی کو پتہ نہ چلے، کئی ہفتہ تک وہ لوگ سرنگ کھودنے میں مشغول رہے، جب ادھر ان لوگوں نے یہ کام شروع کیا، حق تعالیٰ نے اس زمانہ کے سلطان کو (نام یاد نہیں رہا) بذریعہ خواب متنبہ کر دیا۔

(اس سلطان کا نام نور الدین زنگی رحمہ اللہ تھا۔ یہ واقعہ علامہ سمہودی رحمہ اللہ نے وفاء الوفاء فی اخبار دار المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں نقل کیا ہے۔ محمد عرفان الحسن خالد)

سلطان مدینہ کا خواب

خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک پر حزن وغم

جدید کمپیوٹرائزڈ تصحیح شدہ ایڈیشن

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سیرت رسول ﷺ پر قابل قدر اور عظیم تالیف

امت کے اکابر مؤرخین اور ارباب سیر کے علوم کا جوہر

سیرتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

حصہ سوم

افادات

حضرت علامہ مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ

ناشر
کتب خانہ مظہری
گلشن اقبال کراچی پاکستان
فون: ۴۹۹۲۱۷۶

سے مروی ہے کہ آں حضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہم یعنی گروہ انبیاء کے مال میں میراث نہیں، ہم جو کچھ چھوڑیں وہ سب خدا کی راہ میں صدقہ اور خیرات ہے۔

(۱) حکمت اس میں یہ ہے کہ خلق خدا کو یہ معلوم ہو جائے کہ حضرت انبیاء نے دعوت حق اور تبلیغ دین میں جو کچھ بھی محنت اور مشقت اٹھائی وہ محض خدا تعالیٰ کے لئے تھی اس سے دُنیا مطلوب نہ تھی یہاں تک کہ اولاد کو بھی اس میں کوئی حصہ نہیں ملتا۔

(۲) نیز انبیاء کرام۔ امت کے حق میں روحانی باپ ہیں لہٰذا ان کا مال امت کے تمام افراد کے لئے وقف ہوگا، کسی خاص فرد کے لئے مخصوص نہ ہوگا۔

(۳) نیز حضرات انبیاء کرام۔ ہر وقت بارگاہ خداوندی میں حاضر اور مقیم رہتے ہیں اور مالک حقیقی کی مالکیت ہر وقت اُن کی نظروں کے سامنے رہتی ہے اس لئے حضرات انبیاء کرام اپنے آپ کو کسی چیز کا بھی مالک نہیں سمجھتے جیسا کہ بزرگوں کا قول ہے۔

الانبیاء لا یشہدون ملکا مع اللّٰہ — یعنی انبیاء خدا کے سامنے کسی کی ملکیت کو نہیں دیکھتے۔

عوام کی نظروں سے مالک حقیقی کی ملکیت چونکہ پوشیدہ ہے اس لئے وہ اپنے آپ کو مالک مجازی سمجھتے ہیں مگر انبیاء کرام اپنے کو مالک مجازی بھی نہیں سمجھتے جو چیز ان کے ہاتھ میں ہوتی ہے اس کو خدا ہی کی تصور کرتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ ہم خداوند ذوالجلال کے دسترخوان پر بیٹھے ہوئے ہیں ہم کو اس سے منتفع اور مستفید ہونے کی اجازت ہے۔ اسی وجہ سے ان اموال میں انبیاء کرام پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی اور نہ وفات کے بعد ان میں میراث اور وصیت جاری ہوتی ہے۔

حیات نبوی ﷺ

تمام اہل سنت والجماعت کا اجماعی عقیدہ ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام وفات کے بعد اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز اور عبادت میں مشغول ہیں اور حضرات انبیاء کرام کی یہ برزخی حیات اگرچہ ہم کو محسوس نہیں ہوتی لیکن بلاشبہ یہ حیات حسی اور جسمانی ہے اس لئے کہ روحانی اور معنوی حیات تو عامۂ مؤمنین بلکہ ارواح کفار کو بھی حاصل ہے۔

عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْاَنْبِیَآءُ اَحْیَاءٌ فِیْ قُبُوْرِہِمْ یُصَلُّوْنَ (رواہ ابویعلی)

القول النقی

فی

حیاتِ النبی صلی اللہ علیہ وسلم

مؤلفہ مفسر القرآن شیخ طریقت حضرت مولانا مولوی

محمد عبد اللہ صاحب بہلوی نور اللہ مرقدہ

زیر اهتمام

خادم خانقاہ بہلویہ ومہتمم مدرسہ

حضرت مولانا حاجی عزیز احمد صاحب دامت برکاتہم العالیہ

ناشر مفتی حسین احمد مدنی بہلوی ناظم تعلیمات

مدرسہ اشرف العلوم

حبیب آباد شجاع آباد۔ فون: 4397386, 0300-6358551

خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَاَتْبَاعِهٖ اَجْمَعِیْنَ من الصلوٰۃ والسلام افضلها واکملها سبحانك اللّٰهم وبحمدك اشهد ان لا اله الا انت استغفرك وَ اتوب الیك اللّٰهم تقبل منّا انّك انت السمیع العلیم۔

محمد عبداللہ عفی اللہ عنہ بہلوی وجیب آبادی

قریب شجاع آباد ضلع ملتان ۵ جمادی الثانی ۱۳۷۷ھ

تصدیقات

علماء کرام مدارس عربیہ ملتان، خیر المدارس وقاسم العلوم

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ حامداً ومصلیاً

امابعد: عالم برزخ میں جملہ انبیاء علیہم السلام کی حیات حقیقیہ دنیویہ بجسدھم العنصری کا مسئلہ اہل سنت والجماعت میں متفق علیہ مسئلہ ہے

۱۔ حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ حیات متفق علیہ است ہیچ کس رو اداری خلافے نیست، حیات جسمانی دنیاوی حقیقی نہ حیات معنوی روحانی (اشعۃ اللمعات ص ۶۱۳ ج ۱)

۲۔ نواب قطب الدین دہلویؒ فرماتے ہیں۔ یہ مسئلہ متفق علیہ ہے کسی کو اس میں خلاف نہیں کہ حیات ان کو وہاں حقیقی جسمانی دنیا کی سی ہے نہ حیات معنوی روحانی۔ جیسا کہ شہداء کو ہے (مظاہر حق ص ۴۲۵ ج ۱)

۳۔ حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مدظلہ تعالیٰ مہتمم دار العلوم دیوبند جملہ اکابر دار العلوم کا مسلک تحریر فرماتے ہیں مسئلہ زیر بحث حیات النبی میں

۳۲

اختلاف القولین یہ امر مسلم ہے کہ آپ پر موت طاری ہوئی۔ لیکن ساتھ ساتھ یہ امر بھی
علماء اہل سنت والجماعت کے نزدیک مسلم اور مجمع علیہ ہے کہ بحالت موجودہ یعنی عالم
برزخ میں آپ جسمانی حیات سے زندہ ہیں آپ کی روح مبارک کا تعلق آپ کے جسد
عنصری کے ساتھ ایسا قائم کر دیا گیا ہے کہ اس دنیاوی جسد اطہر کے ساتھ (جسے اللہ تعالیٰ
نے زمین پر حرام کر دیا ہے) تمام افعال و حرکات مثل سمع البصر و بطش و مشی و کلام وغیرہا
پر قادر ہیں یہ عقیدہ کہ آپ کا جسدِ اطہر ساکن و صامت قبر مبارک میں صحیح و سلامت
موجود ہے اور اس سے افعال و حرکات کا صدور نہیں ہوتا عقیدہ فاسدہ ہے اور تمام علماء
اہل السنت والجماعت کے عقیدہ اور علماء دیوبند کے مسلک کے خلاف ہے۔ حضرت
العلامۃ المعارف باللہ مولٰنا محمد عبداللہ صاحب مدظلہ العالی نے یہ رسالہ لکھ کر اہلِ
حق کے اقوال کو اس ترتیب کے ساتھ جمع کر دیا ہے کہ مصنفین، طالبین حق کے لئے
کافی و وافی ہے میں نے رسالہ کو مطالعہ کیا ہے مجھے اس کے مندرجات سے اتفاق ہے
اللہ تعالیٰ موصوف کو جزائے خیر عطا فرمائے اور رسالہ ہذا کو قبول فرما کر عامۃ المومنین
کے لئے ذریعہ ہدایت اور حضرت موصوف کے لئے ذریعہ ترقی درجات گردانے۔

احقر الافقر
ابوالفضل محمود عفا اللہ عنہ خادم الافتاء والتدریس
بقاسم العلوم ملتان ۲۱/۶/ ہجری

خُطباتِ حکیمُ الاسلام

جلد نمبر ۷

قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ

مہتمم دارالعلوم دیوبند (انڈیا)

ناشر

مکتبۃ العلم

۱۸- اردو بازار ٥ لاہور ٥ پاکستان

Ph: 37231788-37211788

منصب تدریس وتبلیغ اور افتاء

اس سے زیادہ آسان درس دینا ہے۔ درس میں کتاب سامنے ہوتی ہے کتاب کے مطابق مضمون بیان کردیا، کوئی زیادہ شواری نہیں ہوتی۔ اس سے زیادہ آسان تقریر کرنا ہے۔ اس لئے کہ ایک موضوع پر جو یاد تھا علمی طور پر کہہ دیا۔ اور اس سے بھی زیادہ آسان ہے وہ تقریر جو علمی نہ ہو۔ محض دنیاداری کی باتیں۔ ادھر ادھر کے واقعات لیکچر میں کہہ دیئے۔ یہ سب سے زیادہ آسان ہے۔ گذرے ہوئے واقعات یوں ہوا تھا، یوں ہوا تھا۔ بیان کردیا۔ اور اس سے بھی زیادہ آسان اعتراض کردینا ہے۔ اس کیلئے کسی تکلیف کی ضرورت نہیں جس پہ چاہا اعتراض کردیا، جس پہ چاہا شبہ وارد کردیا۔ جاہل سے جاہل اعتراض کرسکتا ہے۔ اس میں کسی علمیت کی ضرورت نہیں۔ یہ میں نے اس لئے عرض کیا کہ بعض حضرات مسائل پوچھتے ہیں۔ میں عرض کردیتا ہوں کہ بھئی مفتی صاحب سے پوچھو۔ میں نہیں بتلاسکتا۔ مسئلہ کا علم بھی ہو تب بھی جرات نہیں ہوتی کہ مسئلہ بیان کردوں۔ مفتی کے سامنے سب چیزیں متحضر ہوتی ہیں۔ بعض لوگ برامانتے ہیں کہ مسئلہ نہیں بتلایا۔ اگرچہ مسئلہ نہیں بتلایا مگر حوالہ تو دیدیا کہ مفتی سے پوچھو۔ کیا ضروری ہے کہ ہر ایک مسئلہ بتلائے ہی۔ جو بتانے والے ہیں وہ بتلائیں گے جن کو اس کا فن اور سلیقہ ہے۔ برامانے کی بات نہیں ہے۔ میں ہمیشہ اس سے بچتا ہوں کہ فتویٰ دوں۔ یہ کام میرا نہیں ہے۔

مسائل کا علمی اور عملی پہلو

ایک ہے کسی مسئلہ کی علمی تحقیق کردینا، وہ الگ چیز ہے اس سے انکار نہیں ہوتا جو اپنے ذہن میں ہو وہ تحقیق کر دی۔ لیکن یہ کہ عمل کیا کرو؟ یہ کام مفتی کا ہے وہ فتویٰ دے گا کہ فلاں پہلو پر یوں عمل کرو، فلاں پہلو پر یوں عمل کرو...... اس لئے اگر بعض حضرات سوال کریں اور میں مسئلہ نہ بتلاؤں وہ برا نہ مانیں۔ ضروری نہیں کہ مجھے مسئلہ کا علم بھی ہو۔ اور اگر علم بھی ہو تو میں احتیاط کے خلاف سمجھتا ہوں۔ اس لئے کہ فقہی جزئیات پر میری زیادہ نظر نہیں ہے۔ یہ اس کی ہوسکتی ہے جو رات دن اسی میں پڑا ہوا ہو...... یہ میں نے بطور تنبیہ اور اصول کے عرض کردیا، اس میں برامانے کی ضرورت نہیں۔ ہر شخص کا ایک مقام ہوتا ہے۔ میں نہیں ہوں اس قابل کہ مسئلہ بتلاؤں۔ کیا ضروری ہے کہ زبردستی پوچھا ہی جائے۔ کسی اہل سے پوچھا جائے۔

حیات النبی ﷺ پر امت کا اجماع ہے

میری سمجھ میں نہیں آتا کہ "حیات النبی" کا لوگ انکار کیوں کرتے ہیں، میرے خیال میں اجمالاً اتنی بات ہے کہ "حیات النبی ﷺ" کا مسئلہ تو مجمع علیہ ہے۔ یعنی امت کے اندر کوئی بھی اس کا منکر نہیں ہے۔ اس کی کیفیت میں گفتگو ہے کہ حیات ہے تو کس کیفیت اور کس نوعیت کی ہے۔ تو کیفیات میں اگر کوئی اختلاف کرے تو اسے اصل مسئلہ میں اختلاف کنندہ نہیں کہا جاسکتا۔

جہاں تک انبیاء علیہم السلام کی حیات کا تعلق ہے تو صحیح حدیث موجود ہے اَلْاَنْبِیَاءُ اَحْیَاءٌ فِیْ قُبُوْرِ ھِمْ

بذریعہ ای میل موصول شدہ سوالات کے جوابات پر مشتمل

اشرف الفتاویٰ

زیر سرپرستی:

حضرت مولانا **محمد عبید اللہ** المفتی دامت برکاتہم

حضرت مولانا **عبد الرحمن اشرفی** صاحب دامت برکاتہم

زیر انتظام:

حضرت مولانا حافظ **فضل الرحیم اشرفی** صاحب مدظلہ العالی

ناظم تعلیمات و نائب مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور

ناشر

معہد ام القریٰ

جامعہ اشرفیہ فیروز پور روڈ لاہور

فون: 92-42-7552772, 0333-4210985

ای میل: muftionline@jamiaashrafia.org ویب سائٹ: www.jamiaashrafia.org

مسئلہ حیات النبی ﷺ

سوال: کیا رسول پاک ﷺ اپنے مرقد مبارک میں زندہ ہیں؟ جب کوئی مرقد مبارک پر جا کر سلام کہتا ہے تو وہ خود سنتے ہیں اور سلام کا جواب دیتے ہیں جبکہ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سلام کا جواب دیتے ہیں بلکہ دنیا میں کسی جگہ بھی سلام کہیں تو وہ جواب دیتے ہیں۔

جواب: حضور ﷺ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور حاضرین کا سلام خود سنتے ہیں اور جو لوگ دور سے حضور ﷺ پر درود وسلام پڑھتے ہیں وہ فرشتوں کے ذریعے حضور ﷺ تک پہنچایا جاتا ہے یہ اہل سنت والجماعت کا اجماعی عقیدہ ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت مشکوٰۃ شریف میں موجود ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص میری قبر پر آ کر درود پڑھتا ہے میں خود اس کو سنتا ہوں اور جو شخص دور سے پڑھتا ہے وہ مجھے پہنچایا جاتا ہے۔

وعن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من صلی علی عند قبری سمعتہ ومن صلی علی نائیا ابلغتہ۔ (مشکوٰۃ، ص۸۷)

اور علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے الحاوی للفتاویٰ میں حیات النبی ﷺ پر مستقل رسالہ لکھا ہے جس میں تمام روایات اکٹھی کی ہیں۔

............واللہ اعلم

(محمد رضوان لطیف غفرلہ)

دارالافتاء معہد ام القریٰ جامعہ اشرفیہ لاہور

اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوستی کا عقیدہ

سوال: میں آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ ہم کہہ سکتے ہیں اللہ میرا دوست ہے۔ سورۃ المائدہ کی آیت 56 میں اس کا حوالہ دیا گیا ہے۔ میرے والد کے مطابق کوئی بنی نوع انسان اللہ تعالیٰ کو اپنا دوست نہیں کہہ سکتا اور اللہ تعالیٰ صرف کہہ سکتے ہیں کہ انسان میرا دوست ہے۔ مہربانی فرما کر قرآن وسنت کے حوالے سے جواب تحریر فرمادیں۔

جواب: اللہ تعالیٰ اہل ایمان کے دوست ہیں جیسا کہ قرآن پاک میں مذکور ہے کہ:

اللّٰہ ولیّ الذین امنوا (الایۃ) اور اہل ایمان کو بھی اللہ تعالیٰ سے محبت ہونا چاہیے۔

جیسا کہ ذکر ہے کہ: